

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب
کی جامع و مستند شرح

فیوض النضوب
تشریحات الطیبه

المعروف

شرح حدیث

کتاب
الایمان والحدود

اصناف

امام ابو الحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام

تجدید

علاء محمد لیاقت علی ضوئی

شیر
برادرز

[Blogs](#) [Archive](#) [Details](#) [Open](#) [Full](#) [History](#) [RSS](#)

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوحیب حسن عطاری

وہ جسے چاہے سید راہ کی ہدایت ملتا ہے۔

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب کی جامع و مستند روشنی

فیوض الراضویہ فی تشریحات الحدیث

المعروف

جلد ہشتم

تشریح حدیث

کتاب الایمان والحدود

ترجمہ شیخ

علامہ محمد لیاقت علی ضوی

استاذ الفقه، جامعہ شہداء سیدہ انجمنہ لاہور

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الباقیل القرطبی

زید و منشی ۴۴، ایوب بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز



ترتیب

۱۳..... مقدمہ رضویہ	۲۷..... قسم کی اقسام کا فقہی بیان
۱۳..... ﴿مستصف ابن ابی شیبہ اور فقہی﴾	۲۷..... یمنین غلوں کی تعریف و حکم
۱۹..... کتاب الایمان	۲۸..... یمنین غلو کی تعریف و حکم
۱۹..... ﴿یہ کتاب ایمان کے بیان میں ہے﴾	۲۸..... یمنین متفقہ کی تعریف و حکم
۱۹..... کتاب الایمان کی فقہی مطابقت کا بیان	۲۸..... قسم کے کفارے کا فقہی بیان
۱۹..... لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان	۲۹..... قسم کے الفاظ کا فقہی بیان
۲۱..... لفظ علف کی لغوی تحقیق	۳۰..... یمنین متفقہ کے حکم کا بیان
۲۱..... لفظ قسم اور لفظ علف کا آپس میں ترادف کا بیان	۳۱..... لفظ قسم پر عدم کفارے کا بیان
۲۳..... لفظ یمنین کی لغوی تحقیق	۳۳..... تا بالغ و غیر بالغ کی قسم کے عدم اعتبار کا بیان
۲۳..... لفظ کینہ کے قسم ہونے کی تحقیق	۳۳..... یمنین متفقہ کی اقسام ثلاثہ کا بیان
۲۵..... قسم کی شرعی حیثیت کا بیان	۳۴..... قوس قسم میں عدم اعتبار کا بیان
۲۵..... ۱۔ واجب قسم	۳۵..... غیر متفقہ یمن کا دلیل احسان کے انکار کرنے کا بیان
۲۵..... ۲۔ مستحب قسم	۳۶..... احسان
۲۵..... ۳۔ مباح قسم	۳۶..... احسان کی تعریف
۲۶..... ۴۔ مکروہ قسم	۳۷..... احسان کی اقسام
۲۶..... ۵۔ حرام قسم	۳۸..... احسان کے محررین اور ان کے دلائل
۲۶..... ۶۔ اپنے حق کیلئے قسم کھانا	۳۸..... یمنین احسان کے دلائل پر نظر و بحث
۲۶..... قسم کی شروعات	۳۹..... احسان کو حجت ماننے والے فقہاء
۲۶..... ۱۔ ثبوت اعتقاد کیلئے قسم	۳۹..... احسان کو حجت ماننے والوں کے دلائل کا بیان
۲۶..... ۲۔ حکم شریعہ اور فتویٰ	۴۳..... حضرات صحابہ سے احسان پر عمل کے کفارے
۲۶..... ۳۔ جاتین اسلام کی مخالفت کی قسم	۴۳..... فقہی عبارات سے احسان کی کفارے کا بیان
۲۶..... ایمان کی اقسام کا بیان	۴۶..... احسان کے صفت واقع ہونے کا بیان

الافتاء والاعمال والفتاویٰ

جملہ حقوق منسلکیت بحق ناشر محفوظ ہے

تشریح ہدایہ

باہتمام ملک شیعین

سن اشاعت ۱۴۱۲ھ / رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

طابع اشتیاق اے مشاق پرنٹرز لاہور

کپڑے ولف زامبو

سروپ ملے ایف ایس ایڈوکیٹس لاہور

0322-7202212

قیمت لاپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔



بعض اہل تقویٰ کا بیان	۳۶
بَابُ مَا يَكُونُ فَيْضًا وَمَا لَا يَكُونُ فَيْضًا	۳۷
یہ باب کس لفظ کے قسم ہونے یا نہ ہونے کے بیان میں ہے	۳۷
باب قسم ہونے یا نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۷
اللہ کے نام کی قسم اٹھانے کا بیان	۳۷
اللہ کے نام کے سوا کی قسم اٹھانے کی ممانعت	۳۸
حائف کے قول علی اللہ کا بیان	۳۸
نبی یا کسی کی قسم اٹھانے کا بیان	۳۹
غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان	۵۰
قرآن کی قسم اٹھانے کا بیان	۵۱
حرف قسم کے اخذ کا بیان	۵۱
غیر صریح اور مضمر قسموں کی بعض اقسام کا بیان	۵۲
کسی چیز کی طرف حرام کی اضافت سے قسم کا بیان	۵۵
اللہ کی قسم یا حلف اٹھانے کا بیان	۵۵
قاری زبان میں قسم اٹھانے کا بیان	۵۹
قسموں کا دار و مدار الفاظ پر ہوتا ہے فرض نہیں ہوتا قاعدہ فقہیہ	۵۹
قسم میں ایم اللہ کہنے کا بیان	۶۰
صریح و ظاہر قسم فقہی مفہوم	۶۰
لعرن و ظاہر قسم دو طرح کی ہوتی ہے	۶۲
محمد اللہ اور خلیفہ اللہ سے العقاد قسم کا بیان	۶۲
قرآن کریم میں "مغلل قسم سے مشابہ الفاظ" کا استعمال	۶۲
بیودی یا نصرانی ہونے والے قول سے قسم ہونے کا بیان	۶۳
اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا بیان	۶۳
دوسرے مذہب کی قسم کے سبب کافر ہونے کا بیان	۶۵
حائف کا غضب اللہ کا کہنے کا بیان	۶۶
حائف کا کلام میں تاویل کرنے کا فقہی بیان	۶۶
فَضْلٌ فِي الْكُفَّارَةِ	۶۹
یہ فصل قسم کے کفار سے بیان میں ہے	۶۹
کفارہ قسم کی فقہی مطابقت کا بیان	۶۹
کفارہ کا لغوی معنی	۶۹
قسم کے کفارہ کا بیان	۶۹
کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ	۷۰
اشیاء و شہ پر عدم قدرت کی صورت میں رد و زل کا بیان	۷۲
قسم کے رد و زل میں عدم سلسل میں فقہی و اشقی کا بیان	۷۳
کفارہ کے قسم پر عدم قناعت کا بیان	۷۴
تمام مال صدقہ کرنے والے کفارہ سے مذاہب اربعہ	۷۴
معصیت کی قسم اٹھانے کا بیان	۷۵
کافر کے قسم اٹھانے کا بیان	۷۷
اپنے اوپر غیر ملکیت چیز کو حرام کرنے کی قسم اٹھانا	۷۷
اپنے اوپر ہر حال چیز کو حرام قرار دینے کی قسم اٹھانا	۷۸
ظن کا بیان	۷۹
قرآن کے مطابق نذر کا بیان	۷۹
احادیث کے مطابق نذر کا بیان	۸۰
منت مانے کا فقہی بیان	۸۱
نذر مانے کا بیان	۸۲
نذر کا حکم کا بیان	۸۳
حضرت صفیہ کی نذر کا بیان	۸۳
معصیت کی نذر کا بیان	۸۴
ہر وہ نذر جو جس کے متضاد ہو	۹۰
وہ نذر جس کا قسم قسم کے کفارہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں	۹۱
ایسی چیز کی نذر جو اس کی ملکیت نہیں	۹۱
وہ نذر جسے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے	۹۲
مباح نذر کا بیان	۹۲
نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان	۹۳
جس سے قسم کے ساتھ اتالی کی طور پر ان شاء اللہ کا	۹۳
باب انہیں کی لڑ و خول و استغنی	۹۵

یہ باب گھر میں دخول و سکنتی قسم کے بیان میں ہے	۹۵
باب سکنتی دخول و سکنتی قسم کی مطابقت کا بیان	۹۵
گھر میں عدم دخول کی قسم اٹھانے والے کا گھر میں داخل ہونے کا بیان	۹۵
مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ	۹۶
گھر میں داخل ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان	۹۷
وہابی کے بعد گھر بننے پر دار کا اطلاق	۹۷
گھر میں عدم دخول کے حائف کا حجت پر چڑھنا	۹۹
دخول کر کے حائف کا حجت پر چڑھنے کا بیان	۱۰۱
دخول بیت کے حائف کا گھر میں بیٹھا رہنے کا بیان	۱۰۱
پینے ہونے کیلئے کے پینے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۰۲
قسم کو پورا کرنے کیلئے وقت کے استثناء کا بیان	۱۰۳
سواری پر سوار نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا فقہی بیان	۱۰۳
حائف کے خروج کے باوجود اصل و میال کے سبب حب ہونے کا بیان	۱۰۴
بابُ الْيَمِينِ فِي الْخُرُوجِ وَالْإِثْبَانِ	۱۰۷
وَالْمُرُكُوبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ	۱۰۷
یہ باب دخول خروج بیت اور سوار و غیرہ کی قسم کے بیان میں ہے	۱۰۷
باب دخول خروج بیت کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان	۱۰۷
مسجد سے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۰۷
مأمور کے عمل کی اضافت امر کی جاتی ہے (قاعدہ فقہیہ)	۱۰۷
صرف جنازہ سے مشرکت کرنے کی قسم کا بیان	۱۰۸
استثنائی خروج کے بعد خروج کے حکم کا عدم ہونا	۱۰۸
مکہ مکرمہ کیلئے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۰۹
ایمان کے معنی سے استدلال کا بیان	۱۰۹
بصرہ میں ضرور جانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۰۹
حقیق استطاعت فصل سے متصل ہوا کرتی ہے	۱۱۰
خروج زوجہ کو اجازت سے مطلق کرنے کا بیان	۱۱۱
خروج زوجہ پر طلاق و مطلق کرنے کا بیان	۱۱۲
طلاق کو ملک میں داخلے کے ساتھ مطلق کرنے کا بیان	۱۱۳
سواری پر سوار نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۱۳
بَابُ الْيَمِينِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ	۱۱۷
یہ باب کھانے پینے کی قسم کے بیان میں ہے	۱۱۷
باب یمنین اکل و شرب کی فقہی مطابقت کا بیان	۱۱۷
کھانے کی قسم کا فقہی مفہوم	۱۱۷
درخت سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۱۷
گدراں کی مجبور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۱۸
حمل کا گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۰
نصف کچی مجبور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۰
گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۲
چوبی نہ کھانے یا نہ شرب سے قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۳
مکرمہ سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۳
آٹے سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۵
بھسی ہوئی چیز نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۶
سبزیاں نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۷
پھل نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۲۸
سائیں نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۳۰
خدا نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۳۱
کھانے پینے یا پینے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۳۲
ہر اہل بلد سے ان کے عرف کا اعتبار	۱۳۴
حضرت سفیہ رضی اللہ عنہ کی شرط آزادی کا بیان	۱۳۳
دریاء و درجہ سے پینے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۳۳
من بعضہ کا بیان	۱۳۳
پانی پینے سے طلاق و مطلق کرنے کا بیان	۱۳۵
آسمان پر چڑھنے کی قسم اٹھانے کا بیان	۱۳۷

باب النبیین فی العلام	۱۳۹
یہ باب کلام میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے۔	۱۳۹
باب کلام میں قسم اٹھانے کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۳۹
قسموں کا رد و اہل الفاظ پر ہونے کا فقہی مفہوم۔	۱۳۹
کسی سے کلام کی نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۴۱
جھوٹی قسم کھانے والے بارے میں حد و عید کا بیان۔	۱۴۲
جھوٹی قسم کھانے والوں سے متعلق احادیث۔	۱۴۳
قسم کو اجازت کے ساتھ متعلق کرنے کا بیان۔	۱۴۵
بہینہ بھر کا نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۴۶
کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے والے کا قرآن پڑھنا۔	۱۴۷
طلاق زوجہ کو کلام یوم سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۵۰
قسم کو رات پر محمول کرنے کا بیان۔	۱۵۱
فلاں کے غلام سے کلام کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۵۳
اضافت کا تعارف کیلئے ہونے کا بیان۔	۱۵۳
چار دروالے سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۵۵
فَضْل	۱۵۷
یہ فصل کلام میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے۔	۱۵۷
فصل بین کلام کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۵۷
ایک لمحے یا زمانے سے کلام نہ کرنے کی قسم کا بیان۔	۱۵۷
مطلق ایام سے تین دنوں کی مراد کا بیان۔	۱۵۹
غلام کی آزادی کو خدمت سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۶۱
جمع قلت کی تشریف۔	۱۶۲
باب النبیین فی العیش والطلاق	۱۶۳
یہ باب آزادی اور طلاق میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے۔	۱۶۳
حقن و طلاق کے باب کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۶۳
طلاق زوجہ کو بچہ کی ولادت سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۶۳
آزادی کو لازماً بننے سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۶۳
غلام کی آزادی کو خریدنے سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۶۵

باب النبیین فی النبیج والصلاة والصوم	۱۸۶
یہ باب نماز، حج اور روزے میں قسم کے بیان میں ہے۔	۱۸۶
نماز، حج اور روزے کی قسم کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۸۶
پیدل حج کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۸۶
پیدل حج کرنے والے کیلئے جب شقت ہو تو اجابت سواری۔	۱۸۹
حج نہ کرنے کی قسم پر غلام کو آزاد کرنے کا بیان۔	۱۹۰
روزہ نہ رکھنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۹۱
نماز نہ پڑھنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۹۱
باب النبیین فی لبس الشیاب والعلی	
وغیرہ ذالک	۱۹۳
یہ باب کپڑے اور زیورات وغیرہ پہننے کی قسم کے بیان میں ہے۔	۱۹۳
باب الباس ثوب و زیورات کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۹۳
بیوی کے کاتے ہوئے سوٹ پہننے سے قسم کا بیان۔	۱۹۳
زیر پٹہ پہننے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۹۵
بسر پر نہ سونے کی قسم کا بیان۔	۱۹۶
زین پر نہ بیٹھنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۱۹۷
باب النبیین فی الضرب والقتل وغیرہ	
یہ باب قتل ضرب و غیرہ میں قسم کے بیان میں ہے۔	۱۹۹
باب قتل و ضرب کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۱۹۹
مارنے سے متعلق قسم کا بیان۔	۱۹۹
غلام کی آزادی کو مارنے سے متعلق کرنے کا بیان۔	۱۹۹
کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۱
باب النبیین فی تناضی الذراہم	۲۰۲
یہ باب قسم میں تقاضہ ذراہم کے بیان میں ہے۔	۲۰۲
تقاضہ ذراہم میں قسم کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۲۰۲
قرض ادا کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۴
قرض پر قبضہ نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۳

طلاق زوجہ کو یمن تعداد روزہ سے متعلق کرنے کا بیان۔	۲۰۴
استبراء کی تشریف۔	۲۰۵
حرف استبراء۔	۲۰۵
مستفی متصل کی تشریف۔	۲۰۵
مستفی منقطع کی تشریف۔	۲۰۵
کلام موجب۔	۲۰۵
کلام غیر موجب۔	۲۰۶
مستفی کا عراب۔	۲۰۶
مستفی منصوب یا فاعل کے مطابق۔	۲۰۶
غیر کے عراب۔	۲۰۶
ایمان نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۷
عموم نفی کی ضرورت میں ممانعت بھی عام ہوگی۔ قاعدہ فقہیہ۔	۲۰۷
والی کا جاسوسی کیلئے قسم دینے کا بیان۔	۲۰۷
اینا غلام دہیہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۸
گل پھند کو خریدنے کی قسم اٹھانے کا بیان۔	۲۰۹
کتاب الحدود۔	۲۱۰
یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے۔	۲۱۰
کتاب حدود کی فقہی مطابقت کا بیان۔	۲۱۰
حد کے معانی و مقاصد کا بیان۔	۲۱۰
حد کا فقہی مفہوم۔	۲۱۰
حد کے دیگر معانی کا بیان۔	۲۱۱
حد قائم کرنے کی برکت کا بیان۔	۲۱۲
اسلامی سزاؤں کی حکمتوں کا بیان۔	۲۱۲
شہادت و اقرار سے ثبوت نہ کرنا کا بیان۔	۲۱۳
گواہوں سے احوال جاننے کا بیان۔	۲۱۶
قاضی اہل شہادت احوال نہ معلوم کرے۔	۲۱۸
حد اور تعزیر میں فرق۔	۲۱۹
اقرار سے ثبوت حد کا بیان۔	۲۲۱

ثبوت حدیث اقرار کے تحت ہونے کا بیان.....	۲۲۳
حاکم مقرر کے اقرار کی تردید کرے.....	۲۲۳
رجم کی سزا کا فقہی بیان.....	۲۲۵
چار مجالس پر شہادت کی مستل حدیث.....	۲۲۶
مساجد میں حد وغیرہ جاری نہ کی جائے.....	۲۲۸
چار مرتبہ اقرار کے قیام حد کا بیان.....	۲۲۹
اقرار سے رجوع حد کے ساتھ ہونے کا بیان.....	۲۳۰
نصاب شہادت اور ثبوت شہادت میں گواہوں کی کیفیت.....	۲۳۲
فصل فی کیفیت الحد و القامۃ	۲۳۳
فیصل حد کے طریقے اور قیام کرنے کے بیان میں ہے.....	۲۳۳
فصل کیفیت حد کی فقہی مطابقت کا بیان.....	۲۳۳
وجوب حد کے بعد رجوع کرنے کا بیان.....	۲۳۳
رجوع کا فقہی مفہوم.....	۲۳۳
رجوع کرنے کی کیفیت کا بیان.....	۲۳۵
سزا کی تفصیل.....	۲۳۵
قتل کی سزا کے اسباب و ذرائع کا فقہی بیان.....	۲۳۵
مقرر کے رجوع کا آثار ذکر ان کرے گا.....	۲۳۸
عدا کرنے والے کی اہلیت کا بیان.....	۲۳۸
حد رجوع کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ.....	۲۳۹
مروجہ جرم کے قتل و جنازہ سے کا بیان.....	۲۳۲
مروجہ کی نماز جنازہ پڑھانے میں مذاہب اربعہ.....	۲۳۵
غیر مہینہ زانی کی سزا کا بیان.....	۲۳۶
غیر مہینہ کو دورے مارنے کا بیان.....	۲۳۷
حد ودلیعہ کے سرچرچے مارنے کی ممانعت کا بیان.....	۲۳۸
غلام پر نصف جاری ہونے کا بیان.....	۲۵۰
بائے یوں کی حد میں فقہی تصریحات کا بیان.....	۲۵۰
محنت وغیرہ محنت بائے یوں کی حد فقہی مذاہب.....	۲۵۳
حد و سب مردوں اور گھوڑوں کے برابر ہونے کا بیان.....	۲۵۵

مطلقہ طلاق سے جماع پر حد کا بیان.....	۲۷۹
خلاف اختلاف کے لغوی معنی کا بیان.....	۲۸۰
خلاف اور اختلاف میں فرق.....	۲۸۰
علم الخلاف کے اصطلاحی معنی.....	۲۸۱
زوجہ کو طلاق دینے کے بیان.....	۲۸۱
غیر برہ کے مشاہدات سے طلاق کا بیان.....	۲۸۲
بچے کی بائیں سے جماع پر عدم حد کا بیان.....	۲۸۲
مرد بائیں بیوی کی بائیں سے نہ کرے تو کیا حکم ہے؟.....	۲۸۳
باپ کی بائیں سے جماع پر عدم حد کا بیان.....	۲۸۳
شب زفاف میں غیر زوجہ سے جماع پر عدم حد کا بیان.....	۲۸۵
بستر پر ملنے والی عورت سے جماع کرنے پر حد کا بیان.....	۲۸۶
حرمت نکاح والی سے جماع کرنے کا بیان.....	۲۸۷
غیر مقلدین کی فقہی حرج پانچادہ قسم پر مطلق.....	۲۸۸
فرق غیر مقلدین کے نزدیک جماع سے نکاح کی اباحت و آزادی.....	۲۸۸
کا بیان.....	۲۸۸
فرق غیر مقلدین کے نزدیک لا تعداد بیویاں نکاح میں رکھ.....	۲۸۹
کسکے.....	۲۸۹
عمرات ابدیہ سے نکاح کی حرمت میں غیر مقلدین کا فقہی پر.....	۲۸۹
اعراض.....	۲۸۹
عمرات ابدیہ سے نکاح میں فقہی کے مطابق سزا کا بیان.....	۲۹۰
اہل فقہ سے مراعاتیہ ابدیت کی مطلق کا اظہار.....	۲۹۱
فرق کے سوا البقیہ سے جماع کرنے کا بیان.....	۲۹۳
لوٹی کی حد میں مذاہب اربعہ.....	۲۹۵
لوٹی کی حد میں فقہی مذاہب کی تفصیل کا بیان.....	۳۰۱
جانور سے دلی کا زنا کے حکم میں ہونے کا بیان.....	۳۰۱
جانور سے دلی کرنے والے پر عدم حد میں مذاہب اربعہ.....	۳۰۲
جانور سے جماع کرنے پر حد میں آئی.....	۳۰۳
جانور سے دلی پر عدم حد میں غیر مقلدین کا موقف.....	۳۰۳

دارالحرب کے زانی نام نہاد حد کا بیان.....

مستحق حرمی کرنے کے زنا کرنے پر حد کا بیان.....

قاعدہ فقہیہ.....

قاعدہ فقہیہ.....

اصل اور غلیظہ کے متعارض میں عموم محدود ہے قاعدہ فقہیہ.....

قصاص و دیت کے متعارض.....

مسافر مالک و نظام کے متعارض.....

بچے اور باپ زانی پر عدم حد کا بیان.....

زبردستی والے زانی پر عدم حد کا بیان.....

زنا با بکھر میں صرف مرد پر حد جاری ہوگی.....

اشطرا ر کی کیفیت کا فقہی مفہوم.....

اختصاص کا معنی.....

اقرار زنا اور اقرار نکاح کے سبب ایشیاء کا بیان.....

بائیں سے زنا کرنے والے پر حد کا بیان.....

امام پر عدم حد کا بیان.....

ثبوت زنا کے دخول کی شرط کا بیان.....

باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہما.....

چھ شہادت زنا دینے اور اس سے رجوع کے بیان میں ہے.....

باب شہادت زنا و انصاف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان.....

گزشتہ ہونے جرم پر گواہی دینے کا بیان.....

رجوع سے سقوط حد کا فقہی بیان.....

دوسروں کے مجبور کی پوچھ پوچی کو.....

تقدیر حد میں اعتقاد کے اختلاف کا بیان.....

زنا گزشتہ کی وجہ سے کوئی حق ساقط نہیں ہوتا.....

حقوق النہاد میں سے ساقط ہونے والے احکام.....

حق رجعت.....

محض لوگوں کی شہادت پر حد زنا کا بیان.....

اختلاف شہادت سے سقوط حد کا بیان.....

مقام زمانے اختلاف فی شہادت سے سقوط حد کا بیان.....	۳۲۷	شراب نوشی کی سزا.....	۳۵۱
مقام واحد کی شہادت میں اختلاف فی حد کا بیان.....	۳۲۷	شراب کی سزا کے نفاذ کا بیان.....	۳۵۱
شہادت میں اختلاف وقت سبق سقوط حد کا بیان.....	۳۲۸	مناہت میں حد شراب کو حد نہ پڑے کر کے کا بیان.....	۳۵۲
داڑھی موٹھ ہنہ حرام اور اہل تشیع کا مؤلف و عمل.....	۳۲۹	پیشینے والے پر حد شراب کا بیان.....	۳۵۳
مسلمانوں کا قلعی رویہ.....	۳۳۰	کل مسکرام ہونے کا بیان.....	۳۵۵
ناجیہ گواہوں کی شہادت کا بیان.....	۳۳۰	شرابی کی سزا کی کوڑوں پر اجماع کا بیان.....	۳۵۵
فقیہ کاغذی و فقیہ مفہوم.....	۳۳۱	شرابی کی سزا کے اجماع پر دلائل کا بیان.....	۳۵۷
جن لوگوں کی شہادت کی عدم مقبولیت.....	۳۳۲	شرابی کی حد میں اسی کوڑوں پر اجماع صحابہ کرام.....	۳۵۸
حد جاری ہونے کے بعد گواہ کے غلام ثابت ہونے کا بیان.....	۳۳۵	اجماع کی تعریف و مفہوم.....	۳۵۹
شہادت پر شہادت دینے سے سقوط حد کا بیان.....	۳۳۷	اجماع کے لغوی معانی کا بیان.....	۳۶۰
رجوع کرنے والے پر حد قذف کا بیان.....	۳۳۸	اجماع کی اصطلاحی تعریف.....	۳۶۱
اجرام سے حد سے قبل رجوع کرنے کا بیان.....	۳۳۹	وقر اجماع کا بیان.....	۳۶۱
حد رجوع کے بعد ایک گواہ کے بخفی ثابت ہونے کا بیان.....	۳۴۰	حقیقت اجماع.....	۳۶۲
حد رجوع کے منکرین کی عقلی و ہم پرستی.....	۳۴۱	بدعت اور قسطنطنیہ کا اجماع.....	۳۶۲
حد لگانے والوں میں کسی کارکن ان اڑا دینے کا بیان.....	۳۴۲	عالمی کی مخالفت یا موافقت کا حکم.....	۳۶۲
مشہور طریقہ کا حصن ہونے سے انکار کرنے کا بیان.....	۳۴۳	اجماع میں اکثریت و اقلیت کی بحث.....	۳۶۲
جب کسی کا کذب یقین کے ساتھ ظاہر ہو جائے تا حد و فقہیر.....	۳۴۵	اجماع کے حجت ہونے کا بیان.....	۳۶۳
باب ۸۱ الشرب	۳۴۵	اجماع کی اساس کا فقیہی مفہوم.....	۳۶۵
فویہ باب شراب کی حد کے بیان میں ہے.....	۳۴۶	اجماع کی بنیاد قیاس پر.....	۳۶۵
باب حد شراب کی فقیہی مطابقت کا بیان.....	۳۴۶	اجماع کی اقسام کا بیان.....	۳۶۶
فخر (شراب) کا فقیہی مفہوم.....	۳۴۶	اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم.....	۳۶۶
قرآن کے مطابق حرمت شراب کا بیان.....	۳۴۶	اہل عدیہ کے اجماع کا بیان.....	۳۶۷
شراب سے متعلق حکم نزول کا بیان.....	۳۴۷	کچیزوں میں اجماع کا اعتبار ہے؟.....	۳۶۸
احادیث کے مطابق حرمت شراب کا بیان.....	۳۴۸	اجماع کے حکم کا بیان.....	۳۶۸
شراب کی حرمت نازل ہونے پر صحابہ کرام کا عمل.....	۳۴۸	غیر مقلدین اور اجماع.....	۳۶۸
شراب کی حرمت کا سبب و علت.....	۳۴۸	اجماع کی نظر کا بیان.....	۳۶۹
شرابی پر اجرام سے حد کی شرائط کا بیان.....	۳۴۹	کیا اجماع کی اطلاع ممکن ہے؟.....	۳۷۰
شراب کی حد کا بیان.....	۳۵۰	حد شراب کی شہادت کے نصاب کا بیان.....	۳۷۰

محدودی القذف کی شہادت بقول کرنے میں نقص نفی کی ترجیح.....	۳۴۰	شرابی پر نئے کے اطلاق کا بیان.....	۳۷۱
اہل تشیع کے نزدیک حد قذف کی صرف دو صورتوں کا بیان.....	۳۴۳	نفی کا اپنی ذات کیلئے اقرار کر کے کا بیان.....	۳۷۲
فصل فی الشرب	۳۴۳	باب ۸۲ الخذف	۳۷۵
فصل تعزیر کی حد قذف کے بیان میں ہے.....	۳۴۳	فویہ باب حد قذف کے بیان میں ہے.....	۳۷۵
فصل تعزیر کی فقیہی مطابقت کا بیان.....	۳۴۳	باب حد قذف کی فقیہی مطابقت کا بیان.....	۳۷۵
تعزیر کا فقیہی مفہوم.....	۳۴۳	قذف کا فقیہی مفہوم.....	۳۷۵
تعزیر کی تعریف اور اس کی سزا کا شرعی یقین.....	۳۴۳	محسن یا محسن پر تہمت لگانے والے پر حد کا بیان.....	۳۷۵
قرآن کے مطابق تعزیر کا بیان.....	۳۴۵	مقدوف کی شرائط کا بیان.....	۳۷۷
حد و اور تعزیر میں فرق.....	۳۴۵	قذف کے ہونے یا نہ ہونے میں فقیہی مذاہب.....	۳۷۸
تعزیری سزاؤں کا فقیہی بیان.....	۳۴۵	دوسرے کے نسب میں نفی کے سبب حد کا بیان.....	۳۸۰
غیر مقلدین کا تو قیام اور احکام.....	۳۴۶	نفی نسب کی حرمت میں احادیث کا بیان.....	۳۸۰
تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا کا بیان.....	۳۴۶	حد قذف کے مطالبہ کے حدودوں کا بیان.....	۳۸۲
تعزیر پر قید کرنے کا بیان.....	۳۴۶	شہادت حد میں گواہوں کے اتحاد مجلس میں فقیہی مذاہب.....	۳۸۲
تعزیر میں سخت سزا دینے کا بیان.....	۳۴۷	جماعت کے قاذف کی حد کا بیان.....	۳۸۳
حد لگانے کے قصص کے ثبوت ہونے کا بیان.....	۳۴۷	غصے میں کسی کے نسب کے انکار کرنے کا بیان.....	۳۸۳
کتاب الشربة	۳۴۹	مقدوف حصن کے کافر بنے کیلئے کی مطالبہ حد کا بیان.....	۳۸۵
فویہ کتاب حد قذف کے بیان میں ہے.....	۳۴۹	مقدوف کی بعض شرائط کا بیان.....	۳۸۷
کتاب حد قذف کی فقیہی مطابقت کا بیان.....	۳۴۹	تکرار قذف میں ایک حد کا فقیہی بیان.....	۳۸۷
سرد قذف کے معنی کا فقیہی مفہوم.....	۳۴۹	مقدوف کے ثبوت ہوجانے سے سقوط حد کا بیان.....	۳۸۷
حد قذف کے مطابق چور کیلئے سخت و مدید کا بیان.....	۳۴۹	قذف کا اقرار کرنے کے بعد رجوع کرنے کا بیان.....	۳۸۹
سرد قذف کی غوی شرح کا بیان.....	۳۴۹	زنا تہمت لکھنے والے پر حد جاری کرنے کا بیان.....	۳۹۰
چوری کے جرم پر بیان کردہ شرعی حد کا بیان.....	۳۴۹	ایک دوسرے کو زانی کہنے کے سبب حد کا بیان.....	۳۹۱
حد و کفار سے ساقط ہوجانے کا بیان.....	۳۴۹	بیوی کو زانیہ کہنے پر حد حد کا بیان.....	۳۹۲
حد و شہادت سے ساقط ہوجانی ہیں کا حد و فقہیر.....	۳۴۹	شوہر کا اقرار و رد کے بعد نفی کرنے کا بیان.....	۳۹۳
چوری کے لیے شرائط کا بیان.....	۳۴۹	غیر کی ملک میں حرام دہلی کے سبب عدم حد کا بیان.....	۳۹۵
دائے باقہ اور دہا پر چوری پر پائل کا نئے کا بیان.....	۳۴۹	بجوسہ باندی سے جماع کرنے والے پر تہمت لگانے کا بیان.....	۳۹۶
چوری کی سزا قطع یہ ہونے کا بیان.....	۳۴۹	تہمت کے سبب مسلمان پر اجرام سے حد کا بیان.....	۳۹۸
نصاب سرقہ میں مذاہب فقہاء کا بیان.....	۳۴۹	تہمت میں تعذر پر ایک حد جاری ہونے کا بیان.....	۳۹۹

۳۳۹	چوری کی سزا اور اس کا نصاب.....
۳۳۹	نصاب سرقہ میں امام شافعی کی مسئل حدیث.....
۳۳۹	نصاب سرقہ میں امام مالک کی مسئل حدیث.....
۳۳۹	نصاب سرقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مسئل حدیث.....
۳۳۹	نصاب سرقہ میں احناف کے مؤلف کی ترجیح کا بیان.....
۳۳۱	نصاب سرقہ میں بعض احادیث و آثار کا بیان.....
۳۳۳	سرقہ بینہ والی حدیث کے تحت وادلی کا بیان.....
۳۳۳	نصاب سرقہ میں فقہی مذاہب اربعہ.....
۳۳۵	قطع میں آزاد و غلام کی برابری کا بیان.....
	غلامی خون کی محصنت میں موثر نہیں جبکہ اس کی قیمت میں موثر ہوتی ہے قاعدہ فقہیہ.....
۳۳۵	اقرار سے وجوب قطع کا بیان.....
۳۳۸	حد سرقہ کے وجوب میں دو گواہوں کا بیان.....
۳۳۹	چور کا ہاتھ کاٹ گلے میں لٹکانے کا بیان.....
۳۳۹	بَابُ مَا يَنْقُطُ فِيهِ وَهَذَا لَا يَنْقُطُ
۳۳۹	قطع بابت قطع یا عدم قطع کے بیان میں ہے.....
۳۳۹	بابت قطع و عدم قطع پر کی فقہی مطابقت کا بیان.....
۳۳۹	معمولی اشیاء کی چوری عدم حد کا بیان.....
۳۳۱	عرف غیر محفوظ چیزوں کی چوری پر عدم حد کا بیان.....
۳۳۲	چور کو قید میں رکھنے کا بیان.....
۳۳۲	جلد خراب ہونے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان.....
۳۳۳	میوے کی چوری پر عدم حد فقہی مذاہب اربعہ.....
۳۳۵	معمولی اشیاء کی چوری پر عدم حد خراب اربعہ.....
۳۳۵	مخمس شدہ کسے پہلوں کی چوری پر عدم حد کا بیان.....
۳۳۶	مانیت میں شہید پیدا کرنے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان.....
۳۳۷	سادگی حفاظت پر مامور پولیس.....
	سوئے کی مطلب چرانے پر عدم حد کا بیان.....
۳۳۸	آزاد بننے کی چوری پر عدم حد کا بیان.....

۳۴۲	ادوں کی قطار سے چوری کرنے کا بیان.....
۳۴۲	کھنڈی چوری کرنے کا بیان.....
۳۴۳	فصل فی کیفیت القطع والحبس
	قطع فیصل قطع کے طریقے اور اس کے ثبوت کے بیان.....
۳۴۳	میں ہے.....
۳۴۳	فصل کیفیت قطع کی فقہی مطابقت کا بیان.....
۳۴۳	چور کے ہاتھ کواں سے کاٹا جائے گا.....
۳۴۳	قطع میں امام شافعی کی مسئل حدیث اور اس کا عمل.....
۳۴۷	چور کے ہاتھ کواں سے کاٹنے کا بیان.....
۳۴۸	چور کے ہاتھ کا قاضی زدہ ہونے کا بیان.....
۳۴۸	حد سرقہ کا بیان.....
۳۴۸	حد سرقہ کیلئے حد کے مطالبے کا بیان.....
۳۴۸	ودیت والوں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان.....
۳۴۳	قطع میں سارق اول کے حد کا بیان.....
۳۴۳	قطع میں کیلئے مال موقوف ہونے کا بیان.....
۳۴۳	مال کی تحریف.....
۳۴۳	قوت کے طریقے کا بیان.....
۳۴۳	حاکم کے ہاں معاملہ جانے سے پہلے مال واپس کرنے کا بیان.....
۳۴۵	حد قطع کے بعد مال بہرہ ہونے سے سقوط حد کا بیان.....
۳۴۶	چور کو چوری کی مال بہرہ دینے کا بیان.....
۳۴۷	مال سرقہ میں چور کے دعویٰ کے جب سقوط حد کا بیان.....
۳۴۸	عید گنجد چوری شدہ مال کا اقرار کرنے کا بیان.....
	اگر غلام اپنے مالک کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا.....
۳۴۹	چور کا سامان کدھے پر ملا کر لے جانے کا بیان.....
۳۴۹	متعدد چوریوں میں ایک مرتبہ ہاتھ کاٹنے کا بیان.....
۳۴۹	بَابُ مَا يَحْتَمِلُ الشَّارِقُ فِي الْمَرْقُوعَةِ
۳۴۹	چوباب مال سرقہ میں تعمیر و تہل کے بیان میں ہے.....

۳۴۲	باب مال سرقہ میں تہل کی فقہی مطابقت.....
۳۴۲	سرقہ چیز میں تعمیر و تہل کرنے کا بیان.....
۳۴۵	مکری چور سے جب مکری کو ذبح کر دیا ہو تو حکم حد.....
۳۴۵	حد قطع کے مطابق سونا چاندی کو چوری کرنے کا بیان.....
۳۴۹	چوری شدہ کپڑے سر پہنے سے قطع کا بیان.....
۳۴۹	بَابُ قَطْعِ الطَّرِيقِ
۳۴۷	چوباب راستے میں دشمنی ڈالنے والوں کے بیان میں ہے.....
۳۴۷	بابت قطع طریق کی فقہی مطابقت کا بیان.....
۳۴۷	قوت و دعت والی جماعت کا دیکھنے کیلئے قطع کا بیان.....
	اختلاف احوال کے پیش نظر تجاویز بھی تہل ہوتی رہتی ہیں.....
۵۰۰	قاعدہ فقہیہ.....
۵۰۱	قتل سے متعلق فقہی احکام کا بیان.....
۵۰۲	نہار اور قتل و قمارت کے احکام کا بیان.....
۵۰۵	شہر اور غیر شہر کی دشمنی کے ہونے میں مذاہب اربعہ.....
۵۰۶	ڈاکوؤں سے قتل کرنے اور مال لوٹنے کا بیان.....
۵۱۰	ڈاکو کے لوٹے ہوئے کی حفاظت کا بیان.....
۵۱۲	حمار یا روڈانی الارش.....
۵۱۳	ہاتھ پاؤں سے ترتیب کاٹ دینا.....
۵۱۳	ڈاکوؤں سے سقوط حد کے اسباب کا بیان.....
۵۱۵	سقوط حد کی صورت میں جن قتل و دغا کی طرف متعلق ہونے کا.....
	اصلی سبب کے ہوتے ہوئے غلطی سبب کا اختیار موقوف ہو.....
۵۱۶	جاتا ہے.....
۵۱۶	قصص کافق.....
۵۱۶	شہر یا قریب شہر میں دشمنی کرنے کا بیان.....
۵۱۷	عائدہ بردت ہونے کا بیان.....
۵۱۸	عائدہ بردت ہونے کا فقہی مفہوم.....
۵۱۹	قائد کے سد باب کیلئے قاتل قاتل کرنے کا بیان.....
۵۱۹	اختیار لکھت شرح دہا یہ جلد ہفتم.....

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الذي جعل العلماء ورثة الأنبياء، وخالصة الأولياء، الذين يدعوا لهم ملائكة السماء، والسَّمَكُ في الماء، والطير في الهواء. والصلاة والسلام الأتمان الأعمان على زبدة خلاصة الموجودات، وعدة سلاله المشهودات، في الأصفياء الأزكياء، وعلى آله الطيبين الأطهار الأتقياء، وأصحابه الأبرار نجوم الاقتداء والاهتداء. أما بعد فيقول العبد الضعيف إلى حرم ربه الباري، محمد لياقت على الحنفى الرضوى البريلوى غفر له والوالديه، الساكن قرية سنتيكا من مضافات بهاولنجر. أعلم ان الفقه اساس من سائر العلوم الدينية وامور الدنياوية. احذر شرح الهدايه باسم "فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ" بتوفیق اللہ تعالیٰ و بوسیلة النبی کریم ﷺ. ومن علوم فقہاء الصحابة والتابعین وائمة المجتہدین فی الامۃ المسلمۃ، (رضی اللہ عنہم)

مصنف ابن ابی شیبہ اور فقہ حنفی

علامہ اسید الحق قادری بدایونی اپنی کتاب تحقیق تہذیب میں لکھتے ہیں۔

امام ابوکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ برائیم الحمی الکونی (ولادت ۱۵۹ھ وفات ۲۳۵ھ) کا شمار حدیث میں آئمہ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کی عدالت و ثقافت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابن ماجہ اور امام ابو داؤد جیسے آئمہ حدیث نے آپ سے احادیث کی روایت کی ہیں۔ آپ نے احادیث مبارکہ کا ایک عظیم مجموعہ مرتب کیا تھا جو علمی طبلوں میں مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے۔

حائے حدیث کی اصطلاح میں مصنف حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایواب فقہ کی ترتیب پر احادیث جمع کی جائیں یا الفاظ و کلمات میں احادیث احکام جمع کی جائیں۔ مصنف میں مرفوع احادیث کا التزام نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں موصول، موقوف، مرسل اور منقطع احادیث بھی جمع کی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی اس میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و آراء و اقوال بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ (اصول التقریر ص ۱۱۸)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بھی اسی اصول کے تحت مرتب کی ہے۔ یہ کتاب مجلدوں پر مشتمل ہے اور اس

میں ۹۴۳ احادیث جمع کی گئی ہیں، مصنف ابن ابی شیبہ کے مختلف اجزاء مختلف ممالک سے شائع ہوئے ہیں ۱۲۰۹ھ میں مکتبہ الرشید الریاض (سعودی عرب) نے شیخ کمال یوسف الخوت کی تحقیق و تلیق کے ساتھ اس کی ساتوں جلدوں کو بڑے اجتماع سے شائع کیا ہے۔ مکتبہ الرشید کا یہی نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

ساتویں جلد میں امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب امام الانسہ امام اعظم میدنا امام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ اس باب کا عنوان ہے۔ هذا ما خالف به ابو حنیفہ الاثر الذی جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان مسائل کا بیان جن میں ابو حنیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف رائے دی ہے) یہ ۳۸ صفحات (ص ۲۷۷-۲۳۵) پر مشتمل ہے۔ اس باب میں امام ابن ابی شیبہ نے ۱۲۵ مسائل خبیہ کا ذکر کیا ہے جن میں (بقول ان کے) امام اعظم نے حدیث پاک کی مخالفت کی ہے۔ طریقہ تالیف یہ ہے کہ وہ کسی ایک مسئلہ کے تحت چند احادیث (جن میں موقوف و مرسل اور منقطع ہر قسم کی حدیثیں ہیں) ذکر کرتے ہیں اور آخر میں یہ ٹیپ کا بند ہوتا ہے کہ اگر ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں ایسا کہا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا باب عاملین یا حدیث کے لیے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اس باب کو تعلیقات و حواشی کے ساتھ مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کیا جاتا رہا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ کی جلالت علمی اور محدثانہ بصیرت کے تمام تر اعتراف کے باوجود غیر جانبدار اور حقیقت پسند محققین کی رائے میں اس باب میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ان ۱۲۵ مسائل میں کچھ مسئلے ایسے ہیں جن میں امام اعظم کے پاس بھی حدیث ہے اور یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ حدیث کے مقابلہ میں چند وجوہات سے، کچھ مسائل وہ ہیں جن میں ہم حدیث کا فرق ہے یعنی ان مسائل میں امام اعظم نے بھی اس حدیث کو پیش نظر رکھا ہے مگر اپنی خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے امام اعظم کی نظر حدیث کے جس گہرے اور دقیق مفہوم تک پہنچ گئی امام ابن ابی شیبہ کی نظر وہاں تک نہ پہنچ سکی۔ اور انہوں نے حدیث کے ظاہری مفہوم کو دیکھتے ہوئے امام اعظم پر حدیث کی مخالفت کا التزام کر دیا۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث قبول کرنے کی شرائط کا فرق ہے۔ یعنی کسی حدیث کو قبول کرنے کی جو شرائط امام اعظم کے پیش نظر تھیں، امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ حدیث میں مفقود ہیں اسی لیے امام اعظم نے مسئلہ کی بنیاد ایسی احادیث پر رکھ کر یہ کہنے کے بجائے قرآن کریم کی کسی آیت کے عموم پر رکھی ہے۔ کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ نے امام اعظم کی طرف جو رائے منسوب کی ہے دراصل وہ امام اعظم کی رائے ہے نہ آپ کے خلافہ کی۔

انہیں دو وجوہات کی بنیاد پر اہل علم نے امام ابن ابی شیبہ کے اس باب کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی ہے۔ بلکہ احناف کے علاوہ بعض انصاف پسند شوافع نے بھی امام اعظم کا دفاع کرتے ہوئے امام ابن ابی شیبہ کا رد کیا ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ان مسائل میں قول الجہور بالمسلہ، قراۃ خلف الامام، رفع یدین، نقض الوضو

بسم الذکر اور طلاق میں عودت کی رقیب و حریت کا اقتدار وغیرہ جیسے مسائل شل نہیں ہیں جن میں عام طور پر احناف پر حدیث کی مخالفت کا اصرار لگایا جاتا ہے۔ اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ مذکورہ مسائل میں امام اعظم نے حدیث کی مخالفت نہیں کی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان مسائل میں مذکورہ بالا مسائل کا ضرور اشارہ کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ کے درمیں حافظ ابی الدین الترمذی لکھنے نے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی المدراہ الحنفیۃ فی الرد علی ابن ابی شیبہ عن ابی حنیفہ اس کے علاوہ علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے بھی اس باب کے رد میں کتاب لکھی تھی۔ مگر یہ دونوں کتابیں مفقود ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف المالکی (صاحب سیرت شامیہ) نے عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ العمان میں اجمالی طور پر امام ابن ابی شیبہ کا رد فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ علامہ المالکی شافعی المذہب تھے معتزداً بلحاظ ان ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس باب کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھا شروع کی تھی۔ ابھی امام ابن ابی شیبہ کے بیان کردہ ۱۲۵ مسائل میں سے صرف ۲۰ مسائل پر ہی کلام ہوا تھا کہ رد جلدیں پوری ہو گئیں۔ پھر آپ اس تالیف کو موقوف کر کے سیرت شامیہ کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ خدا جانے یہ کتاب بعد میں مکمل ہوئی یا نہیں؟

مصنف ابن ابی شیبہ کے اس مخصوص باب کے رد میں ایک جامع اور محققانہ کتاب امام زاہد بن احسن الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۷۱۷ھ) نے تصنیف فرمائی ہے، کتاب کا نام ہے النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی امی حنیفۃ یہ کتاب ہمارے پیش نظر ہے۔ کتاب پر گفتگو سے پہلے ہم صاحب کتاب کا مختصر اور اجمالی تعارف کرنا چاہتے ہیں۔

امام زاہد الکوثری ترکی الاصل تھے اور حجازی دارالافتاء میں ایک معزز دینی عہدہ پر فائز تھے۔ ستودہ خلافت کے بعد آپ تبارہ تشریف لے آئے اور آخر عمر تک یہیں قیام پذیر رہے۔ آپ کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے معاصرین میں دو نابغہ و دو کفایت امام محمد ابوہریرہ اور محدث العصر امام عبد اللہ صدیق الشافعی علیہما رحمۃ اللہ نے آپ کے وسیع علم، دقت نظر اور وسعت و تقویٰ کا برملا اعتراف کیا ہے، ان دونوں حضرات کا اعتراف علم و فضل بجائے خود ایک سنہ کی شہادت رکھتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ دونوں حضرات کا بہت سے مسائل میں امام کوثری سے علمی اختلاف تھا۔ حدیث و فقہ اور اصول فقہ آپ کا خاص میدان تھا۔ بالخصوص فقہ حنفی پر آپ کی بہت گہری نظر تھی۔ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت اور اس کے دفاع میں آپ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً اسی وجہ سے بعض حضرات نے آپ کا موازنہ علامہ شامی سے کیا ہے۔ اس بات کو اگر عقیدت مندانہ مبالغہ بیان ہو جائے پھر بھی ان کا ضرور ہے کہ علامہ کوثری کے بعد عالم اسلام میں ان کے پایہ کا کوئی فقہ حنفی کا عالم نظر نہیں آتا، آپ نے حنفیہ کا ایک بڑا ذخیرہ امت اسلامیہ کو یاد جس میں زیادہ تر تین فقہی موضوعات، فقہ حنفی اور علمائے احناف کے دفاع میں ہیں، بعض لوگوں کو آپ کے قلم سے تشدد آمیز اور جارحانہ اسلوب کا گلہ ہے۔ جس کی حد تک درست بھی ہے کیونکہ جب آپ کا قلم

احناف کے دفاع میں اٹھتا ہے تو پھر اس کے سامنے امام الحرمین الجلیل ہوں یا پھر حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی پرواہ کیے بغیر لنگ کوثری پختہ خنور برق بار نظر آتا ہے، اسی وجہ سے آپ کے بعض معاصرین نے آپ کو یحیٰ بن حنفیہ (ابو حنیفہ کا دیوانہ) کا لقب دیا تھا۔

النتک الطریفہ آپ کی معرکہ آرا کتاب ہے اس میں آپ نے امام ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا عالمانہ اور محققانہ جواب دیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ سے چند ہم باطنی ہم دہ پر ناظرین کرنا چاہتے ہیں۔

امام الکوثری فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی شیبہ کے بیان کردہ ان ۱۲۵ مسائل کا جب علمی و تحقیقی جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہم ان مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔

(۱) پہلے حصے میں وہ مسائل ہیں جن میں مختلف احادیث موجود ہیں، ابھی کہ مجتہد نے ایک حدیث سے کسی نے دوسری کو اقتدار کیا ہے، کیونکہ حدیث و قول کرنے کی شرائط اور وجوہ ترجیح پر مجتہد کی الگ الگ ہیں۔ لہذا کسی مجتہد پر یہ اصرار نہیں لگایا جاسکتا کہ اس نے صریح حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(۲) ان مسائل کے دوسرے حصہ کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے (الف) یہ وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم نے خبر واحد کو ترک کر کے نص قرآنی پر فتویٰ دیا ہے۔ (ب) بعض وہ مسائل ہیں جن میں خبر مشہور اور غیر مشہور دونوں میں آپ نے خبر مشہور کو اختیار کیا ہے۔

(ج) بعض مسائل میں فہم حدیث کا فرق ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن میں امام اعظم کی دقت نظر آشکارا ہوتی ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔ (د) امام ابن ابی شیبہ نے جو رائے امام اعظم کی طرف منسوب کی ہے وہ آپ کی رائے نہیں ہے جس پر ہمارے اصحاب کی کتب شاہد ہیں

(ه) اس آخری حصہ کو ہم برائے تینوں میں لیتے ہیں کہ ان مسائل میں امام اعظم سے کھو ہوا ہے۔ یہ صرف ۱۲ یا ۱۳ مسائل ہوئے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض محال تھوڑی دیر کو یہ مان لیا جائے کہ امام ابن ابی شیبہ کے بیان کردہ ان ایک سو پچیس مسائل میں سب میں امام اعظم سے کھو ہوا ہے، تو اس پر ہم عرض کریں گے کہ ایک روایت کے مطابق امام صاحب نے ۸۳ ہزار مسائل کا استخراج فرمایا تھا اب ۸۳ ہزار کو ۱۲۵ پر تقسیم کیا جائے تو معلوم ہوگا ۶۶۳ مسائل میں صرف ایک مسئلہ میں آپ سے کھو ہوا اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ امام اعظم نے ۵ لاکھ مسائل کا استخراج و استنباط فرمایا تھا اس روایت کے مطابق ۶۰۰۰ مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ میں آپ سے کھو ہوا۔ عنا یہ شرح ہدایہ کے مصنف کی تحقیق کے مطابق امام اعظم نے ۱۲ لاکھ ۵ ہزار مسائل کا استخراج فرمایا۔ اس کے حساب سے ۶۰۰ مسائل میں سے صرف ایک میں آپ سے کھو ہوا۔ ان تین میں سے آپ کسی بھی روایت کو لیں آپ کو معلوم ہوگا کہ اصل تعداد کے مقابلہ میں خطا و کھوکھلی نسبت کتنی کم ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ

کسی بھی غیر معصوم سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی ہم نے برہنہ میں نقل فرما کر دیا ہے کہ درمیان مسائل میں امام عظیم سے سببوں ہوا بلکہ امام ابن ابی شیبہ امام عظیم کی دلیل کو نہ پہنچ سکے اور امام عظیم پر حدیث کی مخالفت کرنے کا الزام لگا دیا۔

مقدمہ کے بعد امام الکوثری نے اصل بحث کا آغاز فرمایا ہے اور ان مسائل میں سے ہر مسئلہ پر الگ الگ بحث کی ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ تحقیق کا حق اور کردیہ ہے۔ میری ناقص رائے میں اگر امام عظیم کی کوئی اور کتاب نہ بھی ہوتی تو صرف یہی کتاب ابن کی بھی عظمت کے ثبوت کے لیے کافی تھی۔ یہ کتاب تقریباً ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کو المکسۃ الاذہریہ للنسائی نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا اردو ترجمہ شروع کیا جائے بلکہ اس سے پہلے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اس شخص باب کا ترجمہ سیر و پا حواشی کے ساتھ اردو میں شائع کیا جائے، امام زہرا الکوثری کی اس معرکتہ آراء کتاب الفکت المظفریہ کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

امام عظیم رضی اللہ عنہ اور لغت عربیہ

عراق کو فتح کر کے رہے بڑے بڑے تمام محو و ہیں ہوئے ہیں۔ ہزار ہا صحابہ وہاں وارد ہوئے جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی نشو و نما ان کی تربیت و تعلیم میں ہی داخل ہوئی۔ بڑے بڑے لغوی و لغت کے ائمہ خود امام صاحب کے ساتھ رہے تھے۔ پھر یہ علوم کس طرح امام صاحب کی لغت عربیت کو منسوب کر دی گئی۔ درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی پیشوا اور امام تھے۔ ایک وجہ یہ کہ ابوحنیفہ فریانی، ابوہیثمی عراقی اور ابن جنی جیسے ماہرین عربیت نے "اب الایمان" میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لیے کتابیں تالیف فرمائی ہیں اور لغت عربیہ پر آپ کی وسعت نظر اور دافراطلا پر آپ کا تعجب کیا ہے

امام ابوہریرا نے لکھا ہے کہ حضرت امام عظیم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے متنبے میں زیادہ لطیف اور فصیح ہیں۔ اور غالباً ہرے کہ جود شعر بغیر لغت کے ممکن نہیں (من قب کروری ج ۱ ص ۹)

امام صاحب پر لغت عربیت کا اعتراف کرنے والوں نے آپ کی طرف "جگر" دیا ہے یا ابا قیس "منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ "ابا قیس بالجور" ہوتا ہے یہ تو اور امام صاحب نے "ابا قیس بالنصب" کہا جو کعادہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیوں کہ (با) حرف جارہ میں سے ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کہ امام صاحب سے کسی کتاب میں قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں اور یہ لغت صحیح بھی ہو تو بعض قابل عرب کی وجہ سے کوئیوں کی لغت میں (اب) استعمال جب غیر ضروری منظم کی طرف ہو تو تمام احوال میں (الف) کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ای قبیل سے یہ مشہور شعر بھی ہے

ان اباہا و ابا اباہا قلد باہا فی المجد غانثاھا

سے شک اس کے والد اور دادا دونوں بزرگوں کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے

خدا برے کہ امام صاحب بھی کوئی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ایسی تھیں جیسا کہ بخاری میں انہوں نے "انت ابا جنبل" فرمایا نیز "ابائیس" اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس پر گوشت لگا جاتا ہے۔ اور ابوحنیفہ فریانی نے کہا کہ یہاں امام صاحب کی مراد اس کو بھی ہے نہ کہ "ابن ابی قیس" جیسا کہ محققین نے سمجھا ہے (تقدیر انہما اور مقام ابوحنیفہ)

محمد الیاقبت علی رضوی چک سنتیکا بسا ولسنگر

کتاب الایمان

یہ کتاب ایمان کے بیان میں ہے

کتاب الایمان کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بامری غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سادہ کتاب کی مطابقت کی طرح یہاں بھی کتاب ایمان میں بھی مطابقت پائی جاتی ہے۔ صاحب کتاب نے اس کتاب کو کتاب عقائد کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ ان دونوں میں بڑا اور کراہ غیر مؤثر ہے۔ (عن شرح الہدایہ، ج ۶ ص ۳۳۹، بیروت)

علامہ ابن ہمام غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب الکراہ، طلاق، عتق اور ایمان میں مشترک علت ہے۔ اور وہ بڑا اور کراہ ہے جو ان میں مؤثر نہیں ہوتا ہے۔ اور ان سب سے پہلے کتاب الکراہ کو مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ وہ عبادات کے زیادہ قریب ہے جس طرح پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد نکاح کی گروہ کو اٹھانے والا حکم طلاق ہے لہذا اس کے بعد اس کو ذکر کیا ہے۔ کتاب طلاق کے بعد عتق کو ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس کو کتاب ایمان سے خاص کرنے کی وجہ سے یہ طلاق و عتق میں حکم کو اٹھانے کی حیثیت سے معقول اور صحیح اشتراک پایا جاتا ہے۔ (شرح القدر بر بصر، ج ۱ ص ۱۰۷، بیروت)

ہمارے نزدیک کتاب الکراہ، طلاق، عتق اور ایمان میں ایک حکم ہے بھی مشترک ہے کہ ان تمام میں انسان از خود اپنے اوپر شرعی احکام کو لازم کرنے والا ہے جس طرح کسی نے نکاح کیا تو اس سے متعلق ازواجی حقوق اس نے اپنے اختیار سے لازم کیے ہیں اسی طرح جب طلاق دے گا تو بھی ازواجی حقوق کی عدم ادائیگی سے دوچار ہوتا ہے اس کے اختیار کے مطابق ہوگا۔ اور اسی طرح جب کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کرے، یہ صاحب و مدبر بنائے یا ام ولد دے دے تو یہ تمام انسان کی اپنی مرضی و اختیار کے مطابق ہوتا ہے جس کے سبب شرعی احکام انسان پر لازم ہو جاتے ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کتاب الایمان میں بھی انسان اپنے اختیار کے ساتھ کسی حکم کو اٹھانے والا ہے۔ جس کے بعد اس کو پورا کرنا شریعت کی طرف سے لازم ہوتا ہے جبکہ یہ خود بھی ابتدائی طور پر انسان کے اپنے اختیار کے سبب ہوا ہے۔ (رضوی علی حد)

نقطہ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراء لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (ق س م) ہوگا، اس معنی "مال کے کسی حصے کا جز، نہ مال، نہ مال سے ہر ایک کے حصے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادہ سین کے فتنہ کے ساتھ (ق س م) ہو تو پھر بھی اسکی جمع "اقسام" ہی ہے، (جیسے سبب و انسباب) اور اس وقت اس کا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (کتاب الفقیہ، ج ۵، بیروت دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ، ص ۸۶)

اس مادہ (قسم) سے جو افعال، قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب افعال (قسم) باب مفاعلہ (فاسم) جیسے: (وَقَسَمْتُهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَيِّنٌ النَّاصِحِينَ) (الاعراف، ۲۱) اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کئی کر میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں،

یہاں یہ فعل باب مفاعلہ سے دوفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "سَقَرْتُ ضَهْرًا" میں سے پورے ایک ماہ سفر کی (کی طرح ہے، اور احتمال قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مباہلہ کیلئے آیا ہو، مباہلہ کی صورت میں آیت کا معنی اس طرح ہوگا، "اس نے تاکیداً قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا یقیناً خیر خواہ اور ہمدرد ہوں" لیکن اس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعلہ "قَسَمْتُهُمَا" اس آیت میں طرفین کے لئے (مشترک) ہو، اور حضرت آدم وحوہ کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا انکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اس قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے فعل استعمال ہوا ہو، نیز باب المفعال (فقسّم) باب تفاعل (تقسّم) اور باب استفعال (استقسّم) بھی اسی مادہ قسم سے، قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب افعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

ام رافع اصغر نے اس لفظ کے بارے میں لکھے ہیں، "قسم کی اصل "قسامة" ہے اور "قسامة" اس قسم کہتے ہیں کہ جسے متقول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ و شاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اس دعوے پر قسم کھائے۔

(القسام فی اللغۃ و فی القرآن، ص ۴۴)
بعض اس بات کے قائل ہیں کہ "قسامة" وہ قسم ہے جو متقول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد پر، یا متقول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اسی وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قسم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو شخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر متقول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قسمیں پوری کریں، اور پھر یہ "قسامة" اس قسم ہو گیا ہے ہر اس قسم کیلئے، جو اپنے حق کے ثبات کرنے اور لینے کیلئے کھائی جائے۔ ۱۲

لفظ "قسم" ہم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اکر استعمال قسم ہی کے معنی میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (القسّم) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (تقسّم) اور انکی جمع (تقسّم) مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے، ۱۳ اور "اکثر خلیف" کا یہ خیال ہے کہ مادہ "قسم" مختلف تنقیح آیات کے ساتھ اختصار رکھتا ہے۔ ۱۴

بعض محققین نے اس مادہ "قسم" کے دونوں معنی (چراغ ادا کرنا اور قسم کھانا) کے درمیان تعلق و ارتباط برقرار کیا ہے، انھوں نے دوسرے معنی، یعنی "قسم کھانے" کو پہلے معنی "چراغ ادا کرنے" کی طرف پٹایا ہے، اس طرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جدا کرتی ہے اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع (جنگ) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کیلئے کئی جاتی

ہے۔ پس دونوں معنی کی بارگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(السنن للقسّم و اجتناعہ مع الشرط فی خطاب القرآن الکریم، ص ۳۴)

لفظ خلف کی لغوی تحقیق

اس مادہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اس دوسرے معنی کی بارگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظ "خلف" نیز دھار چیز کے معنی میں آتا ہے، (جیسے غلط "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنی میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "یسنان خلیف" (یعنی نیز دھار کار) اور "یسنان خلیف" (یعنی کانے والی زبان) اور لفظ "خلف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (خلف و خلیف) لیکن دونوں قسم کا معنی دیتے ہیں، خلف کا اصل معنی "التعلّق بالقرع" (یعنی محکم اور مضبوط بنیت و عقیدہ) ہے، اور "حالف" حلفا و خلافاً " (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنی میں ہیں، اور "أخلف" خلف اور استخلف "تینوں فعل قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اس لفظ کو "ماء" کے فترہ و سرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (خلف و خلف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "خلف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرق عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "وام اور پائیداری" کا معنی بھی اپنے ہمارا رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "خلف فلان و خلیفہ" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظ "خلف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مباہلہ کی صورت میں آیا ہے: (وَلَا تُطِيعْ خَلْفَ خَلِيفَتَيْنِ) ۱۸، تو اسے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا "اور بانی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

لفظ قسم اور لفظ خلف کا آپس میں توافک کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظ "قسم" اور لفظ "خلف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنی کو بیان کرتے ہیں ۱۹ لیکن دوسرے بعض اس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظ "خلف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی اشتاء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کیلئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعلی "خلف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علامہ یہ کہ ان میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعلی مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور عجز و انجاء پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعلی مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر عتاب و عجز ہونے پر ہے، جیسے "تو

ہو اسے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقدم و منزلات کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنی میں اکثر جمع (اُنْہُمْ) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے: (وَاَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِكُمْ) سورۃ النعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی"، اور یہ روش و طریقہ سخت تاکید اور حکم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظ "تیمین" کے اسلوب اور درجہ قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: "جو بھی یہ چاہتا کہ قسم کھائے، یہ اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد و پیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اس طرح گویا وہ اپنے عہد و پیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "تیمین" کا لفظ "تیمن" کے، وہ لیا گیا ہے، جس کا معنی "برکت" ہے، لہذا "تیمین اللہ" کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہو جاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(الْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ، ص ۵۵۳؛ قاموس القرآن، ج ۵، ۵۵۵)

لفظ الیہ قسم ہونے کی تحقیق

"اَلَيْهَ"، فِعْلِيَّة کے وزن پر ہے اور اس کی جمع "اَلَيْہُمْ" آتی ہے، یہ لفظ بھی "قسم" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی "اَكْبَتْ" بمعنی "خلف" ہے، اور یہ لفظ قرآن کریم میں فقط دو بار استعمال ہوا ہے، ایک بار باب افعال اور ایک بار باب اِجْتِماع کی صورت میں آیا ہے، جیسے: (وَلَا يَتَّبِعُنِيْ اَوْفُوْا اِلَیَّ الْفَضْلُ مِنْكُمْ وَ السَّعْيُ) (سورۃ نور، آیت ۲۲)
 "قسم میں سے صاحبانِ ثروت اور مال (بخشش اور تفطّل) کے ترک کرنے پر قسم نہ کھائیں"
 بعض نے اس "وَلَا يَتَّبِعُنِيْ" کو صائب نفعل سے "وَلَا يَتَّبِعُنِيْ" قرائت کیا ہے، لیکن مشہور قراء نے "وَلَا يَتَّبِعُنِيْ" ہی قرائت کیا ہے۔

شریعت مقدّس اسلام میں "ایلاء" قسم ہے، جو شراب پانی پیوی سے مہرثرت و ہمسری ترک کرنے پر کھاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مِنْ نِّسْلٍ لَّيْسَ لِيْمْ قُرْبٰى اَوْ ذٰلِكَ اَشْهَدُ) (سورۃ بقرہ، آیت ۲۲۶)
 وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں (اور ان سے مہرثرت ترک کرنے پر قسم کھاتے ہیں) ان کے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے،

لیکن کسی کی کام سے بغیر شرط ہاتھ اٹھایا جاتا ہے اور اس کو بھی "ایلاء" کہتے ہیں، لہذا یہ لفظ قسم سے معنی میں وسعت پا گیا ہے، اور قسم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسلئے عربی اشعار میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ (الْمُفْرَدَاتُ فِيْ غَرِيبِ الْقُرْآنِ)
 بعض محقق "اَلَيْهَ" کو قسم کا معنی دینے میں قسم کی صریح اور ظاہر نوع سے جانتے ہیں، لیکن دوسرے بعض اس لفظ کو قسم سے فصل کا قائم مقام قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ اسلوب قسم میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

پس "قسم" کے ان چاروں الفظ کے اصطلاحی معنی کو بیان کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قسم کھانے کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں ہے، بلکہ مختلف اسلوب و روش میں موجود ہیں، جو "قسم" کے معنی کا فائدہ دیتے ہیں، اور حقیقت میں "قسم" کا اصلی مقصد خبر کو صحیح قرار دینا اور خبر پر تاکید کرنا ہوتا ہے، لہذا ہر وہ لفظ جو اس مقصد کو مکمل طور پر پورا کرے، جو حقیقت میں اس قسم کو (اگر کما ہر نہ ہو) مقدّمہ رہتا ہے۔

اس لئے علامہ محمد حسین طہطاہی نے "قسم" کی تعریف اس طرح کی ہے: "خبر اور اِشاء میں سے کسی ایک کے، کسی دوسری ایسی چیز کے ساتھ، جو شرافت اور آرزو کی قابلیت رکھتی ہو، ایک خاص طرح کا تعلق اور رابطہ پیدا کرنا۔" (محمد حسین طہطاہی، التَّحْقِیْقَاتُ فِي تَفْصِیْلِ الْقُرْآنِ، ج ۶، قم المقدسہ، جماعة المصلّیّین فی الحوزۃ العلمیۃ، بدون تاریخ، ص ۲۱۸)

قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم قسم اٹھانے کے ایک مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اٹھنا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہذا ہم انحصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن و سنت کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ واجب قسم

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سید بن ظہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے (ہلاکت) کے ارادہ سے گئے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے سرحدوں میں قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھائی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو میں نے ان کو چھوڑ دیا، جس ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ راستہ میں میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (مشن ابوداؤد، باب الایمان)

۲۔ مستحب قسم

جب دو مسلمانوں میں ریش ہو اور ان میں صلح کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان نے دل سے کینہ اُٹل کر باقی قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو رفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اس طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

۳۔ مباح قسم

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

۴۔ مکروہ قسم

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

۵۔ حرام قسم

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافقین جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (البقرہ ۱۴۳)

۶۔ اپنے حق کیلئے قسم کھانا

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھ آپ نے فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المختار ج ۹ ص ۳۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قسم کی مشروعیت:

والنجم اذا هوى (النجم ۱)۔ روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

۱۔ ثبوت اعتقاد کیلئے قسم:

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا: وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمائیں کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التحاثہ ۷)

۲۔ احکام شرعیہ اور تقویٰ:

رسول اللہ ﷺ نے دین ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقي ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور اللہ بھی رکھتا ہوں اور نہ زہمی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں (صحیح بخاری، قسم اللہ ص ۵۰۶)

۳۔ مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم:

مکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا: ان شاء اللہ۔

(سنن ابوداؤد، قسم اللہ ص ۳۲۸)

ایمان کی اقسام کا بیان

قَالَ: (الْإِيمَانُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرِبٍ) الْيَمِينُ الْغَمُوسُ وَيَمِينٌ مُعَقَّدَةٌ، وَيَمِينٌ لَعُوفٌ

(قَالَ غَمُوسٌ هُوَ الْخُلْفُ عَلَى أَمْرِ مَا ضَرَفَ يَتَعَمَّدُ الْكُذِبُ فِيهِ، فَهَذِهِ الْيَمِينُ يَأْتِمُ فِيهَا صَاحِبُهَا) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ خَلَفَ كَاذِبًا أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ) (وَلَا كَفَّارَةَ فِيهَا إِلَّا التَّوْبَةُ وَالِاسْتِغْفَارُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: الْكُفَّارَةُ لِأَنَّهَا شُرْعَتُ لِرَفْعِ ذَنْبٍ هَكَذَا حُرْمَةُ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى، وَقَدْ تَحَقَّقَ بِالْإِسْتِغْفَادِ بِاللَّهِ كَاذِبًا فَأُشْبِهَ الْمَغْفُودَةَ. وَلَنَا أَنَّهَا كَبِيرَةٌ مُخَصَّةٌ، وَالْكَفَّارَةُ عِبَادَةٌ تَنَازِلُ بِالصُّومِ، وَيُسْتَرْسَطُ فِيهَا الدِّينَةُ فَلَا تَنَاطُلُ بِهَا، بِخِلَافِ الْمَغْفُودَةِ لِأَنَّهَا مُبَاخَعَةٌ، وَلَوْ كَانَ فِيهَا ذَنْبٌ لَفُتُو مَخَافَتُهُ مُتَعَلِّقٌ بِاخْتِيَارٍ مُبْتَدَأٍ، وَمَا فِي الْقَمُوسِ مَلَاذِمٌ فَيَمْتَنِعُ الْإِلْحَاقُ.

ترجمہ

فرمایا قسم تین اقسام پر ہیں۔ (۱) یمن غموس (۲) یمن منعقدہ (۳) یمن لغو۔ چنانچہ غموس لازمی ہوئی کسی بات پر قسم کھانا ہے جس بات میں انسان جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو اس قسم میں قسم کھانے والا گنہگار ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے جھوٹی قسم کھائی اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ اور اس میں کفارہ نہیں ہے مگر توبہ اور استغفار ہے جبکہ حضرت ام شامی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کفارہ ہے اس لئے کہ کفارہ اس گناہ کو قسم کرنے کے لئے جائز ہوا ہے جو اللہ کے نام کی بے عزتی کرے اور اللہ کے نام سے جھوٹی گواہی دینے سے یہ گناہ صادر ہوتا ہے اس لئے یہ قسم یمن منعقدہ کے مشابہ ہوگی ہمارے نزدیک یمن غموس صرف کبیرہ گناہ ہے اور کفارہ ایسی عبادت ہے جو روزے کے ساتھ ادا ہوتا ہے۔ اور اس میں نیت شرط ہوتی ہے اس لئے کہ بیکارہ سے متعلق کفارہ نہیں ہوگی یمن منعقدہ کے خلاف کیونکہ اس میں وہ جائز ہے اور اگر اس میں گناہ ہوتا بھی ہے تو وہ قسم کے بعد ہوتا ہے۔ دوسرے استفسار سے ہوتا ہے جبکہ یمن غموس میں گناہ قسم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے غموس کو منعقدہ کے ساتھ ملانا جائز نہیں ہے۔

قسم کی اقسام کا فقہی بیان

قسم کی تین قسمیں ہیں۔ لغو۔ ۲۔ منعقدہ۔

یمن غموس کی تعریف و حکم

"غموس" قسم کو کہتے ہیں کہ کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے "خدا کی قسم" میں نے یہ کام کیا تھا "حالانکہ وہ اقتضا" وہ کام نہیں کیا تھا یا یوں کہا جائے "خدا کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا تھا" حالانکہ وہ اقتضا وہ کام کیا گیا تھا! اسی طرح مثلاً زید نے یہ کہا کہ خدا کی قسم! خالد کے ذمہ میرے بزار روپے ہیں۔ یا خدا کی قسم! میرے ذمہ خالد کے بزار روپے نہیں ہیں حالانکہ حقیقت میں خالد کے ذمہ اس کے بزار روپے نہیں ہیں یا اس کے ذمہ خالد کے بزار روپے ہیں۔

غلوں کا حکم یہ ہے کہ اس طرح جھوٹی قسم کھانے والا شخص جہنم کا رہتا ہے۔ لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا البتہ توبہ واستغفر

ضروری ہوتا ہے

بیین لغوی تعریف و حکم

"غفو" اس قسم کو کہتے ہیں کہ جو کسی گزشتہ یا حالہ بات پر کھائی جائے اور قسم کھانے والے کو یہ یمن ہو کہ وہ اسی طرح ہے جس طرح میں کہہ رہا ہوں لیکن واقعہ کے اعتبار سے وہ بات اس طرح نہ ہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ "واللہ اے یہ کام میں نے نہیں کیا تھا" یا "ناکس اس شخص نے یہ کام کیا تھا مگر اس کو یہی یمن مانا ہے کہ میں نے کام نہیں کیا ہے۔ ایسا شخص نے دور سے کسی شخص کو دیکھا اور کہا کہ خدا کی قسم! یہ اذید ہے حالانکہ وہ ذیہ نہیں تھا۔ بلکہ خالد تھا لیکن ایہ قسم اس شخص نے یمن لگان کر کے کھائی تھی کہ وہ ذیہ ہے۔ قسم کی اس نوعیت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کھانے والے کے بارے میں امید یہی ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

بیین منقذہ کی تعریف و حکم

"منقذہ" اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم کھائی جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم کے خلاف کیا جائے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔ مثلاً یہ دینے یوں کہا کہ "خدا کی قسم، میں آنے والی کل میں خالد کو سوروں دوں گا اب اگر اس نے آنے والی کل میں خالد کو سوروں نہیں دیئے تو اس قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا۔ منقذہ قسم کی بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے فراغی کے کرنے یا گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ خدا کی قسم! میں ظہر کی نماز پڑھوں گا۔ یا خدا کی قسم! میں زنا کرنا چھوڑ دوں گا ان صورتوں میں قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔ بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کو پورا نہ کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے کوئی نادان کسی گناہ کو کرنے یا کسی واجب پر عمل نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس قسم کو توڑنا ہی واجب ہے۔ اسی طرح منقذہ قسم کی بعض صورتوں میں قسم کو توڑنا واجب تو نہیں ہوتا مگر بہتر ہوتا ہے جیسے یوں کہے کہ "خدا کی قسم! میں کسی مسلمان سے ملاقات نہیں کروں گا" تو اس قسم کو پورا نہ کرنا بہتر ہے ان کے علاوہ اور صورتوں میں مخالفت قسم کے پیش نظر قسم کو پورا کرنا افضل ہے۔

و جب کفارہ کے سلسلے میں یہ یمن نہیں رہتا چاہئے کہ "منقذہ" قسم توڑنے پر بہر صورت کفارہ واجب ہوتا ہے۔ قسم خواہ قصداً کھائی گئی ہو اور خواہ قسم کھانے والے کو قسم کھانے پر یا قسم توڑنے پر زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔

قسم کے کفارے کا فقہی بیان

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ برہہ کو زنا کر دیا جائے، یہ دس سکنین کو کھانا کھلائے جائے۔ ان دونوں ہی صورتوں میں ان شرانگہ و احکام کو سامنے رکھ کر چاہئے جو کفارہ تیار میں برہہ کو زنا کر دیا جائے یا سکنین کو کھانا کھلائے کے سلسلے میں منقول ہیں اور یا دس سکنین کو

پہننے کا پکڑ دیا جائے اور ان میں سے ہر ایک کو ایسا پکڑ دیا جائے جس سے بدن کا اکثر حصہ چھپ جائے، لہذا اگر صرف پا چاند یا جائے گا تو یہ کافی نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر بھی قادر نہ ہو یعنی نہ تو برہہ زنا کر سکا ہو، نہ دس سکنین کو کھانا کھلا سکا ہو، اور نہ دس سکنین کو لباس دے سکا ہو تو پھر وہ تین روزے پے در پے رکھے۔

قسم توڑنے سے پہلے کلامہ دے دینا جائز ہے، کا فرائض میں قسم کھانا واجب نہیں ہوتا اگرچہ وہ حالت اسلام میں اس قسم کو توڑے۔ اسی طرح چونکہ یہ سوئے ہوئے شخص اور یونانی قسم، سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتی اس لئے ان پر قسم توڑنے کا کفارہ بھی واجب نہیں ہوتا۔

قسم کے الفاظ کا فقہی بیان

عربی میں قسم کے لئے تین حروف ہیں۔ او۔ ا۔ ب۔ اوست مثلاً یوں کہا جائے واللہ یا اللہ یا اللہ ان تینوں کا مفہوم یہ ہے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، عربی زبان و اسلوب کے مطابق بسا اوقات یہ حروف مفرد ہوتے ہیں یعنی لفظوں میں تو ان کا ذکر نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں ان کے معنی مراد ہوتے ہیں۔ جیسے یوں کہا جائے واللہ الفعلہ۔ یہ معنی مفہوم کے اعتبار سے واللہ الفعلہ ہے۔

قسم باری تعالیٰ کی اسم ذات اللہ کے ساتھ یا اس کے دوسرے ناموں میں سے کسی اور نام مثلاً، رطن، رحیم اور حق وغیرہ کے ساتھ کھائی جاتی ہے اور ان ناموں میں سے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہاں اگر ایسے ناموں کے ساتھ قسم کھائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی ذات کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے علم و حکیم وغیرہ تو ان میں نیت کی احتیاج ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ان صفات کے ساتھ قسم کھانا بھی صحیح ہے جن کے ساتھ عام طور پر قسم کھانے کا رواج ہو جیسے اللہ کی عزت و جلال کی قسم اللہ کی بڑائی و بزرگی کی قسم اور اللہ کی عظمت و قدرت کی قسم! اہل ان صفات کے ساتھ قسم کھانا صحیح نہیں ہوتا۔ جن کے ساتھ قسم کھانے کا عام طور پر رواج نہ ہو، جیسے رحمت، علم، رضا، غضب اور عذاب۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے جیسے باپ اور دادا کی قسم، قرآن کی قسم، انبیاء کی قسم، مملکت کی قسم کعبہ کی قسم، نماز روزہ کی قسم، مسجد حرام اور زم زم کی قسم اور دیگر تمام عبادت کی قسم یا اسی طرح بعض لوگ اس طرح قسم کھاتے ہیں اپنی جوانی کی قسم، اپنے سر کی قسم، ہتھیلی جان کی قسم، ہتھیلی پیٹ کی قسم اولاد کی قسم، یہ سب ناجائز ہے، لیکن اگر اس طرح کی کوئی قسم کھائی جائے اور پھر اس کے خلاف کیا جائے تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

عربی میں لعنہ اللہ قسم ہے، اسی طرح "سوگند خدا" یا "خدا کی سوگند کھاتا ہوں" بھی قسم ہے، نیز عبد اللہ بنی اللہ قسم کھاتا ہوں، حلف کرتا ہوں اور اشد (اگرچہ اس کے ساتھ لفظ اللہ نہ کر دیا جائے) یہ سب بھی قسم ہیں۔

اسی طرح کہنا "مجھ پر ہنڈ ہے" یا "مجھ پر عین ہے" یا "مجھ پر عہد ہے" اگرچہ اس کی اضافت اللہ کی طرف نہ کرے) بھی قسم ہے ایسے ہی اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں یا یہودی ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں یا یوں کہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں اللہ تعالیٰ سے بری ہوں تو اس طرح کہنے سے بھی قسم ہو جاتی ہے، اس کے خلاف کرنے سے قسم توڑنے

کا حکم ثابت ہو جاتا ہے لیکن اپنے کہنے کے مطابق وہ کافر یا یہودی یا عیسائی نہیں ہو جاتا۔ خواہ اس فلاں کام کا تعلق گزشتہ زمانہ سے ہو یا آئندہ زمانہ سے، بشرطیکہ اسے یہ علم ہو کہ اس طرح کہا تم ہے، ہاں اگر اس طرح کہتے وقت اس کے ذہن میں قسم کا تصور نہ ہو بعد واقعتاً کفری کا تصور رکھتا ہو پھر اس صورت میں اس وجہ سے کہ اس نے خود کو کفر کا اختیار کیا ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ "اگر فلاں شخص یہ کام کرے تو اس پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اس پر اللہ کی لعنت ہو" یا "اں لو کہے کہ اگر فلاں شخص یہ کام کرے تو وہ زانی ہے، لاچور ہے، یا شرابی ہے، یا سودخور ہے، تو اس قسم نہیں کہیں گے، اسی طرح یہ کہا "ھذا" یا "ذوق" اللہ" بھی قسم نہیں ہے، لیکن اس میں حضرت امام ابو یوسف کا اختلافی قول ہے۔

اسی طرح کہنا کہ "میں خدا کی سوگند کھاؤں یا۔ بیوی پر طلاق کی سوگند کھاؤں" بھی قسم نہیں ہے، اگر کوئی شخص اپنی کسی مومنہ چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کو تو وہ چیز اس پر حرام نہیں ہو جاتی، لیکن اس کو استعمال کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے اپنے اوپر ہر دینی کو حرام کر لیا ہے، اس طرح کہنے سے روٹی اس پر حرام نہیں ہو جتی، لیکن اگر وہ س کے بعد روٹی کھائے گا تو قسم کا کفارہ دینا لازم ہے۔

اگر کوئی شخص یوں کہے کہ تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہیں تو اس کا طلاق کھانے پینے کی تمام چیزوں پر ہوگا یعنی اگر وہ کوئی حلال چیز کھائے گا تو اس قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا، نیز اس پر فتویٰ ہے کہ اس طرح کہنے سے بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ اس نے

اس کی نیت نہ ہو، اسی طرح یوں کہنا کہ "حلال چیز مجھ پر حرام ہے" یا یہ کہنا کہ اپنے دائیں ہاتھ میں جو چیز بھی لوں وہ مجھ پر حرام ہے۔ گا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کوئی شخص قسم کے ساتھ لفظ "انشاء اللہ" بھی ادا کرے تو وہ حادث نہیں ہوگا یعنی چونکہ وہ سرے سے قسم ہی نہیں ہوگی اس لئے اس کے خلاف کرنے سے کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا۔

یہ تین منقذہ کے حکم کا بیان

(وَالْمُعْتَقِدَةُ مَا يَخِلْفُ عَلَىٰ أَمْرِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ أَنْ يَفْعَلَهُ أَوْ لَا يَفْعَلَهُ وَإِذَا حَبِثَ فِي ذَلِكَ لِوَمَنْهُ الْخَفَاءُ) يَقُولُهُ تَعَالَى (لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّعْنِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ الْأَيْمَانَ) وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا

(وَالْيَمِينُ اللَّعْنُ أَنْ يَخْلِفَ عَلَىٰ أَمْرِ ماضٍ وَهُوَ يَقُولُ أَنَّهُ كَمَا قَالَ وَالْأَمْرُ بِخِلَافِهِ فَهَذِهِ الْيَمِينُ تَرْجُو أَنْ لَا يُؤْخَذَ اللَّهُ بِهِ صَاحِبُهَا) وَمِنْ اللَّعْنِ أَنْ يَقُولَ: وَاللَّهِ إِنَّهُ لَوَيْدٌ وَهُوَ يَسْتَنْهَ زَيْدًا وَإِنَّمَا هُوَ عَمْرُو، وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّعْنِ فِي

أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ) الْآيَةُ، إِلَّا أَنَّهُ عُلِّقَ بِالْوَجَعِ لِلَاخْتِلَافِ فِي تَفْسِيرِهِ.

ترجمہ

اور منقذہ وہ قسم ہے جو زمانہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اٹھائی جائے اور قسم اٹھانے والا جب قسم کو توڑے گا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّعْنِ فِي أَيْمَانِكُمْ" اور اس کا مطلب ویسی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور یحییٰ بن ابی یوسف نے کہا کہ اگر زانیہ نے قسم کھائی تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اگر وہ کفارہ دے کر قسم کھائے تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے جس کے متعلق ہم نے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا موغذہ نہیں فرمائے گا۔ اور لغوی سے یہ بھی ہے کہ قسم کھانے والا یہ کہے کہ بخدا زیادہ ہے اور وہ اس کو زیادہ ہی سمجھتا ہو حالانکہ وہ عمرہ اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے لا یؤخذکم اللہ انھی مگر مصنف علیہ الرحمہ نے موغذہ کو پائے جانے کو رجا پر مطلق کر دیا ہے اس لئے کہ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

لغوی قسم پر عدم کفارے کا بیان

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیت (لَا يُؤْخَذُكُمْ اللَّهُ بِاللَّعْنِ فِي أَيْمَانِكُمْ) 225 البقرة (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں پر تم سے موغذہ نہیں کرتا۔ اس شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے جو لا واللہ اور بی واللہ کہتا ہے۔) بخاری شرح السنہ میں روایت بلفظ مصنف نقل کی گئی ہے، نیز شرح السنہ میں کہا گیا ہے کہ بعض راویوں نے یہ حدیث حضرت عائشہ سے مروی نقل کی ہے (یعنی ان راویوں کے مطابق یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے)۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 595)

اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ آپس میں گفتگو کرتے وقت بات بات پر یہ کہا کرتے تھے کہ لا واللہ (خدا کی قسم ہم نے یہ کام نہیں کیا) یا اور بی واللہ (خدا کی قسم ہم نے یہ کام کیا ہے) ان الفاظ سے ان کا قصود قسم کھانا نہیں ہوتا تھا بلکہ ایسی بات پر زور دینا کرنے کے لئے یا بطور تکلیف کام وہ ان الفاظ کو بیان کرتے تھے، چنانچہ اس صورت میں قسم واقع نہیں ہوتی اور اس کو "فحوم" کہتے ہیں۔

حضرت امام شافعی نے اس بات پر عمل کیا ہے، ان کے نزدیک "فحوم" اس قسم کو کہتے ہیں جو با قصد زہد یا ماضی یا زہد مستقبل زمانہ سے صادر ہو جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک "فحوم" اس قسم کو کہتے ہیں جو کسی ایسی بات پر کھائی جائے جس کے بارے میں قسم کھانے والے کا گمان یا تو یہ ہو کہ وہ سچ ہے لیکن واقعتاً وہ سچ نہ ہو، چنانچہ اس کی تفصیل ابتداء باب میں گذر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر شافعی کہتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے جو تمہیں تمہارے منہ سے بغیر قصد اور ارادے کے عادتاً نکل جائیں ان پر پکڑ نہیں۔ مسلم بخاری کی حدیث میں ہے جنھیں آلات اور مزی کی قسم کھا بیٹھے وہ آیت (لا الہ الا اللہ) پڑھ لے۔ یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کان کان کو بوجھتا ہوں ابھی ابھی اسلام لائے تھے اور جاہلیت کے زمانہ کی یہ قسمیں ان کی زبانوں پر چڑھی ہوئی تھیں تو ان سے فرمایا کہ اگر وہ دیکھی ایسے شریک الفاظ نکل جائیں تو فوراً نکلے تو حید پڑھ لیا کرو تا کہ بد مذہب ہو جائے۔ پھر فرمایا ہاں جو قسمیں پچھلے کے ساتھ دل کی ابراروت کے ساتھ تصد کھا لی جائیں ان پر پکڑ ہے۔

دوسری آیت کے لفظ (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ) 5۔
العالمہ 89: ہیں،

الوداؤد میں بروایت حضرت عائشہ ایک مرفوع حدیث مروی ہے جو اور راجحوں میں موقوف وارد ہوئی ہے کہ یہ لغو قسمیں وہ ہیں جو انسان اپنے گھر یا میں یاں میں کہہ دیا کرتا ہے کہ ہاں اللہ کی قسم اور انہیں اللہ کی قسم، غرض بطور کلیہ کے یہ لفظ نکل جاتے ہیں دن میں اس کی چٹکی کا خیال بھی نہیں ہوتا حضرت عائشہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں جو ہر کسی کی مناسبت کے منہ سے نکل جاتی ہیں، ان پر کفارہ نہیں، ہاں جو ارادے کے ساتھ ہم و پھر اس کا خلاف کرے تو کفارہ دار کرنا پڑے گا، آپ کے علاوہ اور بھی بعض صحابہ اور تابعین نے یہی تفسیر اس آیت کی بیان کی ہے، یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی اپنی حقیقت پر مجبور رہ کر کسی معاملہ کی نسبت قسم کھا بیٹھے اور حقیقت میں وہ معاملہ بلی نہ ہو تو یہ قسمیں لغو ہیں، یہ معنی بھی دیگر بہت سے حضرات سے مروی ہیں، ایک حسن حدیث میں ہے جو مرسل ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیر اندازوں کی ایک جماعت کے پاس جا کھڑے ہوئے وہ تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک شخص کبھی کہتا اللہ کی قسم اس کا تیر نشانے پر لگے گا، کبھی کہتا اللہ کی قسم یہ خطا کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے کہا وہ کھینچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کی قسم کے خلاف ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو قسمیں لغو ہیں ان پر کفارہ نہیں اور نہ کوئی سزا یا عذاب ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے یہ وہ قسمیں ہیں جو انسان کہہ لیتا ہے پھر دل نہیں رہتا، یا کوئی شخص اپنے کسی کام کے نہ کرے کہ کوئی بد دعا کے کلمات اپنی زبان سے نکل دیتا ہے، وہ بھی لغو میں داخل ہیں یا بعض اور غضب کی حالت میں جیسا کہ زبان سے قسم نکل جائے یا طحال کو حرام یا حرام کو طحال کرے تو اسے چاہے کہ ان قسموں کی پروا نہ کرے اور اللہ کے احکام بیکار نہ کرے،

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ انصار کے دو شخص جو آپ میں سے بھائی بھائی تھے ان کے درمیان کچھ میراث کا مال تھا تو ایک نے دوسرے سے کہا اب اس مال کو تقسیم کر دو، دوسرے نے کہا اگر آپ تو نے تقسیم کرنے کیلئے کہا تو میرا مال کعبہ کا خزانہ ہے۔ حضرت عمر نے یہ واقع سن کر فرمایا کہ کعبہ ایسے مال سے مخفی ہے، اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بول چال رکھ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی رشتے ناؤں کے توڑنے اور جس چیز کی ملکیت نہ ہوں ان کے بارے میں قسم اور نہ رکھیں۔ پھر فرماتا ہے تمہارے دل جو کر جائے اس پر گرفت ہے یعنی اپنے جھوٹ کا علم ہو اور پھر قسم کھا لے جیسے اور جگہ ہے

آیت (وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ) 5۔ (المائدہ 89) یعنی جو قسم مضبوط اور تاکید والی قسمیں کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشے والا ہے اور ان کا علم و کرم کرنے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۲۵۵)

یاد رہے کہ لغو قسم کے عدم اعتبار کا بیان

شریعت مطہرہ میں قسم معتبر ہونے کے لئے جو شرائط مقرر کئے گئے ہیں مجملہ ان کے ایک شرط یہ ہے کہ قسم کھانے والا عقل و باطن ہو، یا بالغ چھ کی قسم معتقد ہی نہیں ہوتی چاہے کہ کفارہ لازم آئے۔ جیسا کہ دلائل اہل تصنیف ج 3 کتاب ایمان شرائط رکھ انہیں ص 20 میں منہان يكون عاقلاً بالغاً بالغا يصلح بمن المجنون والصبي وان كان عاقلاً لا يها تصرف ايحاب وهما ليسا من اهل الایجاب۔ اگر اس لڑکے کی عمر تیر سال ہے اور اس میں بلوغ کی علامت ظاہر نہ ہو تو وہ شرعاً نہ بالغ ہے اور قسم توڑنے کی وجہ سے اس پر کفارہ لازم نہیں۔ اور اگر بلوغ کی علامت ظاہر ہوئی ہے تو چونکہ وہ بالغ ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم ہے۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیجئے یا اس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلایا جائے یا اس فقراء کیلئے کپڑے بنائے جائیں، یا زانیہ غلام نہیں رہے اس لئے غلام آزاد کرنے کا نہیں ٹھہر دیا جائے گا، جو بگ مالی استطاعت نہ رکھتے ہوں مسلسل تین دن روزے نہ رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا يؤاخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الایمان فكفارته اطعام عسيرة مساكين من اسط ما تطعمون اهليكم او كسوهم او تحويروا فليمن لم يجد فليصيام ثلاثة ايام۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بلا ارادہ قسم میں تمہارا مدعا نہیں فرماتا لیکن ان قسموں کا مدعا فرماتا ہے جس کا تم نے ارادہ کیا تو اس کا کفارہ جو تمہارے گھر والوں کو کھلائے ہو انہیں اسطہ دو چھ کھانا دو مسکینوں کو کھانا یا انہیں کپڑے پہنا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے تو جو اسکی استطاعت نہ رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ رپے تین دن روزے کرے۔ (سورۃ المائدہ)

یعنی معتقدہ کی اقسام ثلاثہ کا بیان

یعنی معتقدہ تین قسم ہے۔ (۱) یحییٰ بن زب (۲) مرسل (۳) موقت

اگر کسی خاص وجہ سے یا کسی بات کے جواب میں قسم کھائی جس سے اس کام کا فوراً کرنا یا نہ کرنا سمجھا جاے یا اس کو یحییٰ بن زب کہتے ہیں۔ ایسی قسم میں اگر فوراً وہ بات ہوگئی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کچھ دیر کے بعد ہو تو اس کا کچھ انہیں مثلاً عورت گھر سے باہر جانے کا تبیہ کر دیتی ہے اس نے کہا اگر تو گھر سے باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے اس وقت عورت غمخیز گئی پھر دوسرے وقت گئی تو طلاق نہیں ہوئی یا ایک شخص کسی کو مارنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا اگر تو نے اسے مارا تو میری عورت کو طلاق ہے اس وقت اس نے نہیں مارا تو طلاق نہیں ہوئی اگر چہ کسی اور وقت میں مارے یا کسی نے اس کو کشتہ کے لیے کہا کہ میرے ساتھ ناشتہ نہ کر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم ناشتہ نہیں کروں گا اور اس کے ساتھ ناشتہ نہ کیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ گھر جا کر کسی روز ناشتہ کیا ہو۔

اور وقت وہ ہے جس کے لیے کوئی ایک دن دو دن یا کم و بیش مقرر کر دیا گئیں اگر وقت معین کے اندر قسم کے خلاف کیا تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں مثلاً قسم کھائی کہ اس گھر سے میں جو پنی ہے اسے آج میں گواہ اور آج نہ پہ تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ دینا ہوگا اور پنی کیا تو قسم پوری ہوگی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پیسہ و شخص مرگیا یا اس کا پانی گرا یا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر قسم کھانے کے وقت اس گھر سے میں ہی نہیں مگر قسم کھانے والے کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس میں پنی نہیں ہے جب بھی قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اسے معلوم تھا کہ پانی اس میں نہیں ہے اور قسم کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

اور اگر قسم میں کوئی وقت مقرر نہ کیا اور قریب سے فوراً کرنا یا نہ کرنا نہ سمجھا جاتا ہو تو اسے مرسل کہتے ہیں۔ کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی اور نہ کیا مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کاروں کا اور نہ مارا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور جب تک دونوں زندہ ہوں تو اگرچہ نہ مارا قسم نہیں ٹوٹی اور نہ کرنے کی قسم کھائی تو جب تک کہ کچھ نہیں ٹوٹے کی قسم نہیں ٹوٹے کی قسم کھائی تو اسے مرسل کہتے ہیں۔ (جو ہرہرہ، کتاب الامان، ص ۲۲۷)

تو قسم میں عدم اعتدال کا بیان

قَالَ: (وَالْقَاصِدُ فِي التَّيْمِينِ وَالْمَعْرُوهِ وَالنَّاسِي سَوَاءٌ) حَتَّى تَجِبَ الْكُفَّارَةُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (قُلْتُ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَلْ لَّهُنَّ جِدٌّ: النَّحَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالتَّيْمِينُ) وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يُخَالِفُنَا فِي ذَلِكَ، وَتَسْبِيحُ فِي الْاِتِّخَاذِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (وَمَنْ فَعَلَ الْمَعْلُوفَ عَلَيْهِ مَكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ) لِأَنَّ الْفِعْلَ الْمُحْصِي لَا يَنْعَدِمُ بِالنَّاسِيَةِ وَهُوَ الشَّرْطُ، وَكَذَا إِذَا فَعَلَهُ وَهُوَ مَغْيِي عَلَيْهِ أَوْ مَخْنُونٌ لِنَحْقِيقِ الشَّرْطِ حَقِيقَةً، وَلَوْ كَانَتْ الْحِكْمَةُ رَفَعَ الذَّنْبَ فَالْحُكْمُ يُدَارِ عَلَى ذَلِيلِهِ وَهُوَ الْحُثُّ لَا عَلَى حَقِيقَةِ الذَّنْبِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ

فرمایا کہ قسم کھانے والا، جس کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا اور بھول کر قسم کھانے والا سب برابر ہیں اس کے آپ علیہ السلام نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن کو کھانا کہنا بھی عہد ہے اور مذاق سے کہنا بھی عہد ہے۔ نکاح، طلاق، قسم جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کو ان شاء اللہ تم کتاب الامان میں بیان کریں گے۔

جس شخص نے زبردستی یا بھول کر خلاف علیہ کو قسم دی وہ دونوں صورتوں میں برابر ہے کیونکہ حقیقی طور پر مجبوری میں قسم نہیں ہوتی اور جبکہ بشرط ہے یا طرح اگر کسی نے شرک کی حالت میں یا باگ پن کی حالت خلاف علیہ کو قسم دی اس کے لئے کہ حقیقت میں شرط پنی کا ذی ہے اور اگر کفارہ کی حکمت گناہ و ذکر کرنا ہو تو حکم کا ہر اس کی دلیل پر ہوگا اور حادث ہونا ہے۔ اور حقیقت ذنب پر نہ ہوگی۔

شرح

علامہ فخر الدین عثمان بن علی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص غلطی سے قسم کھا بیٹھا مثلاً کہنا چاہتا تھا کہ پانی لاؤ یا پانی پیوں گا اور زبان سے نکل گیا کہ خدا کی قسم پانی نہیں پیوں گا یہ قسم کھانا نہ چاہتا تھا دوسرے نے قسم کھانے پر مجبور کیا تو وہی قسم ہے جو قسمدار اور مجبور نے قسم کھانے کا ہے یعنی تو نے گا تو کفارہ دینا ہوگا قسم تو کرنا اختیار ہے اور دوسرے کے مجبور کرنے سے قصداً ہو یا بھول چوک سے ہر صورت میں کفارہ ہے بلکہ اگر بیہوش یا جنون میں قسم تو کرنا ہوا جب بھی کفارہ واجب ہے جب کہ ہوش میں قسم کھائی اور اگر بے ہوش یا جنون میں قسم کھائی تو قسم نہیں کہ عاقل ہونا شرط ہے اور بے عاقل نہیں ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الامان، ج ۳، ص ۲۲۳)

اور اس پر قسم کھائی اس ڈر سے کہ اگر قسم نہ کھائے گا تو کوئی ظالم اس کو مار ڈالے گا یا کوئی اور اسے اسی طرح ہر شخص جس پر زبردستی کی جائے اور وہ ڈرتا ہو تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی مدد کرے ظالم کا ظلم اس پر سے دفع کرے اس کے بچانے کے لیے جنگ کرے اس کو قتل کرنے کا تھم میں نہ چھوڑے پھر اگر اس نے مظلوم کی حمایت میں جنگ کی اور اس کے بچانے کی غرض سے ظلم کو روکی ڈال تو اس پر قصاص لازم نہ ہوگا (حدیث لازم ہوگی) اور اگر کسی شخص سے یوں کہا جائے تو شراب پی لے یا عمار دار کھائے یا ہاتھ بچ ڈال یا ستے قرض کا اقرار کرے (یا اس کی دستاویز لکھ دے) یا فلاں چیز ہیرہ کرے یا کوئی عقد توڑ ڈال نہیں تو تم تیرے دینی باپ یا بھائی کو مار ڈالیں گے تو اس کو یہ کام کرنے درست ہو جائیگا کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے یوں کہا جائے تو شراب پی لے یا عمار دار کھائے نہیں تو تم تیرے بیٹے یا باپ یا محرم رشتہ دار بھائی، چچا، ماموں وغیرہ کو مار ڈالیں گے تو اس کو یہ کام کرنے درست نہ ہوں گے نہ وہ منظر بکھائے گا پھر ان بعض لوگوں نے اپنے قول کا دوسرے مسئلہ میں خلاف کیا۔

کہتے ہیں کہ کسی شخص سے یوں کہا جائے تیرے باپ یا بیٹے کو مار ڈالنے ہیں نہیں تو تو اپنا یہ غلام بچ ڈال یا ستے قرض کا اقرار کر لے یا فلاں چیز ہیرہ کر دے تو قیاس یہ ہے کہ سب معاملے صحیح اور نہ فہم ہوں گے مگر ہم اس مسئلہ میں احسان پر عمل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں بچ اور ہیرا اور ہر ایک عقد قراور غیرہ باطل ہوگا ان بعض لوگوں نے تاہم اور غیر تاہم میں بھی فرق کیا ہے۔ جس پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو فرمایا میری بہن، اللہ کی راہ میں دین کی رو سے اور ابراہیم نے کہا قسم لینے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہو تو اس کی نیت معتبر ہوگی۔ (تبیین الحقائق، کتاب الامان، ج ۳، ص ۲۲۳)

غیر مقلدین کا دلیل احسان کے انکار کرنے کا بیان

مولوی وحید زمان غیر مقلد لکھتے ہیں۔ فقہائے حنفیہ نے ایک احسان نکالا ہے۔ قیاس حنفی جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے وہ جس مسئلہ میں ایسے ہی قواعد اور اصول موضوعہ خلاف کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ قیاس تو بھی چاہتا تھا ان اصول

اور قواعد کے مطابق حکم دیا جائے مگر احسان کی رو سے ہم نے اس مسئلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

حضرت امام بخاری نے ان لوگوں کے بارے میں بتلایا ہے کہ آپ ہی تو ایک قاعدہ مقرر کرتے ہیں بھر جب چاہیں آپ ہی احسان کا بھانہ کر کے اس قاعدے کو توڑ ڈالتے ہیں یہ تو قسم مانی کا ردوائی ہوئی نہ شریعت کی پیروی ہوئی نہ قانون کی اور بخاری نے جو احسان کے جواز پر آیت **فَتَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ** اور حدیث ما رواه المسلمون حسنا سے دلیل لی یہ استدلال قاسد ہے کیوں کہ آیت میں **يَسْتَمْعُونَ الْقَوْلَ** سے قرآن مجید مراد ہے اور ما رواه المسلمون حسنا یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مرفوع ثابت نہیں ہے اور حدیث موقوف کوئی حجت نہیں ہے علاوہ اس کے مسلموں سے اس قول میں حجج مستبین مراد ہیں یا صحابہ یا تابعین ورنہ بخاری کے قول پر یہ لازم آئے گا کہ تمام اہل بدعات اور فاسق اور فاجر جس بات کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو اس کے سوا ہم یہ کہیں کہ کسی قول میں یہ بھی ہے کہ جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے اور اہل حدیث کا وہ فقہاء کے احسان کو برا سمجھتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہوا جبکہ وہ استصحاب یا استقبحا ہو لا حول ولا قوة الا باللہ (ویدوی)

احسان

نعت میں احسان کے معنی کسی بھی شئی کے بارے میں حسن کا اعتقاد رکھنا، چاہے وہ واقع کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو اور شرعی نقطہ نظر سے احسان وہ چیز کہلاتی ہے جس کی قیید شریعہ تقاضا کرتی ہے چاہے اس کا دل اس کو مستحسن سمجھے یا نہ سمجھے۔

احسان کی تعریف

احسانا حنفی نے احسان کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہیں: **ما یک تیس سے دوسرے قیاسی قوی کی طرف عدول کرنے کا نام احسان ہے۔** قیاس کو کسی قوی دلیل کے ساتھ خاص کرنے کا نام احسان ہے۔ اس دلیل کا نام احسان ہے جو مجتہد کے دل میں بطور اشکال پیدا ہوتی ہے اور الفاظ چونکہ اس دلیل کا ساتھ نہیں دیتے اس لیے مجتہد اس کو طے کر کے برقرار نہیں ہوتا۔ امام ابو الحسن کی تعریف میں احسان کا مطلب یہی ہے کہ مجتہد ایک مسئلہ میں جو حکم لے چکا ہے جب اسی طرح کا دوسرا مسئلہ آجائے تو اس میں وہی حکم صرف اس لیے نہ لگائے کہ کوئی قوی دلیل اسکی موجود ہو جس کی وجہ سے پہلے جیسے حکم لگا نامناسب نہ ہو۔ امام ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ احسان کی حقیقت پر بخاری تعریفات احسان نے کی ہیں ان سب میں زیادہ واضح تعریف امام ابو ہریرہ نے اسی کو قرار دیا ہے: **کیونکہ یہ احسان کے تمام انواع گوشل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ احسان قوی ترین دلیل کو اختیار کرنے کا نام ہے، مالک کے نزدیک بھی احسان کی یہی تعریف ہے۔** (اصول فقہ اسلامیات ج ۲، ص ۲۰۶)

احسان دراصل استصحاب کا فعل ہے، علماء مجتہدین کے جس طبقہ جماعت نے احسان کو قبول فرمایا ہے ان کے پیش نظر اولاً یہی چیز ہوتی ہے کہ پیش آمدہ صورت پر جزیئہ کسی اگر ظاہر نفس یا نفس سے ثابت شدہ کسی حکم کلی ہی پر نظر موزوں رکھی جائے اور اس

کے خلاف کسی مستبر دلیل کی بنیاد پر بھی عدول کر کے استثنائی حکم تجویز نہ کیا جائے تو ایک امر قبیح کو گوارہ کرنا پڑے گا اور غابر ہے کہ اس سے متعصب شریعت فوت اور وہ بڑی شریعت بخروج ہوگی اس لیے وہ ظاہر نفس کے اقتضا سے صرف نظر کرنے اور حکم کلی سے جزیئی واقعہ کے استثناء کر لینے کو حسن اور بھتر سمجھتے ہوئے ایک الگ حکم خاص تجویز کرتے ہیں اور اسے استصحاب کے مقابل احسان قرار دیتے ہیں جو دراصل نفس قرآنی۔

وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَا أُخْتُهِمْ (الاعراف)

اور اے قوم کو بھی حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں۔

فَتَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (الزمر: ۱) اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلنے ہیں۔

احسان کی اقسام

احسان اپنے معارض کے اعتبار سے تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے: احسان اللہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت سے ایسے چیز ثابت ہوئی ہو کہ اس کی وجہ سے قیاس کا ترک کرنا ضروری ہو، مثلاً حدیث میں ہے:

"إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايعَانِ وَالشَّلْعَةُ قَائِمَةٌ تَحَالَفاً وَتَرَادَا" (بدائع الصنائع، کتاب

الدَّعْوَى، (فصل) **وَأَمَّا حُكْمُ تَعَارُضِ الدَّعَوَتَيْنِ فَبِي قَدَرِ الْهَيْلَةِ** (رد المحتار ج ۱، لاہوری)

جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور سامان موجود ہو تو دونوں سے قسم لی جائے اور مشتری کو ٹخن اور بائع کو بیع واپس کر دینی چاہئے۔

(الف) قیاس کا قضا تو یہ ہے کہ یہاں بائع کو دینی اور مشتری کو مدعا علیہ مانا جائے، کیونکہ بائع زیادہ شہن کا دعویٰ کر رہا ہے اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے، لہذا بائع کو بیعت پیش کرنا چاہیے، اگر وہ بیعت پیش نہ کرے تو مشتری سے قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے، لیکن سنت میں یہ آچکا ہے کہ دونوں سے قسم لی کر دینا کوشش فرمائی جائے، اس لیے قیاس کو ترک کر دینا چاہئے گا اور سنت پر عمل کیا جائے گا۔

(ب) نیز حدیث میں ہے کہ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھ لے تو بھی اس کا روزہ صحیح ہے (مشکوٰۃ شریف: ۱) حالانکہ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے، کیونکہ کھانے پینے سے رکنا جو روزہ کے لیے ضروری ہے نہیں پایا گیا، لیکن بھول کر کھانی لینے کے باوجود روزہ کے نہ ٹوٹنے پر نفس وارد ہوئی ہے، اس لیے اس جگہ قیاس کو رد کر دینا چاہئے گا۔

(ج) نیز حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اندر قہد لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (سنن دارقطنی) حالانکہ قہد لگانا ناقض وضو نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں خروج نجاست بھی نہیں ہے کہ اسے ناقض وضو کہا جائے، لیکن نماز کے اندر قہد لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے پر نفس وارد ہوئی ہے، اس لیے یہاں بھی قیاس کو ترک کر دینا چاہئے گا۔

اتحنت الامناع: کسی مسئلہ میں اجماع منقطع ہو گیا ہو تو اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا، مثلاً عقد اصحاب قیاس کی رو سے جائز نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس کی صحت پر ہر زمانہ میں عمل ہو چکا ہے، لہذا اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا، اب اسے اجماع کی وجہ سے ترک کرنا نہیں، عرف عام کی وجہ سے، کیونکہ اب کرنا اقویٰ دلیل کو اختیار کرنا ہوگا، مفہوم کے اعتبار سے اتحسان اجماع، اتحسان عرف کے قریب قریب ہے، کیونکہ دونوں کا مقصد شقت و دور کرنا ہے۔

اتحسان الطرودۃ: کسی مسئلہ میں ایک ضرورت پائی جائے جو مجتہد کو قیاس کے ترک کرنے اور ضرورت کے اختصا کو اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہو۔

الکلیۃ ان التام کے علاوہ اس میں ایک اور قسم کا اضافہ کرتے ہیں اور وہ ہے "اتحسان لملصک" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مصلحت اور قیاس میں تعارض ہو جائے تو مصلحت کو اختیار کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا، مثلاً قیاس کا تقاضہ ہے کہ عداوت میں بدل اور شدت کو لوگوں کی گواہی معتبر ہو، تاکہ کذب پر صدق راجح رہے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے، لیکن اگر کوئی قاضی ایسے شہریں ہو جہاں عادل گواہ نہ مل سکے تو ایسی صورت میں اگر قاضی انہی غیر عادل گواہوں کی گواہی قبول نہ کرے تو لوگوں کے امداد اور حقوق ضائع ہو جائیں گے، اس لیے اس مصلحت کے پیش نظر اس قاضی کو اپنی غیر عادل گواہوں کی گواہی قبول کرنا لازم ہے، تاکہ لوگوں کے حقوق اور امداد ضائع نہ ہوں، یہاں اس مصلحت کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ خوض اور کنواں جب ایک مرتبہ ناپاک ہو جائے تو قیاس کی روشنی میں اسے پاک ہوتا ہی نہیں چاہیے، کیونکہ جب خوض اور کنواں کا ناپاک پانی نکال لیا جائے تو اس کی سطح اور دیوار بھی پانی کے اس سے متصل ہونے کی وجہ سے ناپاک ہی رہتا ہے، اب اس کو پاک کرنے کی خاطر جب بھی پانی ڈالا جائے گا تو بھی سطح اور دیوار سے پانی ملتے ہی ناپاک ہوتا رہے گا اور ناپاک پانی سے ان دونوں کو پاک کرنا ممکن نہیں رہے گا، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خوض یا کنواں جب ایک بار ناپاک ہو جائے تو اسے ہائیکل بند کر دینا چاہیے، کیونکہ انہیں پاک کرنا ممکن ہی نہیں، خواہ یہ کہ اس میں بہت بڑا خرچ ہے، لہذا اس کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دیا گیا اور ضرورت کے پیش نظر فقہاء نے ناپاک کی کوئٹیت کے لحاظ سے ڈول کی ایک خاص تعداد میں پانی کا کٹنا متعین فرمادیا، تاکہ بار بار پانی نکالنے سے نجاست میں خاطر خواہ کمی ہو جائے، اگرچہ کچھ دہری پوری طرح ختم نہ ہو پائے۔

اتحسان کے منکرین اور ان کے دلائل

ام شافعی نے سب سے پہلے اتحسان کو حجت ماننے سے انکار کیا اور مستقل موضوع بن کر اس کی تردید کی، چنانچہ کتاب الام میں ایک مستقل عنوان "ابطال الاتحسان" کے نام سے تحریر کیا، مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس عنوان کے ذیل میں اپنی کتاب "الامرار" میں ابطال الاتحسان پر جو دلائل قائم کیے ہیں، ان کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کر دیا جائے، ان کی دونوں کتابوں کا جائزہ لینے سے چھ دلائل سامنے آتے ہیں، جو نمبر وار اس طرح ہیں:

الف: شریعت کی بنیادیں پر ہے اور شریعت نے نص پر قیاس کرنے کا انسان کو مکلف کیا ہے اور طہر ہے کہ اتحسان نہ نص

ہے، نص پر قیاس کرنا ہے، بلکہ ان سے ایک نیا رخ شکی ہے، اب اگر اس خارجی شکی کا اعتبار کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ایک ضروری چیز کو ترک کر دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

"لَيْسَ حَسْبُ الْاِنْسَانِ اَنْ يَتْرَكَ سُوءِي" (القباضۃ)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی ہمہل چھوڑ دیا جائے گا۔ پس اتحسان جو نہ قیاس ہے اور نہ نص پر عمل کرتا ہے، اس آیت کریمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہے۔

ب: یہ شمار کیجیوں میں اللہ اور اس کے رسول؟ کی اطاعت کا حکم ہے اور خواہشات کی اتباع سے انسانوں کو روک دیا گیا اور شریعت کا حکم ہے کہ جب کسی آئین میں نزاع ہو جائے تو کتاب اللہ کی طرف رجوع کرو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنْ كُنْتُمْ اَغْتَمِبْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى الْاٰلِ الْاُولٰٓئِیْ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ"۔

(النساء)

اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

اور ظاہر ہے کہ اتحسان نہ کتاب اللہ ہے اور نہ سنت رسول ﷺ، کہ ان کی طرف رجوع کیا جائے، بلکہ یہ ان دونوں سے بہت کر ایک تیسری چیز ہے، اس لیے جب تک قرآن و حدیث کے اندر اس کے قبول کرنے کی دلیل نہ ملے اس وقت تک اس کو قبول نہیں کریں گے اور چونکہ کوئی دلیل اس کے قبول پر نہیں ہے، اس لیے اتحسان کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

ج: حضور ﷺ ہمیشہ وحی کی روشنی ہی میں حکم دیا کرتے تھے، کبھی بھی اتحسان کی بنا پر کوئی حکم نہیں دیا، مثلاً ایک بار آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے "انت علی کظلمی" کہہ دیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضور ﷺ نے اس کا جواب اتحسان سے نہیں دیا، بلکہ حضور ﷺ نے وحی کا انتظار کیا حتیٰ کہ آیت ظہار اور کفارہ کا حکم نازل ہوا اور اس طرح کے اور کئی مسائل میں کہ آپ ﷺ نے وحی آدھ واقعات میں اتحسان کی روشنی میں جواب دیئے، انکا ظہار اور کفارہ کا حکم نازل ہوا اور اس طرح کے اور کئی کے لیے فقہی ذوق اور اتحسان سے نفرت دینے کی مجالش ہوئی تو اس کے زیادہ مستحق حضور ﷺ تھے، لیکن حضور ﷺ نے اس سے گریز کیا تو ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی کسی نص پر اعتماد کے بغیر اتحسان پر فتویٰ دینے سے احتراز کریں، ہر اس لیے حضور ﷺ کی ذات اسوہ ہے۔

د: حضور ﷺ نے بعض حضرات صحابہ کرام پر بعض اس لیے لکھے فرمائی کہ انہوں نے حضور ﷺ کے زمانے میں نہ اتحسان پر عمل کر یا تھا، مثلاً ایک مرتبہ ایک مشرک نے مسلمان لشکر کو دیکھ کر کہہ دیا تھا، لیکن حضرت اسامہؓ نے سمجھا کہ اس نے نص

جان بھانے کی خاطر یہ کلمہ پڑھا ہے، لہذا وہ مسلمان نہیں ہے اور اس کا قتل کرنا درست ہے، اس لیے انہوں نے اس کو قتل کر دیا؛ لیکن حضور ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر تکبیر فرمائی (اصول فقہ لابی زہرہ): اگر امتحان جائز ہوتا تو حضور ﷺ حضرت اسامہؓ پر تکبیر نہ فرماتے؛ لہذا معلوم ہوا کہ امتحان جائز نہیں ہے۔

۱۱: امتحان کے لیے کوئی ضابطہ اور قاعدہ نہیں ہے کہ اس پر حق و باطل کو پرکھ پائے، اب اگر ہر مفتی حاکم اور مجتہد کے لیے امتحان کی اجازت دیدی جائے تو معاملہ بالکل الجھ جائے گا اور ایک ہی مسئلہ میں کئی احکام سامنے آئیں گے اور کوئی حد ضبط نہیں کہ اس کی روشنی میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے اور یہ خرابی امتحان کی اجازت دینے سے پیدا ہوگی؛ لہذا وہ قابل ترک ہے۔

۱۲: اگر امتحان مجتہد کے لیے جائز قرار دیا جائے تو وہ مجتہد نص پر اعتقاد نہیں کریگا اور نہ کسی مسئلہ کو نص میں حلال کرنے کی زحمت گوارہ کرے گا، بلکہ وہ صرف اپنی عقل پر ہی اعتماد کرے گا احکام میں یوں کر دے گا اور اس سے ہر اس شخص کو سناں بیان کرنے کی جرات ہو جائے گی جو کتاب و سنت کا علم بھی نہ رکھتا ہو، اس لیے کہ کتاب و سنت کا علم نہ رکھنے والوں کے لیے بھی عقل کا ہونا ثابت ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنی عمی عقل سے غیر اہل علم کی عقل زیادہ ہوتی ہے اور یہ خرابی شخص امتحان کے جائز قرار دینے کی وجہ سے لازم آ رہی ہے، اس لیے امتحان حجت نہیں بلقی۔ (اصول فقہ لابی زہرہ ص ۲۱۵)

ماہعین امتحان کے دلائل پر نظر و بحث

اگر غور سے دیکھا جائے تو ماہعین کے یہ قیام و مکمل اس امتحان سے متعلق نہیں ہیں، جنہیں احناف و مالکیہ قابل اعتبار قرار دیتے ہیں، چنانچہ ابو زہرہ امام شافعیؒ کے مذکورہ چھ دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان هذه الادلة كلها لاترد على الاستحسان الحنفى".

یہ سارے دلائل امتحان عقلی کے خلاف نہیں ہیں۔

اور اوقاف امام شافعیؒ کے ان دلائل میں اس طرح کے الفاظ ملتے ہیں "لو كان لاحد ان يعصى ببلوق الفقهي، المع ... بل يعتمد على العقل وحده، المع ... وغيرهما "اس سے واضح ہوتا ہے کہ دراصل سینا امام شافعیؒ مطلقاً امتحان کو باطل اور قابل رد نہیں سمجھتے، بلکہ جس امتحان میں صرف فقیہی ذوق اور محض عقلی اقتضا کے تحت قانون سازی ہو، ایسے امتحان کو باطل و مردود قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جن دلائل کے معتبر اور شرعی ہونے پر پوری امتیق ہے، اس سے استناد کئے بغیر محض ذوق و وجدان اور طبی خواہش کی بنیاد پر حکم شرعی بیان کرنے کو کوئی امتحان نہیں کہہ سکتا اور نہ یہ طریقہ استدلال کسی مجتہد کے یہاں صحیح ہے، اس طرح یہ محض ایک لفظی نزاع کا جاتا ہے؛ چنانچہ ابو زہرہ لکھتے ہیں۔

"ان الاخذ بالاستحسان لا ينافي الاتباع للافصول المعتبرة بحال من الاحوال".

(اصول فقہ لابی زہرہ)

امتحان عقلی قیاس عقلی کے مقتضی کو قبول کرنا کسی بھی حالت میں شرعاً اصول معتبرہ کی اتباع کے خلاف نہیں ہے۔

اسی لیے تقریباً تمام ائمہ مجتہدین حنفیہوں یا مالکیہ و حنابلہ؛ بلکہ امام شافعیؒ بھی مگر اس کے مصدر شرعی ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، متاخرین علماء و شافعی کی تحریریں اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ امام شافعیؒ کی استخراج احکام میں برابر اس طرز استدلال سے کام لیتے رہے ہیں؛ گویا یہ حضرات اس کی تعبیر "استدلال مرسلہ" اور "مذنی مرسلہ" وغیرہ سے کرتے ہیں، اس طرح مصطفیٰ زرقاویؒ یہ بات قول فیصل ہے، یعنی امتحان و اصلاح کے بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف بعض شرائط و قیود اور تفسیر و اصطلاح کا اختلاف ہے، اصل امتحان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ ایک سچائی ہے کہ امتحان بھی معیار شرعی میں سے ایک معتبر مصدر ہے، جس سے کام گوسارے ہی مجتہد نے لیا ہے، مگر علماء احناف نے اس سے کثرت استفاده کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اسلامی زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق پوری جامعیت کے ساتھ قانونی اسلامی کا ایک عظیم الشان اور نافذ ترین و خیرہ وامت کے آج تھا۔

(فقہ اسلامی اصول فہمات اور تحفے)

امتحان کو حجت ماننے والے فقہاء

احناف میں سے امام غزالیؒ کو چھوڑ کر تمام احناف، حنابلہ اور مالکیہ امتحان کو معتبر مانتے ہیں، اصل میں امام مالکؒ امتحان کو صریح مرسلہ میں داخل کر دیتے ہیں اور صریح مرسلان کے نزدیک حجت ہے، حاصل یہ ہے کہ اکثر علماء اس کی حجت کے قابل ہیں۔ (اصول فقہ لابی زہرہ ص ۲۱۲)

امتحان کو حجت ماننے والوں کے دلائل کا بیان

تیسرے امتحان اس کی حجت پر قرآن و سنت اور اجماع امت سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنِيعُوا أَحْسَنَ مِمَّا نَزَّلَ إِلَيْكُمْ". (الزمر)

تم کو چاہیے کہ اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے احکامات سے چلو۔

(۱) ارشاد خداوندی ہے:

"الَّذِينَ يَسْتَجِيبُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ". (الزمر)

جو اس کلام الہی کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔

جیل آیت میں "أَحْسَنَ مِمَّا نَزَّلَ إِلَيْكُمْ" کی اتباع کا حکم ہے اور دوسری آیت مقام مدح میں یہاں ان حضرات کی تعریف کی گئی ہے جو اس قول کی اتباع کیا کرتے ہیں، مگر یا نص میں خود اس بات کا حکم اور ترجیح ہے کہ بعض کو چھوڑ دی جائے اور بعض کی اتباع محض اس وجہ سے کی جائے کہ وہ احسن ہے اور یہی امتحان کا مطلب ہے کہ اس کے ذریعہ احسن کو اختیار کیا جاتا ہے اور

غیر احسن کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

(۲) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَمَّا رَأَى الْمُؤْمِلُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ".

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، حدیث نمبر، ۳۹۰۰)

جسے مسلمان متحسین سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی محسن ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ چیز محسن ہو جاتی ہے جو مسلمانوں کے یہاں محسن ہو اور اگر امتحانِ جنت نہ ہوتی تو اس کے اللہ کے نزدیک حسن ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) امتحان کی حیثیت اجتماع امت سے اس طرح ثابت ہے کہ تمام میں غسل کرنے کے بے داخل ہونا تمام فقہاء نے بڑے قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں تردید کی تعیین ہوتی ہے اور نہ پائی کی مقدار متعین ہوتی ہے اور نہ ہی اجرت متعین کی جاتی ہے، اسی طرح حد سے پانی چنا تقریباً تمام فقہاء نے بڑے قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں نہ پانی کی مقدار متعین ہوتی ہے اور نہ ہی اجرت متعین کی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ ان کو فقہاء نے امتحان کے قبیل سے ہونے کی وجہ سے ہی جائز قرار دیا ہے، حاصل یہ ہے کہ امتحان کا قائل جنت ہونا کتاب اللہ، رسول اللہ ﷺ اور امتحان امت سے ثابت ہے اور قیاس تو اس کی تائید میں پہلے سے ہی ہے کہ اس طرح چاروں اولیہ امتحان کا جنت ہونا ثابت ہے۔ (اصول لمبہ امام احمد بن حنبل، ص ۵۰۵)

امتحان کا باوجود شارع علیہ السلام کے حکام میں بہرحال جہاں تک امتحان کے مصدر شرعی ہونے کی بات ہے تو تقریباً سارے ہی ائمہ مجتہدین کے نزدیک وہی مسلم ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ائمہ مجتہدین جس طرح عمل کو اور جس طرح استدلال کو دلیل امتحان سے تعبیر کرتے ہیں، بلاشبہ یہ طریق عمل خود جناب رسول اللہ ﷺ کا بھی تھا، اس کی چند مثالیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیے مثلاً قبہہ کوئی نجاست نہیں ہے، چنانچہ نماز کے باہر قبہہ سے وضو نہیں لوثی، مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اندر قبہہ کو ناقص وضو قرار دیا ہے، لہذا ہوں کہ نصاب دوم ہونا ناقص سے ثابت ہے، مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت کو توشہ کی طور پر ایک ہونے کے باوجود دو گواہ کے قائم مقام قرار دیا ہے، روزہ میں اگر کوئی تصدقاً روزہ توڑ دے اور وہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ ہی دو مہینے روزہ رکھنے کی استطاعت ہے تو اس کے ہارے میں حکم ہے کہ بطور کفارہ سب مٹھ سکیں کو کھانا کھائے، مگر ایک شخص جس عہد روزہ توڑ کر آیا اور اس نے غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے سے اپنی معذوری ظاہر کی تو حضور ﷺ نے اپنے پاس سے ان کو برائے صدقہ کھجور عنایت فرمایا، تب انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مدینہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان ہمارے گھر اترنے سے زیادہ اور کوئی تھکانی مسکن ہے، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"أذهب وأعلمهم أهلك". (الذخيرة، الباب السادس في سبب الكفارة) ذیجیل

لانبریوی

جاوے پہنچے ابھی وہیں کو کھلا دو۔ یہ اجازت عام اصول کے خلاف ہے، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو توشہ کی حکم دیا ہے۔

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ یہ سب از قبیل امتحان ہی تھا؛ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ مستقل شارح تھے، ان کا توں عمل تو خود اپنی مجلس اور حجت شرعیہ ہے، زیادہ سے زیادہ اسے امتحان شارح کہا جاسکتا ہے؛ تاہم اسے ائمہ مجتہدین کی اصطلاح امتحان سے کوئی تعلق نہیں؛ بلکہ میں ان مثالوں کی روشنی میں صرف اتنا کہا چاہوں گا کہ ائمہ مجتہدین کی اصطلاح میں امتحان کہا جاتا ہے، اس طریق استدلال کا جو مدار شارع علیہ السلام سے بھی ثابت ہے۔ (فتاویٰ امام مالک)

حضرات صحابہ سے امتحان پر عمل کے نظائر

حضرات صحابہ سے بھی امتحان پر عمل کرتا ثابت ہے، ذیل میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں، مثلاً:

(۱) عورت کا انتقال ہو جائے اور اس کے روتا یہ ہوں: شوہر، ماں، دو اخین بھائی اور دو گئے بھائی کی اس صورت میں شوہر، ماں اور اخین بھائی تو دروازہ ہیں جو اصحاب فرائض کے جوتے ہیں، یعنی شریعت میں ان کے حصص مقرر متعین ہیں؛ لیکن میت کے گئے بھائی عصمت کے قبیل سے ہیں اور عمر میراث کا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اصحاب فرائض سے جو کچھ کرہ جاتا ہے وہ عصمت کو ملتا ہے، لہذا اس صورت میں قیاس کی رو سے اخین یا بھائیوں کو ترک کر کے باوجود میت کے گئے بھائیوں کو کچھ بھی نہیں مل سکے گا، کیونکہ شوہر کو نصف حصہ ملے گا، ماں کو پچھتا اور اخین بھائیوں کو ثلث ملے گا، اس کے بعد کچھ بچتا نہیں کہ میت کے گئے بھائیوں کو عصمت میں سے ہونے کی وجہ سے ملے، جنہیں بے عیب و فریب جیسی واقع ہوگی کہ میت کے گئے بھائی تو محرم ہوں جہاں اور اخین بھائی ترک کر پائیں، بعض صحابہ نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور غلطی و غلطی اجتہادات میں بھی یہی ہے؛ لیکن حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کے نزدیک از روئے امتحان اس کا حکم دوسرا ہے، یہ حضرات میت کے سارے بھائیوں کو خواہ اخین بھائیوں یا گئے، سب کو ثلث میں شریک قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ یہ سارے بھائی ایک ماں کی اولاد تو ہیں؛ اگرچہ ان کے باپ الگ الگ ہیں، حضرت عمرؓ نے امتحان کا یہ طریقہ انصاف قائم کرنے اور جرح کے دفع کرنے کی خاطر اختیار کیا ہے اور فقہ مالکی اور فقہ شافعی میں بھی اس صورت حال کا یہی حکم ہے۔

یہ صورت حال فرضی نہیں ہے، بلکہ رواجوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ فی الواقع بھی نوبت پیش آگئی، چنانچہ جب واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو ان حضرات عمرؓ نے اسی رائے کا اظہار فرمایا کہ ماں کی جانب سے میت کے ذاتی یا بی بیوں کا حصہ ثلث ہوگا، کیونکہ وہ اصحاب فرائض میں سے ہیں، یہ سن کر میت کے گئے بھائیوں نے جو عصمت میں سے تھے، وہ حصہ پانے سے محرم ہو جا رہے تھے، حضرت عمرؓ سے کہا کہ بھائیے ہمارے باپ کا اور بھوہ لے گئے کہ ماں کا باپ کوئی گدھا تھا؛ لیکن کیا یہ واقعہ اس چاروں ایک ماں کی اولاد ہیں، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے پہلی رائے سے رجوع فرمائے اور میت کے چاروں بھائیوں کو ثلث میں شریک قرار دینے کا فیصلہ فرمایا۔ (المحیط بالادلاء مللک، ص ۷۱)

(۲) قرآن کی نص میں صاف مذکور ہے کہ ایک مصرف مولفۃ القلوب کو بھی قرار دیتی ہے یعنی مؤمنوں کی تائید قلب یا کافروں کے فساد و فتنے دینے کے لیے نہیں بھی مذکور ہے کہ تم کوئی کام نہ کر سکتے ہو، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں عینہ بن حنفیہ اور اقرع بن حابس جب دستور اپنے حصے کا مطالبہ کرنے آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق حکم نامہ لکھ دیا، یہی لوگ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس حکم نامہ کو موکد کرنے کے لیے گئے تو حضرت عمر نے اس پر سخت دیکھ لیا اور انہیں کچھ دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"هذا الشئ كان النبي ﷺ يعطيكوه تاليفا لكم على الاسلام والآن قاعدوا للذي

الاسلام واغني عنكم فان بقیتم على الاسلام والاینا وبنکم السیف"

یہ وہ چیز تھی جو رسول اللہ ﷺ تم کو اسلام پر جاننے کے لیے دے کر تھے اب اللہ نے اسلام کو نبی و شہادت دیکر تمہارا جتنج نہیں رکھا، اب اگر اسلام پر ثابت قدم رہے تو جہاں دورنگار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کن ہوگی۔ اور یہی امتحان ہے۔ (فقہ اسلامی اصول خدا اور تقاضے)

(۳) سرفردوزنہ کی سزا ایک حکم کلی کی شکل میں قرآن پاک میں موجود ہے، ایک مرتبہ یمن کے باشندوں نے مقدمہ حرمہ میں قیام کیا اور ان کے ساتھ رفقاء سفر میں سے ایک شادی شدہ عورت بھی تھی، وہ لوگ اس کے ساتھ بدکاری کرتے رہے، پھر اسے چھوڑ کر چل پڑے، یہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اپنا واقعہ سناتے ہوئے یہ کہہ کر میں سکینہ اور قاتل تھی، ہمارے دلقا، سفر ہمارا خیال نہیں کرتے تھے اور میرے پاس اپنے نفس کے سوا کچھ نہیں تھا، میں اپنی عزت کو ان سے مادی فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے کھوئی رہی، حضرت عمرؓ اس کے رفقاء کو یاد کر تحقیق حال کیا اور جب لوگوں نے اس عورت کی ممانعت اور مستحکم کی حد تک ردی تو حضرت عمرؓ نے اسے زنا کی آٹھ سو اسے بری فرمایا۔ (چراغ ہادیہ)

(۴) حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے قید حرمہ کے ایک شخص کا اونٹ چرا کر ذبح کر دیا، معہد حضرت عمرؓ کی عدالت میں پہنچا اور وہ بطل کے تحت قطع ید کا فیصلہ ان کے حق میں کیا، لیکن فوراً اس فیصلے سے عدول کرتے ہوئے حاطب بن ابی بلتعہ سے دریافت کیا کہ میرا خیال ہے کہ تم ان غلاموں کو بھوکا رکھتے ہو جس سے مجبور ہو کر یہ لوگ وہ کام کر گزر رہے، اللہ نے حرام کر رکھا ہے، یہ فرما کر حضرت عمرؓ اونٹ کے مالک کو اس کی قیمت لینے پر راضی کر لیا، ان دونوں واقعہ میں ایک حکم کلی سے بہت کم حضرت عمرؓ نے ایک استثنائی فیصلہ فرمایا ہے اور یہی فیصلہ ان مخصوص احوال و ظرف کے اعتبار سے جس اور مقدمہ صدر شریعت کے عین مطابق اور جرم و سزا میں توازن و اعتدال کا متفقہ تھا۔ (قریبی، الحنفی)

فقہی عبارات سے امتحان کی نظر آ کر بیان

فتنہ کی صورتوں میں بھی امتحان کی مثالیں جابجا ملتی ہیں، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں: ازروئے قیاس پھر مذکور ہے

والے پھر اندر کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہیے؛ کیونکہ جھوٹا رکھانے والے چوپایوں کا جھوٹا ناپاک ہے تو جس طرح دندنہ چوپایوں کا جھوٹا ناپاک ہے اسی طرح پھر رکھانے والے پندوں کا جھوٹا بھی ناپاک ہونا چاہیے، مگر احساناً ایسے پندوں کا جھوٹا نہ کر کہ وہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دندنہ نفس الامین نہیں ہیں ان میں نہایت محض گوشت کے حرام ہونے کی وجہ سے ہے، ہندو بائی کی نہایت کا بھی حکم ای جگہ لگایا جائے گا جہاں پانی ہے (ان کے گوشت سے پیدا شدہ) اعاب اور طوبت کا استخراج پایا جائے اور پھر رکھانے والے پندوں میں یہ استخراج نہیں پایا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ اپنی چونچ سے پانی نکل رقص میں ڈالتے ہیں اور ان کی چونچ ایک پاک ہڈی ہے ان کے پانی میں پڑنے سے پانی پاک نہیں ہوتا ہے، البتہ کراہت اس معنی کی کہ باقی رہے گی کہ عموماً ایسے چاندروں کی چونچ میں خارجی جیست کی گرتی ہے، اس مسئلہ میں قیاس کی دلیل اگر چہ نظر میں بہت مضبوط ہے، لیکن وہ امتحان کو ترجیح حاصل ہے۔

سواری پر چلنے ہوئے نماز جنازہ کے متعلق اگر قیاس پر نظر رکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ نماز جنازہ سواری پر جائز ہونی چاہیے، اس لیے کہ وہ اصل نماز نہیں، بلکہ دعا ہے اور دعا ہر حالت میں جائز ہے، اس کے لیے سواری یا پیہل کو کوئی قید نہیں ہے، اس کے برخلاف امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ سواری کی حالت میں نماز جنازہ نہ ہو، اس لیے کہ نماز جنازہ میں بغیر کمرسہ وغیرہ پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی حیثیت نماز کی ہی ہے، لہذا اس پر فرض نماز کے احکامات جاری کرنے چاہئیں اور باقاعدہ سواری پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے، اس مسئلہ میں بھی امتحان قیاس کے مقابلہ میں قوی ہے، ہذا امتحان ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔

اگر کسی شخص پر مذکورہ واجب تھی پھر اس نے مذکورہ کی نیت کے بغیر مارا مال صدقہ کر دیا تو یہاں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ ادا نہ بھی جائے اور اس پر ادا بھی کا فرض دستور باقی رہے، کیونکہ صدقہ نقل اور فرض دونوں طرح سے کیا جاتا ہے، ان میں امتیاز کے لیے فرض کی نیت متین طور پر کرنا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہو گیا، جب کہ امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ مارا مال صدقہ کر دینے کی وجہ سے اس سے مذکورہ کی ادا بھی کا حکم ساقط ہو جائے، اس لیے کہ یقین کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں کوئی چیز متین کے بغیر نیت نہ ہو سکے یہاں ایسا نہیں ہے، بلکہ مال کا ایک حصہ یہاں واجب تھا جو یقینی طور پر صدقہ کر دیا گیا، اب کچھ بھی ہی نہیں کراسے متین کیا جاسکے، اس لیے یقین کے بھی مذکورہ ادا ہو جائے گی۔

(اقضیہ عمر بن خطاب لعبد العزیز المہلوی، ص ۱۱۰)

امتحان ہی کے قبیل سے قرض کا مسئلہ ہے کراسے رہا میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجز ہونا چاہیے، کیونکہ قرض میں ایک وقت معینہ پر روپیہ کا رد ہے تا دل ہوتا ہے اور مستقر قرض کے رد لبرۃ کا اٹھا رہا ہے اور یہ بھی تو رہا ہے، لیکن امتحان کی وجہ سے اسے سماج قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ قرض دینے میں باہمی رواداری اور ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے یہاں یہ بھی قیاس کو ترک کر کے امتحان پر عمل کیا گیا ہے۔

اسی طرح قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کے موضع ستر کو نہیں دیکھنا چاہیے، خواہ علاج ہی کی ضرورت کیوں نہ ہو؛ کیونکہ یہ

شریعت کا عام قاعدہ ہے کہ موقع سزا دیکھنا اور جو ناجائز حرام ہے لیکن علاج کی فرض سے اس کو احتساباً جائز قرار دیا گیا ہے۔

(فقہ اسلامی اصول خدمات اور تقاضے)

غلام یہ ہے کہ احتساب دلدار بعد سے بالکل ایک کوئی خاص دلیل نہیں ہے، بلکہ انہی میں سے بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کو بعض سے مستثنیٰ اور دلائل میں باہمی تعلیق اور سمجھ کے مناسب حل کو جو برکرت سے ہوئے حکم مروج فیج سے خارج کر حکم رائج و احسن کو اختیار کرنے کی کوشش کرنے کا نام احتساب ہے؛ اس طرح احتساب کا مشورہ دراصل اتباع حسن اور ابتناء عین النفع لکھا ہے، جس کے مستحق ہونے؛ بلکہ مامور بہ ہونے سے انکار کرنا مشکل ہے۔

احتساب کے صفت واقع ہونے کا بیان

یہ گمان نہ ہو کہ احتساب شرعی ایسے امور پر ہی صفت ہوگا جس پر دلائل و بعد میں سے صراحت کوئی دلیل وارد ہوگی بلکہ احتساب ہر اس صورت پر ہی صفت بن سکتا ہے خواہ صراحت اس پر امر و روایا قواعد کلیہ شرعیہ یا س پر سند ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ)

بعض لغویوں کا بیان

روایتی کلام میں انسان کے منہ سے بغیر قصد کے جو قسمیں صادر ہو سکتی ہیں وہ لغوی قسمیں ہیں۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے، مذاق میں قسم کہ بیعتنا، اللہ کی نافرمانی کے کرنے پر قسم کھا بیعتنا، زیادتی گمان کی بنا پر قسم کھا بیعتنا بھی اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ غصے و رعب میں، نفسان اور ہول پر کہ سے کھانے پینے پہنچنے اور بھنے کی چیزوں میں قسم کھا بیعتنا مراد ہے، اس قوم کی دلیل میں آیت (بِأَيْمَانِهِمُ الْقَوْلُ، لَا تَنْهَوْنَهُمْ عَنْ قَوْلِهِمْ مَا أَسْلَمَ اللَّهُ لَهُمْ وَلَا تَعْتَدُوا، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَعَدِّينَ) 5 (اسماہ ۸۷) کو پیش کیا جاتا ہے، بالکل صحیح بات ہے کہ لغوی قسموں سے مراد بغیر قصد کی قسمیں ہیں اور اس کی دلیل (ولکس یواخذکم بما عقدتم الإیمان) یعنی جو قسمیں بالتصا اور بالعزم ہوں ان پر گرفت ہے اور ان پر کفارہ ہے۔

بَابُ مَا يَكُونُ يَمِينًا وَمَا لَا يَكُونُ يَمِينًا

یہ باب کسی لفظ کے قسم ہونے یا نہ ہونے کے بیان میں ہے ﴿

باب قسم ہونے یا نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہق حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب قسموں کی اقسام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان الفاظ کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن سے وقوع قسم کا اعتبار کیا جائے گا یا جن سے وقوع قسم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ لہذا ان الفاظ کے بیان میں اس باب کو بیان کیا ہے۔ (حنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۳۵۹، بیروت)

مصنف علیہ الرحمہ نے قسم کی تعریف و اقسام کو بیان کرنے کے بعد اس باب کو منتخب کیا ہے کیونکہ الفاظ اظہار کا سبب ہوتے ہیں اور اس میں قسم کے احکام کو بیان کیا جا رہا ہے۔ جبکہ تعریف و اقسام ہمیشہ احکام و انواع سے مقدم ہوا کرتے ہیں۔

انہ کے نام کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ: (وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى أَوْ بِأَسْمَاءِ آخَرٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا لَوْ خَصَنَ وَالْوَجِيمُ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهِ الَّتِي يُخْلَفُ بِهَا عَزْمًا كَعَزْمَةِ اللَّهِ وَجَلَالِهِ وَكِبَرِيَّتِهِ) لِأَنَّ الْخَلْفَ بِهَا مُتَعَارِفٌ، وَمَعْنَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْقَوْلُ حَاصِلٌ؛ لِأَنَّهُ يُعْتَقَدُ تَعَظِيمُ اللَّهِ وَصِفَاتِهِ فَصْلَحَ ذِكْرُهُ حَاصِلًا وَمَتَاعًا.

ترجمہ

فرمایا، جس شخص نے لفظ اللہ یا اس کے دوسرے اسماء میں سے کسی اسم کے ساتھ قسم کھائی جس طرح الرحمن، الرحیم یا اس کے بغضاتی اسماء میں سے کسی صفت کی قسم کھائی جس کی معاشرے میں قسم کھائی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عزت، اس کے جلال اور اس کی بڑائی کی قسم اٹھاتا ہے۔ کیونکہ قسم ان کے ساتھ معروف ہے۔ اور قسم کا معنی ہے کلام میں ثبوت حاصل ہو۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی تعظیم کا اعتقاد کیا جاتا ہے۔ لہذا اس کا ذکر اس کا ارادہ کرانے والا یا روکنے والا ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ عز و جل کے جتنے نام ہیں ان میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہو جائیگی خواہ وہ چال میں اس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عز و جل) کی قسم، خدا کی قسم، جن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یہ سب خدا کی قسم صفت کی قسم کھائی جاتی ہیں۔ اس کی قسم کھائی ہوئی اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم،

اس کی کبریائی کی قسم، اس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اس کی عظمت کی قسم، اس کی قدرت و قوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے حلف کرنا ہوں، قسم کھانا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا گواہ کرے کہتے ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لَئِنْ لَمْ يَلْقَ الْإِنْسَانُ فِيْهِ حَقًّا مِّنْ ذُرِّيَّتِهِ لَمَسَّ السَّيْئَةَ اَلْاگر یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام نہ کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافر کا شرک مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرتے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی کی قسم تو زوری تو بعض صورت میں کافر ہو گا۔ جس شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ دہائیسی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یعنی اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ اس نے جھوٹ کہی ہے تو اگر علماء کے نزدیک کافر ہے، ورنہ قرآن کتاب الایمان)

اللہ کے نام سے سو کی قسم اٹھانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھانا منع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔ جس شخص قسم اٹھانا چاہے اسے اللہ ہی کی قسم اٹھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔ (ترمذی، حدیث ۱۵۴) اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے، جس شخص نے غیر قسم اٹھائی اس نے شرک یا کفر کیا (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص یوں کہے والات والہی (مجھے لات و دعویٰ کی قسم) اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کافر کرنا چاہئے۔ (صحیح ترمذی، کتاب السنن و الإیمان، باب ما جاء فی کراهیة الحلف بغير مله الإسلام۔ حدیث ۵۴۵)

قرآن مجید کی قسم اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا مکتوب کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے معانی کو سمیت خود صادر فرمایا ہے۔ کلام نہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ لہذا قرآن مجید کی قسم اللہ تعالیٰ کی صفت کی قسم ہے اور یہ جڑ ہے۔

حالف کے قول علم اللہ کا بیان

قَالَ (لَا قَوْلَهُ وَعَلِمَ اللَّهُ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ بَيِّنًا) لَئِنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارِفٍ. وَلَئِنَّهُ يَذْكُرُ وَيُؤَادُّ بِهِ الْمَعْلُومَ. يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ عَلْمَكَ فِينَا: أَيُّ مَعْلُومَكَ (وَلَوْ قَالَ وَعَظَبَ اللَّهُ وَسَخَطَهُ لَمْ يَكُنْ خَالِفًا) وَكَهَذَا وَرَحْمَةُ اللَّهِ؛ لِأَنَّ الْخَلِيفَ بَيْنَا غَيْرُ مُتَعَارِفٍ؛ وَلِأَنَّ الرَّحْمَةَ قَدْ يُؤَادُّ بِهَا أَتْرَفُهُ. وَهُوَ الْمَطْرُكُ أَوْ الْجَنَّةُ وَالْعَصَبُ وَالسَّخَطُ يُؤَادُّ بِهِمَا الْمَعْلُومَةُ

ترجمہ

فرمایا: اگر تم کھانے والے کا قول "و علم اللہ" تم نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ قسم کے طور پر معروف نہیں ہے۔ کیونکہ علم اللہ کو ذکر کر کے اس سے معلومات الہیہ مراد لی جاتی ہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ اسے اللہ میں اپنے علم کے مطابق بخش دے۔ یعنی اپنی معلومات کے

مطابق معاف فرم دے۔ اور اگر کسی حالف نے غضب اللہ یا خطہ اللہ کہا تو بھی وہ قسم اٹھانے والا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح رضیہ اللہ کہنے سے بھی قسم ٹھننے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ عرف میں ان الفاظ سے قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کبھی رحمت سے مراد اس کا اثر کیا جاتا ہے۔ اور وہ بارش ہے یا جنت ہے۔ جبکہ خطہ و غضب سے مراد عقوبت لی جاتی ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ علم اللہ کو قسم قرار دینا یہ اللہ کے صفاتی ناموں سے اشتاء ہے لیکن اس میں قید یہ ہے کہ جب عرف میں اس کا قسم ہوئے گا اعتبار کیا جائے۔ (شرح القدر شرح الہدایہ، ج ۱۰، ص ۳۰۷، بیروت)

نبی کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ خَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَفَّيَّةِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ كَانَ مِنْكُمْ خَالِفًا فَلْيَخْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيُذَكِّرْ) (وَكَهَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارِفٍ، قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَعْنَاهُ أَنْ يَقُولَ وَالنَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ، أَمَا لَوْ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِنْهُمَا يَكُونُ يَمِينًا؛ لِأَنَّ التَّبَرُّعَ مِنْهُمَا كُفْرٌ. قَالَ ر (وَالْخَلِيفُ بِخُرُوفِ الْقَسَمِ، وَخُرُوفِ الْقَسَمِ الْوَاوُ كَقَوْلِهِ وَاللَّهِ وَالْبَاءُ كَقَوْلِهِ بِاللَّهِ وَالْيَاءُ كَقَوْلِهِ تَاللَّهِ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مَعْفُودٌ فِي الْإِيمَانِ وَمَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ

ترجمہ

جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائی جس طرح کسی نے نبی کی قسم اٹھائی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو تم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام سے اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ اور اسی طرح جب کسی نے قرآن کی قسم اٹھائی۔ (جب بھی قسم اٹھانے والا نہ ہوگا) کیونکہ قرآن سے قسم اٹھنا عارف میں معروف نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قسم اٹھانے والا والہی والقرآن کے لیے جب حالف نے اس طرح کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو یہ یحتمل بن جائے گی کیونکہ نبی (علیہ السلام) اور قرآن سے برأت کا اظہار نہ کرے۔

فرمایا: حرف قسم سے بھی قسم اٹھائی جاتی ہے اور حرف قسمیہ میں سے داؤ ہے۔ جس طرح کسی حالف نے واللہ کہا اور با بھی حرف قسم سے بھی کسی نے باللہ کہا اور با بھی حرف قسمیہ میں سے ہے جیسے کسی نے تاللہ کہا۔ کیونکہ یہ ان تمام میں سے ہر ایک قسم کیلئے مقرر ہے اور قرآن میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غیر خدا کی قسم نہیں مثلاً تمھاری قسم، اپنی قسم، تمھاری جان کی قسم، اپنی جان کی قسم، تمھارے

سر کی قسم، اپنے سر کی قسم، آنکھوں کی قسم، جوفانی کی قسم، ماں باپ کی قسم، اولاد کی قسم، مذہب کی قسم، دین کی قسم، علم کی قسم، کعبہ کی قسم، عرش الہی کی قسم، رسول اللہ کی قسم۔ خدا و رسول کی قسم یہ کام نہ کروں گا یہ قسم نہیں۔ اگر کما کما میں سے قسم کھاتی ہے کہ یہ کام نہ کروں گا وہ واقع میں قسم کھاتی ہے تو قسم ہے اور جھوٹ کہا تو قسم نہیں جھوٹ ہونے کا گناہ ہوا۔ اور اگر کھانا کھا کی قسم کس سے بڑھ کر کوئی قسم نہیں یا اس کے نام سے بڑھ کر کوئی نہیں یا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں میں اس کام نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگئی اور درمیان کا حفظ فاصل قرار نہ دیا جائیگا۔ (فتاویٰ ہندی، کتاب الایمان)

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ! جس شخص کو قسم کھا کر تاہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

(بخاری و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 591، مسلم)

باپ کی قسم کھانے سے منع کرنا مثال کے طور پر ہے، اصل مقصد یہ ثابت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہ کھا، کرو۔ بطور خاص "باپ" کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ باپ کی قسم بہت کھاتے ہیں انہی عبد اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت و جلالت کے سبب چونکہ قسم اسی ذات کے ساتھ شخص ہے، اس لئے کسی غیر اللہ کو اللہ کے مشابہ نہ قرار دیا جائے، چنانچہ حضرت ابن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں سو گھر عبد اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں اور میرا کوڑوڑاؤں، اس کو اس سے بڑھ کر سمجھتا ہوں کہ میری قسم کھائیں کہ وہ اس کو پورا کروں۔ ہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی عظمت و جلالت کے اعہار کے لئے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں منقول ہوا ہے (اے ابوبکر) یعنی اے صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کی قسم کھا کی جب کہ یہ حدیث اس کے سراسر خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کی قسم کھانا اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہوگا۔ اس صورت میں دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ یا پھر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باپ کی قسم کھانے کا دعویٰ ہوگا کیونکہ قسم کے یہ الفاظ قدیم عبادت کی بناء پر منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمن ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جن کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ" (مسلم)

الامام حلیت میں عام طور پر لوگ جنوں اور باپوں کی قسم کھا کر کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توبہ اسلام کے بعد اس سے منع فرمایا کہ وہ اس بارے میں اعتقاد رکھیں اور تہمید، تہمت کی بنا پر اس طرح کی قسمیں ان کی زبان پہ نہ

چھیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں یہ الفاظ وارد کرے "میں لات و عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے۔ اور جو شخص اپنے کسی دوست سے یہ کہے کہ آؤ ہم دونوں جو کھیلیں تو اس کو چاہئے کہ وہ صدقہ و خیرات کرے۔" (بخاری و مسلم)

"وہ لا الہ الا اللہ کہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے۔ اس حکم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر لات و عزیٰ کے نام کی قسم کھائی جائے تو اس کے کفارہ کے طور پر کلمہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آیت (فان الحسنات یبلغن السیئات۔) "اگر اچھیاں، برائیوں کو روکتی ہیں۔"

بہن اس صورت میں غفلت و سہو سے توبہ ہو جائے گی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر ان کی زبان سے لات و عزیٰ کے نام ان جنوں کی تعظیم کے قصد سے نکلے ہوں تو یہ صراحتاً ارادہ اور کفر ہے، لہذا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ تہجد یا ایمان کے لئے کلمہ پڑھے اس صورت میں معصیت سے توبہ ہوگی۔

"صدقہ و خیرات کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے دوست کو جو کھیلنے کی دعوت دے کہ چونکہ ایک بڑی برائی کی ترغیب دی ہے، لہذا اس کے کفارہ کے طور پر وہ اپنے مال میں سے کچھ صدقہ کی راہ میں خرچ کرے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس نے جس مال کے ذریعہ جو کھیلنے کا ارادہ کیا تھا اسی مال کو صدقہ و خیرات کر دے اس سے معلوم ہوا کہ جب شخص جو کھیلنے کی دعوت دے گا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کرنے کا ہے تو یہ شخص واقعتاً کلمہ کا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔

قرآن کی قسم اٹھانے کا بیان

قرآن مجید کی قسم شرعاً قسم ہے، ولی الدنار المختار قال الکمال لا ینحی ان الحلف بالقوان الان معارف فیکون یمننا۔

دعوت میں ہے کہ کمال نے فرمایا کہ حق نے نہ کہ بدل قرآن پاک کی قسم تحارف ہوگی ہے لہذا یہ قسم قرآن مجید اسی میں ہے: لا ایمان منیۃ علی العرف لما تعارف الحلف بہ فیمین وما لا فلا۔

قسموں کی بناء پر ہے تو عرف میں جس چیز کی قسم تحارف ہو جائے تو قسم قرار پائے گی، اور جو تحارف نہ ہو قسم نہ ہوگی۔

(الدنار المختار، کتاب الایمان، مطبع مجتہبی دہلی)

حرف قسم کے اخفاء کا بیان

(وَقَدْ یُضْمَرُ الْحَرْفُ فِیْکُونُ حَالِقًا فَکَفَّیْهِ اللّٰهُ لَا أَقْلُ کَظًا) لِأَنَّ حَذْفَ الْحَرْفِ مِنْ عَادَةِ الْعَرَبِ یَجَازًا، ثُمَّ قِيلَ یُنْصَبُ لِانْتِزَاعِ الْحَرْفِ الْعَاضِ، وَقِيلَ یُخَفَضُ فَکُنْ

الْحُسْرَىٰ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُحْذَرِ، وَكَذَٰلِكَ قَالَ لِلَّهِ فِي الْمُخْتَارِ لَئِنْ الْكَافَىٰ كَذَلَّ بِهَا، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (أَمْتُمْ لَهُ). أَيْ أَمْتُمْ بِهِ.

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا قَالَ وَحَقَّ السَّيِّئُ فَلَيْسَ بِخَالِفٍ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَإِخْدَى الرُّوَاتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى.

وَعَنْهُ وَإِثْبَاتُ أُخْرَى أَنَّهُ يَكُونُ يَمِينًا لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ حَقِيقَتُهُ فَصَارَ كَمَا نَهَ قَالَ وَاللَّهُ الْحَقُّ وَالْحَلِيفُ مِنْ مَعَارِفِ. وَلَيْسَ أَنَّهُ يُزَادُ بِهِ طَاعَةُ اللَّهِ تَعَالَى، إِذْ الطَّاعَاتُ حَقُّهُ فَيَكُونُ حَلِيفًا بِغَيْرِ اللَّهِ، قَالُوا: وَلَوْ قَالَ وَالْحَقُّ يَكُونُ يَمِينًا، وَلَوْ قَالَ حَقًّا لَا يَكُونُ يَمِينًا، لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى، وَالْمُتَكْرِرُ يُزَادُ بِهِ تَحْقِيقُ الزَّوْعِدِ.

ترجمہ

اور کسی حرف قسم پشیدہ ہوتا ہے اور حالف ہی مضربن جاتا ہے۔ جس طرح کسی حالف نے کہا "اللہ لا اُفعلُ محذًا" کیونکہ اخذ رکے پیش نظر حرف قسم کو حذف کرنا اہل عرب کی عادت ہے۔ اس کے بعد یہ کہ کہ حرف قسم کے دخول کو حرف جر کے کرانے کے سبب نصب دیا جائے گا۔ جبکہ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس کو جردی چائے گی۔ تاکہ کسرہ حرف حذف پر دلالت کرے۔ اور حق و قول کے مطابق جب کسی نے اللہ کو تو یہ بھی قسم ہوگی۔ کیونکہ یہاں باء کولم کے عوض میں لایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یوم" جو کس معنی میں ہے۔

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور جب کسی نے دین اللہ کو تو قسم اٹھانے والا نہ ہوگا اور حضرت امام علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت میں سے ایک روایت کے مطابق یہ قسم ہوگی جبکہ دوسری روایت کے مطابق یہ قسم نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی صفات میں سے ہے اور وہ اس کا حق ہوتا ہے لہذا وہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی نے کہا اور اللہ تعالیٰ اور اس لفظ سے قسم کھانا عرف میں عام ہے۔

جبکہ فقہین کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حق سے اللہ کی اعانت منہوم ہے کیونکہ اعاعات اللہ کے حقوق میں سے ہیں۔ پس یہ غیر اللہ کی قسم ہوئے گی اور مضائقہ تھا نہ فرمایا ہے کہ جب اس نے اللہ کو تو یہ یقین ہو جائے گی اور جب اس نے ہٹا کہ ہے تو یقین نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور کمرہ ہے اور کمرہ سے مراد وعدہ مکمل کرنا ہے۔

فی صریح اور مضمر قسموں کی بعض اقسام کا بیان

فی صریح اور مضمر قسم "بھی مزید دوسروں میں تقسیم ہوتی ہے۔

اول:

وہ قسم ہے، جس پر "حرف لام" دلالت کرتا ہے، یہ "لام" یا تو حرف شرط "إِنْ" پر داخل ہوتا ہے، یا "قَدْ" پر اور یا اس فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے، جنوں تا کیہ شکیلہ کے ساتھ ہو، مغزیرین تمام اس طرح کے موارد میں "قسم" کو عقد کہتے ہیں، جیسے:

(لَئِنْ أَخَّرْجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَ لَئِنْ قَوْلُنَا لَا يَنْصُرُونَهُمْ . . .) (حشر، ۱۲)

(مناہین، مدینہ کے اہل کتاب سے اظہار ہمدردی اور ہمدردی کرتے ہوئے کہتے تھے، اگر تمہیں شہر سے نکالا گیا، تو ہم بھی تمہارے ساتھ شہر سے نکل جائیں گے، اور اگر تمہارے ساتھ جنگ کی گئی تو ہم بھی تمہاری نصرت میں جنگ کریں گے اور تمہاری مدد کریں) (آخر ان کریم نے فرمایا: "وہ اگر نکل بھی دیئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ہرگز ان کی مدد نہ کریں گے") (تَبْلُوتُ فِي أَقْوَالِهِمْ) (آل عمران ۱۸۶)

"یقیناً تم کوں کے لئے زہر آدیا جائے گا" اور (وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ) (البقرہ ۱۰۲) اور وہ یقیناً جانتے تھے کہ جو کوئی بھی یہ معاملہ کرے گا، اس کا آخرت میں اصل کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ان تمام آیات سے قسم (تقسیم) حذف ہوئی ہے، اور "وَاللَّهِ" تقدیر اموجود ہے، اور یہ لام جو کسی حرف شرط "إِنْ" پر داخل ہوتا ہے، جیسے: "بَلَقْنِ" اس کو "لَا مَوْعَلَةٍ يَ لَا مَوْعَلَةٍ" کہتے ہیں، کیونکہ یہ لام، سننے والے کو جواب کیلئے آدہا دہا کرنا ہے یا یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کے بعد سننے والا کلام، جواب قسم ہے، نہ کہ جواب شرط و جزاء، اور اس لام کو جسے جواب قسم، جواب شرط (جزاء) سے مشتق نہیں ہوتا ہے۔

"محقق سید رضی الدین استرآبادی "بیان کرتے ہیں۔

"جس جگہ کسی قسم حذف ہو اور اسے مقدر قرار دیا گیا ہو، وہاں یہ "لام" جس کو "لَا مَوْعَلَةٍ" کہتے ہیں، لایا جاتا ہے تاکہ قسم کے مقدر ہونے پر دلالت کرے، اور یہ بتائے کہ یہ جواب، جواب قسم ہے نہ کہ مذکورہ شرط کا جواب، اور یہ "لام" وہی "لام" تاکید ہے۔

کہ جنوں تا کیہ شکیلہ کی طرح جواب قسم پر آتا ہے، اور کیونکہ یہ دونوں تاکید کا قاعدہ دیتے ہیں، اسی طرح کی تاکید، جس کا قسم بھی قاعدہ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی یہ "لام مَوْعَلَةٍ" بھی نہیں لایا جاتا، اس کے باوجود بھی قسم مقدر ہوتی ہے، جیسے:

(وَإِنْ أَطَقْتُمْ بَوَاقِهِمْ لَكُمْ مُشْهِرٌ نَحْوُنَ) (الانعام ۱۲۱)

"اور اگر تم کوں نے ان کی اطاعت کی تو تمہارا شمار بھی مشرکین میں ہو جائے گا" اس آیت میں اگرچہ حرف شرط "إِنْ" پر

"لام مَوْعَلَةٍ" نہیں آیا ہے، پھر بھی قسم تقدیر اموجود ہے۔ (شَرْحُ الرُّسُي عَلَی الْكَافِيَةِ، ج 2، ص ۳۲۸-۳۲۹)

ابن ہشام بھی اس آیت:

(وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَنْ مَا يَصْنَعُونَ لَكُنْهُمْ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) (مائدہ ۷۳)

"اگر وہ اپنی اس رفتار (خداؤں کی حیثیت) سے باز نہ آئے تو ان میں سے کفر اختیار کرنے والوں کو دردناک عذاب آئے گا" کے مورد میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ جواب قسم کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے، اگرچہ حرف شرط پر "لام موقوفہ" نہیں آیا ہے۔ (عبداللہ ابن یوسف الانصاری، معروف بابن ہشام، "مُعْجَمُ الْكَلِمَاتِ عَنِ كُتُبِ الْأَعْلَاءِ"، ج ۲، بیروت، دار احیاء التراث العربی، بدون تاریخ، ص ۱۳۳)

سوال یہ ہے کہ کیا مفسرین نے "لام موقوفہ" کے ساتھ "قسم" کو وقفہ دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی چند آیات میں "قسم" کمانے کی بات ہوئی ہے، اور اس "لام موقوفہ" سے پہلے، خود فعل قسم یا اس کا کوئی قائم فعل، ماضی ذکر نہیں ہوا ہے، جیسے:

(وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنَ الْإِبِلِ الْأُمَىٰ)

(فاطر ۳۲)

"شرکین عرب نے اللہ کی قسم اور پختہ کھائی کہ اگر اللہ کی طرف سے اُنکی ہدایت کے لئے ذرا نہ والا کوئی پیغمبر آیا تو وہ یہود و نصاریٰ کی انتہوں میں سے ہر ایک سے بہتر ہدایت پائیں گے۔"

یہ آیت اور اُنکی مانند دیگر آیات میں جملہ "لَئِنْ جَاءَتْهُمْ" یا اسکا مانند کوئی اور جملہ، اس بات پر گواہ ہے کہ یہی جملہ وہ قسم ہے، جس کو انھوں نے قسم کے طور پر کھایا ہے۔

دوم:

غیر صریح قسم کی دوسری نوع، وہ قسم ہے کہ جو فعل قسم سے مشابہ الفاظ کے ساتھ کھائی جاتی ہے، اور یہ الفاظ خواہ اسما ہوں یا أفعال، فعل قسم کے قائم مقام قرار پاتے ہیں، جو، اصطلاح میں اس الفاظ کو جن کے ذریعہ قسم کھائی جاتی ہے، فعل قسم کہتے ہیں، اگرچہ حقیقت میں یہ الفاظ پیش فعل نہیں ہوتے، بلکہ یہی اسم ہوتے ہیں اور یہی فعل، لیکن کیونکہ زیادہ تر فعل ہوتے ہیں، اس لئے غالب حکم کو جاری کیا گیا ہے۔

(الْقَسَمُ فِي اللِّغَةِ وَفِي الْقُرْآنِ، الطبعة الأولى، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵)

قرآن کریم میں بھی بہت سے أفعال (اسما اور افعال) صریح فعل قسم کی جگہ کر ہوئے ہیں، اور خود جواب قسم کے علاوہ کوئی اور چیز، اس بات پر دلیل نہیں ہے، کہ یہاں قسم موجود ہے، اور یہ الفاظ فعل قسم کا قائم مقام قرار پائے ہیں، اگرچہ یہ مثال بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہاں فعل قسم مقدر ہو، اور یہ الفاظ، اس فعل قسم کے حذف ہونے پر قریب ہوں، لیکن کسی چیز کا حذف ہونا، اصل کے

خلاف ہے، اس لئے یہی کہی ہے کہ انہی سو جود الفاظ کو فعل قسم سے مشابہ اور قسم پر دلالت کرنے والا قرار دیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "اس طرح کی غیر صریح قسموں کو، ایسی قسم سے تعبیر کرتے ہیں کہ خود جس کا معنی، اُنکے قسم دینے پر دلالت کرے، جیسے: (وَإِنْ يَنْتَحِبُوا إِلَّا وَاِذْ هُمْ) (مریم ۷۷)

اور قسم سے کوئی کچھ نہیں ہے، جو محتمل میں داخل نہ ہو (اور اس سے عبور نہ کرے اور کیونکہ یہ کلام تاکید اور مصرع پر دلالت کرتا ہے، اس لئے "وَاللّٰهِ" کو وقفہ دیا گیا ہے۔ (جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، "الْإِتْقَانُ فِي غُلُومِ الْقُرْآنِ"، ص ۳۳، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، منشورات اشرف الرضی، بیزار عزیز، ص ۵۶)

وہ الفاظ جو "قسم" کا قائم مقام قرار پاتے ہیں، ان میں سے بعض، کافی زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے صریح فعل قسم کے نزدیک ہیں، اور بعض بہت ہی کم استعمال ہوتے ہیں، اور اس قلت کی وجہ سے اسلوب قسم سے شہ نہیں ہوتے ہیں، نیز ان أفعال میں سے بعض بقرآن کریم اور اس کے غیر میں بھی استعمال ہوئے ہیں، اور بعض فقط قرآن کریم میں آئے ہیں، اور بعض ملاء قرآن میں استعمال نہیں ہوئے ہیں، لہذا اس جہت سے یہ أفعال مختلف نوعیت کے حامل ہیں۔

(أَسْلُوبُ الْقَسَمِ وَاجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِجَالِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، ص ۱۶۶)

یہاں پر ہم فقط ان أفعال کو، جو قرآن کریم میں، فعل قسم "کی جگہ استعمال ہوئے ہیں، ہیوار اختصار بیان کرتے ہیں: بعض تشبہ فعل "قَسَمَ" اور "عَصَمَ" یبیین اور اِیْلَہ "کے الفاظ کو فعل قسم سے مشابہ الفاظ میں شمار کرتے ہیں، اور ان مذکورہ الفاظ کو قسم کے معنی میں صریح نہیں جانتے ہیں، اور یہ بھی ان أفعال سے اسلوب قسم میں تقلید استعمال کی وجہ سے ہے، کیونکہ لفظ "عَصَمَ" فقط ایک بار سورہ حجرات آیت ۷۲ میں، اور اسی طرح فقط "عَصَمَ" بھی ایک ہی بار سورہ قلم، آیت ۳۹ میں بطور "عَصَمَ" استعمال کیا گیا ہے، "قسم" کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، اور لفظ "ایْلَہ" کے ساتھ (فعل کی صورت میں) قرآن کریم میں دوبار استعمال کی گئی ہے۔

کی چیز کی طرف حرام کی اضافت سے قسم کا بیان

عبد عثمان بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت عیسیٰ بن علی علیہ الرحمہ لکھے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے مثلاً کہ کفلاں چیز مجھ پر حرام ہے تو کہہ دینے سے وہ شے حرام نہیں ہوگی کہ اللہ (عزوجل) نے جس چیز کو حلال کیا ہے اس کو حرام کر کے کس کے برتنے سے کہہ لاؤ؟ (یعنی یہ بھی قسم ہے۔) (تبيين الحقائق، کتاب الايمان، ج ۳، ص ۳۵۲)

جب کسی نے کہہ کہ حرام ہے، اگر میں وہ گاڑی چلاؤں فقہاء کرام نے اس طرح کے جملہ قسم کے حکم میں شمار کیا ہے۔ آپ کے کے مطابق انہوں نے یہ جملہ کہنے کے بعد گاڑی استعمال کر لی ہے جس کی وجہ سے ان کی قسم ٹوٹ گئی لہذا انہیں قسم کا کفارہ دینا چاہیے، اور اس طرح کے الفاظ کہنے سے توبہ کرنی چاہیے۔ جیسا کہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے لکھا ہے۔

قال رحمه الله (ومن حرم ملكه لم يحرم) ای من حرم على نفسه شيئا مما يملكه بان يقول مالى على حرام او لوبى او جارىعى فلانة او ركوب هذه الدابة لم يصحر محرما عليه لذاته لانه قلب المشروع وتغييره ولا قدرة له على ذلك بل الله تعالى هو المتصرف فى ذلك بالتبديل قال رحمه الله (وان استباحه كفر) ای ان اقدم على ما حرمه يلزمه كفارة اليمين لانه يتعقد به يمينا لفصار حراما لغيره .

(نص الحقائق ج 3 کتاب الايمان ص 436)

قسم کا کفارہ شریعت میں ایک خدام آزار کرنا، یا دس (10) مسکینوں کو حج و شام بیت بھر کھانا کھلانا، یا صبح و شام قسم پورے ایک دن کے کھانے کی قیمت دینا، یا دس (10) مسکینوں کو بدن و نکلنے کے موافق متوسط لباس دینا ہے۔ اگر کوئی شخص ان تمام کفاروں سے عاجز ہو تو اس کو چاہئے کہ تین دن سے دسپے روزہ رکھے۔ اگر روزوں کے درمیان بھی اس کو تکلیف سے روپیہ مل جائے تو اس کی امید ہو تو اس پر حسب تفصیل سابق تین چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار کتاب الايمان ج 3 ص 26 میں ہے۔

(و كفايته تحرير رقية او اطعام عشرة مساكين) كما مرفى الظاهر (او كسوتهم بما) يصلح للاساط وينتفع به فوق ثلاثة اشهر . (يستوعامة البدن وان عجز عنها) كلها (وقلت الاداء صام ثلاثة ايام ولاء والشرط استمرار العجز الى الفراغ من الصوم فلو صام المعسر يومين ثم) قبل فراغه ولو بساعة (ايسر) ولو بموت مورثه موسرا (لايجوز الصوم) ويستأنف بالمال . اور ج 2 باب الكفارة ص 895 میں ہے: او قيمة ذلك وان غداهم وعشاهم جاز .

اللہ کی قسم یا حلف اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ أَقْسِمُ أَوْ أَقْسِمُ بِاللَّهِ أَوْ أَخْلِفُ أَوْ أَخْلِفُ بِاللَّهِ أَوْ أَشْهَدُ بِاللَّهِ فَبُيِّنَ خِلَافُ) : لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَافُ مَسْتَعْمَلَةٌ فِي الْخِلَافِ وَهَذِهِ الصَّبغةُ لِلْحَالِ حَقِيقَةٌ وَتُسْتَعْمَلُ لِلِاسْتِقْبَالِ بِقَرْنَيْهِ فَبُيِّنَ خِلَافُ فِي الْحَالِ ، وَالشَّهَادَةُ بَيِّنٌ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (قَالُوا أَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ) ثُمَّ قَالَ (اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً) وَالْخِلَافُ بِاللَّهِ هُوَ

الْمَشْرُوعُ وَبَعِيْرُهُ مَحْظُورٌ لَقَصْرٍ إِلَيْهِ . وَلِهَذَا قِيلَ لَا يَخْتِاجُ إِلَى النِّيَّةِ وَقِيلَ لَا بُدَّ مِنْهَا لِاحْتِمَالِ الْعُدَّةِ وَالْإِيمَانِ بِغَيْرِ اللَّهِ .

ترجمہ

اور جب اس نے کہا کہ میں قسم اٹھا تا ہوں یا اس نے کہا کہ میں اللہ کی قسم اٹھا تا ہوں یا میں حلف اٹھا تا ہوں یا میں اللہ کا حلف اٹھا تا ہوں یا میں گوری دیتا ہوں یا میں اللہ کے نام کی گواہی دیتا ہوں۔ تو قسم اٹھانے والا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اللہ کا قسم کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ منہ بطور حقیقت حال کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور مستقبل کیلئے کرنے کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ پس کہنے والے کو اس حالت میں حلف قرار دیا جائے گا۔ اور شہادت قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ منافقوں نے کہا: تم کو اس دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ان منافقوں نے اپنی قسموں کو حلف بنا لیا ہے۔ اور اللہ کی قسم یہ مفروضہ شروع ہے جبکہ اللہ کی قسم سے روکا جائے گا۔ لہذا قسم کو اللہ کی قسم کی طرف پیچھ دیا جائے گا۔ اسی دلیل سے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ ان الفاظ میں نیت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے کے مطابق نیت ضروری ہے کیونکہ اس میں وعدہ اور غیر اللہ کی قسم کا احتمال ہے۔

شرح

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے کی کو بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم کوڑوں گا۔ اور اس کا کفارہ ادا کر دوں گا اس طرح اس چیز کو اختیار کروں گا جو بہتر ہو۔" (بخاری و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 593 مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کام کے بارے میں قسم کھاؤں کہ وہ کام نہ کروں گا مگر پھر سمجھوں کہ اس کام کو کرنا ہی بہتر ہے تو میں قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کروں گا اور اس کام کو کر لوں گا اس مسئلہ کی مثالیں آگے آئے والی حدیث کی تشریح میں بیان ہوگی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا کہ "عبداللہ بن عمر! سر داری کی خواہش نہ کرو (یعنی اس بات کی طلب نہ کرو کہ مجھے خدا کی عطا کردہ حاکم و سردار بنادیا جائے) کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں سر داری دی جائے گی تو تم اس سر داری کے سپرد کر دے پ و گے اور اگر غیبت طلب کے کہیں سر داری ملے گی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی، نیز اگر تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور پھر دیکھو کہ اس قسم کا خلاف کرنا ہی اس قسم کو پوری کرنے سے بہتر ہے، تو تم اس قسم کا کفارہ دے دو اور وہی کام کرنا جو بہتر ہو۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس چیز کو مکمل میں لاؤ جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔" (بخاری و مسلم)

"سر داری کی خواہش نہ کرو" کا مطلب یہ ہے کہ سر داری ویساست کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ سبک بہت ہی دشوار اور سخت ذمہ داری کی چیز ہے اس کے فرائض اور حقوق کی ادائیگی ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ صرف چند ہی لوگ اس کا بار اٹھانے کی

صاحبت رکھتے ہیں لہذا نسیں کی حرص میں جہلا ہو کر سرداری و سیاست نہ کر دیکھ کر اگر تم اپنی طلب پر سرداری و سیاست پاؤ
تے تو پھر تمہیں اسی کے ہر ذکر نہ جانے گا یا تمہیں کسی اس کے فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی
جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چہ طرف شرف و ہوا پر ہوں گے اور تم حقوق خدا کی نظروں میں بڑی بے ادبی کے ساتھ اس منصب
کے نااہل قرار دے دیے جائے گے، ہاں اگر بلا طلب تمہیں سرداری و سیاست کے مرتبے سے نوازا جائے گا تو اس صورت میں حق تعالیٰ
کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے معاملات انتظام و انصرام درست ہوں گے اور حقوق خدا کی
نظروں میں تمہاری بہت زیادہ عزت و وقعت ہوگی۔

"اور وہی کام کرو گے جو بہتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی گناہ کی بات پر قسم کھاؤ یا اس کو خدا کی قسم اٹھائیں
نہیں پڑھوں گے۔ یہ خدا کی قسم میں فساد شخص کو جان سے مار ڈالوں گا۔ یہ خدا کی قسم میں اپنے ہپ سے کھلم نہیں کروں گا۔ تو اس
صورت میں اس قسم کو توڑنا ایسا واجب ہوگا اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس
کے خلاف کرنا، اس سے بہتر ہو یا اس کو کفارہ دینا ہو جائے کہ "خدا کی قسم" اٹھائی ہوئی ہے ایک مہینہ تک صحبت نہیں کروں گا۔ یا اسی
طرح کی کسی اور بات پر قسم کھائی جائے تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ دینا بھی اولیٰ ہوگا۔ اس بارے میں زیادہ تفصیل ابتداء باب
میں گذر چکی ہے۔

یہاں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا
کر دینا چاہئے۔ جب کہ دوسری روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفارہ توڑنے کے بعد ادا کرنے چاہئے، چنانچہ اس مسئلہ پر تینوں
ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کر دینا جائز ہے لیکن حضرت امام شافعی کے ہاں یہ جواز اس تفصیل کے ساتھ ہے
کہ اگر کفارہ کی ادائیگی روزہ کی صورت میں ہو تو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر کفارہ کی ادائیگی عید الاضحیٰ کا روزہ
کرنے، یا تحقیق کو کھانا کھانے اور یا کپڑا پہنانے کی صورت میں ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی جائز ہوگی، حضرت
امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی کسی صورت میں جائز نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جن
احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے ان میں حرف وادھن جمع کے لئے ہے اس سے تقدیم کفارہ جائز ہے کہ مفہوم راویں ہے اور نہ تحقیق
وہ احادیث تقدیم کفارہ کو دلالت کرتی ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے
کہ اس کے خلاف کرنا ہی قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کفارہ ادا کرے اور اس کام کو کرے" (یعنی قسم توڑ
دے)۔ " (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم" اٹھانے میں سے کسی شخص کی اپنی قسم پر اصرار
کرنا (یعنی اس قسم کو پوری کرنے کی خاطر کرنا) جو اپنے اہل و عیال سے متعلق ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گناہگار بناتا

ہے نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑے اور اس کا کفارہ ادا کرے جو اس پر فرض کر دیا گیا ہے۔ " (بخاری و مسلم)
مطلب یہ ہے کہ اگر قسم توڑنے میں بظاہر حق تعالیٰ کے نام کی عزت و حرمت کی جنگ ہے اور قسم کھانے والا بھی اس کو اپنے
خیال کے مطابق کفارہ ہی سمجھتا ہے لیکن اس قسم کو پوری کرنے پر اصرار کرتا جہاں عیال کی کسی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے زیادہ گناہ
کی بات ہے اگلیاں اس حدیث کا مقصد بھی یہ واضح کرتا ہی کہ قسم کے برخلاف عمل کی بھدائی ظاہر ہونے کی صورت میں قسم کو توڑ دینا
اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

فارسی زبان میں قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سَوْ كُنْتُ مَخْجُومًا بِخُدَايَ يَمِينًا)؛ لَا تَلَهُ لِلْخَالِ وَلَوْ قَالَ
سَوْ كُنْتُ خُورًا قِيلَ لَا يَكُونُ يَمِينًا وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سَوْ كُنْتُ خُورًا بِمَلَقٍ زَمَ لَا
يَكُونُ يَمِينًا؛ لِقَدَمِ التَّعَارُفِ .

ترجمہ

اور جب کسی نے فارسی زبان میں "سو کھد مخجوم بخدای یمینا" کہا جس کا قسم اٹھانا تو یہ بھی قسم ہوگی کیونکہ یہ جملہ
حال کیلئے ہے۔ اور جب کسی نے سو کھد خورم بخدای کہا اور یہ نہ گناہ تو کیا قول کے مطابق یہ یحییٰ نہ ہوگی اور جب کسی نے فارسی
زبان میں سو کھد خورم بملق زام کہا تو یہ بھی قسم کی حلاقی کی سو قسم کھاؤں گا تو یہ بھی قسم نہ ہوگی کیونکہ اس طرح عرض نہیں ہے۔

قسموں کا دار و مدار الفاظ پر ہوتا ہے اغراض پر نہیں ہوتا قاعدہ فقہیہ

الايمان مبنية على الاطلا لا على الاغراض . (الاشباه)

قسموں کا دار و مدار الفاظ پر ہوتا ہے اغراض پر نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو
اُس کی زبان سے ادا کردہ الفاظ کا ہی اعتبار کیا جائے گا، ایہ نہیں ہو سکتا کہ وہ الفاظ کچھ اور ادا کرے اور پھر کہے کہ میری نیت یہ تھی یا
میری غرض ایسی تھی تو اس کی یہ تاویل باطل ہوگی۔ اس کا ثبوت احکام نکاح و طلاق اور کتاب النہی و ع کے ابواب میں عام ہے۔ اور اسی
طرح کتاب الفہر و میں بھی بہت سے احکام اسی سے مرتب ہوتے ہیں۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہیں نے راستہ میں ایک تابت بچھایا اور اس
پر بیٹھ کر اور یہ دون کا علاج کرنے لگا، حضرت ابوب علیہ السلام کی بیوی وہاں سے گزری تو اس نے پوچھا یا تم کیا کام میں جلتا
ہے اس شخص کا بھی علاج کر دو گے۔ اس نے کہا ہاں، اس شرط کے ساتھ کہ جب اس کو شفا دے دوں گا تو تم بہانہ کہ تم نے شفا دی ہے
اس کے سوا میں تم سے کوئی علاج طلب نہیں کرتا۔ حضرت ابوب علیہ السلام کی بیوی نے حضرت ابوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو
انہوں نے فرمایا تم پر انفس ہے یہ تو شیطان ہے اور اللہ کیلئے مجھ پر بڑا ہے کہ اللہ نے مجھے صحت دے دی تو میں جسیں سوکڑے

ماراں گا اور جب وہ رحمہ مست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ سے (سو) نگوں کا ایک ٹکڑا (جھاڑو) پکڑ لیں اور اس سے ماریں اور اپنی قسم بدلوئیں، بے شک ہم نے ان کو صابا پر یاد کیا وہ ایک ہی خوب بندے سے بہت زیادہ رجوع کرنے والے۔ (ص ۳۳)

لہذا حضرت ابوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو جھاڑو مار کر اپنی قسم پوری کر لی۔ (مختصر مشق ج ۵ ص ۱۰۸، دار الفکر بیروت) اس حکم سے معلوم ہوا کہ قسموں میں اللہ کا اعتبار کیا جاتا ہے یہ مسئلہ اگرچہ سابقہ شریعت کا ہے، اور اب اس طرح نہیں ہے لیکن تاہم استدلال صرف یہاں پر لائق کا ہے۔

قسم میں ایم اللہ کہنے کا بیان

قَالَ: وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ لَعَمْرُؤُا اللَّهُ وَآيَمُ اللَّهِ، لِأَنَّ عَمْرُؤَا بَقَاءُ اللَّهِ، وَآيَمُ اللَّهِ مَعْنَاهُ اَيَمُّنُ اللَّهُ وَهُوَ جَمْعُ يَمِينٍ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَاللَّهِ وَآيَمُ صِلَةٌ كَالْوَاوِ، وَالْخِلْفُ بِاللَّعْظَيْنِ مُتَعَارِفٌ.

ترجمہ

فرمایا۔ اور اسی طرح جب کسی نے "لَعَمْرُؤُا اللَّهُ" یا "آيَمُ اللَّهِ" کہا کیونکہ عمر اللہ سے مراد بقاء اللہ ہے اور ایم اللہ کا معنی ائمن اللہ ہے اور یمنین کی جمع ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی واللہ ہے اور ایم یہ داؤ کی طرح صلہ ہے اور ان دونوں الفاظ سے قسم اٹھنا متعارف ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہدایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر مجبویہ اور اسامہ بن زید کو اس کا امیر مقرر کیا، بعض لوگوں نے ان کی سرداری پر طعن کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر تم اس کی سرداری پر طعن کرتے ہو اس سے پہلے اس کے پ کی سرداری پر بھی طعن کر بیٹھے ہو قسم خود کی وادہا رت کا مستحق تھا اور لوگوں میں میرے نزدیک وہ زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد یہ (یعنی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح بخاری: جلد چہم: حدیث نمبر 1549)

صرتن دعا پر قسم کا فقہی مفہوم

وہ نوع جو قسم کے لئے قسم کئے گئے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے، اور وہ الفاظ جو قسم کے لئے وضع کئے گئے ہیں یا تو حرف ہیں، جیسے: (یا ہاتا اور واؤ) اور یادہ الفاظ فعل ہیں، جیسے:

(خَلَفْتُ، أَقْسَمْتُ، آلا اور ایتلی) اور یادہ الفاظ اسم ہیں، جیسے: (يَمِينٌ، اَيَمُنُ اور

عَمْرُ)۔

لیکن وہ الفاظ جو فقط قسم کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں اور قسم کے علاوہ معنی نہیں دیتے، وہ فقط فعل اکثمت اور اخلفت ہیں، اور قسم کے اثناء میں سے فقط یمنین اور ائمن اُس وقت قسم کا معنی دیتے ہیں، جب انکی اضافت فقط "الذنت" کی طرف ہو، لیکن اگر یہ فقط "الذنت" کے غیر کی طرف مضاف ہوں، تو قرینہ کے ساتھ قسم پر دلالت کریں گے، کیونکہ ان دونوں لفظوں (یمنین و ائمنین) کے صحیح معنی ہیں۔ (مشترکات جلد الفلاح ۱۹۹۲م، ص ۱۱۸)

اسی طرح لفظ "عمر" قسم کے لئے یمن کے زبر (تثنیہ) کے ساتھ آتا ہے، کیونکہ یہ صورت ایک دیگر دو صورتوں (عمر و عمر) کی نسبت خفیف اور آسان تر ہے، اور اس لحاظ سے کہ زبر عرب میں قسم کا استعمال بہت زیادہ ہے، اسلئے لفظ "عمر" کے لئے خفیف صورت کا اختیار کیا گیا ہے، یہ لفظ قرآن کریم میں اسی صورت میں فقط ایک بار استعمال ہوا ہے: (لَعَمْرُؤُا اِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ)۔ سورہ حجر آیت ۴۷ "اے محمد ﷺ آپ کی عمر اور زندگی کی قسم کہ یہ لوگ سخت غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔" بعض فخت شناس اس بات کے قائل ہیں کہ لفظ "عمر" فقط "الذنت" کی طرف مضاف نہیں ہوتا، کیونکہ اسکا معنی "زندگی اور حیات" ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے "زندگی اور حیات" کوئی معنی نہیں رکھتی ہے، کیونکہ وہ ایسی ذات ہے جس کا وجود آؤلی ہے، اور یہ لفظ اسکے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کیلئے حیات کا ہونا اور مقرر حق ہو جانا، قابل تصور ہو لیکن اگر اس لفظ "عمر" کا معنی "بقاء و دوام" قرار دیں تو اس صورت میں انکی اضافت ذات پر درکار عام کی طرف بلا حاک و شبہ کی مانع نہیں رکھتی، اسلئے ہم اس لفظ کا استعمال عربی اشعار میں "الذنت" کی طرف اذنت کے ساتھ دیکھتے ہیں، جیسے:

اِذَا رَضِيَتْ عَلَيَّ تَسُوْ قُتَيْبٍ لَعَمْرُؤُا اَعْجَبْتَنِي رَضَاهَا (ابو حسان اندلسی، البَحْرُ

المُحِيطُ فِي التَّفْسِيْرِ، ج ۶، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ جری، ص ۳۹۰)

"جب قبیلہ بوقریہ مجھ سے راضی ہو جائے گا تو اللہ کی بقاء و دوام کی قسم، انکار راضی ہونا مجھے خوب میں ڈالے گا۔"

یہ لفظ "عمر" زیادہ تر خطب کی ضمیر "کاف" اور یا متکبر کی ضمیر "یاء" کی طرف مضاف ہوتا ہے، اور اگر لام ابتداء، اس لفظ پر داخل ہو تو مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے، کیونکہ یہ لام، کلام کی صدارت اور ابتداء یا ہوتا ہے، اور اگر یہ لفظ عام ابتداء سے خالی ہو تو پھر یا مبتداء یا خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے، (اور مبتداء یا خبر میں سے کسی کو ترجیح حاصل نہیں ہے) اور یا بالفاظ عامہ ج کے حذف ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، جسے اصطلاحاً "مَنْصُوبٌ بِنَزْعِ الْخِلَافِ" کہتے ہیں اور حقیقت میں "اَقْسَمُ بِعَمْرٍو" تھا اور اس سے فعلی قسم اور حرف ج حذف ہو گئے ہیں۔ (محمد المختار الاسلامی، القسَم فی اللُّغَةِ وَفِي الْقُرْآنِ، الطبعة الأولى، بیروت، دار العرب الاسلامی، ۱۹۹۹م، ص ۳۶)

بعض اس بات کے قائل ہیں کہ صرتن اور طر پر قسم ہوتی ہے، جس میں فعل قسم حروف قسم اور مقسم بہ

(وہ ہر قسم کے ساتھ قسم کھاتی گئی ہو) ذکر ہوئے ہوں ، اور یا کم از کم ان امور میں سے اکثر ذکر ہوئے ہوں ، اس طرح سے کہ فعلی قسم حذف ہوگی ، اور دواۓ قسم اس فعل کے حذف ہونے پر دلالت کرے ، جیسے کہ قرآن کریم کی اکثر صریح اور عام قسموں میں اس طرح ہے۔ (مناع القطان ، مساجد فی علوم القرآن ، الطبعہ الرابعہ ، بیروت ، مؤسسۃ الرسالۃ ، ۱۳۹۶ ق ، ص ۲۹۳ ؛ شعبان محمد اسماعیل ، المذخّل للدراسۃ القرآن و الشیعہ و العلوم الاسلامیۃ ، ج ۱ ، الطبعہ الاولی ، مصر ، دار الانصار ، ۱۳۰۰ ق ، ص ۵۰۲)

نصر کذا و ظا قسم دو طرح کی ہوتی ہے

اول : قسم جو جسے خبر کی تاکید کیے آتی ہے ، اور اس خبر کی ، جو جواب قسم میں ہوتی ہے ، تاکید کرتی ہے ، اور قسم کی یہ نوع بہت زیادہ رائج اور مشہور ہے نیز کئی نوع قرآن کریم کی تمام صریح اور ظاہر قسموں کو شامل ہے۔
دوم : قسم جو جملہ انشائیہ کی تاکید کرتی ہے ، اور طبع ، سوال ، امر و نہی وغیرہ کیلئے آتی ہے ، اور قسم کی اس نوع کو " قسم استعاطی " بھی کہتے ہیں ، جیسے " بِاللّٰهِ هَلْ زِلْذَ قَائِمٌ ؟ " اور " قسم ، ہر صورت میں حرف " پاء " کے ساتھ آتی ہے اور عام استعمال بہت کم ہے ، نیز قرآن کریم میں اصلاً استعمال نہیں ہوئی ہے۔

عبداللہ اور یثاق اللہ سے العقاب قسم کا بیان

(وَكَلَّمَ قَوْلُهُ وَعَهْدَ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ لِأَنَّ الْمَعْهَدَ يَمِينٌ . قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ) وَالْمِيثَاقُ عِبَارَةٌ عَنِ الْمَعْهَدِ . وَكَلَّمَ إِذَا قَالَ عَلَى نَذْرٍ أَوْ نَذْرَ اللَّهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّ فَلَعَلَّهِ كَفَّارَةٌ يَمِينٍ)

ترجمہ

اور ای طرح : جب کسی نے عہد اللہ اور اس کا یثاق کہا (تو یہ بھی قسم ہوگی) کیونکہ عہد یمن ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ " یعنی حق عہد سے عبارت ہے اور ای طرح جب کسی نے کہا مجھ پر نذر ہے یا اللہ کی نذر ہے۔ (تو یہ بھی قسم ہوگی) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : جس شخص نے نذر مانی اور اس کو پورا نہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

قرآن کریم میں : اعلیٰ قسم سے مشابہ الفاظ " کا استعمال

"میثاق اور مؤثقیق " دونوں کا معنی " عہد یمن " ہے اور کیونکہ عہد یمن معمولاً قسم کے ساتھ ہوتے ہیں ، اسلئے وہ دونوں غلط بھی فعل قسم کی جگہ فرماتے ہیں ، اور قرآن کریم میں جس چند مورد میں قسم کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں ، جیسے :

(وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكُونُ لَهُ) ۱۶

" اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے ، جن کو کتاب دی گئی ، یہ بیان لیا کہ اس کتاب آسانی کے حقائق کو لوگوں کیسے بیان کرو گے ، اور ان کو نبیوں چھپا کر گے " اور ای طرح قرآن میں حضرت یعقوب کا قول حکایت ہوا ہے کہ :
(قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ) ۱۷
" حضرت یعقوب نے کہا : میں یہ سفر کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا ، جب تک تم میرے لئے خدا سے عہد یمن نہ کرو کہ اس کو میرے پاس واپس لاؤ گے "۔

یہودی یا نصرانی ہونے والے قول کے قسم ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالُوا إِنَّمَا هُمْ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ كَلَّا فَيُكْفَرُ بِهَذَا كُفْرًا كَثِيرًا لَّيْسَ بِإِيمَانٍ ، لَئِنْ شَاءَ جَعَلَ الشَّرْطَ عَلَيْنَا سَوَ عَلَى الْكَافِرِ فَقَدْ أَصْلَحَهُ وَاجِبٌ الْإِيمَانُ ، وَقَدْ أَتَيْنَا الْقَوْلُ بِمُؤْخَرٍ عَلَيْهِ لِيُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا كَمَا تَقُولُ فِي تَحْرِيمِ الْحَالِ . وَلَوْ قَالَ ذَلِكَ لَيْسَ عَرَفَهُ فَعَلَهُ هُوَ الْقَوْمُ ، وَلَا يُكْفَرُ إِغْتِيَابًا بِالْمُسْتَقْبَلِ .
وَقِيلَ يُكْفَرُ لَئِنْ شَاءَ تَجَبُّزٌ مَعْنَى لَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ هُوَ يَهُودِيٌّ . وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يُكْفَرُ لِيَمِينًا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَجِبُ ، وَإِنْ كَانَ عَنْدهُ أَنَّهُ يُكْفَرُ بِالْخِلَافِ يُكْفَرُ بِهِمَا ، لَئِنْ زَوَّيَ بِالْكَفَرِ حَيْثُ أَقْدَمَ عَلَى الْفِعْلِ .

ترجمہ

اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا کافر ہوں تو یہ قول قسم ہوگا کیوں کہ جب اس نے شرط کو کفر پر علامت قرار دیا تو اس نے مخلوف علیہ سے بچنا واجب سمجھا لیا اور اس کے قول کو یمن قرار دے کر یمن کی وجہ سے وجوب اعتبار کا قائل ہوتا ممکن بھی ہے جیسے حال کو حرام قرار دینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال کو حرام کرنا بھیجا ہے اور اگر حالف نے کسی ایک بات کے لیے یہ کہا ہو کہ وہ کر چکا ہو تو وہ یمن میں قسموں سے اور مستقبل پر قیاس کر کے حلف کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اس لئے کہ یہ تسبیح سے حکم میں ہے جیسے کہ اس نے کہا کہ وہ یہودی ہے۔ تو صحیح روایت کے مطابق ماضی و مستقبل دونوں میں اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے وہ یہ کہتا ہو کہ اس کا قول قسم ہے۔ اور وہ جب اس کو یہ علم ہو کہ اس کا قول قسم سے کافر ہو جائے گا تو دونوں حالتوں میں کافر ہو جائے گا کیونکہ اقدام عمل کے سبب وہ فرما رہا ہے کہ وہ چکا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر قسم ہے۔ لَئِنْ شَاءَ إِلَّا اللَّهُ یہ کام نہ کروں

گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیہ ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافر کا شریک، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت خلیں ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کی قسم تو ذی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا: "وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔" یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یوں اگر کہا تھا چاہتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اس نے جھوٹ کی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (رد المحتار، کتاب الایمان)

اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم اٹھانے کا بیان

حضرت ثابت ابن شبح کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کس نے کہا، اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ لگ نہ ہو ورنہ جس شخص نے (دینی میں) اپنے آپ کو چیز (مثلاً چھری وغیرہ) سے ہلاک کر لیا تو وہ قیامت کے دن اسی چیز کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، یعنی اگر کسی شخص نے چھری گھونپ کر خوشی کر لی تو قیامت میں اس کے ہاتھ میں وہی چھری دی جائے گی جس کو وہ اپنے جسم میں گھونپتا ہے، اگر جب تک کوئی تعاقب کی طرف سے نبوت کا حکم نہ ہوگا وہ مسلسل اسی مذہب میں جلتا رہے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو وہ (اصل گنہ کے اعتبار سے) ایسا ہی ہے جیسا کس نے اسے مسلمان کو قتل کر دیا ہو، اور اسی طرح جس شخص نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی تو گویا اس نے اسے مسلمان کو قتل کر دیا (کیونکہ کفر کی تہمت لگانا سب قتل سے بڑا کفر کی تہمت قتل کر دینے کی مانند ہے) اور جھوٹا دعویٰ کرے تو کس کے مال و دولت میں اضافہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں کمی کر دے گا۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 592)

حدیث کے پہلے جڑ کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے مثلاً یوں قسم کھائی کہ "اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی یا نصرانی ہوں، یا دین اسلام سے یا بتغیر اسلام سے اور یا قرآن سے بیزار ہوں۔ اور پھر اس نے اس کے برخلاف کیا یعنی قسم کھوٹی کر دی، یہی طور کس نے وہ کام کر لیا جس کے نہ کرنے کی اس نے قسم کھائی تھی تو وہ یہی یہودی و نصرانی ہو گیا یا دین اسلام یا بتغیر اسلام یا قرآن سے بیزار ہو گیا کیونکہ قسم دراصل اس کام کو روکنے کے واسطے ہوتی ہے جس کے لئے وہ قسم کھائی گئی ہے۔ لہذا قسم کا کچھ ہونا تو یہ ہے کہ قسم کھانے والا وہ کام نہ کرے اور اگر وہ اس کام کو کرے گا تو اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا تو لامحول ویسا ہی ہوگا جیسا کس نے کہا ہے۔ حدیث کے اس فقرہ "مقبوم" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا محض قسم کھانے کی وجہ سے اس قسم کو توڑنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس طرح کی قسم کھا کر ایک حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر اس قسم کو جھوٹی کر کے کفر کو کفر کو برضا و رغبت اختیار کرتا ہے۔ لیکن یہی احتمال ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بتانا ہو کہ اس طرح کی قسم کھانے والا واقعہ یہودی وغیرہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی مراد بخلاف یہودی ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو کر وہ شخص یہودیوں وغیرہ کی مانند مذہب کا مستوجب ہوتا ہے، چنانچہ اس کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ (من ترک اصولہ فقد کفر) (یعنی جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو

گیا) اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر دل کے عذاب سے مستوجب ہوتا ہے۔ اب یہی بات کس طرح قسم کھانا اگر چرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائی ہے تو کیا شرعی طور پر اس کو قسم نہیں گے اور کیا اس قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم اور حنفیہ اور حنفی علماء کا قول تو یہ ہے کہ یہ قسم ہے اور اگر اس قسم کو توڑا جائے گا تو اس شخص پر کفارہ واجب ہوگا، ان کو دلیل برابرہ وغیرہ میں منقول ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنے پر قسم کا اطلاق نہیں ہوگا یعنی شرعی طور پر اس کو قسم نہیں کہیں گے اور جب یہ قسم ہی نہیں ہے تو اس کو توڑنے پر کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا، ہاں اس طرح کہنے والا سخت گناہگار ہوگا خواہ وہ اپنی بات کو پورا کرے یا توڑ ڈالے

دوسرے مذہب کی قسم کے سبب کافر ہونے کا بیان

دینی میں لکھا ہے کہ (مذکورہ بالا مسئلہ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا (اس قسم کے برخلاف عمل کرنے کی صورت میں کافر نہیں ہو جاتا خواہ وہ اس طرح کا تعلق گذرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ سے ہو بشرطیکہ وہ اس طرح کہنے کے بارے میں قسم یا اس کا اعتقاد رکھتا ہو لیکن اگر وہ اس قسم کے ہونے سے لاعلم ہو اور اس اعتقاد کے ساتھ یہ الفاظ ادا کرے کہ اس طرح کہنے والا اپنی بات کو چھوڑا ہونے کی صورت میں کافر ہو جاتا ہے تو خواہ وہ اس بات کا تعلق گذرے ہوئے زمانہ سے ہو یا آنے والے زمانہ میں نہ نہیں کسی شرط کے پورہ ہونے کے ساتھ دونوں صورتوں میں کفر کو خود برضا و رغبت اختیار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

"اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ لگ نہ ہو" کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص یوں کہے "اگر میرا فلاں عزیز بخت یاب ہو جائے تو میں فلاں غلام آزاد کروں گا" جب کہ وہ فلاں غلام درحقیقت اس کی ملکیت میں نہ ہو تو اس صورت میں اس کی نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے، اگر اس کے بعد وہ غلام اس کی ملکیت میں ہی میں کیوں نہ آجائے ہاں اگر اس نے آزادی کو ملکیت کے ساتھ شرط کر دیا یعنی یوں کہہ کہ "اگر میرا فلاں عزیز بخت یاب ہو گیا اور فلاں غلام میری ملکیت میں آ گیا یا فلاں ام کو میں نے خرید لیا تو میں اس کو آزاد کروں گا" تو اس صورت میں وہ غلام ملکیت میں آنے کے بعد یا خریداری کے بعد اس کی نذر بمطابق آزاد ہو جائے گا۔

"تا اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو" یہاں کفر کے اعتبار سے دعویٰ کی علت و سبب کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر لوگ محض اپنے مال و دولت میں اضافہ کی خاطر جھوٹے وعدے کرتے ہیں مذکورہ (یعنی اتدقنی کی طرف سے اس کے مال میں کمی کی کر دی جانا) موجب ہوتا ہے وعدے کا ذکر وہ شخص فلاں و دولت ہی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہی ثر وہ ان لوگوں کے حق میں بھی مرتب ہوتا ہے جو اپنے احوال و فلاح اور کمالات کے بارے میں شخص اس مقصد سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ عام انسانوں کی نظروں میں ان کا جاہ و مرتبہ زیادہ سے زیادہ بڑھے۔

حالف کے غضب اللہ کہنے کا بیان

(وَكَوْ قَالِ اِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَعَلَىٰ غَضَبِ اللَّهِ اَوْ سَخَطِ اللَّهِ فَلَيْسَ بِحَلِيفٍ) لِأَنَّهُ دُعَاءٌ عَلَىٰ نَفْسِهِ ، وَلَا يَتَعَلَّقُ ذَلِكَ بِالْشَّرْطِ ؛ وَلَئِنَّ غَيْرَ مُتَعَارِفٍ (وَكَذَا إِذَا قَالَ اِنْ فَعَلْتَ كَذَا فَأَنَا زَانٍ أَوْ سَارِقٌ أَوْ شَارِبٌ خَمْرٍ أَوْ أَكَلٌ رِثًا) ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ تَحْتَمِلُ النِّسْخَ وَالتَّيْدِيلَ فَلَمْ تَكُنْ فِي مَعْنَى حُرْمَةِ الْإِسْمِ وَلَئِنَّهُ لَيْسَ بِمُتَعَارِفٍ .

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر میں اس طرح کروں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا وہ ناراض ہو تو یہ قسم نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے اپنے لئے بد دعا کی ہے۔ اور یہ قسم کسی شرط کے متعلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ معروف نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے کہا کہ اگر میں اس طرح کروں میں زانی ہوں یا میں چوروں یا میں شرابی ہو یا میں سود کھانے والا ہوں۔ (تو یہ بھی قسم نہ ہوگی) کیونکہ اشیاء میں نسخ و تبدیلی کا احتمال موجود ہے۔ پس یہ اللہ کے نام کی حرمت کے حکم میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ بھی قسم کے طور پر معروف نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ قسم نہیں اگرچہ ان کے ہونے سے گنہگار ہوگا جبکہ اپنی بات میں جھوٹا ہے اگر یہ کروں تو مجھ پر اللہ (عز و جل) کا غضب ہو۔ اس کی اہمیت ہو، اس کا عذاب ہو۔ خدا کا قہر ہوئے، مجھ پر آسمان پھٹ پڑے، مجھے زہن ٹلگ جائے۔ مجھ پر خدا کی مار ہو، خدا کی پٹیکار ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے، مجھے خدا کا دیدار نہ نصیب ہو، میرے وقت تک نہ نصیب ہو۔ (نفاوی بہرہ، ج ۲، ص ۵۴)

حالف کا کلام میں تاویل کرنے کا فقہی بیان

علامہ صابن قدس سرہ اللہ کہتے ہیں : ان کا کہنا ہے : اور جب وہ حلف اٹھائے اور اپنی قسم میں تاویل کرے، تو اگر وہ مظلوم ہے تو اسے تاویل کا حق ہے۔ اور تاویل کا معنی یہ ہے کہ : وہ اپنی کلام اسے مقصود سے جوڑ کر کے خلاف ہو، مثلاً وہ حلف اٹھائے کہ : وہ میرا بھائی ہے اور اس سے اسلامی بھائی مراد لے لے اس سے منہ پر کوئی اور بات یہ پھر جھوٹ اور رسوائی اور آستان کی بابت ہے کہ : اللہ کی قسم میں سے اس سے کچھ نہیں کھایا، اور نہ ہی میں نے اس سے کچھ لیا ہے۔ یعنی اس سے مراد بیٹے اور کھانے کے بعد جو باقی ہے وہ ہو یہ اور اس کے منہ پر جو صبح کے ذہن میں اسکا چیز لائے جو اس کے خلاف ہو، جب وہ اسے قسم اٹھائے گا کہ : تو یہ تاویل ہے کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور تاویل والی قسم اٹھانے والے کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی حالت : حلف اٹھانے والا مظلوم ہو مثلاً جہنم شخص اس کے چیز پر قسم اٹھائے اور اگر مظلوم شخص سچ بولے تو اس پر ظلم کرے گا، یا کوئی اور ظلم کرے گا، یا پھر مسلمان شخص کو اس سے ضرر حاصل ہو تو اس شخص کو تاویل والی قسم اٹھانے کا حق حاصل ہے۔

ابو داؤد رحمہ اللہ نے سید بن خلف سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ : "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ واک بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو انہیں اس کے دشمن نے پکڑ لیا چنانچہ لوگوں نے پریشان کیا کہ تم قسم اٹھاؤ، لہذا میں نے حلف اٹھا لیا کہ یہ میرا بھائی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، چنانچہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے سامنے یہ قصہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تم ان میں سب سے زیادہ بچے اور حسن سلوک کرنے والے ہو مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"

اور ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : "تو رہ میں جھوٹ سے آزاد ہے" لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اور صحیح ہے کہ یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے۔ (صحیح الادب المفرد، (857)

یعنی اس تو ریکہ آزادی اور اجازت ہے جو سامع کو کچھ ظلم کے خلاف معنی دے۔ محمد بن یسیر بن عمر اللہ کہتے ہیں : تو رہ کی حرکت کی بنا پر ایک عقل مند شخص کے لیے جھوٹ بولنے کو کوئی ضرورت نہیں، عقل مند کو خاص اس لیے یہ کیا ہے کہ وہ تاویل کرنے کی استطاعت رکھتا ہے، اس لیے اسے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوسری حالت : حلف اٹھانے والا ظالم ہو، مثلاً وہ شخص جسے قاضی اور حاکم اس کے پاس موجود حق پر قسم اٹھائے گا کہ : تو اس کی قسم طر ہر اظہار پر ہوگی جو قسم اٹھانے والا مراد لے رہا ہے، اور حلف اٹھانے والے کو تاویل کوئی فائدہ نہیں دے گی، لہذا مباحثی رحمہ اللہ کا قول یہی ہے، اس میں ہرے علم کے مطابق کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"میری قسم وہ ہے جس پر تجھے حیران ساقی چاہے" صحیح مسلم اور ابو داؤد۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قسم وہ ہے جو تم اٹھوانے والی کی نیت پر ہو۔ "اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ : قسم وہ ہے جو اس پر واقع ہو جس نے قسم اٹھائی ہے"

اور اس لیے کہ اگر تاویل کو نہ ذکر کیا جائے تو قسم کا معنی ہی باطل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ قسم کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ قسم اٹھانے والے کو جھوٹی قسم کے انجام سے خوفزدہ کیا جائے کہ وہ انکار کرنے سے رک جائے اور باز آجائے۔

اس لیے جب اس کے لیے تاویل جائز قرار دی جائے تو یہ قسم ہو جائیگا، اور تاویل حقوق سے انکار دیکھ بن کر رہ جائیگی، اس میں ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں۔

تیسری حالت : مذکورہ ظالم ہو اور نہ ہی مظلوم، امام کا حکم پر حکم ہے کہ : اسے تاویل کا حق حاصل ہے، روایت ہے کہ ان کے پاس بھٹا وہ اور مروزی اور ایک جماعت ان کے پاس تھی تو ایک شخص مروزی کو تلاش کرتا ہوا آیا لیکن مروزی اس سے کلام نہیں کرتا چنانچہ جہنم سمنا نے اپنی انکی اپنی پھٹلی میں رکھی اور کہا : یہاں مروزی نہیں ہے، اور پھر مروزی یہاں کیا کرے گا؟

اس کی مراد یہ تھی کہ وہ اس پھٹلی میں نہیں، اور ابو ہریرہ اللہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اور اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں : ایک

غص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سواری دیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے تو اس نے عرض کیا میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اونٹیاں جوان ہوتی جتنی ہیں؟

اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ یہ سب تاویل اور توریہ تھا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حق کا نام دیا اور فرمایا:

"میں حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔" (المعنی 9 / 420)

فصل فی الکفارة

یہ فصل قسم کے کفارے کے بیان میں ہے

کفارہ قسم فصل کی قسمی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب قسم کی تحریف و اقسام اور اس کے الفاظ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے قسم کے قبضہ احکام کو شروع کرنے سے پہلے کفارے کی فصل کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ روزہ اور دیگر کفارہ جات میں کفارے کا حکم آخر میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ کفارہ ہمیشہ طبعی طور مؤخر ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل کو توڑنے کے سبب سے لازم آتا ہے۔ لیکن یہاں اس فصل کی قسمی مطابقت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قسم اٹھانے کے بعد اس کو توڑنے یا نہ توڑنے سے پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ اس کا کفارہ کیا ہے کیونکہ بعض اوقات قسم کا توڑنا بہتر ہوتا ہے جیسا کہ آنے والے ابواب میں بیان کیا جائے گا۔ لہذا کفارے کی پکیان سے پہلی ضروری سمجھ جس کے سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے کفارے کی فصل کو ان تمام ابواب و فصول سے مقدم ذکر کر دیا ہے۔ جن میں کتاب الایمان کے متفرقہ و متوجع ایمان و احکام کو بیان کیا گیا ہے۔

کفارے کا لغوی معنی

کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کاویر کو گنہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اُس گناہ پر چھپا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی بکھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔ کفارہ کا لغوی معنی وہ نیکی کا کام کرنا ہے جو کسی پہلے سے کئے ہوئے برے کام کا عوض بن کر اس کو ڈھانپ دے یا قسم کرے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بہت سے ایسے گناہوں کا ذکر آیا ہے جن کے کفارے بیان گئے ہیں۔ مثلاً قتل خطا کا کفارہ، ظہر کا کفارہ، احرام کی حالت میں شکار کرنے کا کفارہ، نفوس روزہ توڑنے کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ اور کسی کو زنی کرنے کا کفارہ وغیرہ ان میں سے اکثر کفارے روں میں قدر مشترک 'غلام کو آزاد کرنا' ہے۔

قسم کے کفارے کا بیان

قَالَ (كَفَّارَةُ الْيَمِينِ عَقْدُ رَقَبَةٍ يُجْزَى لِيَهَا مَا يُجْزَى فِي الطَّهَارِ وَإِنْ شَاءَ كَسَا عَشْرَةَ مَسَاكِينَ كُلِّ وَاحِدٍ نَوْبًا فَمَا زَادَ، وَأَذْنَاهُ مَا يَجُوزُ فِيهِ الصَّلَاةُ وَإِنْ شَاءَ أَطْعَمَ عَشْرَةَ مَسَاكِينَ كَالْإِطْعَامِ فِي كَفَّارَةِ الطَّهَارِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ) الْآيَةُ، وَكَلِمَةُ أَوْ لِلتَّخْيِيرِ لَكَانَ الْوَجِبُ أَحَدَ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ.

ترجمہ

فرمایا: قسم کے کفارے میں ایک غلام کا آزاد کرنا اسی طرح کافی ہوگا جس طرح کفارہ ظہار میں کافی ہوتا ہے اور اگر وہ چاہے تو دس مساکین کا لباس پہنائے جو ہر ایک کا لباس یا اس سے زیادہ ہو اور اگر کم ہے کہ اس لباس میں نماز جائز ہو اور اگر وہ چاہے تو دس مساکین کو کھانا کھلائے جس طرح کفارہ ظہار میں کھانا کھانا جائز ہے۔ اور مسکین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ فَكَفَّارَتُهُ اَنْتُمْ عَشْرَةَ مَسْكِينٍ (الآیۃ) اس آیت میں لکھ "ان" اختیار کیلئے ہے لہذا اشیاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک چیز واجب ہے۔

کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی کہتے ہیں۔ کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو حقان فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو معمولاً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھانا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، کھجی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی نیک غذا کھاتے ہیں تو وہ دھونے یہ ہو، مختلف بھی نہ ہو اور نیک بھی نہ ہو، حتیٰ اور غریب کے درمیان ہو مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کچھ روٹی ہیں۔ جیسی جس کی درمیان حیثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، جس اور محمد بن حنفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بھرا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گھوہیں یا کچھ روٹی وغیرہ دے دینا، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گھوہیں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردودہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع گھوہوں کا کفارہ دس سے ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اپنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گھوہیں کا دے دے،

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی ہاشم بن عقیل شافعی ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبد اللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک گھوہیں یا مسکان سے دے دے، امام شافعی بھی کثیر فرماتے ہیں لیکن مسکان کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کھل (خاص پیانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے کہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو مسکین کے لئے ایک دھواں ابن ہدیہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گھوہیں کا ایک ہر مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ فقیر بن زرارہ کوئی ہے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ گھوہوں سے گواہ سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے مشککہا ہے واللہ اعلم،

پھر ان کے استاذ بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گھوہیں کا ایک دھواں باقی اناج کے دوہ

دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پانچ تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار دھوئے ہیں واللہ اعلم مترجم) یا ان کی کو کچھ اپنا دے، امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو کھانا کچھ پکڑا دے جس پر کچھ کے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کدہ ہے، پانچا ہے، جھہر ہے، چکری ہے یا سر پر لپٹنے کا روال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹی پی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ کافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی فدا کی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں نو پیس دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ فدا کو اس انہیں کچھ دے پھرتا ہے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح ہے کہ چار جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کرم سے کم اتنا اور ایسا کچھ روک اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ جی بفرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کچھ لہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جائگتے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک کچھ لہو ایک مسکین کو دے۔ امرا تہم غنی کا قول ہے ایسا کچھ لہو اور کارآمد ہو مثلاً خاف چادر وغیرہ کہ کدہ دوپٹہ وغیرہ ان سیران اور حسن دودھ پکڑے کہتے ہیں، سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابو موسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کچھ بخرجن کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردودہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کیلئے ایک عبا، یہ حدیث عرب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا موطن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہے، دونوں کفاروں کا سبب چاہے جدا گانہ ہے لیکن ہر ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ سے حکم ملنے کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا بھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونہ لی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ فام لونہ کی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دیا ایماندار اور موت ہے۔ جس ان تینوں کاسوں میں سے جو بھی کر لے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اگر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے کھل کھانا کھانا ہے۔ پھر اس سے قدر سے ہماری کچھ اپنا دے اور اس سے بھی زیادہ ہماری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے

روزے رکھ لے۔

معین بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے اور نہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پختی کے بعد جو کھانا تو ہوس کے کفارہ ادا کرے،

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے ہاں بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے ٹوٹنے کے کفارہ کے روزے پے درپے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں،

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے ام، مک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے درپے ہوں خود الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں آیت (فعلیہ من ایام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے درپے کا بخیرہ و عید کی قید نہیں اور حضرت ام شافعی نے آپ سے کہا کہ ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے درپے رکھنے پر پھل قویٰ احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصیام لثلثہ ایام متتابعات) ہے انھوں نے بھی کہا کہ قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا سوا قرأت کا ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تیسرے سے کہ روزے کی قرأت نہیں پس حکماً یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردودہ کی ایک بہت سی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار ہے خواہ گردن آزاد کر خود پکڑا بہن دے خواہ کھانکھ دے اور جو نہ پائے دے اور یہ سن کر تین روزے رکھ لے۔ پھر فرما تا ہے کہ تم جب تک کہ تو روزہ کو کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارہ کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکرگزاری کرو۔ (تیسرا بیان کثیر، ما کفارہ ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی نایاب کتاب "المغنی" میں نقل فرماتے ہیں۔ "فلو قیمت کفارہ میں کفارت نہیں کرتی، اور نہ ہی ہاس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فلو نہ کر دیا ہے بلکہ اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاہ کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاہ میں منحصر نہ ہوتا۔

(المغنی لابن قدامہ المقدسی 11 / 256)

ایشیاعلا شہ پر عدم قدرت کی صورت میں روزوں کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَتَقَدَّرْ عَلَى أَحَدِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ

رَحِمَهُ اللَّهُ: يُخَيِّرُ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ. وَلَنَا قَوْلُهُ أَنَّ مَسْئُودَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَصَيَّامٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ وَهِيَ كَالْخَبِيرِ الْمَشْهُورِ ثُمَّ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ فِي بَيَانِ أَذْنَى الْكِسْفَةِ مَرْوِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ أَذْنَاهُ مَا يَسْتُرُ عَامَّةً بَدَنَهُ حَتَّى لَا يَجُوزَ السَّرَّابِيلُ، وَهُوَ الصَّحِيفُ لِأَنَّ لَابِسَهُ يُسَمَّى عُرْثَانًا فِي الْأُغْرَفِ، لَكِنْ مَا لَا يُجْزِيهِ عَنِ الْكِسْفَةِ يُجْزِيهِ عَنِ الطَّلَعِ بِأَعْيَانِ الْقِيَمَةِ.

ترجمہ

فرمایا جس اور اگر وہ تینوں اشیاہ میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ مسلسل تین روزے رکھے۔ اور حضرت ام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے اس کا اختیار دیا جائے گا۔ (تسلل یا عدم تسلل میں)

حضرت عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے کہ وہ تین مسلسل روزے رکھے اور میں ۸۱ روزے نزدیک جنت ہے۔ اور یہ حکم خبر مشہور کی طرح ہے۔ پھر کتاب میں کم از کم کپڑے کا بیان کیا گیا ہے جو امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے۔

شیخین کے نزدیک کم از کم کپڑا یہ ہے جو عام طور پر بدن کو ڈھانپے حتیٰ کہ سرواہل جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ صرف شہوار پہننے کو عرف میں نکلا کہتے ہیں۔ اہلست قیمت کے اعتبار سے جو مقدار پہننے کیلئے کافی نہ ہو وہ کھانے کے اعتبار سے کافی ہے۔

قسم کے روزوں میں عدم تسلل میں فقہ مالکی و شافعی کا بیان

قسم کے کفارہ میں رکھے جانے والے تین روزے تسلل کے ساتھ رکھنا واجب نہیں، اگر کسی شخص نے عیدہ و عیدہ بھی رکھ لیے تو ادا ہو جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق ذکر کیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تمہارا عذر اذہ نہیں کرتا، لیکن اس پر عذر اذہ فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کر دو، اس کا کفارہ دس متتابعوں کو کھانا دینا ہے اسطرح دے گا جو اپنے گھر والوں کو کھلائے دے یا ان کو کپڑا دے، یا ایک قدم یا لوزی آذر کرنا، ہے، اور جو کوئی نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ: ۸۹)

ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "المحلی" میں کہتے ہیں اگرچہ کہ تو تین روزے عیدہ و عیدہ رکھنے سے ادا ہو جائیگا امام مالک، ابی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تفریق سے تسلل کو ماحس نہیں کیا تو جس طرح میں روزے رکھے جائیں ادا ہو جائیگا۔ (المحلی لابن حزم 6 / 345)

کہہ دے کہ تم پر مقدم کرنے پر عدم کفایت کا بیان

(وَأَنَّ لَقَدْ كُفِّرَ عَلَى الْوَحْيِ لَمْ يُعْجِرْ) وَقَالَ السَّالِفِيُّ: يُعْجِرُهُ بِالنَّالِ لِأَنَّهُ أَذَاهَا بَعْدَ السَّبِّ وَهُوَ الْيَمِينُ فَالْشَّبَّ الْكُفْرَ بَعْدَ الْجَوْحِ. وَلَكِنَّا الْكُفْرَ لَسَبِّ الْجَنَابَةِ وَلَا جَنَابَةَ هَاهُنَا. وَلَكِنَّهُ سَبَّبَ لِأَنَّهُ مَانِعٌ غَيْرُ مُفْضٍ، بِخِلَافِ الْجَوْحِ لِأَنَّهُ مُفْضٍ. (فَمُ لَا يَسْتَرِدُّ مِنَ الْيَمِينِ) يُلَوِّغُوهُ عَدْلَةً.

ترجمہ

اور اگر اس نے کفر سے کہ تم پر مقدم کیا تو وہ کافی نہ ہوگا۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ دل کے ساتھ ادا ہوگی وال کفار کا کافی ہوگا کیونکہ وہ سب کے بعد ادا ہوا ہے۔ اور وہ یمن ہے جس وہ زخم کے جدا والے کفار کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہمارے نزدیک یہ کفارہ جنابت کو چھپانا ہے اور یہاں جنابت کوئی نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی سبب ہے کیونکہ اس کا نفع اس کی طرف منطقی نہیں ہے بخلاف زخم کے کیونکہ وہ منطقی ہے۔ اس کے علاوہ سکین سے ستر دہ ہوگا کیونکہ وہ صدقہ واقع ہوا ہے۔

تمام مال صدقہ کرنے والے کفار میں نماہب اور بچہ

یہ ضروری اس کا سارا مال اور بچی ہو تو اس زلیخہ کا ایک تہائی حصہ صدقہ لگانا کافی ہوگا، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے اور کچھ اہل علم نے سارا مال ہی صدقہ کرنا واجب قرار دیا ہے، جن میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "جس شخص نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر دیا ہو تو اس کا ایک تہائی حصہ ادا کرنے سے ادا ہوا جائے گا، امام زہری اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "ذکوۃ والا مال سارا صدقہ کرے گا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "وہ اپنا سارا مال صدقہ کرے گا: کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی نذر دی ہو تو وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے" اور اس لیے بھی کہ وہ اطاعت کی نذر ہے لہذا اسے پورا کرنا لازم ہے، مثلاً اگر نذر دے کی نذر۔ اور اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جب اگر وہ بدعتی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میری توبہ میں ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالہ بدعتی اللہ تعالیٰ کو فرمایا: "تجھے اپنی تہائی حصہ صدقہ کرنا ہی کافی ہو جائے" (حدیث ابوالہیٰ نے مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر (3439) کی تخریج میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور کچھ بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میری توبہ میں یہ بھی ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کرتا ہوں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: اپنا کچھ مال رکھ لو "شقی علیہ۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے: "تیرے لیے ایک تہائی حصہ" (کا صدقہ کرنا) کافی ہو جائے گا۔ (المشقی لابن قدامہ المقدسی (11 / 340)

معنی یہ ہوا کہ: اگر نذر دیا ہو تو میں سارے مال کو اپنے اندر مو لے تو اس کا حکم اس شخص کا حکم ہوگا جس نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر دیا ہو تو اس کے لیے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا کافی ہوگا۔

"مست میں ہے کہ جس شخص نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر دیا ہو اس کے لیے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا کافی ہوگا، کیونکہ سارا مال صدقہ کرنے میں ضرر ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ (6 / 188)

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "اور جب کوئی شخص اپنے مال میں سے کوئی عین یا مقدار مثلاً ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر دے تو امام احمد سے روایت کیا جاتا ہے کہ: اس کا ایک تہائی یا چار بڑے: کیونکہ اس نے مال صدقہ کرنے کی نذر دیا ہے، تو اس کے لیے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا کفایت کر جائیگا سارے مال کی طرح ہے۔

اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ سارا ہی صدقہ کرے، کیونکہ اس نے وہ مال نذر دیا ہوا ہے، اور وہ فعل نیک و صالح اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہے لہذا اسب نذر دیاں اشیاء کی طرح اسے بھی پورا کرنا لازم ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور جزیل فرمان کے عہد کی پاموشی: وہ نذر دین کو پورا کرتے ہیں۔ (الاسنان. (7)

اختلاف تو اسے مال میں ہے کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے، اور اس لیے بھی کہ سارا مال صدقہ کرنے میں ضرر لاحق ہوتا ہے، لہذا یہ کہ یہاں اگر نذر دیا ہو تو اس مال میں اپنے اندر رسول کے پورا کرنا لازم ہے، اور اللہ تعالیٰ (11 / 340)

معصیت کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ مِنْ أَنْ لَا يُصَلِّيَ أَوْ لَا يُكَلِّمَ أَبَاهُ أَوْ لِيَقْتُلَ فَلَانَا يُبْعِي أَنْ يُسْجَبَ نَفْسَهُ وَيُحْجَرُ عَنْ يَمِينِهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ خَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَزَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ لِمَنْ يُحْجَرُ عَنْ يَمِينِهِ) "وَلَا يَزَالُ فِيمَا فَلَنَاهُ تَقْوِيَتُ الْبِرِّ إِلَى جَانِبِهِ وَهُوَ الْكُفْرَةُ وَلَا جَانِبَهُ لِلْمَعْصِيَةِ فِي حُدُودِهِ.

ترجمہ

فرمایا اور جس شخص نے معصیت کی قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا یا وہ اپنے باپ سے کلام نہ کرے گا یا فلاں کو قتل کرے گا مناسب ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑ دے اور یمن کا کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ یہی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور پھر اس کے سوا میں بھڑکی دیکھے تو میں اس طرح کرے جو اس کیلئے بہتر ہو، وہ وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اور اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ جبر کے سبب نیک کافوت ہوتا ہے اور وہ کفارہ ہے اور معصیت میں کوئی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی ضد میں (نقصان کو پورا کیا جاسکتا ہے)

شرح

حضرت عائشہ کبریٰ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کسی نے ذرا کراچہ کرنا چاہا تو بڑھیں ہے اور اس نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ جیسا ہے۔ (پورا ذکر ترمذی سنن ابی داؤد حاکم شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 607)

یہ حدیث اس مسئلہ میں حضرت امام عظیم ابو حنیفہ کے مسک کی دلیل ہے اور حضرت امام شافعی کے مسک کے برعکس ہے۔

حضرت زہد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جرم اور اشعاروں کے قبیضوں کے درمیان لمبائی چارہ اور دو تکی ہم ایہودی شہری کے پاس تھے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، بنی تیم کا ایک شخص ان کے پاس تھا جس کا رنگ سرخ تھا اس کو کھانے سے بدایا تو اس نے کہا کہ میں اسے ان کو نہ کھاتا کھاتے ہوئے دیکھا ہے تو میری حیثیت خطر ہو گئی میں نے قسم کھائی کہ مرغی نہیں کھاؤ گا، انہوں نے کہا کہ انھیں تم چھ سے اس کی بابت حدیث بیان کروں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند اشعاروں کے ساتھ سواری مانگنے کے لئے آیا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تمہیں سواری نہیں کروں گا، اور وہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس پر میں تم کو سوار کروں، بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاں نصیحت کے اذیت آئے آپ نے ہوسے متعلق یہ وقت فرمایا کہ اشہری کہاں ہیں اور ہمارے لئے پانچ اونیس دینے کا حکم دیا، جب ہم چپے تو ہم نے کہا کہ ہم نے کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ہم سواری نہیں دیں گے اور نہ ان کے پاس کوئی سواری ہے، جس میں ہمیں سوار کریں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سواری عنایت کی شاید ہم قسم بھول گئے، خدا کی قسم اس صورت میں ہم لوگ فلاح نہیں پائیں گے ہم لوگ آپ کے پاس واپس لوٹے تو ہم لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس سواری کی غرض سے آئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کو سواری نہیں دیں گے، اور نہ آپ کے پاس کوئی چیز ہے جس پر آپ سوار کریں آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں سواری نہیں کی لیکن اللہ نے تمہیں سواری کیا، بخدا میں بات پر قسم کھاتا ہوں اور اس کے سوا دوسری بات میں بھائی ہو تو میں اس صورت کو اختیار کرتا ہوں جو بہتر ہے اور میں قسم تو دیتا ہوں صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1570

امام زہبی رحمہ اللہ نقلی "الکھار" میں لکھتے ہیں "ممنونوں کے ہاں یہ بات فیصلہ شدہ اور مقرر ہے کہ: جس شخص نے بھی بغیر بیماری اور غرض (یعنی بغیر شرعی عذر) کے رمضان المبارک کا روزہ ترک کیا تو وہ شخص زانی اور شراب نوش سے بھی زیادہ بدتر ہو جائے، بلکہ اس کے اسلام میں ہی شک کرتے ہیں، اور اس کے زندہ باقی اور محرف ہونے کا گمان کرتے ہیں۔

(الکھار للذهبی: (64)

بعض لوگوں نے حال چاروں کو اپنے آپ کو حرام کر لینے کی قسم کھا رکھی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں قسم کا حکم بھی بیان فرمایا کہ اگر کسی شخص کی زبان سے جدا ارادہ کا لفظ نکل گیا ہے تو اس کی پابندی کرنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی قسم

کوئی مواد نہ ہوگا، اور اگر جان بوجھ کر کسی نے قسم کھائی ہے تو اسے توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے، کیونکہ جس نے کسی نصیحت کی قسم کھائی ہو اسے اپنی قسم پر قائم نہ رہنا چاہیے

کافر کے قسم اٹھانے کا بیان

(وَأَذًا خَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَيَّ فِي حَالٍ كُفْرِهِ أَوْ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَلَا حَيْثَ عَلَيْهِ) لَا تَكْفَرُ بِأَهْلِ الْيَمِينِ لِأَنَّهُمَا تَعْتَدُ لِعَقَابِ اللَّهِ تَعَالَى، وَمَعَ الْكُفْرِ لَا يَكُونُ مَعْتَقًا وَلَا هُوَ أَهْلُ الْكُفَارَةِ لِأَنَّهُمَا عِبَادَةٌ.

ترجمہ

اور جب کسی کافر نے صرف اٹھایا یہ حالت کفر میں رہا ہو گیا یا اسلام لانے کے بعد حادث ہوا تو اس پر قسم توڑنے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ یہ یمنین کے اہل نہ ہوگا اس لئے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے عقد سے اٹھائی جاتی ہے۔ جبکہ کفر کے ساتھ اس کی تعظیم نہ ہوگی اور کفار کے اہل میں سے اس نے نہیں ہے کیونکہ وہ عبادت ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص قسم کھائے اور قسم میں لات وغیرہ کا نام سے تو اسے لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جو میں تو اس کو مدد دیتا چاہیے (تاکہ اس کے قولی گنہگار کفارہ ہو جائے)۔ صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1571

اپنے اور غیر ملکیت چیز کو حرام کرنے کی قسم اٹھانا

(وَمَنْ حَرَّمَ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا وَعَلَيْهِ إِنْ اسْتَبَاحَهُ كَفَّارَةٌ يَغْيِرُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِأَن تَحْرِيمَ الْحَالِ قَلْبُ الْمَشْرُوعِ فَلَا يُعْتَدُ بِهِ تَصَرُّفٌ مَشْرُوعٌ وَهُوَ الْيَمِينُ.

وَلَسْنَا أَنَّ اللَّفْظَ يُبَيِّنُ عَنْ إِبْطَالِ الْحُرْمَةِ، وَقَدْ أُمِّكِنَ إِعْمَالُهُ بِثُبُوتِ الْحُرْمَةِ لِيَغْيِرَ بِإِبْطَالِ مُوجِبِ الْيَمِينِ قِيَصَارَ إِلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا فَعَلَ مِمَّا حَرَّمَهُ قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا حَيْثُ وَوَجَبَتْ الْكُفَّارَةُ وَهُوَ الْمَعْنَى مِنَ الْإِسْتِبَاحَةِ الْمَذْكُورَةِ لِأَنَّ التَّحْوِيمَ إِذَا كُنَتْ تَسَاوَلَتْ كُلَّ جُزْءٍ مِنْهُ.

ترجمہ

اور جس شخص نے اپنے اوپر ایسی چیز کو حرام نہیں کیا جو اس کی ملکیت میں ہے۔ تو وہ چیز اس پر حرام نہ ہوگی اور اس نے اس کے ساتھ احابت والا سلوک کیا تو اس پر حرم کا کفارہ واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ حلال کو حرام کرنا یہ قلعہ شروع ہے۔ اور قلعہ شروع میں اشرف شروع و منتقل نہیں ہوتا اور وہ حرم ہے۔

ہمارے نزدیک اثبات کا لفظ حرمت کی خبر دینے والا ہے۔ اور حالانکہ اس لفظ کے ساتھ حرمت کو ثابت کرنا ممکن ہے کیونکہ موجب حین کا بغیر بھی ثابت کرتا ہے تو لہذا یہ بھی اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جب اس نے حرم کے گئے کام کو کر لیا تو عانت ہو جائے گا خواہ اس نے کم کیا یا زیادہ کیا ہو۔ اور اس پر کفارہ واجب ہے۔ اور مذکورہ اس حدت کا حکم یہی ہے کیونکہ جب حرمت ثابت ہو جائے تو وہ چیز کے ہر جزء کو شامل ہوتی ہے۔

شرح

صاحب فتاویٰ قاضی خان لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ "میں فلاں کو اس گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ قسم کھانے والے کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زنا یا منع کیا اور ملا منع نہ کیا، پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہو گیا تو قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زنا یا اور علی دونوں طریق سے حسب طاعت منع کرتا اور اگر وہ گھر میں قسم کھانے والے کی ملکیت نہ ہو تو اس کو زنا یا منع کیا اور ملا منع نہ کیا حتیٰ کہ اگر وہ شخص اس مکان میں داخل ہو گیا تو حانت نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خان، ج ۲، ص ۲۹۶، مکتوب)

اپنے اوپر ہر حلال چیز کو حرام قرار دینے کی قسم اٹھانا

(وَلَوْ قَالَ كُلُّ جِلٍّ عَلَيَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ غَيْرَ ذَلِكَ) وَالْإِنْسَانُ أَنْ يَحْتَكِمَا فَرَعٌ لَأَنَّهُ بَأْسَرُ فِعْلًا مَبْتِئًا وَهُوَ النَّفْسُ وَنَحْوُهُ، هَذَا قَوْلُ زَكَرِيَّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. وَجِبَهُ لَا يَسْتَحْسِنُ أَنْ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الْيَرَى لَا يَتَحَصَّلُ مَعَ اخْتِيَارِ الْعُمُومِ، وَإِذَا سَقَطَ اخْتِيَارُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ لِلْعُرْفِ فَإِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِيمَا يَتَأَوَّلُ عَادَةً. وَلَا يَتَأَوَّلُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِالْبَيِّنَةِ لِإِسْقَاطِ اخْتِيَارِ الْعُمُومِ. وَإِذَا نَوَّاهَا كَانَ إِلَيْكَ وَلَا تَصْرَفُ الْيَمِينُ عَنِ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ، وَهَذَا كُلُّهُ جَوَابُ ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ.

وَمَسَائِدُ خُصْنَا قَالُوا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ عَنْ غَيْرِ بَيِّنَةٍ لِفَعْلِهِ لِإِسْتِعْمَالِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَكَذَا

بِسْمِیْ فِی قَوْلِهِ حَرَامٌ یُرْوَى حَرَامٌ لِلْعُرْفِ. وَاحْتَلَفُوا فِی قَوْلِهِ هَرَجَهِ بَرْدَسْتُ رَاسَتْ کَبِیرُ یُرْوَى وَخِیَارٌ أَنَّهُ هَلْ تَشْتَرِطُ الْبَيِّنَةُ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ يُجْعَلُ عِلَاقًا بَيْنَ غَيْرِ بَيِّنَةٍ لِلْعُرْفِ.

ترجمہ

اور جب اس نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے اور پینے کی اشیا کو شامل ہوگی۔ ہاں البتہ جب وہ شخص ان چیزوں کے سوا کی نیت کرے۔ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یہ کہنے کے ساتھ فوری طور پر حانت ہو جائے کیونکہ اس نے اس کے بعد ایک عمل مباح سر انجام دے دیا ہے۔ اور اس لئے وہ غیر وہاں ہے۔

حضرت امام زعفران علیہ الرحمہ کا قول یہی ہے۔ جبکہ اخصان کی دلیل یہ ہے کہ قسم کا مقصد یعنی اس کو پورا کرنا عموم کے معتر ہوئے ہوئے حاصل نہ ہوگا۔ اور جب عموم کا اعتبار ساتھ ہو جائے گا تو عرف کے سبب قسم کو کھانے پینے کی چیزوں کی طرف پھیر دیا جائے گا البتہ یہ قسم بغیر نیت کے عورت کو شامل نہ ہوگی کیونکہ اس میں عموم کا اعتبار ساقط کر دیا گیا ہے تو جب قسم اٹھانے والے نے بوی کی نیت تو یہ یاد ہو جائے گا۔ البتہ کھانے پینے کے اشیاء سے قسم کو پھر انہیں جائے گا اور طے ہر روایت کے مطابق یہی حکم ہے۔

ہمارے فقہاء میں کچھ نے فرمایا ہے کہ غلبہ استعمال کے سبب بغیر نیت کے بھی اس جملے سے عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ لہذا اس کے جملے "حلال مجھ پر حرام ہے" سے عرف کے سبب طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس کے قول ہر چہ بدست کبیر بروئے حرام "یعنی جو چیز میری دائیں ہاتھ میں ملوں وہ مجھ پر حرام ہے" میں شش کا تقاضا ہے اختلاف کیا ہے کہ اس سے طلاق حلال کی نیت شرط ہے جبکہ ظاہر روایت کے مطابق نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ عرف یہی ہے۔

شرح

جب عموم کا اعتبار ساقط ہو جائے گا تو عرف کے سبب قسم کو کھانے پینے کی چیزوں کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ قاعدہ فقہیہ اس کا بعد کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی معاشرے میں عمومی اعتبار کا ساتھ کر دیا گیا ہو یہ وہی طرح رائج ہی نہ ہو تو وہاں قسم کی کھانے پینے کی اشیا کی طرف پھیر دیا جائے گا اور خالف کے قول سے کھانے پینے کی چیزیں مراد ہوں گی۔

﴿نذر کا بیان﴾

قرآن کے مطابق نذر کا بیان

(۱) وَمَا انْتَقِصَمُ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

(بقرہ ۲۰۷)

جو کچھ خرچ کر یا منت لاؤ، اللہ (عز و جل) اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

مشہور ہوگی۔

اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی معصیت و نافرمانی کی نذر مانے مثلاً زنا کاری، یا شراب نوشی، یا چوری، یا ختمیہ کا دن جڑ پکڑے کسی کا قاتل کا کرنا، کسی کے ساتھ قطع رحمی کرنے کی، یا بغیر کسی شریک مانے کسی کے گھر میں نہ جانے کی، یا تو سب نذر میں لے لیں جو تہہ جو تہہ ان کا پورا کرنا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے، بلکہ اسے اپنی نذر کے کفارہ میں قسم کا کفارہ اور کرنا چاہیے، اس قسم کی نذر پوری نہ کرنے کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

عن عروسی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کی حاجت و فرما نہ برداری کی نذر دینی وہ اللہ تعالیٰ کی حاجت و فرما نہ برداری کرے، اور جس نے س کی نافرمانی اور معصیت کرنے کی نذر دینی تو وہ اس کی نافرمانی و معصیت نہ کرے"

اسے بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے، اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معصیت و نافرمانی کی نذر میں کوئی وفا نہیں۔" (صحیح مسلم حدیث نمبر: 3099)

بروزہ نذر جو شخص کے متصادم ہو

جب مسلمان شخص کوئی نذر مانے، اور اسے علم ہو جائے کہ اس کی نذر صحیح نہیں جس میں امر یا نہی کے متصادم ہے تو اسے نذر پورا کرنے سے باز رہنا چاہیے، اور اس کے بدلے اسے قسم کا کفارہ دکرنا چاہیے اس کی دلیل بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

زوائد بن جبر بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میں نے نذر دینی ہے کہ چوری نہ کرے ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا اور یہ عید الاضحیٰ کے دن کے موافق ہو گیا ہے؟

تو ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے، اور عید والے دن ہمیں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا اور ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی جواب دیا، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ صحیح بخاری حدیث نمبر: (6212)

اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ بن جبر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک شخص نے ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی سوال کیا۔

میں نے نذر دینی ہے کہ ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ رکھوں گا، اور یہ دن عید الاضحیٰ کے موافق آ گیا ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟ تو ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نذر پوری کرو، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، یا یہ کہا: ہمیں عید قربان کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: اس شخص نے خیال کیا کہ ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا نہیں، تو اس نے کہا: میں نے ہر منگل یا ہر بدھ کو روزہ

رکھنے کی نذر دینی ہے، اور یہ دن عید قربان کے موافق آ گیا ہے؟

تو ابن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے کہ نذر پوری کی جائے، اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، یہ فرمایا میں عید قربان کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، راوی کہتے ہیں: اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا حتیٰ کہ پہلے کے ساتھ ایک گالی۔

نوافل ابن جبر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن بھی یہ نذر کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

وہ نذر جس کا حکم قسم کے کفارہ کے علاوہ کوئی حکم نہیں

اور کچھ نذر ایسی ہیں جن کے متعلق کوئی احکام نہیں صرف اتنا ہے کہ نذر ماننے والا نذر کے کفارہ کے طور پر قسم کا کفارہ لازمی دے گا، اس میں کچھ نذر یہ ہیں۔

مطلعا نذر: مانا: (یہ وہ نذر ہے جس کا نام نہ لیا گیا ہو) لہذا اگر کسی مسلمان شخص نے نذر دینی اور نذر دینی کوئی چیز کا نام نہ لیا جیسے نذر خیر نام کے متعلق ہی رہے یا یا تعین نہ کیا، مثلاً یہ کہہ کر: مجھ پر نذر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دینی تو نوازا، اور اس سے کسی چیز کا نام نہ لیا تو اس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

عقد بن عروسی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے" اسے مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: امام مالک اور بہت ساروں نے بلکہ اکثر نے اسے نذر مطلق پر محمول کیا ہے، جیسا کہ کوئی کہے: مجھ پر نذر ہے۔ شرح مسلم از امام نووی (11 ر) 104

ایسی چیز کی نذر جو اس کی ملکیت نہیں

جب نذر ماننے والے کسی ایسی چیز کی نذر دینی جو اس کی ملکیت ہی نہیں تو اس پر قسم کے کفارہ کے علاوہ کچھ نہیں، مثلاً کوئی شخص یہ نذر دے کہ وہ دن شخص کا مال صدقہ کرے گا، یا فلاں شخص کا کام آکر دے گا، یا فلاں شخص کو باغ بیہ دے گا اور وہ اس کا مالک نہیں تو نہ۔

اور اس حکم پر مندرجہ ذیل حدیث دالت کرتی ہے: عمرو بن شعب بن ابی عیینہ محدث بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان آدم جس چیز کا مالک نہیں اس میں اس کی نذر نہیں ہے، اور جس کا وہ مالک نہیں اسے آزادگی نہیں رکھ سکتا، اور جس کا وہ مالک نہیں اس میں طلاق نہیں ہے" سنن ترمذی حدیث نمبر: (1101) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں عبد اللہ بن عمرو کی حدیث حسن صحیح ہے۔

وہ نذر دے پورا کرنے یا قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہے

کچھ نذرین ایسی ہیں جن میں نذر ماننے والے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر نذر کے کفارہ میں قسم کا کفارہ ادا کر دے اس قسم میں مندرجہ ذیل نذرین آتی ہیں۔
بجھڑا اور غصہ کی نذر : یہ ہر وہ نذر ہے جو قسم کی جگہ ہو اور اس سے کسی فعل کو سرانجام دینے یا کسی فعل کو ترک کرنے پر ابھارتا ہو اور ہوا یا پھر کسی کی تصدیق یا تکذیب مراد ہو نذر ماننے والے کا مقصد نذر نہ ہو نذر ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا ہو۔
مشاکوئی یا غصہ کی حالت میں یہ کہے : (اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر جہت یا میرے ذمہ ایک ماہ کے روزے یا ایک جزا دینا صدقہ کروگا)

یا یہ کہے : (اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کر دیا تو یہ غلام زاد کر دیا، یا میری بیوی کو طلاق) وغیرہ پھر یہ کہ قسم کر لی، اور وہ ساری کلام سے اس کی تاکید یا ہتا تھا کہ وہ اس کا وغیرہ کو نہیں کرے گا، تو اس کے تصدیق یا حقیقت میں نہ تو شر پر عمل کرے اور نہ ہی اس پر سزا لاگو ہوگی، بلکہ اسے اس طرح کی نذر میں اختیار دیا جائے گا۔
اس شخص کی حالت کسی کی حکایت بیان کرنا ہو یا کسی چیز کے فعل یا عدم فعل پر ابھارتے ہو، اسے بھی اختیار ہے کہ یا تو وہ اپنی نذر پوری کرے یا پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے، جو ہر قسم کے اعتبار سے اس قسم شمار کیا جائیگا۔

نام نہاد و تراویح میں یہ قسم کہتے ہیں : "اگر اس نے قسم کے اعتبار سے نذر کو قیام کیا اور یہ کہا : اگر میں تمہارے ساتھ سفر کروں تو مجھ پر حج ہے، یا میرا مال صدقہ یا میرے ذمہ غلام زاد کرنا تو صحابہ کرام اور مجبور عباد کے ہاں یہ علف نذر ہے، نہ کہ وہ نذر ماننے والا ہے بلکہ ادا کر دہ اپنے اوپر لازم کر دہ پورا نہیں کرتا تو اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہی کافی ہے"
اور ایک دوسری جگہ پر کہتے ہیں : "بجھڑا اور غصہ کی حالت میں نذر سے واجب کردہ میں ہر سے ہاں مشہور قول پر دو چیزوں میں سے ایک ہے : یا تو کفارہ یہ پھر مطلق کردہ فعل کو سرانجام دینا، اور اگر وہ مطلق کردہ چیز کا التزام نہیں کرتا تو پھر کفارہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے"

مباح نذر کا بیان

یہ ہر وہ نذر ہے جو مباح امور میں سے کسی پر بھی مانی جاتی ہو، مثلاً کوئی شخص کسی معین لباس کے پہننے کی نذر مانے، یا کوئی شخص کو کھانا کھانے کی نذر مانے، یا کسی بڑا بھائی کو نور ہو سوار ہونے کی نذر مانے، یا کسی محدود عمر میں داخل ہونے کی نذر مانے، وغیرہ ثابت ہو، مثلاً کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے بوانہ نامی جگہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی : میں نے بوانہ میں اونٹ

ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا وہاں جاہلیت کے جوس میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ تو صحابہ نے جواب دیا : نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا وہاں ان کا کوئی میلہ شہید لگتا تھا؟ تو صحابہ نے جواب دیا : نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا وہاں نذر پوری کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مصیبت و نافرمانی کی نذر پوری کرنا چاہتے تھے، اور نہ ہی اس میں جس کا ابن آدم لگتا ہی نہیں۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۸۱)

نذر سے ممانعت کے سبب کا بیان

علامہ خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں اپروا پنی پر ڈرنا مقصود ہے، اور اگر نذر سے منع ہوتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم قسم ہو جائے کیونکہ یوں نذر کا قرار پاسے کی پہلہ اہتمام سے عید کی وجہ سے ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ نذر کرنا کہ جب سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تقدیر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے قسم اس کو حاصل کر لو گے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کر کے رد کر لو یا نذر دو، اور جب نذر نہ تو تو اس سے بری اللہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہو چکی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطہر باب الطہر، معرقات المصالح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

علامہ طحطاوی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نبی کی تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستثنیٰ نہیں کرتی، وارجمد ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستثنیٰ کر دے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر نہ کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی معاف تے کو اسان فرماتے اور وہی ذاتی طور پر تابع اور ضار ہے اور نہ محض ایک وسیلہ ہے، تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت منع نہیں ہے یہ فیہ ممنوع ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا : جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں نبی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کو شکر کیسے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نبی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستثنیٰ کر دے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب اللہ ور)

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہوا تو بکری ذبح کروں گا تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا) یہ درحقیقت کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں انکی ملت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دلالت نہیں ہے۔ اور اس کی تاکید یہ نذر ہے، جسے کہ

اگر کوئی یہ کہے کہ ”میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازہ زندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزاز یہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے ”اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا“ تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں ”اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے“ نہ کہے، لیکن احسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہو جائے گا، اور اگر کوئی کہے ”اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا“ اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا۔ (روایت، ج ۳، ص ۳۷، پشاور)

جس نے قسم کے ساتھ اتالی طور پر ان شاء اللہ کہا

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَتَصِلًا بِمِثْلِهِ فَلَا حَيْثَ عَلَيْهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَقَدْ بَرَّ لِي بِمِثْلِهِ) إِلَّا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْإِصْطِلَاحِ لِأَنَّهُ بَعْدَ الْفَرَاغِ وَاجِبٌ وَلَا رُجُوعَ فِي الْيَمِينِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

فرمایا، اور جس نے اپنی قسم پر حلف ادا کیا، ورنہ قسم کے ساتھ ہی احسان طور پر ان شاء اللہ کہا، لیکن وہ حلف نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے قسم اٹھائی اور ان شاء اللہ کہا، تو وہ قسم سے بری ہو گیا۔ البتہ اس کیلئے اتصال ضروری ہے کیونکہ وہ فراغت کے بعد رجوع ہے اور یمن میں رجوع نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتا والا حق کو پسنے والا ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی نوسے بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس رات میں جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک اب بچہ بنے گی جو شہسواروں کے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، ان کے ساتھی کہے کہ اگر ان شاء اللہ لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور انہیں تمام بیویوں کے پاس گئے تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی جس نے ایک بچہ پیدا کیا، اور قسم سے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے کہ اگر مرد ان شاء اللہ کہے (تو سب کے بچے پیدا ہوتے) اور شہسوار ہو کر اللہ کی راہ میں سب کے سب جہاد کرتے۔ (صحیح بخاری، جلد سوم، حدیث نمبر 1560)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی ان شاء اللہ کہنے کا حق ہے، گو اس پر جرم گزر چکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ دے، کوئی مدت گزر چکی ہو اور گواہ کا ضد بھی ہو چکا ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس قسم کا کفر نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار رہے۔ لیکن مطلب اس قول کا نام ان جہاد اللہ سے بیان فرمایا ہے اور وہی بالکل ٹھیک ہے اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مرد ان شاء اللہ کہنا بھول جاتا ہے۔

باب الثانی فی النکاح والفسخ

﴿ یہ باب گھر میں دخول و سکنتی قسم کے بیان میں ہے ﴾

باب یمن دخول و سکنتی قسمی مطابقت کا بیان

علاء ابن محمود ابی حنیفہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ کتاب قسم کو بیان کرنے کے بعد یہ ضروری سمجھے کہ اس سے باب اداؤں کو بیان کیا جائے۔ کیونکہ قسم کسی فعل کے انعقاد یا ترک پر ہوتی ہے اور ان افعال میں سب سے مقدم مصنف اس پہ قسم کو نام لیا ہے جس میں دخول و سکنت سے متعلق قسم کے احکام کو بیان کیا ہے کیونکہ انسانی ضرورت میں تمام اشیاء زندگی سے انہی کو مقدم حاصل ہے۔ اور دوسری اشیاء سے ان کی برتری کی دلیل یہ بھی ہے اس لغت کو کتاب میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بَنَاءً * وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً * فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ

الْعُثْبِرِ زَرْقًا لَكُمْ * فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ، ۲۲)

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھوڑا اور آسمان کو کھڑا بنا دیا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل کھائے تمہارے کھانے کو اللہ کے لئے جان پوچھ کر برابر والے نظیر اور۔ (تکویر ایمان)

دخول کا مطلب یہ ہے کہ برے چلن کی طرف انتقال کیا جائے جبکہ سکنت کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف خروج کرنا تاکہ وہاں وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ شب و روز بسر کرے۔

(تہذیب شرح الہدایہ، ص ۶۲، ج ۲، ۳۹۳، بیروت)

گھر میں عدم دخول کی قسم اٹھانے والے کا کعبہ میں داخل ہونے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكُفَّةَ أَوْ الْمَسْجِدَ أَوْ الْبَيْعَةَ أَوْ الْكَيْسَةَ لَمْ يَنْحُثْ)

لَأَنَّ النَّيْثَ مَا أَعِدَّ لِلنَّبِيِّتَةِ وَهَذِهِ الْبَيْعَةُ مَا يَنْثُتُ لَهَا (وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دُخُلِيًّا أَوْ ظَلَّةً

بَاب الدَّارِ) لِمَا ذَكَرْنَا ، وَالظَّلَّةُ مَا تَكُونُ عَلَى الشَّجَرَةِ ، وَقِيلَ إِذَا كَانَ الدَّخْلُ بَيْتًا

لَوْ أُغْلِقَ الْبَابُ بَقِيَ دَاخِلًا وَهُوَ مُسْتَقَرٌّ يَنْحُثُ لِأَنَّهُ بَيَّاتٌ فِيهِ عَاقَةٌ (وَإِنْ دَخَلَ صَفَّةً

حَيْثُ) لِأَنَّهُ تَبَسَّى لِلنَّبِيِّتَةِ فِيهَا فِي بَعْضِ الْأَوَاقِيتِ فَصَارَ كَالنَّبِيِّتِ وَالصَّفِيفِ . وَقِيلَ

هَذَا إِذَا كَانَتْ الصَّفَّةُ ذَاتَ حَوَاطِطٍ أَوْ نَبْعَةٍ ، وَكَذَا كَانَتْ صِفَافُهُمْ . وَقِيلَ الْجَوَابُ

مُجَرَّى عَلَى إِطْلَاقِهِ وَهُوَ الصَّحِيحُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گھر میں داخل نہ ہوگا اس کے جدوہ کعبہ میں یا مسجد میں یا خیراتوں کے گھر سے یا بیویوں کے کلیسا میں داخل ہو گیا تو وہ قسم توڑنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ بیت اس گھر کو کہتے ہیں جو رات بسر کرنے کیلئے بنایا گیا ہو۔ جبکہ یہ مقامات رات گزارنے کیلئے نہیں بنائے گئے۔ اور اس طرح اگر وہ گھر کے دروازے یا دلیز میں داخل ہو تو وہ حادث نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر رہے ہیں اور غلام سب سب کو کہتے ہیں جو گھر پر ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے اگر دلیز اس پر بنی ہوئی ہو اور دروازے کو بند کر دیا جائے تو وہ گھر کے اندر داخل رہے تو اس پر چھت بھی ڈالی ہوئی ہو تو وہ حادث ہو جائے گا۔ کیونکہ عرف کے مطابق اس میں رات گزار دی جاتی ہے۔ اور جب حائل صفہ (چوڑہ) میں داخل ہوا تو وہ حادث ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی کعبہ کی مذکورہ رات گزارنے کیلئے بنا گیا ہے۔ لہذا یہ صغیر سبائی اور گرامی کی طرح ہو جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس صنف کی چار دیواری ہو۔ جس طرح اہل کوفہ کے صنف تھے۔ اور یہ بھی اس کا جواب ہے کہ یہ مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔

مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ

المطلق یجری علی اطلاقہ۔ (اصول شاشی)

مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے حتیٰ کہ اس کی تکفید پر نفاذ آجائے اس کا ثبوت یہ ہے۔ ترجمہ اور قسم کو کعبہ، درگاہ کر کے والوں کے ساتھ۔ (البرقہ)

یہ حکم کو کعبہ کے حکم میں مطلق ہے لہذا تعدیل ارکان کا وجہ حدیث سے ثابت کر کے اس پر زیادتی نہ کی جائے گی کیونکہ تعدیل ارکان پر عمل اس لئے کیا جائے گا کہ اس کی وجہ سے مطلق پر نہ زیادتی ہو رہی ہے اور نہ مطلق کی کوئی تبدیلی ہو رہی ہے۔ پس مطلق رکوع فرض ہوگا کیونکہ قرآن مجید کے معنی امر کا قدرتی معنی ہے اور حدیث کے مطابق تعدیل ارکان واجب ہوں گے۔

مذکورہ قاعدہ کے مطابق جس چیز پر گھر کا اطلاق عرف میں کیا جاتا ہے اس سے قسم مراد ہے کیونکہ جب تک اس میں کوئی تکفید کی دلیل نہ آئے گی جب قائل کے قول سے مطلق ہی مراد لیا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس مکان میں نہیں جائے گا اور وہ مکان بڑھایا گیا تو اس صغیر میں جانیے کہ قسم نہیں ٹوٹی اور اگر یہ کہا کہ فلاں کے مکان میں نہیں جائے گا تو فوت جائے گی۔ قسم کھانی کا اس مکان میں نہ جانے گا کیونکہ اس مکان کی چھت یا دیوار پر کسی دوسرے مکان پر سے یا بیڑی لگا کر چڑھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ یوں چل میں اسے مکان میں جانا نہ کہیں گے۔ یونہی اگر مکان کے باہر درخت ہے اس پر چڑھنا اور جس شاخ پر ہے وہ اس مکان کی سیّدہ ہم ہے اگر گھر کے قوس مکان میں گھرے گا تو اس شاخ پر چڑھنے سے بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ یونہی کسی مسجد میں نہ جائے کہ قسم کھانی اور اس

کی دیوار یا چھت پر چڑھا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (مذکورہ کتاب الامان، ج ۱، ص ۵۵۷)

گھر میں داخل نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارًا أَوْ لَدَخْلَ دَارًا حَرَبَةً لَمْ يَحْثُثْ) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ فَدَخَلَهَا بَعْدَهَا أَفْهَمَتْ وَصَارَتْ صَغِيرًا حَثِثَ لِأَنَّ الدَّارَ اسْمٌ لِلْفَرَصَةِ عِنْدَ الْغُرَبِ وَالْعَجَمِ، يُقَالُ دَارٌ غَامِرَةٌ، وَدَارٌ غَامِرَةٌ وَقَدْ ضَهَبَتْ أَشْعَارُ الْغُرَبِ بِلَلَّتْ وَالْبَنَاءُ وَضَفَّ لَهَا عَزْرٌ أَنْ الْوَضْفَ فِي الْحَاضِرِ لَقَوَّ وَلِي الْقَائِبِ مُعْتَبَرٌ.

ترجمہ

اور جب شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گھر میں داخل نہ ہوگا پھر وہ گھر میں داخل ہو جائے۔ تو وہ قسم توڑنے والا نہ ہوگا اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر اس گھر کے گرنے کے بعد میدان ہونے کی صورت میں اس میں داخل ہوا تو وہ حادث ہو جائے گا۔ کیونکہ اہل عرب و عجم سم کے نزدیک گھر اس محن کو کہا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے دار عامرہ "نا ہو گھر اور دار غامرہ" گھر گھر اور داران گھر اور اہل عرب کے اشعار اس پر شاہد ہیں۔ لہذا گھر کیلئے غیر وصف ہے لیکن حاضر میں وصف لغو ہے جبکہ غالب میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔

شرح

امام رضا پر بیوی رضی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ لکھنے کا حکم نہ دینا اور نہ لکھنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آہل میں منیٰ نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنی دوسرے معنی میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دوسرے کے مابین ہونا ضروری ہے) لہذا اگر یہ دو تفسیریں پیچھے دیکھ نہ لیں۔ ہاں مطلق خاموش، اجنبی، گفتگو، اور منیٰ گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک تحقق ہو جاتا ہے کہ یہ ترک کی تفسیر نہیں ہیں کیونکہ ترک عام کا نام ہے اور گفتگو یعنی نظم و جوہری چیز ہے تو جوہری چیز عدلی چیز کی قسم کیسے منسکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا صدق صرف لکھنے کا حکم نہ دینا ہے، اور وہ حکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وہ کلام سے متعلق قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے مدقن کے ساتھ قسم نہیں منیٰ۔ اس لئے قائل کا خاموش ہونا ہو جاتا ہے کہ ترک سے متعلق چٹنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماء کرام نے منیٰ گفتگو، کے احوال کو ذکر نہیں کیا، اور انہوں نے نہیں بھی نہیں فرمایا کہ "نہ لکھنے کا حکم" تو واضح ہو گیا کہ احوال کا بیان کوئی فعل نہیں ہے۔ (تذری رضویہ، ج ۱۱، کتاب الامان)

دیوانی کے بعد گھر بننے پر دار کا اطلاق

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ فَغَرِبَتْ ثُمَّ بَيَّتْ أُخْرَى فَدَخَلَهَا يَحْثُثْ) لِمَا ذَكَرْنَا

أَنَّ الْإِسْمَ بَاقٍ بَعْدَ الْإِنْهَادِ ، (وَإِنْ جُعِلَتْ مَسْجِدًا أَوْ حِمَامًا أَوْ بُسْتَانًا أَوْ بَيْتًا فَلَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنُثْ) لِأَنَّهُ لَمْ يَنْقُضْ كَذًا لِاعْتِرَاضِ اسْمٍ آخَرَ عَلَيْهِ ، وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ بَعْدَ الْإِنْهَادِ الْحِمَامُ وَأَشَاهِدُ لِأَنَّهُ لَا يَبْعُدُ اسْمُ الدَّارِ بِهِ .

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر وہ گھر یاں ہو گیا اور پھر وہ گھر اٹھنے والا اس میں داخل ہوا تو وہ حنث ہو گیا کسی دلیل سے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں ۔ کیونکہ گھر گرنے کے بعد بھی گھر کا نام باقی ہے ۔ دوسرا اس نے اس گھر کی قربانی کے بعد مسجد بنائی یا اس جگہ حمام بنایا یا بستان بنایا کیونکہ یہاں وہ اور پھر اٹھنے والا اس میں داخل ہوا تو وہ حنث نہ ہوگا کیونکہ اس پر دوسرے نام کا اطلاق ہونے کے سبب وہ دار نہ رہا ۔ اور اسی طرح جب وہ حمام یا غیرہ کے گر جانے کے بعد اس میں داخل ہو تو وہ حنث ہو جائے گا ۔ کیونکہ اس کے گر جانے کے بعد گھر کا نام باقی ہے ۔

شرح

زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر میں نہ جائے گا ، اگر کھڑے ہو تو میں حنث ہوں ، اس کے بعد شادی کی تقریب میں لوگوں نے اس کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا میں تمہارے کہنے پر کھانے کا حضور کر رہا ہوں ، یعنی حقیقتاً نہ کھائے گا صرف اپنے تصور میں کھائے گا کیونکہ میں نے کھانا نہیں لیکن کھانے والا تصور کر رہا ہوں ، یہ واقعہ کہ کھانے کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اس بات پر قسم کے ٹوٹنے کا حکم دیا ، اور اس کی دلیل اصول شری کے حاشیہ کی عبارت کو بنا ہے جو اصول شری میں متفقین کی بحث میں ہے ۔ اصول شاشی کی عبارت یہ ہے کہ فرد متعلق جس شخص چارہ نہیں ہوتی کیونکہ شخص کی بیہوشی پر ہے جبکہ متعلق جس شخص نہیں ہوتا ۔ (اصول الشاشی ص ۲۰۰ مطبوعہ پشاور)

فصول کی عبارت یہ ہے اگر امر امتزاج کیا جائے کھانے ، کے قول کے بعد مطلق حکم کی بجائے خاص وصف والا حکام بطور متعلق مراد لیا جائے تو کیسے ہے ، (ہم جواب دیں گے کہ) ، یہاں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ متعلق پر ایک زائد وصف کا اضافہ ہے جو قدرہ حانت سے زائد ہے اور متعلق قدرہ حاجت سے زائد ثابت نہیں ہو سکتا جبکہ متعلق میں تعمیر کی صفت ثابت نہیں ہو سکتی ، جبکہ اس جواب میں بھی کلام ہے ، کیونکہ اصل امر اسے آگے ، قبل سے حنث ، کہ ، یہ عموماً کے باب سے نہیں بند جس چیز کے متعلق قسم کھائی ہے (مخوف علیہ) اس کا حصول ہے ، کیونکہ اگر وہ کھانے کے لئے متصور ہوا تو کیا اس کی عورت کا سوال مذکور کے حانت ہونے سے تعلق ہے یا نہیں ، اگر حضور پروردگار عورت کا مطلب بمع شواہد موافق اور کفر مذہبی میں متصل ہو جائے تو یہاں فرد ہر طرح سے حجاب قسم ہو جائے گا اور اس بحث کی وضاحت ہو جائے گی ، فقط ۔ (فصول الخواشی ص ۲۰۰ مطبوعہ پشاور)

گھر میں عدم دخول کے حالف کا حنث پر چڑھنا

(وَإِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذَا الْبَيْتَ فَلَدَخَلَهُ بَعْدَهَا انْهَادٌ وَصَارَ صَحْرَاءَ لَمْ يَحْنُثْ) لِرَوَالِ اسْمِ الْبَيْتِ لِأَنَّهُ لَا يَبْتَاطُ فِيهِ ، حَتَّى لَوْ بَقِيَ الْبَيْتَانِ وَسَقَطَ السَّقْفُ يَحْنُثُ لِأَنَّهُ يَبْتَاطُ فِيهِ وَالسَّقْفُ وَصَفٌ فِيهِ (وَكَذَا إِذَا بَنَى بَيْتًا آخَرَ فَلَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنُثْ) لِأَنَّ الْإِسْمَ لَمْ يَنْقُضْ بَعْدَ الْإِنْهَادِ .

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر وہ اس کے گرجانے کے بعد اس میں داخل ہوا اور وہ ناکدوہ مصرعہ بن چکا تھا تو وہ حنث نہ ہوگا کیونکہ اس سے گھر کا نام زائل ہوگا کیونکہ اس میں رات بسر کرنا ممکن نہیں ہے ۔ یہاں تک کہ اگر اس کی دیواریں باقی رہیں اور چھت گرجائے تو وہ حنث ہو جائے گا ۔ کیونکہ اس میں رات بسر کی جا سکتی ہے ۔ اور چھت اس کا نصف ہے ۔ دوسری طرح جب اس نے دوسرا گھر بنایا اور اس میں داخل ہوا تو وہ حنث نہ ہوگا کیونکہ پہلے گھر کو گرانے کے بعد اس کا نام باقی نہ رہا ہے ۔

شرح

عبدالحی کا مضمنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا ، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرنا ہے نہ کہ فلاں کا تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے گھر میں کرنا ہے بغیر بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی ، اس کے برخلاف اگر فلاں میں سکونت نہ کروں گا تو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو تو اس نیت کو مان لیا جائے گا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں ، ایک وہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس کے لئے خریدا ، پہلے خریدا ہو تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکنی) کے اقسام میں ہیں ، کیونکہ سکنی (رہائش) کا معنی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار ہونا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہو سکتی ہیں اور صفت کی تفصیل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں ، بخلاف رہائش کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تفصیل بغیر ذکر ہو سکتی ہے لیکن صفات کی تفصیل ذکر کے بغیر نہیں ہو سکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی یومی نہ بنائوں گا تو اس قسم میں عورت کوئی یا بصرہ والی مراد لے لی تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ صفت کی تفصیل ہے اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد چشتی یا عربی عورت مراد لے لی تو صحیح ہے اور عند اللہ بھی یہ نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تفصیل ہے یہ اس لئے کہ جدالی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہاد کے اختلاف کی نیت یہ صفات کا اختلاف ہے ۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۰۹ ، بیروت)

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

کوئی بات نہیں، کیونکہ دینائے بھی یہ نیت کا رد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لائق ہیں قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ تعلق کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک شخص کھرا ہو اس کے تعلق کو دوسرا قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب جب میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو مانتا ہے تو یہ نیت معتبر ہوگی، ہاں اگر قسم کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دینائے معتبر ہو سکتی تھی اگرچہ قضاء پر نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ ہر شخص وصف کا ذکر کرنا نہیں اور پھر کھرا ہونا یا یہ وصف بھی نہیں ہے جو ہم کا دانی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وہ بیوی یا ترکہ یا عری یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دینائے معتبر ہوگی کیونکہ یہ ایک قسم کی قسمیں ہیں، اور اگر ہر بات کے کلام سے کسی عری یا بیاندہ کی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کرنے بغیر معتبر نہیں ہو سکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں سبکست (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۳، کتاب الیمان)

دخول گھر کے حائل کا حجت پر چڑھنے کا بیان

قَالَ (وَصَنَ حَلْفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ وَلَوْ قَفْتُ عَلَى سَطْحِهَا حَيْثُ) لِأَنَّ السَّطْحَ مِنْ الدَّارِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُتَعَكِّفَ لَا يَتَسَدَّدُ اغْتِكَالَهُ بِالْخُرُوجِ إِلَى سَطْحِ الْمَسْجِدِ ، وَقِيلَ فِي غُرُوبِهَا لَا يَحْتَسِبُ وَهُوَ اخْتِيارُ الْفَقِيهَةِ أَبِي الْكَلْبِ .

قَالَ (وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دِهْلِيْزَهَا) وَيَجِبُ أَنْ تَكُونَ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّتِي تَقْدَمُ (وَإِنْ وَقَفْتَ فِي طَاقِ الْبَابِ بِخِصِّ إِذَا أَغْلَقَ الْبَابُ كَانَ حَارِجًا تَمَّ يَحْتَسِبُ) لِأَنَّ الْبَابَ لِاخْرَاجِ الدَّارِ وَمَا فِيهَا فَلَمْ يَكُنْ الْخَارِجُ مِنْ الدَّارِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا اور پھر وہ اس گھر کی حجت پر چڑھ گیا تو حائل ہو گیا کیونکہ حجت گھر میں سے ہے کہ آپ نہیں جانے کہ جب استکفاف والے نکل کے مسجد کی حجت کی طرف جائے تو اس کا اعتکاف کا سامہ نہیں ہوتا اور یہ بھی کہ کیا ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق وہ حائل نہ ہوگا اور فقہ بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی اعتبار کیا ہے۔

فرمایا اور اسی طرح جب وہ گھر کی دہلیز میں داخل ہو تو وہ حائل ہو جائے گا البتہ شرط یہ ہے کہ وہ دہلیز انہی تفصیل کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اور جب قسم اٹھانے والا دروازے کی محراب میں اس طرح کھڑا ہوا کہ جب دروازے کو برہا جائے تو وہ باہر

رہے تو نہ نیت نہ ہوگا کیونکہ دروازہ گھر اور اس میں موجود اشیاء کی حفاظت کیسے ہوتا ہے۔ لہذا اگر حائل دروازے سے باہر ہوگا تو گھر میں سے نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن عساکر حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ اس مکان میں نہ جاؤں گا پھر اس مکان کی حجت یاد پور کسی دوسرے مکان پر سے یا بیڑی لگا کر چڑھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی کہ بول چال میں اسے مکان میں جا نہ سکیں گے۔ اسی طرح اگر مکان کے باہر درخت ہے اس پر چڑھا اور جس شاخ پر ہے وہ اس مکان کی سیدہ میں ہے کہ اگر گھر سے تو اس مکان میں گرے گا تو اس شاخ پر چڑھنے سے بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کسی مسجد میں نہ جائے کہ قسم کھائی اور اس کی دیوار یا حجت پر چڑھا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔ قسم کھائی کہ اس مکان میں نہیں جاؤں گا اور اس کے نیچے نہ خانہ ہے جس سے گھر والے نکلے اٹھتے ہیں تو نہ خانہ میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (رہتا، کتاب الیمان، ج ۵، ص ۵۵۵)

شرح

قَالَ الْفَقِيهَةُ أَبُو الْكَلْبِ فِي التَّوَاوِيلِ : إِنْ كَانَ الْحَالِفُ مِنْ بِلَادِ الْقَصْعِمِ لَا يَحْتَسِبُ مَا لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ لِأَنَّ النَّاسَ لَا يَعْرِفُونَ ذَلِكَ دُخُولًا فِي الدَّارِ (وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دِهْلِيْزَهَا) يَحْتَسِبُ (ذَكَرَهُ الْقُدْرِيُّ مُطْلَقًا . قَالَ الْمُصَنِّفُ) وَجِبَ أَنْ تَكُونَ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّتِي تَقْدَمُ ، يَعْنِي بِقَوْلِهِ إِذَا أَغْلَقَ الْبَابُ يَتَقَى دَاخِلًا وَهُوَ مُسْتَقِفٌ . قَوْلُهُ (وَإِنْ وَقَفْتَ فِي طَاقِ الْبَابِ) طَاقُ الْبَابِ (طَاهِرٌ .

دخول بیت کے حائل کا گھر میں بیٹھا رہنے کا بیان

قَالَ (وَصَنَ حَلْفَ لَا يَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ) وَهُوَ فِيهَا تَمَّ يَحْتَسِبُ بِالْقُدُورِ حَتَّى يَخْرُجَ ثُمَّ يَدْخُلُ (اسْتَخْصَسًا . وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْتَسِبَ لِأَنَّ الدَّوَامَ لَهُ حُكْمُ الْإِئْتِدَارِ . وَجُنْهُ الْإِسْتِخْصَاسِ أَنَّ الدُّخُولَ لَا دَوَامَ لَهُ لِأَنَّهُ انْفِصَالٌ مِنَ الْخَارِجِ إِلَى الدَّاخلِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا اور حالانکہ وہ اس گھر میں موجود ہے تو وہ اس گھر میں بیٹھا رہنے کی وجہ سے حائل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اس سے باہر نکلے اور پھر اس میں داخل ہو جائے۔ تو حائل کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ حائل ہو جائے گا جبکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہ اس میں رہے ہوئے ہی حائل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں دیر سے رہنے کو ابتدائی حکم حاصل

ہے۔ در اعشان کی دلیل یہ ہے کہ دخول کو دوام حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ دخول تو یہ ہے کوئی شخص خارج سے آکر داخل ہو جائے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کسی مکان میں بیٹھا ہوا ہے اور قسم کھاتی کہ اس مکان میں اب نہیں آؤں گا تو اس مکان کے کسی حصہ میں داخل ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی خاص وہی دالان جس میں بیٹھا ہوا ہے مراد نہیں اگرچہ وہ کہے کہ میری مراد یہ دالان تھی ہاں اگر دالان یہ کہہ رہا تو خاص وہی کمرہ مراد ہوگا جس میں وہ بیٹھا ہوا ہے۔ قسم کھانی کہ زید کے مکان میں نہیں چائے گا اور زید کے دو مکان ہیں ایک میں رہتا ہے اور دوسرا کو دام ہے یعنی اس میں تجارت کے سامان رکھتا ہے خود زید کی اس میں سکونت نہیں تو اس دوسرے مکان میں جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ قسم کھانی کہ زید کے خریہ سے ہوئے مکان میں نہیں جائے گا اور زید نے ایک مکان خریدا اب اس سے اس قسم کھانے والے سے خریدا یا تو اس میں جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور اگر زید نے خریدا کہ اس کو بیہ کر دیا تو جانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب الامان، ج ۳، ص ۵۱۲)

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھانی کہ اس مکان میں نہیں جائے گا اور قسم کے وقت کسی مکان میں سکونت ہے تو اگر سکونت میں دوسرے کا تابع ہے مثلاً: بلغ لڑکا کہ آپ کے مکان میں رہتے ہیں یا عورت کے شوہر کے مکان میں رہتی ہے اور قسم کھانے کے بعد فوراً خود اس مکان سے چلے گیا اور بل بچوں کو اور سامان کو وہیں چھوڑا اور قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھانی کہ اس مکان میں نہیں رہے گا اور لنگنا چاہتے ہیں مگر دروازہ بند ہے کسی طرح کھول نہیں سکتا یا کسی نے اسے متنبہ کر لیا کہ کل نہیں سکتا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ بلکہ صورت میں اس کی ضرورت نہیں کہ وہ پاؤں ڈکرا ہلکے یعنی اگر دروازہ بند ہے اور وہ پاؤں ڈکرا نہیں سکتا ہے اور تو کہ نہنگ تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر قسم کھانے والی عورت ہے اور رات کا وقت ہے تو رات میں وہ جانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور مرد نے قسم کھانی کہ اور رات کا وقت ہے تو جب تک چہرہ میوڑا اور نہ ہونڈ نہیں۔ قسم کھانی کہ اس مکان میں نہ رہے گا اور دوسرے مکان کی تلاش میں ہے تو مکان نہ چھوڑنے کی وجہ سے قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ کل دن گزر جائے بشرطیکہ مکان کی تلاش میں پوری کوشش کرنا ہو۔ اسی طرح اگر کسی وقت سے سامان اٹھوانا شروع کر دیا مگر سامان زیادہ ہونے کے سبب کل دن گزر گئے یا سامان کے لیے ضرورت تلاش کیا اور نہ ملایا سامان خود ہموار کر لے گیا اس میں دیو ہوئی اور مرد رکتا تو جلد ڈھل چکا تا اور مرد رکتے پر قدرت بھی رکھتا ہے تو ان سب صورتوں میں دیر ہو جانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور مرد میں قسم ہے تو اس کا مکان سے نکل چکا اس نیت سے کہ اب اس میں رہنے کو نہ آؤں گا قسم بھی ہونے کے لیے کافی ہے اگرچہ سامان وغیرہ بوجے میں کتنی ہی دیر ہو اور کسی وجہ سے دیر ہو۔

(در مختار، کتاب الامان)

پہلے ہوئے کپڑے کے نہ پہننے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفْتُ لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَا يَسْتَعْنِي عَنْهُ فِي النَّحَالِ ثُمَّ يَخْتَفُ) وَكَذَا إِذَا

خَلَفْتُ لَا يَزُكُّ بِهَذِهِ الدَّابَّةِ وَهُوَ زَاكِيهَا فَزَلَّ مِنْ سَاعِيهِ لَمْ يَخْتَفُ، وَكَذَا لَوْ خَلَفْتُ لَا يَنْسَكُنُ هَذِهِ الدَّارَ وَهُوَ سَاكِنُهَا فَخَلَفْتُ إِلَى النَّقْلِ مِنْ سَاعِيهِ. وَقَالَ زُفَرٌ: يَخْتَفُ لَوْ جُودَ الشَّرْطُ وَإِنْ قُلَّ.

وَلَا أَلَا يَجِيزُ مُعَقَّدٌ لِنَبْوٍ قَبَسْتَنِي مِنْهُ زَعَانٍ تَحْقِيقِهِ (فَإِنْ لَبِثَ عَلَى خِلَالِهِ سَاعَةً خَبْتُ لِأَنِّي هَذِهِ الْأَفَاعِيلَ لَهَا دَوَامٌ بِحُدُوثِ أَهْوَالِهَا، أَلَا يَرَى أَنَّهُ يَضْرِبُ لَهَا مَدَّةً يَقَالُ رَكِبْتُ يَوْمًا وَلَبِثْتُ يَوْمًا بِحِلَافِ الدُّخُولِ لِأَنَّهُ لَا يَقَالُ دَخَلْتُ يَوْمًا بِمَعْنَى الْمُدَّةِ وَالتَّوَقُّفِ وَلَوْ نَوَيْ الْأَيْدَاءَ الْخَالِصَ يَصْدُقُ لِأَنَّهُ مُحْتَمَلٌ كَلَامِيهِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا جبکہ اس نے وہی کپڑا پہنا ہوا ہے اور جب وہ اس کو فوری طور پر اتار دے تو وہ حائث نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس سواری پر سوار نہ ہوگا حالانکہ وہ اس پر سوار ہے فوری طور پر اتر جائے تو وہ حائث نہ ہوگا۔ اس نے یہ قسم اٹھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا حالانکہ وہی گھر میں رہتا ہے۔ اور اگر وہ اسی وقت گھر سے سامان منتقل کرنے لگے تو وہ حائث نہ ہوگا۔

حضرت امام زعفرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ حائث ہو جائے گا کیونکہ شرط پائی چکی ہے اگرچہ قبل ہے نہ جبکہ ہمدانی دلیل یہ ہے کہ قسم اس لئے اٹھائی جاتی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ لہذا قسم پوری ہونے والا وقت مستثنیٰ ہوگا اور اس کے بعد وہ خود ہی دیر کی قسم پر برقرار رہے تو وہ حائث ہو جائے گا۔ کیونکہ ان اعمال کو دوام حاصل ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کے افعال عید ہوتے رہتے ہیں کیا آپ خود نگاہیں کر کے کہ ان جیسے کاموں کیلئے وقت مبین کیا جاتا ہے لہذا کہا جائے گا کہ میں قسام دن سو یا رہا اور قسام دن پھر رہا۔ بخلاف دخول کیونکہ یہ نہیں کہا جاتا "دَخَلْتُ يَوْمًا" یہ تو قیوت و مدت کے معنی میں ہے اور جب قسم اٹھانے والے نے نئے سرے نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے۔

قسم کو پورا کرنے کیلئے وقت کے استثناء کا بیان

مذکورہ چند فقہی جزئیات میں مصنف علیہ الرحمہ نے اس قاعدہ کے تحت مسائل کی تفریحات کو بیان کیا ہے کہ جب کسی ایسے طریقے میں قسم کھائی جائے جس پہلے پڑے کے بارے میں کہ اس کپڑے کو نہ پہنوں گا تو اس کپڑے سے اتارنے تک کا وقت مستثنیٰ ہوگا کیونکہ اس کے بغیر قسم کو پورا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اگر مکان و محل کا قسم کیسے ہو یا نہ از احکام و شرائط سے ہوا کرتا ہے۔

سواری پر سوار نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا فقہی بیان

قاضی محمد بن فراموز خلی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو جس جاکو پر وہاں کے لوگ سوار ہوتے ہیں اس پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹنے کی جھنڈا اگر آدمی کی پیٹھ پر سوار ہوا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح گائے، بکری، مینیس کی پیٹھ پر سوار ہونے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی طرح گدھے سے اور اونٹ پر سوار ہونے سے بھی قسم نہ ٹوٹے گی کہ ہندوستان میں ان پر لوگ سوار نہیں ہوا کرتے۔ اب اگر قسم کھانے والا اونٹ لوگوں میں سے ہو جو ان پر سوار ہوتے ہیں جیسے گدھے والے یا اونٹ والے کہ یہ سوار ہوا کرتے ہیں تو قسم ٹوٹ جائے گی اور گھڑے پر ہاتھی پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ یہ جانور یہاں لوگوں کی سواری کے ہیں۔ اسی طرح اگر قسم کھانے والا اونٹ لوگوں میں تو نہیں ہے جو گدھے یا اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اگر قسم وہاں کھائی جہاں لوگ ان پر سوار ہوتے ہیں مثلاً ملک عرب شریف کے سفر میں ہے تو گدھے اور اونٹ پر سوار ہونے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔

(در الاحکام، کتاب الایمان)

علامہ ابن ۷۸۱ھ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص سے یہ قسم کھائی کہ کسی سواری پر سوار نہ ہوگا تو کھوکھرا، شجر، چاقی، پانی، ڈوبی، پہلی، زریں، یکدم، تانکہ، مشرم وغیرہ ہر قسم کی سواری کا زیاں اور کشمی پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ قسم کھانی کہ کھونڈے پر سوار نہ ہوگا تو زین یا چادر جادہ رکھ کر سوار ہو جائیگی چھینے پر سوار نہ ہوگا تو ڈوبی پر سوار نہ ہوگا کھوکھرا میں چمکے کی ٹیشی کی جب بھی اس پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ قسم کھانی کہ کسی چاند پر سوار نہ ہوگا تو آدی پر سوار ہونے سے قسم ٹوٹے گی کہ صرف میں آدی کو جانوں نہیں کہتے۔ (فتح القدیر، کتاب الامان)

عاصمہ علیہ السلام دین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کبھی شخص نے یہ قسم کھائی کہ مگر یہ کھوڑے پر سوار نہ ہوگا تو کھوڑوں پر سوار ہونے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ قسم کھائی کہ کھوڑے پر سوار نہ ہوگا چار روزہ بدعتی کسی نے سوار کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر اس نے زبردستی کی اور اس کے مجبور کرنے سے یہ خود سوار ہوا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور چاند پر سوار ہے اور قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو فوراً اتر جائے، یہ قسم نہ ٹوٹ جائیگی۔ قسم کھائی کہ کریدے کہ اس کھوڑے پر سوار نہ ہوگا چار روزہ بدعتی کسی نے اس کھوڑے کو کچل ڈالا تو اب اس پر سوار ہونے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ کریدے کہ کھوڑے پر سوار نہ ہوگا اور اس کھوڑے پر سوار ہوا چار روزہ بدعتی کسی نے مشرک ہے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ لٹاں کے کھوڑے پر سوار نہ ہوگا اور اس کے غلام کے کھوڑے پر سوار ہوا اگر قسم کے وقت سے نیت تھی کہ غلام کے کھوڑے پر بھی سوار نہ ہوگا اور غلام پر ہوا تھا تو نہیں جوتسفرق ہوا تو قسم ٹوٹ گئی، خواہ غلام پر بالکل ذین نہ ہو یا ہے مگر مسفرق نہیں اور نیت نہ ہوتو قسم نہیں ٹوٹی اور ذین مسفرق ہوا تو قسم نہیں ٹوٹی، اگرچہ نیت ہو۔ (روحانی کتاب الامان)

حالف کے خروج کے باوجود اہل و عیال کے سبب حٹ ہونے کا بیان

قَالَ ، وَمَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هَذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَتَاعِهِ وَأَهْلِهِ لَهَا وَلَمْ يُرِدْ

الرُّجُوعَ إِلَيْهَا حَيْثُ) لِأَنَّهُ يُعَدُّ سَاكِنَهَا بِقَاءِ أَهْلِهِ وَمَتَاعِهِ فِيهَا عُرْفًا، لِإِنَّ الشُّرُفَى عَامَّةً تَهَارِهِ فِي السُّوقِ وَيَقُولُ أُسْكُنْ بِسُجَّةٍ كَذَا، وَالْبَيْتُ وَالْمَحَلَّةُ بِمَنْزِلَةِ الدَّارِ.

وَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ عَلَى الْمَضِرِّ لَا يَتَوَقَّفُ الْبُرْ عَلَى نَقْلِ الْمَتَاعِ وَالْأَهْلُ لَيْسَ رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ لَا يُمْدُّ سَابِكًا إِلَى الْإِلَى انْقَضَ عَنْهُ عُرْفًا بِخِلَافِ الْأَوَّلِ وَالْقَرْنَةِ بِمَنْزِلَةِ الْمَضِرِّ فِي الصَّحْبِ مِنَ الْمَتَوَابِ ثُمَّ قَالَ أَبُو حَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا بُدَّ مِنْ نَقْلِ كُلِّ الْمَتَاعِ ، حَتَّى لَا يَبْقَى وَتَذِيحَتْ لِأَنَّ السُّكْنَى قَدْ كَثَبَ بِالْكَلِّ فَيَقْبَى مَا يَبْقَى شَيْءٌ مِنْهُ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: يُعْتَبَرُ نَقْلُ الْأَكْثَرِ لِأَنَّ نَقْلَ الْكُلِّ لَمْ يَكُنْ
وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: يُعْتَبَرُ نَقْلُ مَا يَقُومُ بِهِ كَذِبُهُ لِأَنَّ مَا وَرَاءَ
ذَلِكَ كَيْسٌ مِنَ السُّخْفِ .

قَالُوا: هَذَا أَحْسَنُ وَأَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَيَنْتَفِي أُنْ يُنْشَلُ إِلَى مَنْزِلٍ آخَرَ بِلَا تَأْخِيرٍ حَتَّى يَمُوتَ، فَإِنْ انْقَضَ إِلَى السُّجْدَةِ أَوْ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالُوا: لَا يَمُوتُ، قَلِيلَهُ إِلَى الزَّكَاةِ أَنْ مَنْ خَرَجَ بِجِبَالِهِ مِنْ مِصْرِهِ لَمَّا تَمَّ يَخُذُ وَطَنًا آخَرَ يَتَقَى وَطَنَهُ الْأَوَّلُ لِي حَقِّ الصَّلَاةِ كَذَا هَذَا. اَللَّهُ تَعَالَى اعْلَمَ بِالصَّوَابِ.

آج

فرمایا: اور جس بندے نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں نہ رہے گا جس کے بعد وہ خود وہاں سے نکل گیا تب تک اس کا سامنا اور اس گھر والے اسی گھر میں رہ گئے اور اب جب حالف نے اسی گھر میں دوبارہ جانے ارادہ بھی کیا تو وہ حادثہ ہوا جانے کے بعد کہ وہ اپنے سامنا اور اہل و عیال کے رہنے کے سبب حالف نے اسی گھر میں رہنے والا نہ رہا کیا جانے گا۔ اسی طرح ایک بازاری لکڑی ان بازار میں رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں گلی میں رہتا ہوں بلکہ وہ گھر اور محلے داروں کے حکم میں ہے۔

اور جب کسی شخص نے شہر پر حرم اعلیٰ (یعنی میں اسی شہر میں رہاں گا) کو اس صورت میں حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ایک سامان اور اہل و عیال کو منتقل کرنے پر حرم کا مکمل ہونا موقوف ہو گیا تو کیا انسان جب کسی شہر سے نکلے تو وہ صرف اس کے بارے میں اس شہر کا رہنے والا نہیں کہہ سکتا۔ جبکہ پہلے مسئلہ میں اس طرف نہیں ہے۔ اور صحیح جواب کے مطابق یقینی شہر کے حکم میں

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پورا سامان منتقل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر ایک بیخ بھی باقی رہ جائے تو قسم کہنے والا حائض ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی رہائش مکمل سامان کے سبب ہوتی تھی لہذا جب تک سامان کا ایک حصہ بھی باقی رہے گا جب تک رہائش باقی رہے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اکثر سامان کو منتقل کرنے کا اشتہار کیا جائے گا کیونکہ کسی بھی مکمل سامان کو منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قدر سامان کو منتقل کرنے کا اشتہار کیا جائے گا جس کے ساتھ گھریلو تنقیات و انعام چلایا جائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ سامان سکند میں داخل نہیں ہے۔ مشق فقہاء نے فرمایا ہے کہ قول سب سے زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کی سب سے زیادہ سہولت ہے۔ لہذا قسم اٹھانے والے کو چاہیے کہ بغیر کسی دیر کے دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے تاکہ قسم مکمل ہو جائے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں نہیں رہے گا اور خود اپنے شہر سے نکل آیا اور جب تک اس نے کسی دوسرے وطن کو اپنا وطن نہیں بنایا اس وقت تک وہ نماز کے حق میں اس کیسے وطن اول باقی رہے گا لہذا یہ مسئلہ کسی اسی طرح (کی تفریع پر متفرع) ہو جائے گا۔

شرح

محدث ابن عبد بن شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں نہیں رہے گا اور خود وہاں سے فوراً نکل گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ بے بدل ہو اور مکمل سامان وہیں چھوڑ دیا ہو پھر بھی کسی وہاں رہنے کے ارادہ سے یہ قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر کسی نے سنے کو یا بدل چھوڑ دیا اور سامان لینے کو وہاں آیا تو اگرچہ کچھ دن ٹھہر جائے قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھانی کہ میں پورے سال اس گاؤں میں نہ رہوں گا یا اس مکان میں اس مہینے بھر سکونت نہ کروں گا اور سال میں اس مہینے میں ایک دن باقی قضا کر دوں سے چھ ماہ تو قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھانی کہ قضا میں نہیں رہے گا اور سفر کر کے وہاں پہنچا اگر چند روز نہ ٹھہرے کی نیت کر لی قسم ٹوٹ گئی اور اس سے کم نہیں۔

قسم کھانی کہ قضا کے ساتھ اس مکان میں نہیں رہے گا اور اس مکان کے ایک حصہ میں دو دروازے ہیں یہ قسم ٹوٹ گئی اگرچہ دروازہ کھولا اور اس مکان کے دو حصے جدا جدا کر دیے گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی آمد و رفت کا دروازہ علیحدہ علیحدہ کھول لیا اور اگر قسم کھانے والا اس مکان میں رہتا تھا وہ شخص زبردستی اس مکان میں آکر رہے گا اگرچہ فوراً اس مکان سے نکل گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور نہ ٹوٹ گئی اگرچہ اس کا اس مکان میں رہنا اسے معلوم نہ ہو اور اگر مکان کو زمین نہ کیا مثلاً کہ قضا کے ساتھ کسی مکان میں یا ایک مکان میں نہ رہے گا اور ایک ہی مکان کی تقسیم کر کے دونوں کو مختلف حصوں میں جو تو قسم نہیں ٹوٹی جبکہ بیچ میں دیوار قائم کر دی گئی یا دو مکان بہت بڑا ہو کہ ایک محلہ کے برابر ہو۔ (دھاتارہ کتاب الایمان ہ)

بَابُ الْمَسِينِ فِي الْخُرُوجِ وَالْبَتَانِ وَالرَّكُوبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

یہ باب دخول و خروج بیت اور سوار وغیرہ ہونی کی قسم کے بیان میں ہے

باب دخول و خروج بیت کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمد زہری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دخول کے بعد اس باب کی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ خروج کا ثبوت تب ہی ہو سکتا ہے کہ دخول ہو جائے گا۔ لہذا اسی مناسبت سے مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو سابقہ سے باب موقوفہ کر لیا ہے۔ اور یہ بدینہ روانہ ہے کہ کسی آدمے کے بعد ہی اس کا خروج ہو پھر اس کے لئے منصوبہ جات کا تحقق پایا جاسکے۔ اور اتنا ہی کے بعد ہی نئے افعال کی ضرورت محقق ہو سکتا ہے۔ (عیانہ شرح الہدایہ بترغیب، ج ۸، ص ۸۸، بیروت)

مجبور سے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَمَّا إِنْسَانًا فَخَلَعَهُ فَأَخْرَجَهُ خَبَثٌ) لِأَنَّهُ فِعْلٌ اِنْمَاسُورٌ مُضَافٌ إِلَى الْأَمْرِ فَمَضَارٌ إِذَا رَكِبَ ذَابَّةً فَخَرَجَتْ (وَلَوْ أَخْرَجَهُ مُكْرَهًا لَمْ يَبْخُثْ) لِأَنَّ الْفِعْلَ لَمْ يَنْتَقِلْ إِلَيْهِ لَعَلَّمَ الْأَمْرُ (وَلَوْ خَلَعَهُ بِرِضَا لَا يَأْمُرُهُ لَا يَبْخُثُ) فِي الصَّوْبِ لِأَنَّ الْإِنْفِصَالَ يَأْمُرُ لَا يُمْحَرِّدُ الرِّضَا .

ترجمہ

فرمایا اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ مسجد سے نہیں نکلے گا اس کے بعد اس نے دوسرے کو گم و یاد اور اس نے اس کو اٹھا کر مسجد سے باہر نکال دیا تو قسم توڑنے والا ہوا ہے گا۔ کیونکہ مامور کے عمل کی اضافت آمر کی طرف جاتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح کوئی شخص سواری پر سوار ہو اور سواری مسجد سے نکلے اور جب کسی شخص نے اس کو زبردستی مسجد سے نکالا تو وہ نہ نیت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عدم حکم کے فعل اسی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور جب کسی قسم اٹھانے والے کو اس کی مرضی سے اعضا کی تکلیف نہ ملے اس کو اٹھانے کا حکم نہیں دیا ہے تو صحیح قول کے مطابق وہ نہ نیت نہ ہوگا کیونکہ عدم حکم سے منتقل ہونا ہے صرف رضامندی سے فعل منتقل ہونے والا نہیں ہے۔

مامور کے عمل کی اضافت آمر کی طرف جاتی ہے (قاعدہ فقہیہ)

اس قاعدہ فقہیہ کی وضاحت یہ ہے جب کوئی شخص کسی شخص کی ماموریت کا حکم دیتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ حکم دینے والے کا مقصد اس کو انجام دیتا ہے۔ کیونکہ حاکم نے فعل کا التزام کیا ہے اگرچہ اس نے محدود کر کے غیر کی مدد دی ہے۔ اور غیر سے مدد لینا ہی معنی

جیدہ یاد رہے لہذا حکم کے اعتبار سے حاکم کی طرف اضافت کی جائے گی۔

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک قاعدہ یاد رکھنا چاہیے جس کا قسم میں ہر جگہ ذکر ضرور ہے وہ یہ کہ قسم کے تمام الفاظ سے وہ سننے والے جائیں گے جن میں اہل عرف استعمال کرتے ہوں مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ کسی مکان میں نہیں جاؤں گا اور مسجد میں یا کعبہ معظمہ میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہی مکان ہیں یوں ہی حرام میں جانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ قسم میں الفاظ کا لی خد ہوگا اس کا لحاظ نہ ہوگا کہ اس قسم سے فرض کیا ہے یعنی اون لفظوں کے بدل چال میں جو سننے میں وہ مراد لے جائیں گے قسم کھانے والے کی نیت اور مقصد کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً قسم کھائی کہ گھڑاں کے لیے ایک پیڑ لٹی کوئی چیز نہیں خریدوں گا اور ایک روپیہ کی خریدی تو قسم نہیں ٹوٹی حالانکہ اس کلام سے مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ نہ کچھ پیسے خریدوں گا نہ روپیہ کی مگر چونکہ لفظ سے یہ نہیں سمجھا جاتا لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا قسم کھائی کہ دروازے سے باہر نہ جاؤں گا اور دروازہ کو درگاہ یا بیڑی لٹی کر باہر چلا گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر سے باہر نہ جاؤں گا۔ قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر وہ مکان بالکل گھر کی اس میں کیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر گھر کرنے کے بعد پھر عمارت بنائی گئی اور اب کیا جب بھی قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صرف چھت گری ہے یا درباری بدستور باقی ہیں تو قسم ٹوٹ گئی۔ (درکار کتاب الایمان، ج ۵، ص ۵۵۰)

صرف جنازہ سے میں شرکت کرنے کی قسم کا بیان

قَالَ (وَلَوْ حَلَفْتَ لَا يَخْرُجُ مِنْ ذَاہِرِہٖ اِلَّا اِلٰی جَنَازَةٍ فَخَرَجَ اِلَيْہَا لَمْ اَتَمِّ حَاجَتَہٗ اُخْرٰی لَمْ يَخْشَفْ) لِاَنَّ الْمَوْجُوْدَ خُرُوْجٌ مُّسْتَسْتِیْ ، وَالْمُضَيِّقُ بَعْدَ ذٰلِكَ لَيْسَ بِخُرُوْجٍ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ اپنے گھر سے صرف جنازہ کے لیے نکلے گا مگر جنازہ سے میں شریک ہونے کے لیے نکل پھر وہ کسی دوسرے کام کے لیے آیا تو وہ حادث نہ ہوگا کیونکہ اس کا خروج کسی کام کے لیے ہے جس کا اس نے قسم میں استثناء کیا ہے۔ لہذا استثنیٰ خروج کے بعد اس کا نہیں چلے گا پھر یہ قسم سے خروج نہیں ہے۔

استثنائی خروج ہے کہ بعد خروج کے حکم کا محذور ہوتا

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ جنازہ کے سوا کسی کام کے لیے گھر سے نہ نکلوں گا اور جنازہ کے لیے نکلے گا چاہے جنازہ کے ساتھ گیا نہ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ گھر سے نکلنے کے بعد اور کام بھی کیے۔ اور جب اس نے یہ قسم کھائی کہ گھڑاں میں نہ جاؤں گا اور ایسے مکان میں گیا جس میں دور دروازہ سے ہیں ایک دروازہ اس محلہ میں ہے جس کی نسبت قسم کھائی اور دوسرا دوسرے محلہ میں تو قسم ٹوٹ گئی۔ (درکار کتاب الایمان)

کہ مکرمہ کیلئے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفْتَ لَا يَخْرُجُ اِلٰی مَكَّةَ فَخَرَجَ يَرْبُہَا لَمْ يَجْعَ حَيْثُ) لَوْ جُوْدُ الْخُرُوْجِ عَلٰی قَضٰی مَكَّةَ وَهَوَ الشَّرْطُ ، اِذَا الْخُرُوْجُ هُوَ الْاِنْفِصَالُ مِنَ الْمَکَامِلِ اِلٰی الْخَارِجِ (وَلَوْ حَلَفْتَ لَا يَأْتِيْہَا لَمْ يَخْشَفْ حَتّٰی يَدْخُلْہَا) لِاَنَّ عِبَارَتَہٗ عَنِ الْاَوْصَالِ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاْتِيَا بِغُرُوْثٍ فَقَوْلَا (وَلَوْ حَلَفْتَ لَا يَنْتَقِبُ اِلَيْہَا لَيْلٌ هُوَ كَالْاَيَّامِ ، وَلَيْلٌ هُوَ كَالْخُرُوْجِ وَهَوَ الْاَصْحَرُ لِاَنَّ عِبَارَتَہٗ عَنِ الْوُزَالِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ مکہ میں نہیں جائے گا پھر وہ مکہ میں جانے کے ارادے سے چلا لیکن واپس آ گیا تو وہ نہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس میں مکہ مکرمہ کی طرف خروج کا ارادہ پایا جا رہا ہے۔ اور شرط بھی یہی تھی کیونکہ خروج داخل سے خارج کی طرف جانے کا نام ہے۔ اور جب اس نے اس طرح قسم اٹھائی کہ وہ مکہ مکرمہ سے کبھی نہیں ٹوٹا اس دخول کے بغیر وہ حادث نہ ہو گا۔ کیونکہ یہاں اس کا مطلب پہنچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "فَاْتِيَا بِغُرُوْثٍ فَقَوْلَا (بشعراء ۱۶۰)" تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو کہ تم دونوں اس کے رسول ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور جب اس نے کہ مکہ مکرمہ کی طرف نہ جانے کی قسم کھائی تو ایک قول کے مطابق یہ بھی اتیان کی طرح ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ خروج کی طرح ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے کیونکہ زوال سے مراد واپس جانا یا چل جانا ہے۔

اتیان کے معنی سے استدلال کا بیان

حضرت مولیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حلال جاتا رہا دوسرا دروازہ آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر میری طرف بھیجا اب اگر تو میرا کہنا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری تا فرمائی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطبہ کے بعد جب کہ میں قسم میں سے بھاگ گیا اس کے بعد اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا اب پرانے قصد یا نہ کر۔ میری آواز پر ایک کہہ۔ سن اگر ایک کہہ پرتوئے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر توئے ظلم و تعدی کی ہے۔ ان کو بری طرح غلام بنا رکھا ہے میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائیگی؟

بصرہ میں ضرور جانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَاِنْ حَلَفْتَ لِكَيْتَیْنِ الْبَصْرَةِ فَلَمْ يَأْتِہَا حَتّٰی مَاتَ حَيْثُ لٰی اَخِيْ خُزَیْمَةُ مِنْ اَبْنِیْہَا وَحَکَیْہِہٖ) لِاَنَّ الْبَصْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ مَوْجُوْدٌ .

اجازت نہیں یا جانے کے لیے کھڑی ہوئی اس نے لوگوں سے کہا، چھوڑو اسے جانے دو تو اجازت نہ ہوئی اور اگر روزہ پر فقیہوں نے اس سے کہا فقیر کو کھانا دے اور روزہ سے نکلے بغیر نہیں دے سکتی تو ظلم کی اجازت ہے ورنہ نہیں اور اگر کسی رشتہ دار کے یہاں جانے کی اجازت دی مگر اس وقت نہ گئی دوسرے وقت کی تو ظلم کی اجازت ہوئی اور اگر اس کے یہاں جانے کے لیے اجازت لی اور بعد کے یہاں چلی گئی تو ظلم کی اجازت نہ ہوئی اور اگر عورت سے کہا اگر میری خوشی کے بغیر نکلی تو تھو کو ظلم کی ہے تو اس میں سننے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں اور اگر کہا بغیر میرے جانے ہوئے گئی تو ظلم کی ہے بھروسہ نکلی اور شوہر نے نکلے دیکھا یا اجازت دی مگر اس وقت نہ گئی جو میں گئی تو ظلم کی نہ ہوئی۔ (رہنما کتاب الایمان)

خروج زوجہ پر ظلم کو مطلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ أَرَادَتْ الْمَرْأَةُ الْخُرُوجَ فَقَالَ لَإِنْ خَرَجْتَ فَأَنْقِ ظِلْفَكَ ثُمَّ خَرَجَتْ لَمْ يَحْثُ) وَكَذَلِكَ إِذَا أَرَادَ رَجُلٌ صَرْبَ عَيْبِهِ فَقَالَ لَهُ آخِرُ إِن صَرْبُهُ قَعْبِي خُورَ فَرَحَهُ ثُمَّ صَرْبَهُ وَهَذِهِ تَسْمَى بَيِّنَ قَوْلٍ . وَتَقَرَّرَ أَبُو حَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بِإِظْهَارِهِ .
وَوَجْهُهُ أَنَّ مَرَادَ الْمُتَكَلِّمِ الرَّدُّ عَنْ تِلْكَ الصَّرْبَةِ وَالْخُرُوجَ عَرُفًا ، وَمَنْنَى الْأَيْمَانِ عَلَيْهِ
(وَلَوْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اجْلِسْ فَقَعَّ عَيْدِي قَالَ إِنْ تَعَلَّيْتُ قَعْبِي خُورَ فَخَرَجَ قَرَجَ عَلَى
مَنْبُولِهِ وَتَعَلَّى لَمْ يَحْثُ) لِأَنَّ كَلَامَهُ خَرَجَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ فَيُطِيقُ عَلَى السُّؤَالِ
فَيَنْصَرِفُ إِلَى الْقَدَاءِ الْمُنْذَعُورِ إِلَيْهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ تَعَلَّيْتُ الْيَوْمَ لَأَنْتَ زَادَ عَلَى
خَرَبِ الْجَوَابِ فَجَعَلَ مَجْنُونًا .

ترجمہ

اور اگر بیوی نے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس کے خاوند نے کہا پس اگر تو نکل گئی تو تجھے ظلم ہے پھر وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد باہر نکل وہ قسم اٹھانے والا نہ ہوگا۔ یہی اس طرح ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام کو مارنے کا ارادہ کیا تو اس سے کسی دوسرے شخص نے کہا اگر تو نے اپنے غلام کو مار تو میرا غلام آزاد ہے تو پہلے شخص نے مارنا چھوڑ دیا اور پھر اس کے بعد وہ رات غلام آزاد نہ ہوا اور اس قسم کو کھینچ کر کہتے ہیں۔

حضرت امام مظہر رحمہ اللہ عنہ نے اس سے یحییٰ کا گستاخ کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شتم کی مراد ہی یہی ہے کہ مارنے کا ارادہ کرنے والے شخص کو ہر طور پر اس بارادہ خروج سے روکا جائے اور قصوں کا دار بعد عرف پر ہوا کرتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور میرے ساتھ دو پہر کا کھانا کھاؤ اور اس میں تمہارے ساتھ دو پہر کا کھانا کھاؤ تو پھر

خدا عز و جل سے اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر بیٹھ چلا یا اور کھانا نہ دیا تو وہ حاث نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا کلمہ جواب کے طور پر بیان ہوا ہے۔ پس وہ سوال پر ہی منطبق ہو جائے گا۔ اور اس کو کھانے کی جانب بھیجا رہا جائے گا۔ جس کی اس کو دعوت دی گئی ہے۔ یہ خداف اس صورت کے کہ جب اس نے "إِنْ تَعَلَّيْتُ الْيَوْمَ" کہا ہے کیونکہ اس صورت میں اس نے جواب پراٹھا نہ کیا ہے۔ جس نے طریقے سے قسم اٹھانے والا ہو جائے گا۔

ترجمہ

قصوں کا دار بعد عرف پر ہوا کرتا ہے۔ قاعدہ فقیر

اگر میں چاہوں تو میرا غلام آزاد ہے اور ہم بنے سے سفر کی نیت کی تو اس کی خدایق دینے کی چاہتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو نہ اسے کھد خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہذا کسی اور مقصد کیلئے باہر نکلے تو حاث نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلتا مراد ہے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم ہم جگہ کا نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔ (فتح القدیر کتاب الایمان)

ظلم کو مطلق میں داخل کے ساتھ مطلق کرنے کا بیان

حدود بن قدامہ رحمہ اللہ عنہ کہ جب خدایق بیوی سے کہے: جب تم ملک واپس جائیں تو مجھے ظلم کی تو پھر دونوں کا اپنے ملک واپس۔ جسے ظلم ہو چکا ہو، کیونکہ یہ خدایق میں ظلم مطلق کرنا بھی اس میں کسی کو نہ تو کسی کام پر اجازت دیا ہے ورنہ یہ خدایق ہی بخند یہ ہے اور نہ ہی روکا گیا ہے، بلکہ یہ انسان اس کے اس قول کی طرح ہی ہے۔

جب پہلا آئے یا پھر رمضان شروع ہو یا دشاؤ اسے تو اس کی بیوی کو ظلم کی چنانچہ آپ کے خاوند نے اپنی کام سے آپ کو بچھڑانے کا حکم دیا واپس آنے سے روکنا مراد نہیں لیا، واپس طرح اس میں ملک سے باہر پہنچنے پر ترغیب دانا مقصود نہ تھا، بلکہ یہ تو اس میں قطع تھا۔ اور اگر فرض کریں کہ خدایق یہ کہتا ہے: "میرا مقصد یہ تھا کہ واپس جانے کے بعد میں اس کو ظلم کی دے دوں گا تو اس کی یہ بات قابل قبول نہیں کیونکہ اس نے یہ قول "مجھے ظلم" صریح ظلم کے لفظ میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اس کی مراد نہ نیت اور ظلم کے وعدہ والی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔

اور یہ وہ تعلق جس سے اس کا مقصد کرنا ہو سکتا ہے کہنا: اگر گھر سے نکلی تو تمہیں ظلم کی اور نہ وہ اس سے بیوی کو باہر جانے سے منع کرنا چاہتا ہو، یا پھر وہ تعلق جس سے کسی کام کی ترغیب دلائی گئی ہو، مثلاً اگر گھر واپس نہ آئی تو تمہیں ظلم کی، تو اس میں قطعاً مراد کا خداف نہ پایا جاتا ہے۔

جبوہ فقہاء کرام کے ہاں جب مطلق کردہ کام واقع ہو جائے تو ظلم کی ہو جائیگی، اور فقہاء کی ایک جماعت کے ہاں ظلم واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس نے اس سے ظلم کی کاروائی نہیں کی تھو بلکہ اس کی مراد روکنا کام کی ترغیب دانا مقصود تھی۔

حدود بن قدامہ رحمہ اللہ نے قاضی ابویعلیٰ سے ظلم کی قسم اٹھانے والے اور نہ لے مطلق کرنے والے کے درمیان فرق بیان

کرتے ہوئے کہا ہے۔

یہ س کی توقع ہے جو اس نے کسی شرط پر مصق کی تھی جس سے اس کا مقصد کسی فضل پر امید رہا یا کسی کام سے روکا مقصود تھا۔ اس کے بالکل اس قول کی طرح اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تمہیں حلاق اور اگر داخل نہ ہوئی تو تمہیں حلاق یا پھر اس کی خبر کی تصدیق کرنے پر مصق کرنا مثلاً زیادہ یا نہ آئے تو تمہیں حلاق رہا اس کے علاوہ کسی اور پر حلاق کو مصق کرنا مثلاً یہ تو اس کے مروجہ طوق ہو تو تمہیں حلاق نہ جانی آئے تو تمہیں حلاق اور بدو نہ آئے تو تمہیں حلاق تو یہ ایک خاص شرط ہے نہ کہ صرف اور قسم (لغنی) (7)۔ (333)

ثم كلام الدين بن حنبل يكتفي به۔

ایک نے دوسرے سے کہ تم فلاں سے گھر کل گئے تھے اس نے کہا ہاں پھر اس پر چھپنے سے کہا خدا کی قسم تم گئے تھے اس نے کہا ہاں تو اس کا ہاں کہنا قسم ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم نے فلاں شخص سے بات چیت کی تو تمہاری عورت کو حلاق بنے اس نے جواب میں کہا تم گھر آئی اپنا زنت سے تو اس کے کہنے کا مقصد یہ ہوا کہ بغیر اس کی اجازت کے کلہ کرنا عورت کو حلاق ہے اور ابتدا بغیر اجازت کلام کرنے سے عورت کو حلاق ہو جائے گی۔ (قادی بن ہدیہ، کتاب الامان)

اما احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

زید اگر اپنی بیوی کو عمرہ سے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی نہ دے تو زید قسم کھائے کہ اگر عمرہ سے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین حدیں دیں تو کیا آپ نے بھی یہ سن ہے کہ زید کی ناراضگی میں عمرہ سے گھر داخل ہونے سے روکنے کی سعی کا اگر زید خود راضی ہو جائے اور بیوی سے معاملہ حل کر لے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو حلاق نہ ہوگی، ہر گز یہ نہیں بلکہ یہ قسم خدہ اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور حلاق کی شرط قسم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزا لازم نہ ہو جائے جس کا حید ہے کہ یہ خدہ اور بیوی کو ایک حلاق دے کر چھوڑ دے اور مدت پوری ہو جائے تو اس کے بعد بیوی عمرہ سے گھر داخل ہوتی اس وقت جزا یعنی حلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی حلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ حلاق لغو ہو جائے گی، اور اس پر زید یعنی خدہ کو اسی وقت روکا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر لے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمرہ سے گھر داخل ہو سکتی زید کی رضا سے بغیر رضا کے داخل ہو اب حلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہو چکی ہے جیسا کہ سرابند اور ہندیہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (قادی بن رضویہ ج ۱۳، کتاب الامان)

سواری پر سوار نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان

وَسَنَ حَلَفْتُ لَا يَرْكَبُ دَابَّةً فَلَانَ فَرَكَبَ دَابَّةً عَبْدٌ مَأْذُونٌ لَهُ مَذْيُونٌ أَوْ غَيْرُ مَذْيُونٍ لَمْ يَحْسَنَ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ ذَيْنِ مُسْتَعْرِقٍ لَا يَحْتَلُ وَإِنِ

نَوَاحِلَ لَأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ لِمَوْلَايَ فِي عُنْدِهِ ، وَإِنِ كَانَ الذَّيْنُ غَيْرَ مُسْتَعْرِقٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ذَيْنَ لَا يَحْسَنُ مَا لَمْ يَتَوَلَّ الْأَمْلَكَ فِيهِ لِمَوْلَايَ لِكَيْ يَصَافَ إِلَى الْعَبْدِ عُرْفًا ، وَكَذَا شَرَعًا فَإِنَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ (مِنْ بَابِ عَيْدًا ، وَلَهُ مَا قَوْلُ اللَّيْثِ) الْحَدِيثُ فَتَحْتَ الْأَصَافَةَ إِلَى الْمَوْلَى فَلَا يَمْنَعُ الصِّيَّةَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : فِي الْوُحُوهِ كُلِّهَا : يَحْسَنُ إِذَا تَوَلَّى لَا يَحْتَاحِلُ الْإِصَافَةَ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يَحْسَنُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَلَّ لِأَعْيَانٍ حَقِيقَةِ الْمِلْكِ إِذِ الذَّيْنُ لَا يَمْنَعُ وَفُورَةُ لِلصِّيَّةِ عِنْدَهُمَا .

ترجمہ

اور ذہب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں سواری پر سوار نہ ہوگا اس کے بعد وہ فلاں شخص کے ایسے کلام کی سواری سوار ہوگی جو نہ حق نہ باطل میں مذہب نہ حق اور نہ خواہ مخواہ میں ہو نہ ہو۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ صحت کا ہوگا مگر جب اس نے یہ مقرر فرمایا ہے تو وہ صحت کا ہوگا اگرچہ اس نے فلاں کے کلام کی سواری پر سوار ہونے کی نیت نہ کی نہ وہ صحت کا ہوگا جب اس نے ذہب میں مذہب کے مال میں آٹا کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ اور جب قرض مجید نہ ہو یہ تمام پر قرض ہی نہ ہو تو صحت کا نہ ہوگا جب تک اس کی نیت کی طرف اضافہ نہیں کی جائے گی۔ یہی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس سے کوئی غلام فروخت کیا اور غلام کے جس صاحب سے ہوتا ہو اٹا کا ہوگا۔ لہذا اس کو آٹا کی طرف منصف کرنے کے سبب منحل واقع ہوگا۔ جب نیت ضروری ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام صورتوں میں صحت ہو جائے گا۔ کیونکہ آٹا کی طرف اضافہ کرنے کے سبب منحل ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ملکیت کی حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے صحت ہو جائے گا اگرچہ اس نے نیت نہ کی کی ہو۔ کیونکہ صاحبین کے نزدیک قرض غلام کے آٹا کی ملکیت ہونے سے مانع نہ ہے۔

شرح

معاذ اللہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ان کے گھر میں اس کا نور پر سواری نہ کروں گا جبکہ اس پر سوار تھا یا یہ کہنا نہ پڑوں گا جبکہ وہ پہنچے تھے، یا اس گھر میں رہائش نہ کروں گا جبکہ اس میں رہائش پزیر تھا۔ وہ قسم کے بعد ایک گھڑی بھی اس کا ہائی پڑا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر وہ سواری سے اتر گیا یا پھر اتار دیا یا مکان سے منتقل ہونا شروع ہو گیا تو صحت نہ ہوگا۔

فتح میں فرمایا کہ پھر اگرچہ وہ گھڑی جبکہ اس کو فوراً منتقل ہونا مانگتا تھا تو صحت ہو جائے گا۔ وہ نہ رنر مانگتا تھا کہ وہاں چوڑی کا تھا، یہ تھیں روالے کہ کم کی طرف سے رکنا تھی، یہ منتقل ہونے کو دوسرا مکان نہ تھا، یہ دوسرے مکان کو تاراج ہوا تھا جس کو کہوٹ پر قہر نہ ہوا تو صحت نہ ہوگا، کیونکہ فوراً منتقل ہونے میں یہ وقت بھی شمار ہوگا، اور غدر کی وجہ سے اس وقت کو کلام عدم قرار

یہ بات کہ اگر ان لوگوں سے دوا دے کر فوراً نکلے پر قدرت ہو تو بھی قسم نہ لے، کیونکہ کھانے سے معروف حریقہ پر نکلن مگر ہے، جیسا کہ فقیر یہ میں ہے، (ورقہ کتاب الامان، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے خبر دیتے تھے کہ جو بھی بھگور کا درخت پیوند لگانے کے بعد بچا جائے اور بیٹے وقت پہلے کا کٹی ڈالتا ہو تو پھل کی سب سے بڑی قسم نہ لے، غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۳۰۳)

یعنی اگر ایک خاص بیج چاہے اور اس کے پس منہ ہو تو وہاں ہلکا ہلکا ہوگا۔ اسی طرح لوٹری کر کے تو اس کا بیج جو پیدا ہوگا ہو تو پانی کا ہوگا۔ بیج کا بیج شتر کی کا ہوگا لیکن اگر خیر یا پست یا ان بیجوں یا لوٹری خاص سے متعلق چیزوں کے لینے کی شرط پر سوار کرے اور وہ ملک اس پر راضی بھی ہو جائے تو پھر وہ پھل کی وافر مقدار میں ہوگی وہ بیج شتر کی یا خیر یا پست ہوگی۔ شریعت خداوندی ہے کہ لیکن دین کے معاملات میں فریقین کا بھی طور پر جملہ تصدیق سے کرین اور دونوں طرف سے ان کا منظور کر لینا ضروری ہے تاکہ اس کے چل کر کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔

حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہما میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے بھگور کے ایسے درخت بیجے ہوں جن کو پیوندی کیا چکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے کی کارہا ہے۔ ایسا اگر خیر سے والے نے شرط لگا دی ہو۔ (کریمی سمیت سوار ہوا ہے تو پھل بھی خیر یا کھیت میں آ جائیں گے) (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۳۰۳)

حدیث میں غلط فہم کیا آئی ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام بیچے تو اس وقت جتنے مال غلام کے پاس ہے وہ اصل مال بھی گانے گا اور خریدنے والے کو صرف خالی غلام ملے گا۔ ہاں اگر خریداریہ شرط کرے کہ میں غلام کو اس کے بعد ادا کر سمیت خریدتا ہوں تو پھر جملہ مال خریداریہ ہوں گے۔ لیکن حال پیوندی کا ہے۔ یہ بات کی معہ دردی پر موقوف ہے۔ ارض مزروعہ کی کھ کے لیے بھی یہی اصول ہے۔

حافظ ابن جریرستانی لکھتے ہیں و هذا كله عند اطلاق بيع السحل من غير تعرض للشمرة فان شرطها المشغور بان قال اشتريت النخل بتموتها كانت للمشغور وان شرطها البائع لشمه قبل النخيل كانت له یعنی یہ معاملہ خریداریہ پر موقوف ہے اگر اس نے پھلوں سمیت کی شرط پر سودا کیا ہے تو پھل اسے ملیں گے اور اگر مال گانے کے لیے لے لے لے پھلوں کی شرط لگا دی ہے تو پھل کا حق ہوگا۔ (صحیح الباری شرح صحیح بخاری)

اس حدیث سے پھلوں کا پیوندی بنانا بھی جائز ثابت ہوا جس میں ماہرین فن درختوں کی شاخ کاٹ کر مادہ درخت کی شاخ کے ساتھ دھتے دیتے ہیں اور قدرت خداوندی سے وہ ہر وہ شے حاصل ہوتی ہیں۔ پھر وہ پیوندی درخت بکرت پھل دینے لگ جاتا ہے۔ آن کل من شئ من بہت کافی تر کی ہے اور اب تجربات جدیدہ نے نہ صرف درختوں بلکہ نہجیات تک کے پودوں میں اس عمل سے کامیابی حاصل کی ہے حتی کہ اعضائے حیوانات پر یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْأَكْلِ وَالشَّرْبِ

یہ باب کھانے پینے کی قسم کے بیان میں ہے

باب یمین اکل وشرب کی قسمی مطابقت کا بیان

حدا میں نمودار برقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے سند یعنی ہائیکس سے متعلق باب قسم یمین کے لیے کیونکہ انسان کیلے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد انسان کے لیے کھانا کھانا ہوتا ہے اب اس کے لیے کھانے کے بعد کھانے پینے کی اشیاء میں قسم اٹھانے کو بیان کیا ہے۔

اس باب میں قسم کا بیان ہے جو کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں اٹھائی جائے گی اور یہیں ان اشیاء سے ان کی قیمت مراد ہے کیونکہ یہاں مسیب کے ذکر سے مراد وہ مسیب ہے اور یہی جائز شائع ہے۔ (عناشر الہدایہ ج ۴ ص ۲۲، بیروت)

آیہ ان حضرت علی رضی اللہ عنہ تعالیٰ و جبرائیل علیہ السلام سے پہلے شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے نہ لیا ہے تو حضرت امیر المومنین رحمہ اللہ تعالیٰ و جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھرا کر کے اس سے یہ بات کہ اس کا جسم ہم سے ہڈی لوگوں سے جید ہیں، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جڑا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پورا نہ ضروری ہوتا ہے، جبکہ سوال میں کہنے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا شرط ہوگا نہ کہ ضروری ہوگا، کھانے کے شخص تصور کرنے سے نہ کھانا نہیں نہیں ہوتا، یہ بات پر غلط فہمی کی جاتا ہے اور ایسا ہونا بدلتہ عقل سے خوف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو تحقیق کھانا ہو جائے گا۔ اگر اب یہی ہوتے پھر دین سے فقرہ کو قسم ہو جائے، و رزق میں قدرت کی یہ حکمت معاذ اللہ قسم ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ رزق کو کھانا دے کر دے تو کھانا زمین میں خداوند کریم لیکن وہ اللہ رحمت رزق اتار دے۔

کھانے کی قسم کا قسمی مفہوم

قسم دہانی کہ یہ کھانا کھانے کا تو اس میں دوسرے میں جس کوئی وقت مقرر کر دیا ہے یا نہیں مقرر نہیں مقرر کیا ہے پھر وہ کھانا کھانے کا یہ لفظ ہو گیا یہ قسم کھانے، اور اگر یہ قسم نہ ہوئی اور اگر وقت مقرر کر دیا ہے مثلاً آج اس کو کھانے کا گوارا نہ کرنے سے پہلے کھانے والا مر گیا یا کھانا تلف ہو گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (فائدہ ہندی، کتاب الامان)

درخت نے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ فَهُوَ عَلَى نَمْرُهَا) لِأَنَّهُ أَصَافَ الْيَمِينَ إِلَى مَا

لَا يُؤْكَلُ فَيُصْرَفُ إِلَى مَا يُخْرَجُ مِنْهُ وَهُوَ التَّمْرُ لِأَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ فَيُضْلَعُ مَجَازًا عَنْهُ، لَكِنْ الشَّرْطُ أَنْ لَا يَتَغَيَّرَ بَصْعُهُ جَدِيدَةً حَتَّى لَا يَخْتَلُ بِالنَّيْلِ وَالْحَلِّ وَالذَّنْبِ الْمَطْبُوحِ.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے حلف تھا کہ وہ اس درخت سے نہیں کھائے گا۔ پس یہ قسم اس کے پھل سے متعلق ہوگی۔ کیونکہ اس نے غیر، کو ل چیز کی طرف قسم کی انشاء کی ہے۔ لہذا قسم اسی چیز کی طرف ہونے والی ہوگی جو درخت سے نکلے گی اور وہ پھل ہے۔ کیونکہ درخت کا پھل سب سے پہلے درخت کا پھل ہی جی ضرور پر اس پر پڑے گا۔ البتہ شرط ہے کہ پھل کی کسی حد پر تیب سے تبدیل نہ کیا گیا ہو۔ لہذا وہ ہر کھانسی، ہر کھانسی اور کھانسی ہوئی تاڑی سے صاف نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن عثیمین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے آم وغیرہ کسی درخت کی نسبت کہا کہ اس میں سے کچھ نہ کھاؤں گا تو اس کے پھل کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ وہ درخت کھانے کی چیز نہیں لہذا اس سے مراد اس کا پھل کھا جائے۔ اسی طرح پھل کو پھیر کر جو کھلا وہ کھا جائے۔ قسم ٹوٹ گئی اور اگر پھل کو پھیر کر کسی کوئی چیز بنائی گئی ہو جیسے انگور سے سرکہ بننے میں تو اس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صورت مذکورہ میں تلف کر کے کسی نے اس درخت کا کچھ حصہ پھال وغیرہ کھالیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہ نیت بھی ہو کہ درخت کا کوئی جز نہ کھاؤں گا اور اگر وہ درخت ایسا ہو جس میں پھل ہوتا ہی نہ ہو یا ہوتا ہے مگر کھانا نہ پاتا ہو تو اس کی قیمت سے کوئی چیز خرید کر کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

(در مختار، کتاب الایمان)

علامہ فخر الدین عثمان بن عثیمین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص غلطی سے قسم کھ جائے مثلاً کہن چاہتا تھا کہ چائے نہ پانی پیائے پس گا اور زبان سے نکل گیا کہ خدا کی قسم یا نہیں میں اس کا پیو کھانا نہ پیتا تھا دوسرے نے قسم کھانے پر مجبور کیا تو وہی حکم ہے جو قصد اور بلا مجبور کیے قسم کھانے کا ہے یعنی توڑے گا تو کفارہ دینا ہوگا قسم ٹوڑنا اختیار سے ہو یا دوسرے کے مجبور کرنے سے قصد ہو یا بھول چوک سے ضرورت میں کفارہ ہے بلکہ اگر بیہوش یا جنون میں قسم توڑنا ہو جب بھی کفارہ واجب ہے جب کہ ہوش میں قسم کھائی ہو اور اگر بیہوش یا جنون میں قسم کھائی تو قسم نہیں کھائی عاقل ہونا شرط ہے اور یہ عاقل نہیں۔

(تیسرین الفقہاء، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۴۳۳)

گلدراکی گھجور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَأَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذَا الْبُسْرِ فَصَارَ وَكَلًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَخْنَثْ. وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذَا الرُّطْبِ أَوْ مِنْ هَذَا اللَّيْنِ فَصَارَ تَمْرًا أَوْ صَارَ اللَّيْنُ شِيرًا لَمْ يَخْنَثْ)

لَآ يَنْ حَلْفَ الْبُسْرِ وَالرُّطْبِ دَاعِيَةً إِلَى الْيَمِينِ، وَكَذَا كَوْنُهُ لَبًّا فَيَقْبِذُ بِهِ، وَلَآ يَنْ اللَّيْنُ مَا يُؤْكَلُ لَآ يَصْرَفُ الْيَمِينِ إِلَى مَا يَتَّخِذُ مِنْهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَلَفَ لَا يَكُلُ هَذَا الصَّبِیَّ أَوْ هَذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ بَعْدَ مَا شَاخَ لِأَنَّ هِجْرَانَ الْمُسْلِمِ بِسَمْعِ الْكَلَامِ مَعْنَاهُ فَلَمْ يُعْتَبَرِ الدَّاعِي دَاعِيًا إِلَى الشَّرْعِ.

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گلدراکی گھجور سے نہ کھائے گا۔ پھر وہ گھجور رطب والی ہوگی اور اس نے اس سے کھا لیا تو حادثہ نہ ہوگا اور اسی طرح جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس رطب اور اس بین سے نہیں کھائے گا۔ اس کے بعد وہ رطب گھجور ترین مٹی یا وہ درودھ لائی والا بن کر چک گیا تو وہ حادثہ نہ ہوگا کیونکہ گھجور کی صفت بسورت و رطب قسم کی طرف لے جانے والی ہے اور درودھ ہونے کا بھی حکم ہے پس یمن بین کے ساتھ عقیدہ ہوا ہے۔ کیونکہ درودھ بھی کھایا جاتا ہے لہذا قسم اس جانب سے پھرنے والی نہ ہوگی جو چیز درودھ سے بنائی جاتی ہے۔ البتہ یہ صورت اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ اس کے بچے یا اس جوان سے بات نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اس نے اس کے بوزہا ہوجانے کے بعد اس سے کلام کیا (تو قسم توڑنے والا ہوگا) کیونکہ کسی مسلمان کو ترک کلام کے سبب چھوڑنا منع ہے۔ پس شریعت میں اس داعی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن عثیمین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاعدہ کا مکمل وہ ہے جہاں قسم کا سبب بننے والی صفت قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وہ معرکہ کے طور پر نہ ہو خواہ ضرر نہ اشارہ سے بنایا گیا ہو کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے یا وجوہ کے ضمن میں صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے۔ اسی لئے اگر قسم کھائی کہ میں اس بچے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے جوانی میں بات کی تو جب بھی حادثہ ہوگا، تاہم وصف اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کا اعتبار کلامی داعی ہوگا، جیسا کہ یہ سراسر رطب وغیرہ اور یہ درودھ وغیرہ میں یہ صفت قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو صرف داعی بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء قسم کا داعی کے لئے حارث نہیں ہو سکتی کیونکہ تیسرے الفاظ پڑتی ہیں اگر اعراس پڑتی نہیں ہوتیں۔

فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی بخلاف جب یوں کہے کہ میں اس کو کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عند اللہ ہو سکتا ہے اس سے واضح ہو کہ دایہ یعنی عند اللہ میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کے بغیر قسم نیت کرنا دایہ میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاء کیسے کا مدعا ہو سکتا ہے (در مختار، کتاب الایمان)

حمل کا گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمَهُ هَذَا الْحَمْلِ فَأَكَلَ بَعْدَهَا صَارَ كَنَحْلٍ حَيْثُ) لِأَنَّ صِفَةَ الصَّغَرِ فِي هَذَا لَيْسَتْ بِذَائِجِيَّةٍ إِلَى الْيَمِينِ فَإِنَّ الْمُتَمَتِّعَ عَنْهُ أَكْثَرَ امْتِنَاعًا عَنْ لَحْمِ الْكَبِيرِ .

ترجمہ

اور جب کسی قسم اٹھائی کہ وہ اس حمل کا گوشت نہ کھائے گا۔ اس کے بعد اس نے اس کے مینڈھے ہونے کے بعد اس کا گوشت کپے تو وہ نہ کھاتا ہو گا۔ کیونکہ صفت صغیر اس قسم کے ذائج نہیں ہے۔ کیونکہ بچہ کے گوشت سے رکھنے والا مینڈھا ہے گوشت سے زیادہ رکھنے والا ہے۔

شرح

علامہ طحاوی نے غلطی سے اصرار کرتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم لی کہ اس بچہ کا گوشت نہیں کھائے گا پھر جب وہ جوان ہوئی اس وقت اس کا گوشت کھا تو قسم ٹوٹ گئی۔ (در مختار کتاب الایمان) قسم کھانے والے کہ گوشت نہ کھائے گا چھٹی کھانے سے نہ ٹوٹے گا اگر چہ حقیقتاً ذرہ گوشت اس پر بھی صادق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لَنَا كُلُوا مِنْهُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (در مختار) تم روایہ تازہ گوشت کھاؤ۔

نصف کی بھجور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا فَأَكَلَ رُطَبًا لَمْ يَخْنَثْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِبُسْرِ . (وَمَنْ خَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا أَوْ بُسْرًا أَوْ خَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا وَلَا بُسْرًا فَأَكَلَ مَذْبُوحًا حَيْثُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ لَا يَخْنَثُ فِي الرُّطَبِ) يَنْغِي بِالنُّسْرِ الْمَذْبُوحِ وَلَا فِي الْبُسْرِ بِالرُّطَبِ الْمَذْبُوحِ لِأَنَّ الرُّطَبَ الْمَذْبُوحَ يُسَمَّى رُطَبًا وَالْبُسْرَ الْمَذْبُوحَ يُسَمَّى بُسْرًا أَفْصَارُ كَمَا إِذَا كَانَ الْيَمِينُ عَلَى الشَّرَاءِ .

وَلَهُ أَنَّ الرُّطَبَ الْمَذْبُوحَ مَا يَكُونُ فِي ذَنْبِهِ قَلِيلُ بُسْرِ ، وَالْبُسْرَ الْمَذْبُوحَ عَلَى عَكْسِهِ فَيَكُونُ أَكْلُهُ أَكْلَ الْبُسْرِ وَالرُّطَبِ ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مَقْصُودٌ فِي الْأَكْلِ بِخِلَافِ الشَّرَاءِ لِأَنَّهُ يُضَادُّهُ الْحِمْلَةُ فَيَنْتَبِهُ الْقَلِيلُ فِيهِ الْكَبِيرِ .

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَشْتَرِي رُطَبًا فَاشْتَرَى كِبَارَةً نُسِرَ فِيهَا رُطَبٌ لَا يَخْنَثُ) لِأَنَّ الشَّرَاءَ

بُضَادٌ الْحِمْلَةُ وَالْمَغْلُوبُ تَابِعٌ (وَلَوْ كَانَتْ الْيَمِينُ عَلَى الْأَكْلِ يَخْنَثُ) لِأَنَّ الْأَكْلَ يُضَادُّهُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ كُلُّ وَنْهَمًا مَقْصُودًا وَصَارَ كَمَا إِذَا خَلَفَ لَا يَشْتَرِي شَيْئًا أَوْ لَا يَأْكُلُهُ فَاشْتَرَى حِمْلَةً فِيهَا حَبَاتٌ شُعِيرٌ وَكَانَتْهَا يَخْنَثُ فِي الْأَكْلِ دُونَ الشَّرَاءِ لِمَا قُلْنَا .

ترجمہ

فرمان: اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ کچھ بھجور نہ کھائے گا اس کے بعد اس نے کچھ بھجور کھائی تو وہ نہ کھاتا ہو گا۔ کیونکہ رطب برسر نہیں ہے۔ اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ رطب یا برسر نہ کھائے گا یا اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ نہ تو رطب کھائے گا اور نہ برسر کھائے گا اس کے بعد اس نے مذنب یعنی دم کی جانب سے کچھ بھجور کھائی تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ حائل ہو جائے گا۔

صالحین کے نزدیک وہ رطب کی صورت میں حائل نہ ہو گا اور جب اس نے برسر مذنب نہ کھانے کی قسم اٹھائی اور رطب مذنب کی قسم اٹھائی کی حالت میں برسر کھانے سے وہ حائل نہ ہو گا کیونکہ رطب مذنب کو بھی رطب کہا جاتا ہے اور برسر مذنب کو برسر کہا جاتا ہے لہذا یہ ایسی طرح ہو جائے گا جس شرع کی قسم منع ہو جاتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک رطب مذنب ایک بھجور کو کہتے ہیں جس کی ذمہ داری کی گدڑی ہو جائے اور برسر کے برعکس کہتے ہیں پس رطب مذنب اور برسر مذنب کو کھانے والا برسر اور رطب کو کھانے والا ہو گا اور ان میں سے ہر ایک کا مقصود کھانا ہے لہذا وہ اس میں اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ شرعاً مکمل کچھ سے ملنے والا ہے پس اس میں قلیل کثیر کے تابع ہو گا۔

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ رطب کو نہیں خریدے گا اس کے بعد اس نے گدڑی بھجوروں کا خوشہ خرید لیا ہے جس میں رطب بھجور بھی ہیں تو وہ حائل نہ ہو گا کیونکہ خریداری مکمل خوشے کی ہوا کرتی ہے اور مغلوب چیز ہمیشہ تابع ہو کر رہتی ہے اور اگر ان کے کھانے کی قسم اٹھائی تو وہ نہ کھاتا ہو جائے گا کیونکہ کھانے میں تو بھجور اور رطب بھی رطب سے ملے والا ہے اور برسر و رطب میں سے ہر ایک سے مقصود ہو گا اور یہی اس طرح ہو جائے گا جس طرح کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ جو نہیں خریدے گا وہ جو نہیں کھائے گا پھر اس نے گدڑیوں کو خریدا جس میں جو کے کچھ دانے بھی تھے۔ اور انہیں کھا لیا تو وہ کھانے کی صورت میں حائل ہو جائے گا اور خریدے کی صورت میں حائل نہ ہو گا۔

شرح

نصف کی بھجور کا اطلاق کچھ بھجور پر نہ ہو گا کیونکہ دونوں میں فرق واضح ہے اور یہ فرق طبی نقصان و فوائد سے بھی واضح ہے

گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يَأْكُلْ لَحْمًا فَاكُلْ لَحْمَ السَّمَكِ لَا يَحْتُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْتُ لِأَنَّهُ يُسَمَّى لَحْمًا فِي الْقُرْآنِ.

وَجِبَ الْأَسْبَحَانُ أَنَّ التَّسْمِيَةَ مَجَازِيَّةٌ لِأَنَّ اللَّحْمَ مُنْشُؤُهُ مِنَ الدَّمِ وَلَا دَمَ فِيهِ لِسُكُونِهِ فِي الْمَاءِ (وَأَنْ أَكَلَ لَحْمَ خَيْزُرٍ أَوْ لَحْمَ إِنْسَانٍ يَحْتُ) لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقِي إِلَّا أَنَّهُ حَرَامٌ. وَالْيَمِينُ قَدْ تَعَقَّدَ لِلْمَنْعِ مِنَ الْحَرَامِ (وَكَذَا إِذَا أَكَلَ كَبِدًا أَوْ كَرِشًا) لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةٌ فَإِنَّ نُمُوهُ مِنَ الدَّمِ وَتُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالُ اللَّحْمِ. وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْتُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ لَحْمًا.

ترجمہ

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اس کے بعد اس نے پھل کا گوشت کھا یا تو وہ حائض نہ ہوگا جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حائض ہو جائے گا۔ کیونکہ پھل کے گوشت کو قرآن میں حرام کہا گیا ہے۔

اقتضیٰ کی دلیل یہ ہے کہ پھل کے گوشت کو کھانسی طور پر گوشت کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ پھل میں خون نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ پانی میں راقی ہے۔ اور جب انسان نے خنزیر یا کسی انسان کا گوشت کھایا تو وہ حائض ہو جائے گا کیونکہ یہ حقیقی طور پر گوشت ہے۔ بہت ہی حرام ہے۔ اور حرام سے منع کرنے کیلئے کسی قسم منفذ ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب کسی قسم اٹھانے والے نے کبھی یا جھڑی کھائی تو کبھی وہ حائض ہو جائے گا کیونکہ ان میں سے بھی ہر ایک حقیقی طور پر گوشت ہے۔ کیونکہ اس کا برصنا خون سے ہے۔ اور اس کا استعمال بھی گوشت کی طرح ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر سے عرف میں وہ حائض نہ ہوگا کیونکہ ہر سے عرف میں اس کو گوشت نہیں شمار کیا جاتا۔

شرح

علامہ سعد و امین دینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائیگا تو پھل کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور اذیت، گائے، بھینس، بکری اور پرند وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر ان کا گوشت کھایا تو ٹوٹ جائے گی، وغیرہ شور مچا دے اور یہ نہیں ہوا یا کوئی اور کچھ گوشت یا صرف شور مچا دے تو قسم ٹوٹے گی۔ اسی طرح کبھی جلی، بھینس، اڑیل، گدو، اور کبھی دیگر چیزیں کھانے سے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ ان چیزوں کو عرف میں گوشت نہیں کہتے اور اگر کسی جگہ ان چیزوں کا بھی گوشت میں شمار ہو تو وہ ان کیلئے کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔ قسم کھانی کہ قتل کا گوشت نہیں کھائیگا تو کھانے کے گوشت سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور گائے کے گوشت نہ کھانے کی قسم کھانی تو قتل کا گوشت کھانے سے ٹوٹ جائیگی کہ قتل کے گوشت کو بھی وگ گائے کا گوشت کہتے ہیں اور

بھینس کے گوشت سے نہیں ٹوٹے گی اور بھینس کے گوشت کی قسم کھانی تو گائے بیل کے گوشت سے نہیں ٹوٹے گی اور بڑا گوشت کہہ تو ان سب کو کہل ہے اور بکری کا گوشت کہہ تو بکرے کے گوشت سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی کہ دونوں کو بکری کا گوشت کہتے ہیں۔ اسی طرح بھینس کا گوشت کہہ تو مینڈھے کو بھی شامل ہے اور ذبہ ان میں داخل نہیں، اگرچہ ذبہ اس کی ایک قسم ہے اور چھوٹا گوشت ان سب کو کہل ہے۔ قسم کھانی کہ چربی نہیں کھائیگا تو چھب میں اور آنہوں پر جو چربی پٹی رہتی ہے اس کے کھانے سے قسم ٹوٹے گی چھب کی چربی جو گوشت سے تھیل ہوئی ہوتی ہے اس کے کھانے سے ذبہ کی جگہ کھانے سے نہیں ٹوٹے گی۔ (در معراج، کتاب ان ایمان)

حاضر: بن نجیم مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا اور کسی خاص گوشت کی نیت ہے تو اس سے سوا دوسرے گوشت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اسی طرح قسم کھانی کہ کھانا نہیں کھائیگا اور خاص کھانا مقرر کیا تو دوسرا کھانا کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ قسم کھانی کہ تیل نہیں کھائے گا تو تیل کے تیل کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور جیوں نہ کھانے کی قسم کھانی تو کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور جیوں کی روٹی یا آٹا یا ستوری کیے جیوں کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی مگر جب کسی کی نیت ہو کہ جیوں کی روٹی نہیں کھائیگا تو روٹی کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔ (بحر الرائق، کتاب ایمان)

چربی نہ کھانے یا نہ خریدنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَنَوَّ خَلَفَ لَا يَأْكُلْ أَوْ لَا يَشْتَرِي شَحْمًا لَمْ يَحْتُ إِلَّا فِي شَحْمِ الْبُطْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَ: يَحْتُ فِي شَحْمِ الظُّهْرِ أَيْضًا) وَهُوَ اللَّحْمُ السَّيِّئُ لَوْ جُودَ خَاصَّةً الشَّحْمِ فِيهِ وَهُوَ الذُّبُّ بِالنَّارِ.

وَلَهُ أَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةٌ، أَلَا تَرَاهُ أَنَّهُ يَنْشَأُ مِنَ الدَّمِ وَتُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَهُ وَتَحْصُلُ بِهِ قُوَّتُهُ وَلَيْدًا يَحْتُ بِأَكْلِهِ فِي الْيَمِينِ عَلَى أَكْلِ اللَّحْمِ، وَلَا يَحْتُ بِشَيْءٍ يَبِيْهُهُ إِلَى الْيَمِينِ عَلَى بَيْعِ الشَّحْمِ، وَقِيلَ هَذَا بِالْعَرَبِيَّةِ، فَإِنَّمَا اسْمُ بِيْهِ بِالْفَارِسِيَّةِ لَا يَبْعُ عَلَى شَحْمِ الظُّهْرِ بِحَالٍ (وَلَوْ خَلَفَ لَا يَشْتَرِي أَوْ لَا يَأْكُلْ لَحْمًا أَوْ شَحْمًا فَاشْتَرَى أَلِيَّةً أَوْ أَكَلَهَا لَمْ يَحْتُ) لِأَنَّهُ نَوْحٌ قَالَتْ حَتَّى لَا يُسْتَعْمَلَ اسْتِعْمَالُ اللَّحْمِ وَالشَّحْمِ.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ چربی نہ کھائے گا یا وہ چربی نہ خریدے گا۔ تو حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ صرف بیٹھ کی چربی سے حائض ہو جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک کے چھب کی چربی سے تو حائض ہوئی جائے گا کیونکہ چھب کی چربی یا ناگوشت ہوتی ہے۔ اور اس میں چربی

(وَلَوْ خَلِفْتَ لَآ تَأْكُلُ حُبْرًا قِيمَتِهِ عَلَى مَا يُعْتَادُ أَهْلُ الْمِصْرِ أَكْلَهُ حُبْرًا) وَذَلِكَ حُبْرُ الْحِصْنَةِ وَالشَّعِيرِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُغَادُ فِي غَالِبِ الْمُدَّانِ (وَلَوْ أَكَلَ مِنْ حُبْرِ الْقَطَايِفِ لَا يَحْسَبُ) لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى حُبْرًا مُطَقًّا إِلَّا إِذَا نَوَّاهُ لِأَنَّهُ مُخْتَصَمٌ كَلَامِهِ (وَكَذَا لَوْ أَكَلَ حُبْرُ الْأُرْزِ بِالرَّافِعِ لَمْ يَحْسَبْ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُغَادٍ عِنْدَهُمْ حَتَّى لَوْ كَانَ يَطْبَخُ سَنَانٍ أَوْ فِي بَلَدَةٍ طَعَامُهُمْ ذَلِكَ يَحْسَبُ .

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس آئے سے نہ کھائے کچھ اور اس نے اس کی روٹی کھائی تو وہ وحشت ہو جائے گا کیونکہ اس میں خیرہ کو لے بہذا قسم تو اس پر نابھیرا ہے جو نے قسمی ہے وہ روٹی ہے۔ اور اگر اس نے سی جہت میں سے کچھ بھی نہ وہ حاشہ نہ ہوگا اور صحیح روایت میں ہے کیونکہ اس میں مجازی معنی مراد لینا صحیح ہو چکا ہے۔ اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ روٹی نہ کھائے گا تو اب اس کی قسم اس روٹی سے متعلق ہو جائے گی۔ جس کو اب بطور عادت کھاتے ہیں۔ اور وہ گندم اور جو کی روٹی ہے۔ کیونکہ صرف کے مطابق شیروں میں انہی دو اشیاء سے روٹی کھائی جاتی ہے۔ اور اگر اس نے چار مغزیاں یا دام والی روٹی کھائی تو وہ حاشہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کو مطلق طور پر وہی قسمی کہہ جاتا۔ ہاں البتہ جب قسم اٹھانے والے نے اس کی نیت کی ہو۔ کیونکہ اس کی بات میں اس بات کا احساس ہے ورنہ اس طرح جب اس نے عراق میں چاروں کی روٹی کھائی تو وہ وحشت نہ ہوگا کیونکہ عراق کے نزدیک سی ول کی روٹی کھانے کا عرف نہیں ہے یہاں تک کہ اگر قسم کھانے والا ہلبرست نہ پاسی ایسے شہر میں ہو جس کا کھانا سی ول کی روٹی ہو تو وہ نہ ہو نہ ہوئے گا۔

شرح

علمدار ابن تیمیہ رحمہ اللہ مفتی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ یہ آٹھ نہیں کھائے گا اور اس کی روٹی یا روکوئی جائے،
 ہوئی چیز کھائی تو قسم ٹوٹ گئی اور خود آٹھ مانی پھینک دی تو نہیں۔ قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائے گا تو اس مجلس سجدہ سجدہ کی روٹی لوگ کھاتے ہیں
 اس کی روٹی سے قسم ٹوٹے گی مثلاً پاکستان میں چھوٹے، چور، جوار، اجڑا بیج کی روٹی پکائی جاتی ہے تو چھ دنوں کی روٹی سے قسم نہیں ٹوٹے گی
 مگر اگر چہاں چھ دنوں کی روٹی لوگ کھاتے ہوں وہاں کسی شخص نے قسم کھائی تو چھ دنوں کی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔
 (بحوالہ اربعی کتاب الامان)

بھسنی ہوئی چیز نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلْفَ لَا يَأْكُلُ الشَّوَاءَ فَهَيَّوْا عَلَى اللَّحْمِ دُونَ الْبَادِنِجَانِ وَالْجَزْرِ) لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ اللَّحْمُ الْمُسَوَّى عِنْدَ الْإِطْلَاقِ إِلَّا أَنْ يُؤَى مَا يُشَوَّى مِنْ بَيْضٍ أَوْ غَيْرِهِ لِمَكَانِ الْحَقِيقَةِ

(وَإِنْ حَلَفْتَ لَا تَأْكُلُ الطَّيْعَ فَمَا يُطْعَمُ عَلَى مَا يُطْعَمُ مِنَ النَّعْمِ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ اخْتِيَارًا لِلْمُزْفِ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّعْصِيمَ مُتَعَدِّدٌ فَيَصْرَفُ إِلَى خَاصٍّ هُوَ مُتَعَارَفٌ وَهُوَ النَّعْمُ الْمَطْلُوعُ بِالْمَاءِ إِلَّا إِذَا تَوَيَّ غَيْرَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ فِيهِ تَشْدِيدٌ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْ مَرْفِقِهِ نَحَسَ لِمَا فِيهِ مِنْ أَجْزَاءِ النَّعْمِ وَلَئِنَّهُ يُسَمَّى طَيْعًا.

تہ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ جس کی چیز چڑ نہ کھائے گا تو اس سے مراد گوشت ہوگا جسکے اس اطلاق کا جرادور متفق نہ ہوگا کیونکہ شو کے اعلیٰ اطلاق سے ہونے کے جب اس سے مراد ہونا ہوگا گوشت ہوگا۔ ہاں جب حرف لطف نے مجھے ہونے کے اٹھنے کی نیت کی ہو گیونکہ شوا کا حقیقی معنی یہی ہے۔ اور اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ جی کی چیز چڑ نہ کھائے گا تو اس کی یہ قسم کے ہونے گوشت پر محمول ہوگی۔ جبکہ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے احسان یہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر ہر کے ہونے کو قسم کا شامل ہونا لیکن یہ سب اہم قسم کو ایسے کہنے کے کی طرف تھمیر دیا جائے گا۔ جو صرف ہو اور وہ پانی میں پلکا ہو گوشت ہے ہاں جب حرف لطف اس کے سوا کی نیت کر لے۔ کیونکہ اس میں زیادہ تہنہ ہے اور جب اس نے کہنے کے ہوئے گوشت کا شور بہ کھالیا تو بھی وہ نٹ ہو جائے گا کیونکہ شورے میں گوشت کے اجڑا ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس میں پلکا جاتا ہے۔

شرح

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں اس مسئلہ کی تفریح کو بیان کیا ہے کہ جب ہم کوئی چیز سے مراد گوشت ہے اس کی ایک دلیل عرف عامہ ہے کہ عرف میں جو کچھ رکھ دیا جاتی ہے وہ خرد ہوگی۔ اور دوسری دلیل آسمان کے طور پر بیان کی ہے۔ کہ معروف و یمن ہوا گوشت ہی کھانا جاتا ہے۔ لہذا اگر اس نے یہ کھانا شورہ کیا تو وہ حائل ہو جائے گا۔

ہنریاں نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الرِّءُوسَ فَيَمِينُهُ عَلَى مَا يُحْسِنُ فِي التَّائِبِ وَيَتَوَعَّدُ فِي الْبُصْرِ)
وَيَقَالَ يُحْسِنُ (وَلِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ : لَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رَأْسَ فَهِيَ عَلَى رُءُوسِ الْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ) عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، وَقَالَ أَبُو يُونُسَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ عَلَى
النَّسَبِ خَاصَّةً ، وَهَذَا اخْتِلَافٌ عَصْرٍ وَزَمَانٍ كَانَ الْعَرَفُ فِي زَمَانِهِمَا وَلِي زَمَانِهِمَا فِي
النَّسَبِ خَاصَّةً وَلِي زَمَانِنَا يُقْتَى عَلَى حَسَبِ الْعَادَةِ كَمَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْمُخْتَصَرِ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھ لی کہ وہ ہزیاں نہیں کھائے گا۔ تو اس کی قسم سر اور مغز وغیرہ محمول ہو جائے گی جس کو چھاپیوں میں ڈال شہرول میں بیچو چاہے اور کہا جاتا ہے "یکس" یا مع صغیر میں اس کا معنی دہش ہونے کے بھی ہیں۔ اور جب اس نے یہ قسم اٹھ لی کہ وہ سر نہیں کھائے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ قسم کھانے اور پکری کے سرول پر محمول ہوگی جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف پکری کے سر سے متعلق ہوگی۔ اور اس میں نہانے کا اختلاف ہے۔ کیونکہ صاحب علیہ الرحمہ کے زمانے میں دونوں کا عرف تھا اور صاحبین کے زمانے میں صرف پکری کی سر کی طرف تھا اور ہمارے زمانے میں عرف کے معنی بن قوی دیا جائے گا جس طرح مختصر قدوسی میں ذکر کیا گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر لفظ عام ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جاسکتی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھو گا تو قسم میں اگر چہ سری مراد ہوگی لیکن عرف میں سری مراد ہوتی ہے جس کو بھونا جائے اور پزار سر فروخت کیا جائے اس لئے عرف میں سری مراد نہ ہوگی، کوئی بھونا ہوگی تو یہیں عرف نہ سری میں تخصیص کر دی تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرف خاص ہی مراد ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں سے مذکور نہ ہو عرف کی وجہ سے وہ زیادتی پیدا نہیں ہو سکتی جیسے کوئی شخص اپنی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے" تو یہاں اگر وہ مراد لے کر گھر میں داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں لیا جاسکتا، اگر چہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا ضروری ہے مگر عرف کلام میں غیر مذکور غفہ کو مذکور نہیں کر سکتا اس لئے اپنی عورت کے لئے یہ قسم لغو قرار پائے گی، (در مختار کتاب الایمان ج ۳، ص ۷۷، بیروت)

پہل نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَعَتْ لَا يَأْكُلُ فَإِنَّهَا عَيْنٌ أَوْ رَمَانٌ أَوْ رُطَبٌ أَوْ قَيْثَاءٌ أَوْ حَبَابًا لَمْ يَحْتَسِبْ، وَإِنْ أَكَلَ تَفْخَاً أَوْ بَطِيخًا أَوْ مَشْمِشًا حَيْثُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: حَيْثُ فِي الْعَنْبِ وَالرُّطَبِ وَالرَّمَانِ أَيْضًا، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْفَائِكَةَ اسْمٌ لِمَا يَنْفَكُّ بِهِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَيُتَذَكَّرُ: أَيُّ نَسْنَعُمْ بِهِ زِيَادَةً عَلَى الْمُعْتَادِ، وَالرُّطَبُ وَالنَّيَّاسُ فِيهِ سَوَاءٌ يَفْعَلُ أَنْ يَكُونَ النَّفْكَةُ بِهِ مُعْتَادًا حَتَّى لَا يَحْتَسِبَ النَّيَّاسُ الْبَطِيخَ، وَهَذَا الْمَعْنَى مَوْجُودٌ فِي النَّفَّاحِ وَأَخَوَاتِهِ فَيَحْتَسِبُ بِهَا وَعَبَّرَ مَوْجُودٌ فِي الْقَيْثَاءِ

وَالْحَبَابِ لِأَنَّهُمَا مِنَ الْبَقُولِ بَيْنَمَا وَأَكَلًا فَلَا يَحْتَسِبُ بِهِمَا.

وَأَمَّا الْعَنْبُ وَالرُّطَبُ وَالرَّمَانُ فَيَحْتَسِبُ بِقَوْلِهِ إِنَّ مَعْنَى النَّفْكَةِ مَوْجُودٌ فِيهَا فَإِنَّهَا أَعْرُ النَّفَّاحِ وَكَهَذَا وَالتَّنَسُّعُ بِهَا يَقُوفُ التَّنَعُّمُ بِغَيْرِهَا، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ: إِنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ مِمَّا يَتَعَذَّرُ بِهَا وَيُتَذَكَّرُ بِهَا فَلَا وَجِبَ فَضُولًا فِي مَعْنَى النَّفْكَةِ لِإِلَّا سَيَعْمَالٍ فِي حَاجَةِ الْبَقَاءِ وَلِهَذَا كَانَ النَّيَّاسُ مِنْهَا مِنَ التَّوَابِلِ أَوْ مِنَ الْأَفَاتِ

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھ لی کہ وہ پہل نہ کھائے گا اس کے بعد اس نے انگوڑی، انار یا رطب یا نگرلی یا کھیرا کھا لیا تو وہ نہ نشت ہوگا ورنہ اگر اس نے خرپوز یا سیب یا کشمش کھائی تو وہ حائض ہو جائے گا۔ یہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے مطابق ہے۔

صاحبین کے مطابق انگوڑی، رطب اور انار کھانے سے بھی حائض ہو جائے گا اور انکی اصل یہ ہے کہ اس چیز کو کھانے سے پہلے در کھانے کے بعد حلف حاصل کیا جائے۔ اور اس کو لغت کے طور معمول سے زیادہ کھا لیا جائے اور اس چیز سے حلف اندوز ہونے کیلئے معمول کے بعد اس میں رطب دیا جس دونوں برابر ہیں ہاں وہ خشک خرپوز کھانے سے وہ حائض نہ ہوگا اور یہی حکم حدیث اور اس کی مثلث میں بھی موجود ہے۔ پس ان کے کھانے سے نہ حلف حائض ہو جائے گا۔ جبکہ یہ معنی کھیرے اور نگرلی میں نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ دونوں کھانے کے اعتبار سے اور فروخت کے اعتبار سے ہزری ہیں پس ان کے کھانے سے حائض نہ ہوگا۔ ائمہ انگوڑی، رطب، انار، توتوں کے بارے میں صاحبین فرماتے ہیں کہ حلف اندوز ہونے کا معنی موجود ہے کیونکہ یہ سب سے عمدہ پھل ہیں اور ان سے حلف لیٹانے کے سوا کسی حلف لینے سے بہت ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ چیز غذا اور دوا دونوں مقاصد کیلئے استعمال ہوتی ہے پس ضرورت بقا کے سبب ان کے استعمال میں چھل کی کمی ہوتی ہے اسی لئے ان میں سے خشک اشیاء بھی مصلحے کے طور پر غذا کے طور استعمال ہوتی ہیں۔

شرح

مگر غیرہ کسی درخت کی نسبت کہہ کر اس میں سے کچھ نہ کھوے گا تو اس کے پھل کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ خود درخت کھانے کی چیز نہیں ہے اس سے مراد اس کا پھل نہ ہے۔ اسی طرح پھل کو ٹھونڈ کر جو کھا دے کہ جب بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر پھل کو ٹھونڈ کر کسی کو بیچ دیا جائے تو جیسے انگوڑی سے سر کر بناتے ہیں تو اس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹی اور اگر صورت مذکور میں تنگ کر کے کسی نے اس درخت کا پھل چھو چھل وغیرہ کھا لیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ یہ نیت بھی ہو کہ درخت کا کوئی جز نہ کھوے گا اور اگر وہ درخت ایسا ہو جس میں پھل ہوا ہی نہ ہو یا ہوتا ہے مگر کھانے کا نام تو اس کی قیمت سے کوئی چیز خرید کر کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ تنگ کھانے سے مراد اس کی قیمت سے کوئی چیز خرید کر کھانا ہے۔ قسم کھانی کس آں کہ درخت کی کبری نہ کھاؤنگا اور کہے ہوئے

کھائے یا قسم کھائی کہ اس درخت کے انگور نہ کھاؤں گا اور منجے کھائے یا دودھ نہ پیوں گا اور دی کھایا تو قسم نہیں لوٹی۔

سائن نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَتَذَمُّ لِكُلِّ شَيْءٍ أَصْطَبَ بِهِ فَهُوَ إِذَا مَ وَالشَّوَاءُ لَيْسَ بِإِذَا مَ وَالْمِلْحَ إِذَا مَ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: كُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ غَالِبًا فَهُوَ إِدَامٌ (وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْإِدَامَ مِنَ الْمَوَادِّ وَهِيَ الْمُوَافَقَةُ وَكُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ مُوَافِقٌ لَهُ كَاللَّحْمِ وَالْبَيْضِ وَلَحْوِهِ .

وَلَهُمْ أَنْ الْإِدَامَ مَا يُؤْكَلُ تَبَعًا، وَالتَّبَعَةُ فِي الْإِخْلَاطِ حَقِيقَةٌ لِيَكُونَ قَائِمًا بِهِ، وَفِي الْأُيُوكُلِ عَلَى الْإِنْفِرَادِ حُكْمًا، وَتَبَعًا الْمَوَاقِفَةُ فِي الْإِمْتَزَاجِ أَيْضًا، وَالْأَكْلُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمَمَالِيعَاتِ لَا يُؤْكَلُ وَحْدَهُ بَلْ يُشْرَبُ، وَالطَّيْحُ لَا يُؤْكَلُ بِإِنْفِرَادِهِ عَادَةً وَلِأَنَّهُ يَذُوبُ فَيَكُونُ تَبَعًا، بِخِلَافِ اللَّحْمِ وَمَا يُضَاهِيهِ لِأَنَّهُ يُؤْكَلُ وَحْدَهُ إِلَّا أَنْ يَتَوَبَّعَ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّشْدِيدِ، وَالْعَبَّ وَالطَّيْحُ لَيْسَا بِإِدَامَ هُوَ الصَّحِيحُ.

تجمع

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا تو اس سے ہر وہ چیز جس کو سالن لگایا جائے وہ بھی سالن کے حکم میں ہو گی۔ البتہ یہی ہوئی چیز سالن نہ ہوگی اور نہ کب سالن سے اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: سائن سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مطلق پرودگی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے کیونکہ امام کا لفظ دواوستہ شق ہے جس کا معنی دواؤں سے ہوتا ہے۔ لہذا جو چیز پرودگی کے ساتھ کھائی جاتی ہے وہ اس کے موافق ہوگی جس طرح گوشت اور دانہ وغیرہ ہیں۔

تشنیں کی دیکل ہے ہے کھادام اس چیز کو کہتے ہیں جو طبیعت کے طور پر کھائی جاتی ہو جبکہ ملائے میں بطور حقیقت وہ تاج ہے تاکہ اس کے ساتھ کھادام پایا جائے اور دوسرا کھائی جاتا ہو تاکہ طبیعت کے طور پر ہے۔ اور وہ ہے کہ کھجور اور تاجہ مانے بغیر اکیلا نہ کھایا جائے جبکہ چوٹی سوافت مکمل مل جانے میں ہے اور سر کو غیر بھی ممانعت میں ہے جس کو کھائی نہیں کھایا جاتا بلکہ اس کو پیا جاتا ہے اور اسی طرح نمک بھی صرف اس کھائی نہیں کھایا جاتا کیونکہ وہ کھل جاتا ہے پس وہ تاج ہوگا، اس گوشت اور اڑنے کے کیونکہ تہہ کھائے جاتے ہیں جس کے مخالف اس کی نیت کرے۔ کیونکہ کھانے کیلئے کھائے جاتے ہیں۔ البتہ انکو اور تروزہ میں سامان نہیں ہیں اور صحیح روایت یہ بھی

— 2 —

شرح

عالمِ اسلام کی عقلی سطحِ اعلیٰ اور حرارتِ قلبی کے لیے کرسن عموماً ہندوستان میں گوشت کو کبھتے ہیں جس سے روٹی کھائی جائے اور بعض جگہ میں نے اس کو بھی سن کتے سنا اور عربی زبان میں تو سر کو بھی ادام (سارن) کہتے ہیں۔ آلو، رتا، لادری، تری، بھندی، سب، اکدو، شامبہ، کو بھی اور دیگر سبزیوں کو تری کہتے ہیں جن کو گوشت میں ڈالنے یا بنجانا پکاتے ہیں اور بعض گاؤں میں جناب ہندو خواتین سے رہتے ہیں گوشت کو بھی لوگ تری کر بولتے ہیں قسم کہ ان کو کھانا نہیں کھایا اور کوئی ایسی چیز کھائی جسے عرف میں کھانا نہیں کہتے ہیں مثلاً دودھ یا لہو یا مٹھائی کھائی تو قسم نہیں لیتی۔ (بہارِ شریعت، کتاب الامان)

[illegible]

قسم قسم کی کہ گوشت نہیں کھایا تو پچھلی کھانے سے قسم نہیں لگے گی اور اونٹ، گائے، بھینس، بھجڑ، بکری اور پنڈو وغیرہ جن کا گوشت کھانے کا جاسے مگر ان کا گوشت کھایا تو ٹوٹ جائے گی، خواہ وہ سپردار ہو یا کھانا ہوا یا کونز اور کی گوشت یا صرف شور یا کھانا تو نہیں ہونی۔ اسی طرح علیحدگی، بھجڑ، ایل، گردو، اوجھڑی، زنبک جی کی کھانے سے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ ان چیزوں کو عرف میں گوشت نہیں کہتے اور اگر کسی جگہ ان چیزوں کا بھی گوشت میں شمار ہو تو وہ ان کے کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔

(درمختار، کتاب الایمان)

غداء نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَإِذَا خَلَفَ لَا يَتَذَكَّرُ الْغَدَاءَ الْأَكْلُ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى الظُّهْرِ وَالْعِشَاءُ مِنْ صَلَاحِ الظُّهْرِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ) لِأَنَّ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ يُسَمَّى عِشَاءً وَلِهَذَا تُسَمَّى الظُّهْرُ إِحْدَى صَلَاتَيْ الْعِشَاءِ فِي الْحَدِيثِ (وَالشُّمُورُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ) لِأَنَّهُ مَا خُوِّدَ مِنَ السَّحَرِ وَيُطْلَقُ عَلَى مَا يَقْرُبُ مِنْهُ .
ثُمَّ الْغَدَاءُ وَالْعِشَاءُ مَا يُقْصَدُ بِهِ الشَّبْعُ عَادَةً وَتُعْتَبَرُ عَادَةُ أَهْلِ كُلِّ بَلَدَةٍ فِي حَقِّقِهِ ، وَيُسَمَّرُ أَنْ يَكُونَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ الشَّبْعِ .

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ خداوند کرے گا جس قدر مطلوب خیر سے لے کر ظہر تک ہوا کرتا ہے اور عشاء و کھانا ہے جو ظہر کی نماز کے بعد سے لے کر آدھی رات تک ہوتا ہے کیونکہ زوال کے بعد والے وقت کو عشاء کہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ظہر کی نماز کو عشاء ہی دونوں زوں میں سے یا کہا گیا ہے جبکہ سور آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک کو کہتے ہیں کیونکہ یہ عصر سے، غروب اور جو کھانا عصر کے قریب ہوا اس کو کھور کہتے ہیں اور اس کے بعد عشاء اور عشاء دس گھنٹے کو کہتے ہیں جن سے عرف کے منہ پر پھینکا ہوتا ہے اور ہر شہر والوں کیسے ان کے عرف کا شمار ہے اور اس میں شرط ہے کہ وہ آدھا میر ہوئے سے زیادہ کھائے۔

ہر اہل بلد میں ان کے عرف کا اعتبار

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ مسئلہ اس مسئلہ کی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ ہر شہر والوں کیسے ان کے کھانے پینے رواج کے مطابق قسم کا اعتبار کیا جائے گا اور جو چیز عرف میں معتبر ہو اس کا اعتبار کریں جانے گا اور جس کو عرف ترک کرنے والے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔

کھانے پینے یا پینے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ اِنْ لَيْسَتْ اَوْ اَكَلْتُ اَوْ شَرِبْتُ فَعَبْدِي حُرٌّ، وَقَالَ غَيْبٌ شَيْئًا ذُوْنَ فَرْسٍ لَمْ يَكُنْ فِي الْقَضَاءِ وَغَيْرِهِ) لِأَنَّ النِّجَةَ لِمَا تَصِحُّ فِي الْمَلْفُوطِ وَالنُّوْبَ وَمَا يَضَاهِيهِ غَيْرُ مَذْكُورٍ تَنْصِبًا وَالْمُقْتَضَى لَا عُمُومَ لَهُ فَلَعَلَّتْ رِيَّةُ التَّخْصِصِ فِيهِ (وَأِنْ قَالَ اِنْ لَيْسَتْ قَوْلًا اَوْ اَكَلْتُ طَعَامًا اَوْ شَرِبْتُ شَرَابًا لَمْ يَكُنْ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً) لِأَنَّهُ نِيَكْرَةٌ فِي مَحَلِّ الشَّرْطِ فَتَمَّ فَعَمِلَتْ رِيَّةُ التَّخْصِصِ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ فَلَا يَدِينُ فِي الْقَضَاءِ.

ترجمہ

اور جس بندے نے کہا کہ اگر میں پہنوں یا کھوں یا پیوں تو میرا غلام آزاد ہے اور اس کے بعد کہے کہ اس سے مراد فداں فداں میری اشیاء ہیں۔ اور فداں فداں اشیاء مراد نہیں۔ تو بطور قضاء و نیت دونوں طرح اس کی تصدیق کر دی جائے گی کیونکہ انظرا میں اس کی نیت درست ہے اور ثوب میں اگرچہ صراحت کے مذکور نہیں ہے اور قاضی نے میں عموم نہیں ہوا کرتا پس اس میں خاص ہونے کی نیت کرنا بیکار ہے۔ اور جب اس نے کہا کہ "اگر تو صرف فیصلے کے اعتبار سے اس کا اعتبار کر لیا جائے گا کیونکہ ثوب اور عشاء دونوں محل نکرہ میں واقع ہیں لہذا عام ہوں اور ان میں تخصیص کی نیت مؤثر ہوگی لیکن یہ خیر کے خلاف ہے۔ لہذا بطور

تقوا داس شخص کی تصدیق نہ کیا جائے گی۔

شرح

مصنف علیہ السلام نے غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آقا نے آزادی کو کسی شرط پر معلق کیا مثلاً اگر تو فلاں کام کرے تو آزاد ہے اور شرط یہ پائی گئی تو غلام آزاد ہے جبکہ شرط یہی جانے کے وقت اس ملک میں ہوا اور اگر اسی شرط پر مطلق کیا جوئی اہل اہل موجود ہے مثلاً اگر میں یہ ملک ہو جاؤں تو آزاد ہے تو فوراً آزاد ہو جائے گا۔ لہذا جو حامد تھی اسے آزاد کیا تو اس کے حکم میں جو چاہے وہ بھی آزاد ہے اور اگر صرف پینے کے پیر کو آزاد کیا تو وہی آزاد ہوگا وغیرہ آزاد نہ ہوگی مگر جب تک پیچھے پیچھے اندھولے وطنی کوچ نہیں سکتا۔ (در مختار، کتاب صحت، ج ۵، ص ۳۰۰، بیروت)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی مشروط آزادی کا بیان

حضرت سفینہ کہتے ہیں کہ (ابتداءً) میں حضرت ام سلمہ کی ملکیت میں تھا (ایک دن) انہوں نے مجھے سے فرمایا کہ "میں تمہیں آزاد کرنا چاہتی ہوں، لیکن یہ شرط غائد کرنی ہوں کہ تم جب تک زندہ رہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہو گے" میں نے عرض کیا (کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تو میرے لئے سعادت و خوش بختی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے) اگر آپ یہ شرط نہ نہ کر تیں تب بھی میں اپنے جیتے جی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوتا "چنانچہ حضرت ام سلمہ نے مجھے آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی شرط مجھ پر غائد کر دی۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث نمبر 583)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، لیکن بعض حضرات یہ فرماتے تھے کہ یہ حضرت ام سلمہ کے غلام تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں، پھر حضرت ام سلمہ نے ان کو مذکورہ بالا شرط کے ساتھ آزاد کر دیا تھا۔ سفینہ کا اصل نام صبر نامہ یا دیمان اور دیمان تھا، اُن کی کنیت ابو عبد الرحمن یا ابو بکر بن قحی، سفینہ کا لقب تھا اور اسی نام کے ساتھ زیادہ مشہور تھے، اس عیب کا پس منظر یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی خدمت کیا کرتے تھے جب غزوات میں جاتے تو لوگ کا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر ادھر ادھر پہنچاتے تھے۔

"سفینہ" کشتی کو کہتے ہیں جس طرح کشتی پر برداری کے کام آتی ہے اس طرح یہ بھی لوگوں کے بوجھ دھوتے تھے، اسی اعتبار سے اس کا لقب "سفینہ" ہو گیا۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سفینہ اسلامی لشکر کے ہمراہ تھے کہ قدم سے پھڑکے اور جنگ میں راستہ بھول گئے، دور راست کی خوش حال میں سرگرداں تھے کہ راستے میں قریب کی بھاریوں سے ایک شیر خوار ہوا اور ان کے سامنے آ گیا، انہوں نے شیر کو دیکھتے ہی کہا کہ ابوالہارث! امی سفینہ! جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہے ایسے سنتے ہی شیر دم ہلانے لگا اور پھر ان کے آگے بولیا اور ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

دریائے دجلہ سے نہ پینے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يَشْرِبُ مِنْ دَجَلَةٍ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِذْنِ اللَّهِ ثُمَّ يَحْتَرِفُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهَا كَرْعًا عِنْدَ أَبِي حَتِيفَةَ وَقَالَ: إِذَا شَرِبَ مِنْهَا بِإِذْنِ اللَّهِ فَتَحْتَافُ الْمَقْهُومِ .
وَأَنَّ كَلِمَةً مِنَ اللَّيْصِ وَحَقِيقَتُهُ فِي الْكَرْعِ وَهِيَ مُسْتَعْمَلَةٌ ، وَلِهَذَا يَحْتَرِفُ بِالْكَرْعِ
إِجْمَاعًا فَلَمِيعَتِ الْمَصِيرِ إِلَى الْمَجَازِ وَإِنْ كَانَ مُتَعَارَفًا .) (وَأَنْ خَلَفَ لَا يَشْرِبُ مِنْ مَاءِ
دَجَلَةٍ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِذْنِ اللَّهِ) لِأَنَّهُ بَعْدَ الْإِغْوَاءِ بَقِيَ مَنُوبًا إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّرْطُ
قَصَارَ كَمَا إِذَا شَرِبَ مِنْ مَاءِ نَهَرٍ يَأْخُذُ مِنْ دَجَلَةٍ .

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دجلہ سے نہ پئے گا اس کے بعد اس نے برتن لیا اور اس میں سے پانی پیا تو وہ صاحب طایرہ
الرحمہ کے نزدیک وہ حادث نہ ہو گا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے منگا کر پئے۔

صالحین فرماتے ہیں کہ جب اس نے برتن نیکر دریائے دجلہ سے پیا تو وہ نہٹ ہو جائے گا کیونکہ عرف میں یہی معروف اور
مفہوم رکھا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کلمہ ”من“ معیض کہیں آتا ہے اور اس کا حقیقی معنی منہ لگا کر پیتا ہے۔ اور یہاں
حقیقت مراد ہے کیونکہ منہ لگا پینے سے یہ اتفاق وہ نہٹ ہو جائے گا لہذا حقیقت سے ہی ذکی طرف یا مانع ہے اگرچہ یہ متعارف
ہے اور اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دجلہ سے نہ پئے گا اس کے بعد وہ برتن نیکر اس سے پانی پیا تو وہ نہٹ ہو جائے گا
کیونکہ چلوں پانی کے بعد بھی وہ جس طرف منسوب ہے اور شرط بھی یہی ہے لہذا یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح کسی خائف
نے کسی اسکی نہر کا پانی لیا ہے جو دجلہ سے نکل آئے والی ہے۔

من تجفیہ کا بیان

قَلَمَا قَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَتَيْسَ مِنِّي
وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرَبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا
جَاوَزَهُ هُوَ وَالْيَتِيمَانِ امْسُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِطَالُوتَ وَجَوْدَهُ قَالَ الْيَتِيمَانِ
يَقُولُونَ إِنَّهُمْ لَمُنْكَوٌّ اللَّهُ كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَبْلِهِ عَاثَتْ فِتْنَةً خَبِيرَةً يَازُنَ اللَّيْلَةَ وَاللَّهِ مَعَ الصَّابِرِينَ

جب ان لوگوں نے طالوت کی بادشاہت تسلیم کر لی اور وہ انہیں لے کر جب کوہ پہلے حضرت سدی کے قول کے مطابق ان کی
تعداد اسی ہزار تھی، راستے میں طالوت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ساتھ آ کر دے گا اور وہاں سے
کے باطن میں ہزاروں اور فلسطین کے درمیان تھی اس کا نام نہر اشتریت تھا، طالوت نے انہیں ہوشیار کر دیا کہ کوئی اس نہر کا پانی نہ پیئے،
اگر پی لے گا تو میرے ساتھ نہ پیئے، ایک آدمی گھونٹ اگڑ کر پی لے پانی تو کچھ ترچ نہیں لیکن جب وہاں پہنچے یہاں کی شدت تھی، نہر
پر بھگت پڑے اور خوب پیٹ بھر کر پانی پی لیا مگر کچھ لوگ ایسے پختہ ایمان والے بھی تھے کہ جنہوں نے نہ پیا ایک چلوں لیا، بقول ابن
عمر کے ایک چلوں پینے والوں کی تو یہاں بھی بھگتی اور وہ جہاد میں بھی شامل رہے لیکن پوری یہاں پینے والوں کی نہ پیا یہ بھی نہ
وہ قتل ہوا ہے،

سدی فرماتے ہیں اسی ہزار میں سے چھتر ہزار نے پانی پی لیا صرف چار ہزار آدمی حقیقی فرمانبردار نکلے۔ حضرت براء بن
عازب فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بدر کی لڑائی والے دن ہماری تعداد تھی تھی جتنی تعداد
حضرت نبی دت بادشہ کے اس فرمانبردار لشکر کی تھی، جو آپ کے ساتھ نہر سے پورا ہوا تھا یعنی تین سو تیرہ یہاں سے پورے تھے
ناظر خوب کے نیچے چھوٹ گئے اور نہایت بڑا نہ پانے سے انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا اور دشمن کی زیادتی نے ان کے حوصلے
توڑ دیے، صاف جواب دے بیٹھے کہ آج تو ہم جالوت کے لشکر سے لڑنے کی طاقت اپنے میں نہیں پاتے، مگر فروش مجاہد، اکرام
نے انہیں ہر طرح ہمت، ہندوئی، وعظ کہے فرمایا کہ قتل و کشت پر فتح مولود نہیں مبرا اور نیک نیتی پر ضرور اللہ کی امداد ہوتی ہے۔
پھر بابا یہ ہوا ہے کہ کئی مجاہدوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بچا دیا ہے، تم مبرا کرو، طبیعت میں استقلال اور عزم رکھو، اللہ کے
وعدوں پر نظر نہیں رکھو، اس مبرا کے بدلے اللہ تمہارا ساتھ دے گا لیکن تاہم ان کے سر دل نہ کر دے اور ان کی بڑی دل دور نہ ہوئی۔

پانی پینے سے طلاق کو حلق کرنے کا بیان

(مَنْ قَالَ إِنَّ لَمْ أَشْرَبَ الْمَاءَ الْكَذِبِي فِي هَذَا الْيَوْمِ الْكُوزِ الْيَوْمَ فَمَاتَتْهُ طَالِقٌ وَلَيْسَ فِي الْكُوزِ
مَاءٌ لَمْ يَحْتَرِفْ ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَاءٌ فَأَهْرَيْقَ قَبْلَ اللَّيْلِ لَمْ يَحْتَرِفْ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَتِيفَةَ
وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يَحْتَرِفُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ) يُعْنِي إِذَا مَضَى الْيَوْمُ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ
إِذَا كَانَ الْيَوْمَ بِاللَّيْلِ تَعَالَى .
وَأَصْلُهُ أَنَّ مِنْ شَرْطِ انْقِطَاعِ الْيَمِينِ وَتَقَابِيهِ نَصُورُ الْبِرِّ عِنْدَهُمَا جَلَا فَلَإِ بِإِذَا يُوسُفَ لَأَنَّ
الْيَمِينَ إِنَّمَا تَعْقِدُ لِلْبِرِّ فَلَا يَدَّ مِنْ نَصُورِ الْبِرِّ يُضْمَنُ إِجَابَتَهُ .
وَلَهُ أَنَّهُ امْكُنَ الْقَوْلُ بِإِنْقِطَاعِهِ مُوجِبًا لِلْبِرِّ عَلَى وَجْهِ تَطَهُّرٍ فِي حَقِّ الْخُلْفِ وَهُوَ الْكُفَّارَةُ .

قُلْنَا: لَا بُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْأَصْلِ لِتَعَقُّدِ فِي حَقِّ الْحَلْفِ وَلِهَذَا لَا يَتَعَقَّدُ الْقَمُوسُ مُوجِبًا لِنُكَفَارَةٍ (وَلَوْ كَانَتْ الْيَمِينُ مُطْلَقَةً: فَقِيَ الْوُجُوهُ الْأَوَّلَى لَا يَحْتَثُّ عَنْهُمَا) وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَحْتَثُّ فِي الْحَالِ، وَفِي الْوُجُوهِ الثَّانِيَةِ يَحْتَثُّ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا (فَأَبُو يُوسُفَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُطْلَقِ وَالْمَوْقِفِ).

وَوَجْهَ الْفَرْقِ أَنَّ التَّوَقُّفَ لِلتَّوَقُّفِ فَلَا يَجِبُ الْفِعْلُ إِلَّا فِي آخِرِ الْوَقْتِ فَلَا يَحْتَثُّ قَلِيلُهُ وَفِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبُرْكَانُ فَرَعٌ وَقَدْ عَجَزَ فَيَحْتَثُّ فِي الْحَالِ وَهَذَا فَرْقًا بَيْنَهُمَا. وَوَجْهَ الْفَرْقِ أَنَّ فِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبُرْكَانُ فَرَعٌ، فَإِذَا قَاتَ الْبُرْكَانُ مَا عَقِدَ عَلَيْهِ الْيَمِينُ يَحْتَثُّ فِي يَمِينِهِ كَمَا إِذَا قَاتَ الْخَالَفَ وَالْمَاءُ بَاقٍ، أَمَا فِي الْمَوْقِفِ فَيَجِبُ الْبُرْكَانُ فِي الْجُزْءِ الْأَجْزِ مِنْ الْوَقْتِ وَعِنْدَ ذَلِكَ لَمْ تَقْ مَحَلَّتُهُ الْبُرْكَانُ لَعَدَمِ التَّصَوُّرِ فَلَا يَجِبُ الْبُرْكَانُ فِيهِ فَيَقْطُلُ الْيَمِينُ كَمَا إِذَا عَقَدَهُ انْتِدَاءً فِي هَذِهِ الْحَالَةِ.

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ میں حج وہاں نہ پائیں گا جو اس پیالے میں سے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اور اس پیالے میں پانی ہی نہ ہو تو وہ حائض نہ ہوگا مگر جب اس پیالے میں پانی تھا اور رات آنے سے قبل ہی اس کو گرا دیا گیا ہے تو وہ حائض حائض نہ ہوگا اور یہ حکم طریفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں وہ حائض ہو جائے گا یعنی جب دن گزر جائے گا۔ اور اس اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب قسم اتھدی ہو۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ طریفین کے نزدیک قسم کے انعقاد اس کے باقی رہنے کی شرط ہے کہ قسم پوری کرنے کا خیال ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ قسم کا انعقاد پوری کرنے کیلئے ہوتا ہے پس قسم پوری کرنے کا تصور لازمی ہوتا ہے کہ جب واجب کرنا مقصود ہو جائے۔ اور آپ علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ انعقاد قسم کی بات کرنا مقصود ہے اور وہ اس حالت میں ہو جو طریقہ پیش کیا کہ موجب ہوتا کہ کسی کے خلاف میں اس کا اظہار ہو اور کسی کا عقیدہ کفارہ ہے۔

بہ نسبت میں رسائل پر کا تصور ضروری ہے تاکہ عقیدہ کے حق میں وہ متفق ہو سکے ای وجہ سے یحییٰ بن عوف کفارہ کا موجب بن برکت تقدیس ہوا کرتی۔

اور جب قسم مطلق ہو تو پہلی صورت میں طریفین کے نزدیک وہ حائض نہ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ حائض

ہو جائے گا۔ جبکہ دوسری صورت میں وہ سب کے نزدیک حائض ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے مطلق اور موت میں فرق کیا ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ توثیق دعوت کیے ہوئی ہے۔ پس فعل آخری وقت میں ہی واجب ہوگا اور حائض اس سے قبل حائض نہ ہوگا اور قسم مطلق میں اس کو ذرغ ہوتے ہی پورا کرنا واجب ہے۔ جبکہ حائض عاجز ہے لہذا وہ فوری طور پر حائض ہو جائے گا۔

طریفین نے بھی مطلق اور موت میں فرق کیا ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ مطلق قسم سے ذرغ ہوتے ہی اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ بات جب حائض علیہ کے فوت ہونے کے سبب قسم پوری کرنا فوت ہو جائے تو حائض اپنی قسم میں حائض ہو جائے گا اور جب حائض فوت ہو جائے تو پانی باقی ہے۔ اور موت میں وقت کے آخری حصے میں قسم کو پورا کرنا واجب ہے اور ذرغ کے وقت قسم پوری کرنے کا تصور ختم ہونے کے سبب نکل کا عمل باقی نہ رہا لہذا اس کو پورا کرنا واجب نہ ہوگا اور وہ قسم باطل ہو جائے گی جس طرح حالت ابتداء میں اس نے قسم کا انعقاد کیا تھا۔

شرح

عمر ابن نجم مصری نقل علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں اس کو ذرغ کا پانی آج پیوں گا اور ذرغ میں پانی نہیں ہے یا تھا مگر رات کے آنے سے پہلے اس میں پانی گر گیا یا اس نے گرا دی تو قسم نہیں پائی کہ پہلی صورت میں صحیح نہ ہوئی اور دوسری صحیح تو ہوئی مگر باقی نہ رہی۔ اسی طرح اگر کسی اس کو ذرغ کا پانی پیوں گا اور اس میں پانی اس وقت نہیں ہے تو نہیں پائی مگر جبکہ یہ معصوم ہے کہ پانی نہیں ہے اور پھر قسم کھائی تو تنگ رہا، اور اگرچہ وہ روز نہیں اور اگر پانی تھا اور گرا گیا یا گرا دی تو قسم نہیں پائی اور کفارہ ذرغ۔ اور موت سے کہا اگر تو نے کل نماز نہ پڑھی تو تجھ کو طلاق ہے اور حج کو عورت کو پیش آگیا تو طلاق نہ ہوئی۔ اسی طرح عورت سے کہہ کہ جو رو پیسے میری بیب سے لیا ہے اگر اس میں نہ رکھے گی تو طلاق ہے اور دیکھا تو وہ پیسے بیب ہی میں موجود ہے طلاق نہ ہوئی۔ (بحر الرائق، کتاب الیمان)

آسان پرچہ جس کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ خَلَفَ لِيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ أَوْ لِيَقْلِبَنَّ هَذَا النَّجْوَى هَذَا النَّجْوَى دَهًا انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ وَحَيْثُ عَقِبَهَا) وَقَالَ زُفَرٌ: لَا تَتَعَقَّدُ لِأَنَّهُ مُسْتَجِبٌ عَادَةً فَأَنْشَبَ الْمُسْتَجِبَ حَقِيقَةً فَلَا يَتَعَقَّدُ. وَلَنَا أَنَّ الْبُرْكَانَ مُتَصَوِّرٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ الصُّعُودَ إِلَى السَّمَاءِ مُمَكِّنٌ حَقِيقَةً، أَلَا تَرَى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ يَصْعَدُونَ السَّمَاءَ وَكَذَا تَحَوَّلَ النَّجْوَى دَهًا بِتَحْوِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، وَإِذَا كَانَ مُتَصَوِّرًا يَتَعَقَّدُ الْيَمِينُ مُوجِبًا لِخُلُوفِهِ ثُمَّ يَحْتَثُّ بِعَمَلِ الْعَجْزِ الثَّابِتِ عَادَةً. كَمَا إِذَا مَاتَ الْحَالِفُ فَإِنَّهُ يَحْتَثُّ مَعَ اخْتِمَالِ إِعَادَةِ الْحَيَاةِ بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكُوزِ،

الاعراض سے امام احمد بن حنبل کے مسلک سے استرا ہے اس لیے کہ وہ محض نیت کو مہار مانتے ہیں، ان قیود کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایمان کا مدار صرف الفاظ پر ہے، نیت اور مقصد کا اس کوئی دخل نہیں، علماء اہل انجم نے تو البحر الرائق میں اس قاعدہ سے یہی کرتے ہوئے یہ تصریح کی ہے کہ قیاس کا قضاہ اگرچہ نیت پر الفاظ ہوتا ہے، لیکن استحسان یہ ہے کہ ایمان کا مدار غرض اور غرض پر ہے فالنحاصل ان بناء الفحص على اللفاظ هو القياس والاستحسان بناؤنه على الاغراض۔

(البحر الرائق باب اليمين في الدخول والخروج)
الغرض مذکورہ قاعدہ سے متعلق فقہی عبارات نیز ایمان، نہ در اور تعلق کے مباحث پر نظر ڈالنے سے درج ذیل باتیں سامنے ہوتی ہیں

(۱) اگر حالف کی نیت نہیں ہے تو الفاظ یحین سے اس کا عرفی معنی مراد ہوگا اور عرفی معنی کی تعین قرآن کے یہاں کی ہر آیت درج ذیل امور ہو سکتے ہیں:

(الف) حکم کی حالت مثلاً اصول پر ردی میں ہے وَمِنْ اَمْرٍ اَلَى عَدَاوَةٍ فاحْتَلَفْتَ فَالْحَلْفُ الَّذِي يَتَعَدَّى، اَللّٰهُ يَعْلَمُ بِمَا يَحْكُمُ غَوِيَّ الْعَمَلُ مِنَ بِنَاءِ الْحَوَابِ عَلَيْهِ (اصول امیر دہلی: بیروت) یعنی اگر کسی شخص کو دوسرے کا کھانا کھانے کے لیے بلایا جائے اور وہ قسم کھائے کہ وہ ان میں کھانے نہیں کھاؤں گا تو اس سے مراد دوسرے کا کھانا ہی ہے، نیز اگر اس کے عدو دوسرے کو کھاتا ہے تو اس سے حادث نہ ہوگا، یہیں دلالت من قبل المتكلم کی وجہ سے خطبہ کے عام معنی کے بجائے حکم کی غرض کا فہم کیا گیا۔

(ب) حکم جس ماحول میں کلام کر رہا ہے وہ ماحول اور عرف بھی تعین معنی کے لیے قرینہ بنے گا، جیسے غلط زائد کر دینے پر عاقب میں کثرت سے طلاق کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ اس لیے جب ان عدوتوں میں کوئی شخص یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا تو اس سے طلاق ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کرے گی تو تجھے پتھن طلاق، پھر چند دنوں کے بعد شوہر بنے تذکرہ کرنے کی اجازت دے دی اور عورت نے تذکرہ کر بھی دیا تو عورت پر طلاق نہیں پڑے گی اس لیے کہ عرف اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ جب تک اخذ کی ضرورت ہے اس وقت تک کسی سے تذکرہ نہ کیا تو یہ حکم ہے، اس کے بعد اگر وہ عورت کسی سے تذکرہ کر دے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی (امداد کا حکم مذکور کیا) اس کی تائید قوائد صغیری کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے: وَجَحْلٌ حَرَجَ مَعَ الْوَالِي وَخَلَفَ بِالطَّلَاقِ اِنْ بَرَّجَعَ اِلَّا بِاَبِيهِ وَتَسْقَطُ مِنْهُ شَيْءٌ وَرَجَعٌ لِذَلِكَ لَا تَطْلُقُ (الغناوی الہدیت، الفصل الثالث فی تعلیق السطلاح) یعنی ایک شخص نے عہد کے لیے نکلے وقت پر کہا کہ اگر وہ اپنی اجازت امیر لوئے تو اس کی بیوی پر طلاق، پھر اس کی مذکر چیز گئی جسے لینے کے لیے لوئے تو اس کی بیوی پر طلاق نہ پڑے گی۔

(۱) دوسری بات یہ مستند ہوتی ہے کہ اگر حکم اپنے کلام میں کوئی خاص لفظ استعمال کرتا ہے تو ضروری نہیں ہے یحین کا اور اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں سے کلام نہ کرے گا اس کے بعد اس نے اسی حالت میں اسی سے کلام کیا کہ اگر فلاں سے بیزار ہوتا تو وہ نہ لینا مگر فلاں سوچا ہوا تھا تو حالف حاث ہو جائے گا کیونکہ اس نے فلاں سے گفتگو کی ہے۔ اور اس کی گفتگو فلاں سے کوئی نہ ہو سکتی تھی بلکہ جس سے عہد کرنے کے سبب وہ بات کو سمجھ نہ سکا فلاں اس میں طعن ہو جائے گا جس طرح حالف نے پکارا کہ اے فلاں یہ مقام پر ہے کہ اس کو سن رہا ہے البتہ اپنی غفلت کے سبب اس کو سمجھ نہ سکا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مسودہ کی بعض روایات میں یہ شرط بیان کی ہے کہ حالف فلاں شخص کو بیزار کر دے اور اسی پر عہد سے خارج فقہاء ہیں۔ کیونکہ جب فلاں شخص نہیں رہتا تو اس سے بات کرنا اسی طرح ہو جائے گا جس طرح حالف نے

اس کو دور بلایا اور وہ کسی ایسے مقام پر پہنچا جس سے اس کی آواز نہ سن سکے۔

شرح

شیخ محمد ابن یحییٰ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کرں گا اور خاص نیت نہ کی تو نہ پڑھنے میں قرأت کرنے سے قیل کرنے سے قسم نہ لگے گی۔ اور بلا یث فیرہ نے فرمایا اگر کسی نے فارسی زبان میں قسم کھائی کہ پتہ نہ کرں گا تو خانہ کبار قرأت کرنے اور شیخ پڑھنے پر بھی قسم نہ لگے گی کیونکہ عمل والے کو عرف میں قاری اور شیخ پڑھنے والا کہا جاتا ہے کلام کر والا نہیں کہا جاتا اور اسی پر قوی ہے جیسا کہ کافی میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الامان)

جھوٹی قسم کھانے والے کے بارے میں وعید کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی چیز پر مقید ہو کر (یعنی حاکم کی مجلس میں قسم کھائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو گا) اس کا مقدمہ کھاس کر مسلمان شخص کا مال حاصل کرنا بدوہ و قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔" چنانچہ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِينَ يَشْتَرُونَ عَهْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا اُولٰٓئِكَ لَا حِلَّاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْصُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ رَّيْبٌ (آل عمران 77)۔ (بحاری) مشکوٰۃ شریف ص 885

پوری آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اَلَّذِينَ يَشْتَرُونَ عَهْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا اُولٰٓئِكَ لَا حِلَّاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْصُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ رَّيْبٌ (3)۔ آل عمران (77)

"یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے بیٹے ہیں، بھلا بھلا اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے اور (بھلا بھلا) حقیر کے ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہیں ملے گا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے (انصاف کا) کو فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (ظہریت سے دیکھیں گے)۔ اور نہ (ان کے گناہوں کو معاف کرے) ان کو پاک کریں گے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔"

حدیث کی عبارت میں حلف علی یحیٰن "مہر" کے لغوی معنی ہیں "جس، روکنا، باندھنا" اور "یحیٰن مہر" سے مراد یہ ہے حاکم عدالت میں کسی شخص پر قسم کھانا مازم ہے یا کوئی یحیٰن مہر میں "علی" حرف بایں معنی میں ہے اور اس سے مراد کھوف علیہ ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ "یحیٰن مہر" یہ ہے کہ کسی چیز پر قسم کھانا والا اس مقصد سے یہ وہ دانستہ غلط بیانی کرتا ہے کہ ایہ مسلمان کا مال تلف کر دے یا اس کو ہڑپ کر لے، چنانچہ (وہو فیہا فاجو) اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو، کے الفاظ سے اس مطلب ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

حضرت احمد کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا حق غصب کیا جو شہر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا اور اس پر ہشت کو حرام کر دیا۔ "ایک شخص نے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگرچہ حق کوئی معمولی چیز ہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگرچہ پیڑ کے درخت کا ایک ٹکڑا (یعنی صواب) ہی کیوں نہ ہو۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا "اس جملہ کی دوتا دہلیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حکم اس شخص پر محمول ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنا حال جائے اور اسی عقیدہ پر اس کی موت ہو جائے دوسری تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ درخت کی آگ کا تقبیض سر اور اور لوگوں کے بھی غیر یقین پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے فضل و کرم سے اس کو معاف کر دے "اسی طرح" ہشت کو اس پر حرام کر دیا۔" کی تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اول جملہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم فرما دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جس طرح جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق کو ہڑپ کرنے والے کے بارے میں مذکورہ وعید ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس وعید میں شامل ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی ذمی کا حق مارے۔

جھوٹی قسم کھانے والوں سے متعلق احادیث

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ جھوٹی قسم کھانے والے یعنی جو اہل کتب اللہ کے عہد کا پاس نہیں کرتے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں نہ آپ کی مفتوں کا ذکر لوگوں سے کرتے ہیں نہ آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں اور اسی طرح جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان بدکاریوں سے وہ اس ذلیل اور فانی دنیا کا فائدہ حاصل کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ ان سے اللہ تعالیٰ کوئی پیار محبت کی بات کرے گا نہ ان پر رحمت کی نظر ڈالے گا نہ انہیں ان کے گناہوں سے پاک صاف کرے گا بلکہ انہیں جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے گا اور وہاں وہ دردناک سزائیں سمیٹتے رہیں گے، اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں بھی ہیں جن میں سے کچھ یہاں بھی ہم بیان کرتے ہیں۔

(۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں قسم کے لوگ ہیں جن سے تو نہ اللہ جل شانہ شکام کرے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھے گا۔ اور نہ انہیں پاک کرے گا، حضرت ابو ذر نے یہ سن کر کہا یہ لوگ ان ہیں یہ رسول اللہ تو بڑے گھائے اور نقصان میں پڑے جنہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے من مرتبہ سبکی فرمایا جو ہر پاک دیکھنے والے کو کھنٹوں سے نیچے پکڑا لگائے والا جھوٹی قسم سے اپنا سونچا بیٹھ والا، دوسرے کا حسان جتا بے والا، مسلم وغیرہ بھی یہی حدیث ہے۔

(۲) مسند احمد میں ہے ابو اسیر فرماتے ہیں میں حضرت ابو ذر نے ملا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں تو فرمایا سنو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ تو بول نہیں سکتا جبکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو تو کہئے وہ حدیث کیا ہے؟ جواب دیا یہ کہ میں قسم کے لوگوں کو اللہ ذوالکرم دوست رکھنے سے اور میں قسم کے لوگوں کو دشمن تو فرماتے لگے ہاں یہ حدیث میں نے بیان کی ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث سنی ہے میں نے پوچھا

کس کس کو دوست رکھتا ہے، فرمایا ایک تو وہ جو مراد اگلی سے دشمنان اللہ ہی کے مقابلے میں میدان جہاد میں کھڑا ہو جائے یا تو اپنا ہونہ چھٹی کر دے یا پھر کر کے لوٹے، دوسرا وہ شخص جو کسی دفعے کے ساتھ سفر میں ہے بہت رات گئے تک قافلہ چل رہا ہے جب تک کہ چوروں کے پراؤں والا تو سب سو جائے یہ جاگتا رہا اور نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ کوچ کے وقت سب کو چکا دیا۔ تیسرا وہ شخص جس کا بڑا ہی اسے ایذا پہنچا تاہم باور اور اس پر صبر و ضبط کر کے یہاں تک کہ موت یا سفر ان دونوں میں چرائی کرے، میں نے کہا اور تین کون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہے فرمایا بہت کم ہیں کھانے والا ناچر، اور تکبر کرنے والا فقیر اور وہ بچل جس سے کبھی احسان ہو گیا ہو جتنا پیسے، یہ حدیث اس مسئلے سے فرمے ہوئے ہے۔

(۳) مندا احمد میں ہے کہ نہ قبیلے کے ایک شخص اور انھیں بن کے مرکا بھڑا ایک حضری شخص سے زمین کے بارے میں جدوجہد شروع ہوئی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضری اپنے ثبوت پیش کرے اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ کندی قسم کھائے تو حضری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کی قسم پر ہی فیصلہ پھر تو آپ نے کندی کی قسم پر میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال اپنے کر لے گا تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اللہ اس سے ناخوش ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو امر و انھیں نے کہا یہ رسول اللہ اگر کوئی چھوڑ دے تو اسے از جا کھینچ لے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو کب لگے گا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ رہنے کے میں نے وہ سری زمین اس کے نام چھوڑی یہ حدیث سنائی میں بھی ہے۔

(۴) مندا احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس سے کسی مسلمان کا مال چھین لے تو اللہ تعالیٰ جلا دے جب ملے گا تو اللہ عز و جل اس پر سخت عقیقہ کرے گا حضرت اشعث فرماتے ہیں اندکی قسم میرے ہی بارے میں ہے ایک یہودی اور میری شرکت میں ایک نے زمین میں اس نے میرے ہمدردی میں زمین کا انکار کر دیا میں اسے خدمت نبوی میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تیرے پاس کچھ ثبوت ہے میں نے کہا نہیں آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھالے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا میں اللہ عز و جل سے یہ آیت نازل فرمائی، یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔

(۵) مندا احمد میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی مرد مسلم کا مال بغیر حق کے لے لے وہ اللہ و اللہ وال کے اسے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، وہیں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور فرماتے ملے گا عبد الرحمن آپ کو کوئی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ہم نے وہ ہرادی تو فرمایا یہ حدیث میرے سننے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے، میرا اپنے بچے کے لڑکے سے ایک کونسیں کے بارے میں بھڑا تھا جس کے قبضے میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم اپنا مقدمہ لے گئے تو آپ نے فرمایا تو اپنی دلیل اور ثبوت لے کر یہ کونال تیرا ہے ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا میں نے کہا یا حضرت میرے پاس تو کوئی دلیل نہیں اور اگر اس قسم پر معاملہ رہا تو یہ

میرا کون ہے بے گامیر امثال تو اگر شخص سے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بھی بیان فرمائی اور اس آیت کی بھی تلاوت کی۔

(۶) مندا احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نشان کی طرف دیکھے گا، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے بیزار ہونے والے اور ان سے بغض کرنے والی لڑکی اور اپنی اولاد سے بیزار اور مالک ہونے والا باپ اور وہ شخص کہ جس پر کسی قوم کا احسان ہے وہ اس سے انکار کر جائے اور انھیں پھیلے اور ان سے بیکینی کرے۔

(۷) ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سودا بازار میں رکھا اور تم کھائی کہ وہ اپنا سودا بیچا یا چاہتا تھا تو کوئی مسلمان اس میں پھنس جائے، پس یہ آیت نازل ہوئی، صحیح بخاری میں بھی یہ روایت مروی ہے۔

(۸) مندا احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے انھوں نے جناب باری تقدس و تعالیٰ قیامت والے دن بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دھوکہ دے عذاب میں ایک وہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہے پھر وہ کسی مسافر کو ڈھنسا دے دوسرا وہ جو عمر کے بعد جھوٹی قسم کھائے یا اپنا مال فروخت کرتا ہے تیسرا وہ بادشاہ و مسلمان سے بیعت کرتا ہے اس کے بعد اگر وہ اسے مال دے تو پوری کرتا ہے اگر نہیں دیتا تو نہیں کرتا یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر آل عمران، ۷۷)

قسم کو اجازت کے ساتھ ملحق کرنے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَكْلُمُهُ إِلَّا بِذِيهِ قَائِدٌ لَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْإِذْنِ حَتَّى كَلَّمَهُ حَيْثُ) لَا يَأْذَنُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْأَذْنِ الَّذِي هُوَ الْإِعْلَامُ، أَوْ مِنْ الْوُقُوعِ فِي الْإِذْنِ، وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالسَّمَاعِ، وَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَا يَحْتَسِبُ لَا يَأْذَنُ هُوَ الْإِطْلَاقُ، وَأَنَّهُ يَتِمُّ بِالْإِذْنِ كَالْوَضَاءِ فَلَمَّا: الْوَضَاءُ مِنْ أَعْمَالِ الْقَلْبِ، وَلَا كَذَلِكَ الْإِذْنُ عَلَى مَا مَرَّ.

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ فلاں شخص سے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے گا۔ اس کے بعد اس نے اجازت دیدی اور حاکم کو اجازت کا پتہ نہ چلائی کہ اس نے فلاں سے کلام کیا تو وہ حادث ہو جائے گا۔ کیونکہ اذان، اذان سے مشتق ہے اور اس کا معنی خبر دینا ہے یا پھر بیان میں آواز پڑانے سے مشتق ہے اور یہ دونوں اشیاء عام کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ حادث نہ ہوگا کیونکہ اجازت مباح قرار دینے کے حکم میں ہے اور اجازت

دینے سے یہ حکم عمل ہو جاتا ہے جبکہ میں اس کے جواب میں کہیں گے کہ رضا مندی کا تعلق غماں قلب کے ساتھ ہے لہذا اجازت کا حال نہ ہوگا جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

شرح

علامہ عابدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کروں گا جب تک فلاں شخص اجازت نہ دے اور اس نے اجازت دی مگر اسے خبر نہیں اور حکام کو لیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اجازت دینے سے پہلے وہ شخص مر گیا تو باطل ہوگئی یعنی ایک کلام کرنے سے نہیں ٹوٹنے کی قسم ہی نہ رہی۔ اور اگر یوں کہ تھا کہ بغیر فلاں کی مرضی کے کلام نہ کروں گا اور اس کی مرضی بھی مگر اسے معلوم نہ تھا اور کلام کر لیا تو نہیں ٹوٹی۔ (در مختار کتاب الایمان، ج ۵، ص ۶۲۴)

مہینہ بھر کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَلَفْتَ لَا يَكْلُمُهُ شَهْرًا فَهُوَ مِنْ جِبْنٍ خَلَفَ) لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ لَمْ يَكُنْ أَتْمِيزُ قَدْ كَرَّ الشَّهْرُ لِإِخْرَاجِ مَا زَادَ لِقِيَّ الْإِدَى يَلِيَّ يَسِيْرَةً دَخَلًا عَمَلًا يَذْكُرُ لَوْ خَالَه ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ وَاللَّهِ لَا صُومَنَ شَهْرًا لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ لَمْ تَتَأَيَّدِ الْيَمِينُ فَكَانَ ذِكْرُهُ لِيَقْدِيرِ الصُّومِ بِهِ وَأَنَّهُ مُنْكَرٌ فَالْتَمِيزُ إِلَيْهِ

ترجمہ

فرمایا: اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ مہینہ بھر کلام نہ کرے گا تو مہینے کی ابتداء قسم اٹھانے کے وقت سے ہوگی۔ کیونکہ اگر وہ مہینے کا ذکر نہ کرتا تو قسم مؤبد ہوتی جبکہ مہینے کا ذکر اس کے سوا کو خارج کرنے کیلئے ہے۔ لہذا اجزہ نہ اس کی قسم سے ملے ہوا ہے وہم اٹھانے والے کی حالت کی دلائل علیٰ قدم داخل قسم ہوگا۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب حالف نے کہا ہو: خدا! میں مہینہ بھر روزہ رکھوں گا۔ کیونکہ اگر وہ مہینے کا ذکر نہ کرتا تو قسم مؤبد ہوتی۔ جس مہینے کا ذکر کرنے کے سبب روزے کا اعزاز دہ کرنے کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ مہینہ جس سے لہذا حالف کو تعین کا حق حاصل ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں سے ایک سال کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے ایک سال یعنی بارہ مہینے تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ کلام نہ کروں گا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اس وقت سے ایک مہینہ یعنی تیس دن مراد ہیں۔ اور اگر میں قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کروں گا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اس وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک کلام سے قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر رات میں قسم کھائی کہ ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے دوسرے دن کے بعد والی رات کے اسی وقت تک مراد ہے لہذا درمیان کا دن بھی شامل ہے۔ اور اگر رات میں کہا کہ قسم خدا

کی فلاں سے ایک دن کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

اور اگر دن میں کہا کہ فلاں شخص سے ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے طلوع فجر تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور ایک مہینہ یا ایک دن کے روزہ یا اعتکاف کی قسم کھائی تو اسے اختیار ہے جب چاہے ایک مہینہ یا ایک دن کا روزہ یا اعتکاف کرے۔ اور اگر کہا اس سال کلام نہ کروں گا تو سال پورا ہونے میں جتنے دن باقی ہیں وہ لیے جائیں گے یعنی اس وقت سے قسم ڈی الجوب تک۔ اسی طرح اگر کہا کہ اس مہینہ میں کلام نہ کروں گا تو جتنے دن اس مہینے میں باقی ہیں وہ لیے جائیں گے اور اگر یوں کہا کہ آج دن میں کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک اور اگر رات میں کہا کہ آج رات میں کلام نہ کروں گا تو رات کا جتنا حصہ باقی ہے وہ مراد ہیں جتنے اور اگر کہا آج اور کل اور برسوں کلام نہ کروں گا تو درمیان کی راتیں بھی داخل ہیں یعنی رات میں کلام کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر کہا کہ نہ آج کلام کروں گا اور نہ نکل اور نہ برسوں تو راتوں میں کلام کر سکتا ہے کہ یہ ایک قسم نہیں ہے بلکہ جن قسمیں ہیں کہ تین دنوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ (مکررات فی کتاب الایمان)

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کروں گا اور زید سورہا تھا اس نے پکارا اگر پکارنے سے جاگ گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور بیدار نہ ہوا تو نہیں اور اگر جاگ رہا تھا اور اس نے پکارا اگر پکارا تو واقعی کہ سن کر جاگ نہ ہوئے یا کلام میں مشغول ہونے یا شور کی وجہ سے نہ نہ تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر دور تھا اور آتی آواز سے پکارا کہ سن نہیں سکتا تو نہیں ٹوٹی۔ اور اگر زید کسی مجمع میں تھا اس نے اس مجمع کو سوا کیا تو قسم ٹوٹ گئی ہاں اگر نیت یہ ہو کہ زید کے سوا اور دن کو سلام کرتا ہے تو نہیں ٹوٹی۔ اور نماز کا سلام کلام نہیں ہے، لہذا اس سے قسم نہیں ٹوٹنے کی خواہش ذریعہ طرف ہو یا یا میں طرف۔ اسی طرح اگر زید سورہا تھا اور یہ مقتدی، اس نے کسی غلطی پر سبحان اللہ کہا یا لہذا یا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر یہ زید زمین پر تھا اور لہذا یا یا میں غلطی پر سبحان اللہ کہا تو قسم ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کروں گا اور کسی کلام سے کہنا ہے اس نے کسی دوسرے کو خطاب کر کے کہا کہ اور مقصود یہ کہ نہ ہے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ تُو نے گمبری شکایت اپنے بھائی سے کی تو تجھ کو طلاق ہے، عورت کا بھائی آیا اور اس کے سامنے عورت نے بچہ سے اپنے شوہر کی شکایت کی اور مقصود بھائی کو سنا تا ہے تو طلاق نہ ہوتی۔ قسم کھائی کہ میں تجھ سے ابتداء کلام نہ کروں گا اور رات میں دونوں کی ملاقات ہوئی دونوں نے ایک ساتھ سلام کیا تو قسم نہیں ٹوٹی بلکہ جاتی رہی کہ اب ابتداء کلام کرنے میں حرج نہیں۔ اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے ابتداء کلام کروں تو تجھ کو طلاق ہے اور عورت نے بھی قسم کھائی کہ میں تجھ سے کلام کی پہل نہ کروں گی تو مرد کو چاہیے کہ عورت سے کلام کرے کہ اس کی قسم کے بعد جو عورت نے قسم کھائی تو اب مرد کا کلام کرنا ابتداء نہ ہوگا۔

(مکررات فی کتاب الایمان، ج ۵، ص ۵۵۷)

کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے والے کا قرآن پڑھنا

(وَإِنْ خَلَفْتَ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَرَأَ الْقُرْآنَ لِي صَلَاتِهِ لَا يَنْتُصِرُ) وَإِنْ قَرَأَ فِي غَيْرِ صَلَاتِهِ حَيْثُ

(وَعَلَىٰ هَٰذَا التَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ وَالصَّكْبِ، وَفِي الْقِيَاسِ يَحْتَجُّ فِيهِمَا وَهُوَ قَوْلُ السَّالِفِ لِأَنَّهُ كَلَامٌ حَقِيقَةٌ.

وَلَسْنَا أَنَا فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ بِكَلَامٍ عَرُفًا وَلَا شَرْعًا، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "إِنَّ صَلَاتَنَا عَلَيْهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ" وَقِيلَ فِي عَرُفًا لَا يَحْتَجُّ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يَسْبِي مُكَلِّمًا بَلْ قَارِئًا وَمُسَبِّحًا.

ترجمہ

اور جب اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ بات نہیں کرے گا اس کے بعد اس نے نماز میں قرآن شریف پڑھا تو وہ حائض نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے نماز کے علاوہ قرآن شریف کو پڑھا تو وہ حائض ہو جائے گا۔ اور اسی حکم کے مطابق بیان اللہ اور اللہ اللہ کہنے سے اور قیاس کے مطابق دونوں صورتوں میں حائض ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ یہ حقیقت میں کلام ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز میں قرآن شریف کو پڑھنا عرف و شرع کے اعتبار سے کلام نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو نماز میں لوگوں کے کلام کو اٹھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ایک قول کے مطابق ہمارے نزدیک غیر نماز میں بھی تلاوت قرآن سے وہ حائض نہ ہوگا کیونکہ اس کو شک نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو کافی یا قبیح پڑھنے والا کہتے ہیں۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی بندے نے قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا تو قرآن مجید پڑھنے یا سننے اللہ کہنے یا اور کوئی وغیرہ پڑھنے یا کتاب پڑھنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ قرآن مجید نہ پڑھے گا تو نماز میں یا بیرون نماز پڑھنے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس صورت میں، بم اللہ پڑھی اور نیت میں وہ قسم اٹھتے ہیے جو سورہ محل کی جڑ ہے تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔ (درمکار، کتاب الایمان)

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ قرآن کی فلاں سورت نہ پڑھے گا اور اسے اول سے آخر تک دیکھا گیا اور جو کچھ لکھا ہے اسے سمجھا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کتاب نہ پڑھے گا اور اسی طرح کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹوٹ جائے گی اور ہر وہ یہاں کے عرف سے یہی مناسبت۔ (درمکار، کتاب الایمان)

نماز خاص عبادت کا نام ہے اس میں تلاوت قرآن اذکار نماز کے علاوہ کسی قسم کی گفتگو مطلق جائز نہیں۔ سنن نسائی میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ اس صلوٰۃ اللہ لا یصلح فیہا شئ من کلام الناس انما هو التسبیح والتکبیر وتلاوة القرآن۔

ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کسی چیز کی گنجائش نہیں رہتی یہ تو محض قبیح اور قرآن کریم کی تلاوت سے عبارت ہے۔ (سنن نسائی کتاب السہو باب الکلام فی الصلوٰۃ حدیث نمبر 1226):

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا تو قرآن مجید پڑھنے یا سننے اللہ کہنے یا اور کوئی وغیرہ پڑھنے یا کتاب پڑھنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ قرآن مجید نہ پڑھے گا تو نماز میں یا بیرون نماز پڑھنے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس صورت میں، بم اللہ پڑھی اور نیت میں وہ قسم اٹھتے ہیے جو سورہ محل کی جڑ ہے تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔ قسم کھائی کہ قرآن کی فلاں سورت نہ پڑھے گا اور اسے اول سے آخر تک دیکھا گیا اور جو کچھ لکھا ہے اسے سمجھا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کتاب نہ پڑھے گا اور اسی طرح کیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹوٹ جائے گی اور ہر وہ یہاں کے عرف سے یہی مناسبت۔ قسم کھائی کہ زیر سے کلام نہ کرے گا جب کتاب فلاں جگہ پر ہے تو وہاں سے چلے جانے کے بعد قسم ٹوٹ گئی، لہذا اگر پھر واپس آیا اور کلام کیا تو کچھ حرج نہیں کہ قسم باقی نہ رہی۔ (درمکار، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۵۶۰)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ رواہ البخاری۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دو گھٹے زبان پر خفیف مگر آواز میں بھاری، اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اس کو بتلاوی نے روایت کیا۔

یہاں تک ذکر عطا فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ زیر سے کلام نہ کرے گا اور زیر نماز جماعت میں اس کے برابر کلمہ اقامت پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کر کے السلام پکھڑ دے اللہ کہہ حائض نہ ہوگا اگرچہ اس سلام میں نیت حاضرین کا قطعاً حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نیت قسم کھائی تھی وہ امام ہو اور نماز میں بھولا اس نے بتایا قرأت نیت یا تقریر یا حائض نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعاً اس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر، ہند یہ میں سے کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا، اور خاص نیت نہ تھی، تو نماز پڑھنے میں قرأت کرنے، قبیح و قبیح کرنے پر قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور ابولیلث فقیہ نے فرمایا اگر کسی نے قدس زبان میں قسم کھائی کہ بات نہ کرے گا تو خارج از نماز قرأت کرنے اور قبیح پڑھنے پر بھی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس عمل والے کو عرف میں قاری اور قبیح پڑھنے والا کہہ جاتا ہے کلام کرنے والا نہیں کہا جاتا، اور اسی پرفتنی ہے جیسا کہ کافی میں ہے۔

اذحلف لا یکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلف علیہ فسہا المحلف علیہ فسیح

لہ الحالف لم یحنت کذا فی المحيط۔

اگر قسم کھائی کہ وہ فلاں سے بات نہ کرے گا تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے وہ بھول جائے تو قسم کھانے والے نے اسے بیان اللہ کہہ کر تقریر یا حائض نہ ہوگا، یعنی قسم نہ ٹوٹے گی جیسا کہ محیط میں ہے۔

اسی طرح جب نماز سے سلام پھیرے اور وہ فلاں اس کے پہلو میں ہو، جیسے کہ عتابیہ میں ہے۔ جس کے متعلق قسم کھانی اگر وہ ام ہو اور قسم کھانے والا مقتدی ہو تو وہ ام کو تقدیر دینے پر وہ جاثم نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ الہندیہ، الیاب السادس فی الیمین علی الکلام، نورانی کتب خانہ پشاور)

طلاق زوجہ کو کلام یوم سے معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ يَوْمٌ أَكَلْتُ فَلَانًا فَأَمَرَهُ طَائِقُ فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) لِأَنَّ اسْمَ الْيَوْمِ إِذَا قُرِنَ بِفَعْلٍ لَا يَمْتَدُّ يَزِيدُهُ مُطْلَقُ الْوَقْتِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ) وَالْكَلَامُ لَا يَمْتَدُّ (وَأِنْ عَيَّنَّ النَّهَارَ خَاصَّةً دِينَ فِي الْقَضَاءِ) لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ أَيْضًا. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَدِينُ فِي الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ خِلَافُ الْمُتَعَارَفِ.

ترجمہ

اور اس نے کہا کہ جس دن میں فلاں سے گفتگو کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو یہ دن اور رات دونوں پر محمول ہوگا کیونکہ لفظ یوم جب فعل غیر مجہد کے ساتھ متصل ہو تو اس سے مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دن کا فرد سے پیٹھ پھیرے گا۔ اور کلام صحیح نہیں ہوتا۔ اور جب عارف نے صرف دن کی نیت کی تو بطور قضا اس کی تصدیق کر لی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ قضاء میں بھی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ عرف کے خلاف ہے۔

شرح

لفظ یوم فعلی غیر مجہد کے ساتھ متصل ہو تو اس سے مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر فرمائی جتنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر شرط ہرنے بیوی سے کہا: أَنَسَرَكَ بِبَيْدِكَ الْيَوْمَ وَتَعَدَّ عَبْدُ (جہیں آج اور کل کے بعد اختیار ہے) تو اس حکم میں رات شامل نہیں ہوگی۔ اگر بیوی نے دن کا اختیار مسخر کر دیا تو اس دن کا اختیار ختم ہو جائے گا البتہ پرسوں کا اختیار عورت کے پاس رہے گا کیونکہ شوہر نے دو ایسے اوقات کی صراحت کی ہے جن کے درمیان ان ہی کی جس کا وقت موجود ہے جس میں الامر بالید (کی صورت) شامل نہیں ہے۔ جب لفظ "یوم" کو ناظر اوی طور پر ذکر کیا جائے تو اس میں رات شامل نہیں ہوتی ہے کیونکہ الامر بالیوم اور الامر بعد الفقد دونوں الگ الگ معانی ہیں۔ لہذا ایک کے مسخر کرنے سے دوسرا مسخر نہ ہوگا۔ امام زعفرانی نے بات ارشاد فرمائی ہے: تقویٰ کی یہ دونوں صورتیں حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی "الامر بالید" ہیں۔ یہی اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص صراط طلاق میں یہ کہے: "تم کو آج طلاق ہے اور پرسوں طلاق ہے" تو اس صورت میں آپ بھی یہ تسلیم کریں گے: اسی دن طلاق واقع ہوگی اور ایک اگ اوقات میں واقع نہیں ہوگی۔ ہم جواب میں یہ

کہتے ہیں طلاق میں وقت مقرر کرنے کا احتمال نہیں ہوتا لیکن الامر بالید میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ آج کا اختیار الگ ہو اور پرسوں کا تیسرا الگ ہو لہذا دوسرے وقت میں سے امر بالید کا مفہوم پایا جائے گا۔ (ہدایہ اوبین، کتاب طلاق)

قسم کورات پر محمول کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَيْلَةً أَكَلْتُ فَلَانًا فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ خَاصَّةً) لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ كَالنَّهَارِ لِتَبَيُّضِ خَاصَّةً، وَمَا جَاءَ اسْتِعْمَالُهُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ (وَلَوْ قَالَ إِنْ كَلَّمْتُ فَلَانًا إِلَّا أَنْ يَفْتَدِمَ فَلَانٌ أَوْ قَالَ حَتَّى يَفْتَدِمَ فَلَانٌ أَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ يَأْتِدَنَّ فَلَانٌ أَوْ حَتَّى يَأْتِدَنَّ فَلَانٌ فَأَمَرَهُ طَائِقُ فَكَلَّمَهُ قَلَّ الْقُدُومُ وَالْيَأْدِنْ حَيْثُ، وَلَوْ كَلَّمَهُ بَعْدَ الْقُدُومِ وَالْيَأْدِنْ لَمْ يَحْثُ) لِأَنَّهُ غَايَةُ الْيَمِينِ بَاقِيَةٌ قَبْلَ الْغَايَةِ وَمُنْتَهَايَةٌ بَعْدَهَا فَلَا يَحْثُ بِالْكَلَامِ بَعْدَ انْتِهَاءِ الْيَمِينِ (وَأِنْ مَاتَ فَلَانٌ سَقَطَتِ الْيَمِينُ) خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْمَمْنُونِ عَنْهُ كَلَامٌ يَنْتَهِي بِالْيَأْدِنْ وَالْقُدُومِ وَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَتَصَوِّرٌ أَلَوْ جُودَ فَسَقَطَتِ الْيَمِينُ. وَعِنْدَهُ النَّصْرُ لَيْسَ بِشَرْطٍ، لَعِنْدَهُ سُقُوطُ الْغَايَةِ تَبَاهُذُ الْيَمِينِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ وہ جس رات میں فلاں سے کلام کرے تو اس کا قول صرف رات کے ساتھ خاص ہوگا۔ کیونکہ حقیقت میں رات شب کی تاریکی کا نام ہے۔ جس طرح نہ رات کا لفظ سفیدی کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ لیل کا لفظ مطلق وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور جب اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا لیکن جب فلاں آجائے یا اس نے اسی طرح کہا حتی کہ وہ آجائے یا اس نے کہا کہ فلاں اجازت دیدے یا اس نے حتی کہ فلاں اجازت دیدے تو اس کی بیوی کو طلاق ہے اور پھر عارف نے فلاں کی اجازت اور اس کے آنے سے قبل ہی بات کر ڈالی تو وہ حائف ہو جائے گا اور اگر اس نے آنے اور اجازت کے بعد کلام کیا تو وہ حائف نہ ہوگا۔ کیونکہ قدم اور اجازت یہ غایت ہے اور غایت سے قبل تکبیر باقی ہے اور غایت کے بعد تکبیر ختم ہو جاتی ہے۔ پس قسم کے ختم ہوجانے کے بعد وہ کلام کرنے سے حائف نہ ہوگا۔ اور اگر فلاں فوت ہوجائے تو قسم ساقط ہو جائے گی۔

حضرت ابو یوسف علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کیونکہ عارف کیلئے ایسے کلام کی ممانعت تھی جو ذوق و قدم پر مکمل ہو جاتا ہے لیکن فلاں کی موت کے بعد اس کے وجود تصور بھی کی نہ رہا لہذا تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ البتہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک برکا تصور شرط نہیں ہے تو اسقاط غایت کے بسبب قسم مؤبدین جائے گی۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور اگر کسی بندے نے دن میں قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کروں گا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اس وقت سے دوسرے دن کے کسی وقت تک کلام سے قسم نہ لے گی۔ اور اگر رات میں قسم کھائی کہ ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے دوسرے دن کے بعد والی رات کے کسی وقت تک مراد یہاں لڑیاں کا دن بھی شامل ہے۔ اور اگر رات میں کہا کہ قسم کھائی کہ فلاں سے ایک دن کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

اور اگر دن میں کہا کہ فلاں شخص سے ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے طلوع فجر تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور ایک مہینہ یا ایک دن کے روزہ یا استحکاف کی قسم کھائی تو اسے اختیار ہے جب چاہے ایک مہینہ یا ایک دن کا روزہ یا استحکاف کر لے۔ اور اگر کہا اس سال کلام نہ کروں گا تو سال پورا ہونے میں جتنے دن باقی ہیں وہ لیے جائیں گے یعنی اس وقت سے قسم ڈی الجھ تک۔ اسی طرح اگر کہا کہ اس مہینے میں کلام نہ کروں گا تو جتنے دن اس مہینے میں باقی ہیں وہ لیے جائیں گے اور اگر یوں کہا کہ آج میں کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک اور اگر رات میں کہا کہ آج میں کلام نہ کروں گا تو رات کا جتنا حصہ باقی ہے وہ مراد لیا جائے اور اگر کہا آج اور کل اور برسوں کلام نہ کروں گا تو میری ن کی رات میں بھی داخل ہیں جتنی رات میں کلام کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر کہا کہ آج کلام کروں گا اور کل اور نہ برسوں تو راتوں میں کلام کر سکتا ہے کہ یہ ایک قسم نہیں ہے بلکہ قسم نہیں ہیں کہ تمہیں دنوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب الایمان)

علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کے آدے بغیر بات کروں تو ہو جائے اس کے بعد وہ فلاں فوت ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آدے موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آدے کا تصور ختم ہو گیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے شرط ہو تو اس شرط کا تصور ہونا قسم کی بقا کے لئے اہم البعضیہ اور اہم مجرما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آدے سے شرط ہے تو اس شرط کے وجود سے قسم پوری ہو سکتی تو جب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر نہ پڑا ہونے کا احتمال ہو گیا تو قسم پورا ہونے کا احتمال بھی قسم ختم ہو گیا لہذا یہ قسم باطل ہو جائے گی۔ (فتح القدیر، کتاب الایمان)

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہو جانا کاغلی تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس کو روزہ زہرہ کر دے اور وہ زندہ ہو کر اجازت دے یا آجائے تو اس امتراض کا جواب یہ ہے کہ وہ زندہ ہوئے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آدے کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا امر ہے جس کو عینہ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ روح واپس ہو جائے کہ روح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات روح والی چیز کی روح کا لازم ہے نہ کہ روح ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الایمان)

فلاں کے غلام سے کلام کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يُكَلِّمُ عَبْدَ فَلَانٍ وَلَمْ يَبْرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ أَوْ امْرَأَةً فَلَانٍ أَوْ صَدِيقَ فَلَانٍ قَبَاعَ فَلَانٍ عَبْدَهُ أَوْ بَنَاتٍ مِنْهُ امْرَأَتَهُ أَوْ عَادَى صَدِيقَهُ فَكَلَّمَهُمْ لَمْ يَحْثُ) لِأَنَّهُ عَقْدَ يَمِينَةٍ عَلَى فِعْلٍ وَقَعَ فِي مَحَلِّ مُضَافٍ إِلَى فَلَانٍ، إِمَّا إِصَافَةً لِمَلِكٍ أَوْ إِصَافَةً نَسَبٍ وَلَمْ يَوْجَدْ فَلَا يَحْثُ، قَالَ هَذَا فِي إِصَافَةِ الْمَلِكِ بِالْإِتْمَاقِ. وَفِي إِصَافَةِ النِّسْبَةِ عَبْدُ مُحَمَّدٍ يَحْثُ كَأَمْرِؤَ وَالصَّدِيقِ.

قَالَ فِي الرُّبَاذَاتِ: لِأَنَّ هَذِهِ الْإِصَافَةَ لِلتَّعْرِيفِ لِأَنَّ الْمَرْءَ وَالصَّدِيقَ مَقْصُودَانِ بِإِنْهَاجٍ فَلَا يَشْتَرِطُ دَوَامُهُمَا فَيَعْلَى الْمُحْكَمُ بِعَيْنِهِ كَمَا فِي الْإِشَارَةِ. وَوَجْهٌ مَا ذَكَرَ هَاهُنَا وَهُوَ رَوَاةُ الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ أَنَّهُ يَحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ غَرَضُهُ هَجْرَانَهُ لِأَجْلِ الْإِصَافِ إِلَيْهِ وَلِهَذَا لَمْ يَحْثُ فَلَا يَحْثُ بَعْدَ زَوَالِ الْإِصَافَةِ بِالْشُّكِّ (وَإِنْ كَانَتْ يَمِينُهُ عَلَى عَبْدٍ بِعَيْنِهِ بِأَنَّ قَالَ عَبْدُ فَلَانٍ هَذَا أَوْ امْرَأَةً فَلَانٍ بِعَيْنِهِ أَوْ صَدِيقَ فَلَانٍ بِعَيْنِهِ لَمْ يَحْثُ فِي الْعَبْدِ وَحَيْثُ فِي الْمَرْءِ وَالصَّدِيقِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَحْثُ فِي الْعَبْدِ أَيْضًا) وَهُوَ قَوْلُ زُهْرٍ (وَإِنْ خَلَفَ لَا يَدْخُلُ ذَاوُ فَلَانٍ هَذِهِ قَبَاعَهُ ثُمَّ دَخَلَهَا فَهُوَ عَلَى هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ)

ترجمہ

اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کرے گا۔ اور اس نے کسی مبین غلام کی نیت نہ کی ہو اور اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کی بیوی سے یا فلاں کے دوست سے کلام نہ کرے گا پھر اس فلاں نے اپنا غلام بیچ دیا یا اس کی بیوی اس سے باندھو گئی یا اس نے اپنے دوست سے دشمنی کر لی اور عاقل نے اس سے کلام کر لیا تو وہ حافظ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنی قسم کا ایسے کلام پر متقدم کیا ہے جس کی ایسے عمل واقع ہوگا جو فلاں کی طرف مضاف ہوگا خواہ اس ملکیت کی اضافت ہو یا نسبت کی ہو۔ حالانکہ دونوں اضافتوں میں کوئی ایک اضافت بھی نہیں پائی جاتی لہذا وہ حافظ نہ ہوگا۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ملکیت کی صورت میں اضافت کے ہونے کا حکم متفق علیہ ہے اور جب اضافت نسبت کی طرف ہو تو اس صورت میں اہم محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حالت نہ ہو جائے گا۔ جس طرح بیوی اور دوست ہے کیونکہ ان سے کلام کرنے کی صورت میں حادث ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے زیادہ میں اس کی دلیل اس طرح بیان کی ہے کہ نسبت تعارف کرانے کیلئے ہوتی ہے کیونکہ عورت اور دوست دونوں سے ترک کلام کا تصور موجود ہے پس نسبت کا ہمیشہ باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ اور حکم ان میں سے ہر ایک کی ذات سے متعلق ہوگا۔ جس طرح اشارے میں ہوتا ہے اور جو مسئلہ اس مقام پر بیان کیا گیا ہے یہ جامع صغیر کی روایت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نصف کا مستعد یہ ہوان دونوں کو فلاں کی جانب منسوب ہونے کے سبب چھوڑ دیں۔ اسی سبب کے پیش نظر اس سے تکلف علیہ نہیں نہیں کیا ہے پس زوال اضافت کے سبب شک کی بناء پر نصف حادث نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی قسم کسی معین خدام پر ہے یا اس نے اس طرح کہا کہ فلاں کا یہ غلام یا فلاں کی فدیہ بیوی یا فلاں کا دوست تو وہ غلام میں حادث نہ ہوگا اور عورت اور دوست میں حادث ہو جائے گا۔ یہ شخصین کا مؤقف ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ غلام میں بھی حادث ہو جائے گا اور امام زفر علیہ الرحمہ بھی یہی قول ہے۔ اور جس نے یہ قسم اٹھی کہ وہ فلاں کے اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر فلاں نے وہ گھر گھر دیا اس کے بعد نصف اس میں داخل ہوا تو یہ مسئلہ اسی اختلاف پر مشتمل ہے۔

شرح

علامہ غلام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھانی کہ فلاں کے غلام یا اس کے دوست یا اس کی عورت سے کلام نہ کروں گا اور اس نے غلام کو بیچ ڈالا یا اس کی طرح اس کی ملک سے نکل گیا اور دوست سے عداوت ہو گئی اور عورت کو طلاق دیدی تو اب کلام کرنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی غلام میں چاہے یوں کہا کہ فلاں کے اس غلام سے یا فلاں کے غلام سے دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر قسم کے وقت وہ اس کا غلام تھا اور کلام کرنے کے وقت بھی ہے یا قسم کے وقت یہ اس کا غلام نہ تھا اور اب ہے دونوں صورتوں میں ٹوٹ جائے گی۔ (ردھارہ کتاب الایمان)

علامہ سر محمد آفندی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے کہا فلاں کی اس عورت سے یا فلاں کی فلاں عورت سے یا فلاں کے اس دوست سے یا فلاں کے فلاں دوست سے کلام نہ کروں گا اور طلاق یا عداوت کے بعد کلام کی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر نہ اشارہ ہونے معین کی ہوا اور اس نے اس کی عورت سے نکاح کیا یا کسی سے دوستی کی تو کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔

(ردھارہ کتاب الایمان)

اضافات کا تعارف کیلئے ہونے کا بیان

وَجْهٌ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَذَكَرَ أَنَّ الْإِضَافَةَ لِلتَّعْرِيفِ وَالْإِشَارَةِ أَتْبَعَهَا مِنْهَا فِيهِ لِكُونِهَا قَاطِعَةً لِلشَّرْكِ، بِخِلَافِ الْإِضَافَةِ فَاعْتَبَرَتْ الْإِشَارَةَ وَلَكُونَتْ الْإِضَافَةُ وَصَارَ كَالصِّدِّيقِ وَالْمَرْأَةِ. وَلَهُمَا أَنَّ الدَّاعِيَ إِلَى الْيَمِينِ مَعْنَى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَعْيَانُ لَا

تُهَيِّجُ وَلَا تُعَادَى لِذَوَاتِهَا، وَكَذَا الْغُلَامُ لِمَنْزِلِهِ بَلْ لِمَعْنَى فِي مَلَكُوتِهَا فَتَقَعُ الْيَمِينُ بِخِلَافِ قِيَامِ الْمَلِكِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ الْإِضَافَةُ إِضَافَةً نِسْبَةٍ كَالصِّدِّيقِ وَالْمَرْأَةِ لِأَنَّهُ يُعَادَى لِذَاتِهِ فَكَانَتْ الْإِضَافَةُ لِلتَّعْرِيفِ وَالْإِشَارَةِ الْمَعْنَى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ غَيْرَ ظَاهِرٍ لِمَعْنَى التَّعْيِينِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ

ترجمہ

حضرت امام محمد اور امام زفر علیہ الرحمہ کے فرمان کی دلیل یہ ہے کہ اضافت تعارف کرانے کیلئے ہوتی ہے اور اشارہ الیہ اضافت سے زیادہ بلاغت والا ہے کیونکہ اشارہ شرکت کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ خلاف اضافت کے پس اشارے کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اور اضافت بیکار ہو جائے گی تو غلام دوست اور عورت کی طرح ہو جائے گا۔

شخصین کی دلیل یہ ہے کہ مضاف الیہ میں کوئی ایسا حکم ہے کہ قسم کی جانب دانی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے ایمان نہیں ہیں کہ ان کو چھوڑ دیا جائے گا یا ان سے دشمنی کی جائے بلکہ بھی کم مرتبے کے سبب ہے اور وہ بذات خود عداوت اور ہجر کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان سب میں جبران و عداوت کسی ایسے سبب کے پیش نظر ہوتی ہے جو ان کے مالکوں میں ہوتا ہے پس قسم قیام ملک کی حالت سے متعبد ہوگی۔ یہ خلاف اس کے کہ جب اضافت کسی نسبت کی بنیاد پر ہو جس طرح دوست اور عورت ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے عداوت ان کی ذات سے ہوتی ہے۔ پس ان میں نسبت تعارف کیلئے ہوگی۔ جبکہ مضاف الیہ میں قسم کی طرف جاننا کسی بھی سبب سے ضروری نہیں ہے پس اس کو مخالف نہیں سمجھیں نہیں کیا ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

شرح

شخصین کی دلیل کو صاحب ہدایہ نے ترجیح دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ذات نسبت سے قوی ہوا کرتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اضافت تعارف یا کسی طرح ذات کے تعلق کو اجاگر کرنے کا سبب ضرور ہے لیکن اس کی قوت ذات کے برابر بھی نہیں ہے چہ بیکار اس کی نسبت یا اس کی اضافت کہ ذات سے بڑھا دیا جائے۔ لہذا حجت قوت میں وہ مضبوط جس کو شخصین نے بیان کیا ہے اور یہ قیام بیکار شخصین میں سے ایک مسئلہ ہے۔

چاروں ارے سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ خَلَفْتَ لَا يُكَلِّمُ صَاحِبَ هَذَا الطَّلَسَانِ لِبَاعَةِ ثُمَّ كَلَّمَهُ حَيْثُ) لِأَنَّ هَذِهِ الْإِضَافَةَ لَا تَحْتَمِلُ إِلَّا التَّعْرِيفَ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادَى لِمَعْنَى فِي الطَّلَسَانِ لِقَصَارِ كَمَا إِذَا أُشِيرَ إِلَيْهِ (وَمَنْ خَلَفْتَ لَا يُكَلِّمُ هَذَا الشَّابَّ لِكَلْمِهِ وَقَدْ صَارَ شَيْعًا حَيْثُ) لِأَنَّ

الْحُكْمَ تَعْلُقُ بِالْمَسَارِ إِلَيْهِ إِذِ الصَّفَةُ فِي الْحَاجِزِ لَمْ تَوْ، وَهَذِهِ الصَّفَةُ لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى
الْيَمِينِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ چار دالے سے کلام نہ کرے گا۔ اس کے بعد اس نے چار فروخت کر دی اور اس کے بعد حالف نے اس سے کلام کر لیا تو وہ حنث ہو جائے گا کیونکہ اس میں صرف تعارف کا احتمال ہے کیونکہ انسان سے کسی ایسے سر سے دشمنی نہیں کی جاسکتی جو جب اس کی چار دھنیں ہوتا ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح حالف نے چار دالے کی طرف اشارہ کیا۔ اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس جوان سے کلام نہ کرے گا پھر اس کے بعد اس نے اس کے پورے ہاؤس کے بعد بائیں تو حنث ہو جائے گا۔ کیونکہ حکم مشا را لہ سے متعلق ہوا۔ پس حاضر میں مفت لکھو ہو جائے گی کیونکہ یہ صفت قسم کی طرف لے جائے والی تھی نہیں ہے جس طرح کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

شرح

شیخ غلام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اس کپڑے والے سے کلام نہ کریں اس نے کپڑے والے پھر اس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور جس نے کپڑے خریدے اس سے کلام کیا تو نہیں۔ اور اسی طرح جب اس نے قسم کھائی کہ میں اس کے پاس نہیں پکھنوں گا تو یہ بھی ٹوٹ جائے گی جیسے یہ کہا کہ میں اس سے کلام نہ کر دوں گا۔

(آداب الہندیہ، کتاب الامان)

فصل

﴿یہ فصل کلام میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

فصل یحییٰ کلام کی قسمی مطابقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا مشتی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اس لئے کہا ہے مصنفین کی یہ بات ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شذوذ اور ندرت ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ متفرقہ یا مشتی کہا جاتا ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۵۵، ج ۳۲۸، حنفیہ طبعان)

اب اس لئے یا زمانے کلام نہ کرنے کی قسم کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَكْلُمُ حَيًّا أَوْ زَمَانًا أَوْ الْحَيَّ أَوْ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ) لِأَنَّ
الْحَيَّ قَدْ يُرَادُ بِهِ الزَّمَانُ الْقَلِيلُ وَقَدْ يُرَادُ بِهِ أَوْ تَعَوَّنَ سَنَةً ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (هَلْ أَتَى
عَلَى الْإِنْسَانِ حَيِّنٌ مِنَ الدَّهْرِ) وَقَدْ يُرَادُ بِهِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (تَوَلَّيْتُ أَكْلَهَا
كُلَّ حَيِّنٍ) وَهَذَا هُوَ الْوَسْطُ فَيَصْرِفُ إِلَيْهِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْيَسِيرَ لَا يَقْضُدُ بِالْمَعْنَى لَوْجُودِ
الْإِنْسَانِ فِيهِ عَادَةً ، وَالْمَوْثِقُ لَا يَقْضُدُ عَابِلًا لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْآبِدِ ، وَلَوْ سَكَتَ عَنْهُ يَتَأَيَّدُ
فَيَكُونُ مَا ذَكَرْنَا .

وَكَذَا الزَّمَانُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحَيِّ ، يَقَالُ مَا رَأَيْتُكَ مِنْذُ حَيِّنٍ وَمِنْذُ زَمَانٍ بِمَعْنَى
وَهَذَا إِذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ يَتَّةً ، أَمَّا إِذَا نَوَى حَيًّا فَهُوَ عَلَى مَا نَوَى لِأَنَّهُ نَوَى حَقِيقَةً كَلَامِيَّةً)
وَكَذَلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَهُمَا .

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: الدَّهْرُ لَا أَدْرِي مَا هُوَ ، وَهَذَا الْإِخْتِلَافُ فِي الْمُنْكَرِ وَهُوَ الصَّحِيحُ ،
أَمَّا الْمُعَرَّفُ بِالْأَلْفِ وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْآبِدُ عَرَفًا .

لَهُمَا أَنَّ دَهْرًا يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحَيِّ وَالزَّمَانُ يَقَالُ مَا رَأَيْتُكَ مِنْذُ حَيِّنٍ وَمِنْذُ دَهْرٍ
بِمَعْنَى وَأَبُو حَنِيفَةَ تَوَقَّفَ فِي تَقْدِيرِهِ لِأَنَّ اللَّغَاتِ لَا تُلْزَكُ قِيَاسًا وَالْعَرَفُ لَمْ يَعْرِفْ

اسْتَمَرَّازُهُ لَا خِيَالَافَ لِي الْأَسْتِمَالِ

ترجمہ

فرمایا: اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ایک مہین یا ایک زمانے تک یا ایک مہین یا زمانے تک خدا سے کلام نہ کرے گا تو اس کی قسم چھ ماہ پر محیط ہوگی کیونکہ لفظ مہین سے بھی تھوڑا سا زیادہ مراد ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے چالیس سال مراد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: "هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنْ الْقَهْرِ" اور کبھی اس سے چھ ماہ مراد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَلَوْ أَكَلَهَا كُلُّ حِينٍ" اور یہی درمیانہ وقت ہے لہذا مہین کو اس کی جانب لوٹا جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تھوڑے سے وقت میں اٹک کر نہ مقصود نہیں ہوتا کیونکہ تھوڑی دیر کلام نہ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اس سے مؤید یہی چالیس سال کا ارادہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ ابد کے درجے میں ہے۔ پس جو مدت ہم بیان کر چکے ہیں وہ مہین یا سال کے درجے میں ہے جس کی طرح استعمال کیا جاوے۔ جیسے "" اور "مَنْ حِينَ" دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور اس کو چھ ماہ پر محمول کرنا اس صورت میں ہے کہ اگر حالف کی کوئی نیت نہ ہو۔ جب اس نے کسی مدت کی نیت کی ہے تو اس کی قسم نیت کے مطابق ہوگی کیونکہ حالف نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے۔ صائنین کے نزدیک دہری بھی اتنی ہی مدت ہے (چھ ماہ) جبکہ امام صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مدت کیا ہے اور یہ اختلاف "دہر" نگرہ میں ہے اور صحیح اسی طرح ہے۔

جب یہ معرّف بالف ولام ہو تو اس سے بالذات عرف تکلی مراد ہے۔ صائنین کی دلیل یہ ہے دہر مہین اور زمان کی لحاظ استعمال ہونے والا ہے پس منہ مہین اور منہ دہر دونوں کا ایک ہی معنی ہوگا۔ حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی کا اندازہ کرنے میں توقف کیا ہے کیونکہ قیاس سے لغات معلوم نہیں ہوا کرتے اور ہمارے قیاس میں اس کی کوئی مدت معرّف نہیں ہے پس اس کے استعمال میں اختلاف ہے۔

شرح

مُدَّ وَمُنْدُ:

یہ مدت بیان کرنے کیلئے آتے ہیں۔ جیسے مَا زِلْنَاهُ، مُدَّ وَمُنْدُ سَيِّ (میں نے اسے ایک سال سے نہیں دیکھا) یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم پر درودگار سے کھل دیتا رہتا ہے اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے کہ شاید اسی طرح ہوش مش آجائیں۔

1 کلمہ یہاں لیا پاک درخت ہے کہ جس کی ہر جڑ مضبوط اور تابندہ اور بہ درخت کھل دیتے وقت پورا پورا کھل دیتا ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ کَشْحَرَة طَيِّبَة اَصْلُهَا ثَابِت وَفِرْعَاهَا فِي السَّمَاءِ۔ تو توئی اکلھا کَلَّ حِين اِخْتَال ہے کہ تم توئی اکلھا: کَلَّ حِين "مہر بہ کا دوام ہوا اور جو موضوع کی مناسبت سے اس سے مراد وہ وقت ہے کہ جب درخت کھل دیتا ہے۔

2 حق پرستی اعتقادات اذین پر درودگار سے داغی طور پر شریک ہوتے ہیں اور کسی خاص زمانے میں محدود نہیں ہوتے۔

مثلاً کلمہ طیبہ... تو توئی اکلھا کَلَّ حِين باذَن وَتَهَا

اِخْتَال ہے کہ "تو توئی اکلھا کَلَّ حِين" "مہر بہ کا دوام ہوا اور جو موضوع کی مناسبت سے ہمیشہ شریک ہوتا رہتا ہے اور کسی وقت سے مخصوص نہیں۔

3 حق پرستی اعتقادات بہت زیادہ شریک ہوتے ہیں اور وہ سب کے سب مفید ہیں۔ مثلاً کلمہ طیبہ... تو توئی اکلھا کَلَّ حِين "تو توئی اکلھا کَلَّ حِين" "مہر بہ کا دوام ہوا اور جو موضوع کی مناسبت سے ہمیشہ شریک ہوتا رہتا ہے اور کسی وقت سے مخصوص نہیں۔

نوٹ

فَضْلًا عَلَی مَنِ اس میں جن سے قیامت مراد ہے، عرب لوگ ایک گڑبگڑ سے لے کر سب اہل بدعت تک کہتے ہیں۔

مطلق الایام سے تین دنوں کی مراد کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ اَيَّامًا فَهَوَّ عَلَى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ) لِأَنَّهُ اسْمُ جَمْعٍ ذِكْرٌ مُنْكَرًا قَبْتَاوُلُ اَلْجَمْعِ وَهَوَّ الثَّلَاثِ. وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ اَيَّامًا فَهَوَّ عَلَى عَشْرَةِ اَيَّامٍ عِنْدَ اَبِي حَبِیْطَةَ. وَكَأَنَّ اَيَّامَ الْأُسْبُوعِ. وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ الشُّهُورُ فَهَوَّ عَلَى عَشْرَةِ أَشْهُرٍ عِنْدَهُ. وَعِنْدَهُمَا عَلَى اَتْنِ عَشَرَ شَهْرًا لِأَنَّ الْأَمَّ لِلْمَعْنُودِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا رَلَّانَةَ يَدُورُ عَلَيْهَا.

وَلَهُ أَنَّهُ جَمْعٌ مُعَرَّفٌ فَيُصَرِّفُ إِلَى أَقْصَى مَا يَذْكُرُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ وَذَلِكَ عَشْرَةٌ (وَكَذَلِكَ النِّجَابُ عِنْدَ كَالِي الْجَمْعِ وَالسَّيْنِ) وَعِنْدَهُمَا يَنْصَرِفُ إِلَى الْعُمَرِ لِأَنَّهُ لَا مَعْنُودَ دُونَهُ

ترجمہ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ چند دنوں تک کلام نہ کرے گا تو اس قسم کو تین دنوں پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ ایام اسم جمع ہے جس کو ذکر نہ کر کیا گیا ہے پس یہ کم از کم جمع کو شامل ہوگا اور وہ تین ہے۔ اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ لا یکلّمہ الایام تو حضرت امام صاحب علیہ السلام کے نزدیک الرحمن کی قسم میں دنوں پر محمول ہوگی۔

صائنین فرماتے ہیں کہ ایک ہفتے تک باقی رہے گی۔ اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ لا یکلّمہ الشهور "تو امام عظیم علیہ الرحمہ

کے نزدیک یہ قسم دینا اور پرمٹل ہوگی جبکہ صاحبین کے نزدیک بارہ ہادیک باقی رہے گی۔ کیونکہ الف ام معبود کیلئے آتا ہے اور معبود وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ ماہ کا داروہارا کا ہے۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی دلیل یہ ہے کہ یہ جمع معرف بہ الف ولام ہے پس جمع کے ذکر سے اس کا تہجی عدد مراد ہوگا اور یہی کی جانب راجع ہوگی اور وہ ہے۔ اور ام ماضی صوبہ الہجہ کے نزدیک "المجمع" اور "السنن" کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ صاحبین کے نزدیک ان کی تمام مرادیں لکھیں گے کیونکہ اس کے حموز اور معبود ہی نہیں ہے۔

شرح

جمع اور اسم جمع میں فرق یہ کہ جمع کے لیے مفرد ہونا ضروری ہے منقطع ہو یا من غیر منقطع، جبکہ اسم جمع وہ ہے جو جن کا معنی تو دس گرامس کا کوئی مفرد نہ ہو جیسے: قوم، زحف، وغیرہ۔

مقتضی ماضی ہونے پر مگر وہ بھی عام ہوتا ہے جیسے: (وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهُ)

مفرد اور جمع کا عام ہونا: مفرد اسم، الف، لام سے مزین ہو تو وہ بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً: (لَإِنِ الْإِنْسَانَ لِرَفْسِ غَسِيٍّ) اور (وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ)

مفرد عام ہوا درصاف ہو مثلاً: ((وَهَذَا رَحْمَتِي يَنْطِقُ عَنِ الْهَقْلِ))۔ اس سے مراد وہ تمام کتب ہیں جن میں ان کے اعمال درج ہیں۔

جمع اگر الف لام سے راستہ ہو تو اس کا عام ہونا جیسے: (وَإِذَا الرُّسُلُ أَقْبَتْ) یا (وَإِذَا أَحَلَّهَا مِنَ الْجَنِّينَ مِينَاقِلَهُمْ) یا یہ ارشاد: (إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ)۔

اسی طرح جمع مضاف ہو تو وہ بھی عموم کا فائدہ دیتی ہے جیسے: (كُلُّ أَحَقَّ بِاللَّهِ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْهُ وَرَسُولُهُ)۔

علامہ ابن تیمیہ مصری نقلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں سے ایک سال کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے ایک سال یعنی بارہ مہینے تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ کلام نہ کروں گا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اس وقت سے ایک مہینہ یعنی تین دن مراد ہیں۔ اور اگر دس دن میں قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کروں گا تو جس وقت سے قسم کھائی ہے اس وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک کلام سے قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر رات میں قسم کھائی کہ ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے دوسرے دن کے بعد واپسی رات کے اسی وقت تک مراد ہے لہذا درمیان کا دس بجی شامل ہے۔ اور اگر رات میں کہا کہ قسم خدا کی فلاں سے ایک دن کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

اور اگر دس دن میں کہا کہ فلاں شخص سے ایک رات کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے طلوع فجر تک کلام کرنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور ایک مہینہ یا ایک دن کے روزہ یا احتکاف کی قسم کھائی تو اسے اختیار ہے جب چاہے ایک مہینہ یا ایک دن کا روزہ یا احتکاف کر لے۔ اور اگر کہا اس سال کلام نہ کروں گا تو سال پورا ہونے میں جسے دن باقی ہیں وہ لیے جائیں گے یعنی اس وقت سے ختم دہی

ایک اسی طرح اگر کہا کہ اس مہینہ میں کلام نہ کروں گا تو جتنے دن اس مہینے میں باقی ہیں وہ لیے جائیں گے اور اگر چوں کہا کہ آج دن میں کلام نہ کروں گا تو اس وقت سے غروب آفتاب تک اور اگر رات میں کہا کہ آج رات میں کلام نہ کروں گا تو رات کا حصہ حصہ باقی ہے دہر دیا جائے اور اگر کہا آج اور کل اور پھر سو کلام نہ کروں گا تو درمیان کی راتیں بھی داخل ہیں یعنی رات میں کلام کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر کہا کہ آج کلام نہ کروں گا اور کل اور نہ پھر سو تو رات میں کلام نہ کر سکتے ہیں کہ یہ ایک قسم نہیں ہے بلکہ تین قسمیں ہیں تین دنوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ (بخاری، ترمذی، مسند ابی یوسف، ص ۴۱۷)

کلام کی آزادی کو خدمت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ إِنَّ خَدَمَتِي أَيَّامًا كَثِيرَةً فَأَنْتَ حُرٌّ فَلَا أَيَّامَ الْكَثِيرَةِ عِنْدَ أَبِي حَبَسَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَشْرَةَ أَيَّامٍ) رَلَاةً أَكْثَرَ مَا يَتَوَلَّاهُ اسْمُ الْأَيَّامِ، وَقَالَ: سَبْعَةَ أَيَّامٍ لِأَنَّ مَا رَأَتْ غَلَبَتْهَا تَكْرَارًا. وَقِيلَ لَوْ كَانَ الْيَوْمُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ إِلَى سَبْعَةِ أَيَّامٍ لِأَنَّهُ يَذْكُرُ فِيهَا بِقَطْعِ الْفَرْدِ ذَوْنَ الْخَمْعِ.

ترجمہ

اور جس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تم نے بہت دنوں تک میری خدمت کی تو تم آزاد ہو تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے اس کی کثرت سے دس دن مراد ہیں کیونکہ وہ آخر مقدار ہے جس کو یہ کلام لفظ شامل ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس سے سات دن مراد ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہاں ماضی سے زیادہ تکرار ہے اور یہ بھی گہما گہما ہے کہ جب قسم کسی زبان میں ہو تو وہ صاحب سے زیادہ ایک بھی سات دنوں کی طرف لوٹنے والی ہے کیونکہ فارسی میں لفظ "روز" مفرد ہی ذکر کیا جاتا ہے یہ معنی کے طور پر نہ نہیں ہوتا۔

شرح

ابن عمر سے مراد یہ جمع ہے اور بخاری بحث کے مطابق جس طرح جمع قمت و کثرت کا بیان کیا گیا ہے اسی طرح جمع کھول یا جائے کا تکرار، جمع قمت ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ کثرت ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ معنی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: جمع قلت و جمع کثرت۔

جمع قلت کی تحریف

وہ جمع جو تین سے لیکر دس تک افراد پر دلالت کرے۔ جیسے: أَقُولُ، أَنَفْسٌ وَغَيْرِهِ۔ جمع قلت کے اوزان اس کے مندرجہ ذیل پانچ اوزان ہیں: یعنی ان اوزان میں سے کسی کو وزن پر آنے والی جمع قلت "کہا" گی۔

(۱) أَفْعَالٌ۔ جیسے: أَقْلَامٌ۔ (۲) فَعْلَةٌ۔ جیسے: غَلَمَةٌ۔ (۳) أَفْعَلٌ۔ جیسے: نَفْسٌ۔ (۴) أَفْعَلَةٌ۔ جیسے:

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْعَقْدِ وَالطَّلَاقِ

﴿یہ باب آزادی اور طلاق میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

حق و طلاق کے باب کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے یمن سے متعلق مختلف ابواب کو ذکر کرنے کے بعد آزادی اور طلاق میں قسم کھانے سے متعلق اس باب کو شروع کیا ہے کیونکہ یمن عرف میں آزادی اور طلاق سے متعلق ہے لہذا یہ بھی اس کتاب میں ایک منفرد نوع ہے جس کو اس کا ایک الگ باب میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا وقوع بھی کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ کہ لوگ طلاق دینے میں قسم کھانے میں تاخیر نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات جلد بازی کرتے ہیں اور طلاق میں طرح طرح کی قسمیں کھا جاتے ہیں۔

طلاق وجہ کو بچنے کی ولادت سے متعلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ إِذَا وَلَدَتْ وَلَدًا فَهِيَ طَالِقٌ فَلَدَتْ وَلَدًا مَيْتًا طَلَّقَتْ، وَكَذَلِكَ إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ إِذَا وَلَدَتْ وَلَدًا فَهِيَ حُرَّةٌ) لِأَنَّ الْمَوْجُودَ مَوْلُودٌ فَيَكُونُ وَلَدًا حَقِيقَةً وَيُسَمَّى بِوَفَى الْعَرْفِ، وَيُعْتَبَرُ وَلَدًا فِي الشَّرْعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ بِهِ الْعِدَّةُ، وَالذَّمُّ بَعْدَهُ نِفَاسٌ وَأَمَّا وَلَدٌ لَمْ يَتَحَقَّقْ الشَّرْطُ وَهُوَ وَلَادَةُ الْوَلَدِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے بچہ کو جنم دیا تو تجھے طلاق ہے پھر اس نے مردہ بچہ جاتا تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اسی طرح جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے گی تو تو آزاد ہے کیونکہ پیدا ہونے والا بچہ حقیقت میں مولود ہے نہ وہ حقیقت میں ولد ہوگا اور عرف میں اس کو ولد کہا جائے گا اور شریعت میں بھی اس کو وہی قرار دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد آنے والا خون نفاس کا خون نہ ہوگا اور اس کی ماں آقا کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ شرط ثابت ہو چکی اور بچہ کی ولادت ہو چکی ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کہا کہ بچہ کی ولادت ہو میرے نکاح میں آئے اسے طلاق ہے اور دیوار زیادہ نکاح کیے تو جس سے آخر میں نکاح ہوا نکاح ہوتے ہی اسے طلاق پڑ جائے گی مگر اس کا علم اس وقت ہوگا جب وہ شخص مرے کیونکہ جب تک زندہ ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بچہ کی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد اور نکاح کر لے۔ لہذا اس کے مرنے

الْأَسْنَةُ (۵) مُفْعَلُونَ . جیسے: مُسْلِمُونَ (۶) مُفْعَلَاتٌ . جیسے: مُسْلِمَاتٌ .

جمع کثرت کی تعریف

وہ جمع جو دس سے اوپر لا محدود افراد پر دلالت کرے۔ جیسے: عَلَمَاءُ، طَلَبَةٌ وغیرہ۔ جمع کثرت کے اوزان: اس کے کثیر اوزان ہیں چند مشہور اوزان درج ذیل ہیں۔

فِعَالٌ . جیسے: عِبَادٌ . فُعَلَاءٌ . جیسے: عُلَمَاءُ . أَفْعَالٌ . جیسے: أَنْبِيَاءُ . فُعُلٌ . جیسے: رُسُلٌ . فُعُولٌ . جیسے: نَجُومٌ . فُعَالٌ . جیسے: خُدَامٌ . فَعْلَى . جیسے: مَرْصَى . فَعْلَةٌ . جیسے: طَلَبَةٌ . فَعْلٌ . جیسے: فِرْقَى . فِعْلَانٌ . جیسے: عِلْمَانٌ .

تعمیم: جمع کثرت کے بعض صیغے ایسے ہیں کہ ان کی مزید جمع کسر نہیں بن سکتی۔ جیسے:

يسوَارٌ کی جمع اَسْوَرَةٌ اور اَسْوَرَةٌ کی جمع اَسَاوِرٌ ہے۔ اب آگے مزید اس کی جمع کسر نہیں بن سکتی۔ ایسی جمع کو "جمع قسبی المجموع" کہتے ہیں۔

کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ گنجی ہے تو خوفِ نکر پھر طلاق پانے لگی۔ اور اگر بی بی ہوئی ہے تو پورا مہر بھی لے گی۔ اور اس کی عدت جنس سے شمار ہوگی۔ اور عدت میں شوہر نہ کرے گی اور شوہر کی میراث نہ پانے لگی۔ اور اگر اس صورت مذکورہ میں اس نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسری سے کیا پھر پہلی وطق دینی پھر اس سے نکاح کیا تو اگر چاہا اس سے ایک بار نکاح آخر میں کیا ہے مگر اس کا طلاق نہ ہوگی بلکہ دوسری کو ہوگی کہ جب اس سے پہلے ایک بار نکاح کیا تو یہ پہلی ہو چکی ہے کچھ نہیں کہہ سکتے، اگر چہ دوبارہ نکاح اس سے آخر میں ہوا ہے۔ (مکررات، کتاب الامیان)

شیخ امام الدین غنی لکھتے ہیں کہ جب اس نے یہ کہا کہ اگر میں گھر میں جاؤں تو میری عورت کو طلاق ہے پھر قسم کھائی کہ عورت کو طلاق نہیں دیکھا اس کے بعد گھر میں گیا تو عورت کو طلاق ہوئی مگر قسم نہیں ٹوٹی اور اگر پہلے طلاق دینے کی قسم کھائی پھر یہ کہا کہ اگر میں چاہوں تو عورت کو طلاق ہے اور گھر میں گیا تو قسم بھی ٹوٹی اور طلاق بھی ہو گئی۔ کسی شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کا وہ عمل بنایا پھر یہ قسم کھائی کہ عورت کو طلاق نہیں دیکھا اب اس قسم کے بعد وہ لے لے اس کی عورت کو طلاق دی تو قسم ٹوٹ گئی۔ اسی طرح اگر عورت سے یہ کہہ کر طلاق دے تو جیسے طلاق ہے، اس کے بعد قسم کھائی کہ طلاق بدوے گا قسم کھانے کے بعد عورت نے کہا میں نے طلاق چاہی تو طلاق بھی ہو گئی اور قسم بھی ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ نکاح نہ کرے اور دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اگرچہ یہ کہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اپنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کر دوں گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الامیان)

آزادی کو لڑکا بننے سے ملحق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ إِذَا وَلَدْتُ وَلَدًا فَهُوَ حُرٌّ قَوْلَكَ وَلَدًا مَبْنِيًّا ثُمَّ آخَرَ حَتَّى عَقَّ الْحَيَّ وَحَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ: لَا يُعَقُّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا) لِأَنَّ السَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ بِوِلَادَةِ الْمَيِّتِ عَلَى مَا بَيَّنَّا فَتَحَلَّ الْيَمِينُ إِلَى كَيْ حَزَاءٍ لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْعُرْقِيَّةِ وَهِيَ الْخُرْقَاءُ وَالْأَبَى حَنِيفَةَ أَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الْمَوْلَدِ مَقْدَرٌ بَوْضُفِ الْحَيَاةِ لِأَنَّهُ قَصْدُ اثْبَاتِ الْعُرْقِيَّةِ حَزَاءُ وَهِيَ قُرْءَةٌ حُكْمِيَّةٌ تَنْظُرُ فِي دَفْعِ تَسْلُطِ الْغَيْرِ وَلَا تَثْبُتُ فِي الْمَيِّتِ فَبَقِيَّةٌ بِوَضُفِ الْحَيَاةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِذَا وَلَدْتُ وَلَدًا حَيًّا، بِخِلَافِ حَزَاءِ الطَّلَاقِ وَخُرْقِيَّةِ الْأُمِّ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ مَقْدَرًا

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ اگر تو نے لڑکے کو جنم دیا تو وہ آزاد ہے۔ پھر اس نے مرد مولا کے کو جنم دیا اور اس کے بعد دوسرے لڑکے کو جنم دیا تو ان صاحب کے نزدیک زندہ لڑکا صرف آزاد ہوگا۔ بلکہ صاحبین نے کہا کہ کوئی بھی آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ مرد لڑکے کے پیدا ہونے کے سبب شرط ثابت ہو چکی ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا قسم بغیر جزاء کے واقع ہوگی کیونکہ مرد لڑکا

آزادی کا اہل حق نہیں ہے حالانکہ آزادی جزاء ہے۔

حضرت امام اقصیٰ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ مطلقہ وسم ولدہ نصف حیات کے ساتھ مقید ہے کیونکہ نصف نے جزاء کے سبب اس کی آزادی کا ارادہ کیا ہے اور حریت وہ قوتِ عکس ہے جس کی تسلیط کو جنم کرنے کیسے ظاہر ہوئی ہے جبکہ مردہ میں یہ قوت ثابت نہیں ہے لہذا اسم و نصف حیات کے ساتھ متصف ہوگا اور یہی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی مالک نے کہا کہ اگر تو نے زندہ لڑکے کو جنم دیا تو وہ آزاد ہے بخلاف طلاق اور اسم و ولد کی آزادی کی جزاء کے کیونکہ ان کی جزاء قید کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ جو کچھ تیرے حکم میں ہے اگر لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق اور لڑکی ہے تو وہ اور لڑکا لڑکی دونوں پیدا ہوں تو جو کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر کہا کہ پوری میں جو کچھ ہے اگر گھر میں تو تجھے طلاق یا آزاد ہے تو تجھے طلاق، اور پوری میں گھبراؤ اور آزادوں میں تو نہیں گھبراؤ اور یوں کہا کہ اگر تیرے بیٹ میں لڑکا ہے تو ایک طلاق اور لڑکی تو وہ اور دونوں ہوں تو میں طلاق میں ہوں۔ (مکررات، کتاب طلاق)

علامہ مغل بن محمد زبیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص عورت سے یہ کہہ کر تیرے پیچہ پیدا ہو تو تجھ کو طلاق، اب عورت کہتی ہے میرے پیچہ پیدا ہوا اور شوہر تکذیب کرتا ہے اور صل خابرنہ تھا نہ شوہر سے حمل کا اقرار کیا تھا تو صرف جنازی کی شہادت پر حکم طلاق نہ دیتے۔ اور اگر یہ کہہ کر اگر تو بچہ بنے تو طلاق ہے اور مردہ بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگی اور کچھ بی بی اور بعض اعضائے بدن کے تھے جب بھی طلاق ہوگی رد نہیں۔ (جوہر نیر، کتاب طلاق)

شیخ امام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے عورت سے یہ کہہ کر تو بچہ بنے تو تجھ کو طلاق، پھر کہہ کر تو اسے لڑکا بنے تو وہ طلاق، اور لڑکا ہوا تو تین واقع ہو گئیں۔ اور اگر یوں کہا کہ تو اگر بچہ بنے تو تجھ کو وہ طلاق، پھر کہہ کر تو تیرے حکم میں ہے لڑکا ہو تو تجھ کو طلاق، اور لڑکا ہوا تو ایک۔ ان طلاق ہوگی اور بچہ پیدا ہونے ہی عدت بھی گزر جائے گی۔ (عالمگیری، کتاب طلاق)

علامہ ابن حجر مہریم غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنی عورت سے یہ کہہ کر تو بچہ بنے تو تجھے طلاق ہے اور مردہ لڑکا بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگی، اب اگر اس کا بچہ پیدا ہوا اس کے اعضائے بدن سے ہوں تو طلاق نہ ہوگی۔ (مکررات، کتاب الامیان)

طلاق کی آزادی کو خریدنے سے ملحق کرنے کا بیان

(وَإِذَا قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَسْتَبْرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاسْتَرَى عِنْدَ عَتَقٍ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ اسْمَ لِعَرَفِ سَابِقٍ فَإِنْ اسْتَرَى عَبْدَيْنِ مَعًا ثُمَّ آخَرَ لَمْ يُعَقِّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا) لِأَنَّ عِدَامَ التَّفَرُّدِ فِي الْأَوَّلَيْنِ وَالسَّبْقِ فِي الثَّالِثِ فَانْعَدَمَتِ الْأَوَّلِيَّةُ) وَإِنْ قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَسْتَبْرِيهِ وَحَدَّ هُوَ حُرٌّ عَتَقَ (الثَّالِثُ) لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّفَرُّدُ فِي حَالَةِ الشَّرَاءِ لِأَنَّ وَحْدَهُ لِلْخَالِ لَعْنَةُ وَالثَّالِثِ سَابِقٍ فِي

هَذَا الْوَصْفُ (وَإِنْ قَالَ آخِرُ عَبْدٍ أُشْتَرِيَ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ لَمْ يَنْتَقِلْ) لِأَنَّ
الْآخِرَ اسْمٌ لِقَرْدٍ لَا حِقِّ وَلَا سَابِقٍ لَهُ فَلَا يَكُونُ لَاحِقًا (وَلَوْ اشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ عَبْدًا ثُمَّ
مَاتَ عَقَبَ الْآخِرُ) لِأَنَّهُ قَرْدٌ لَا حِقِّ فَاتَّصَفَ بِالْآخِرِيَّةِ (وَيُعْتَقُ يَوْمَ اشْتِرَاءِ عَبْدٍ أَبِي
حَبِيبَةَ وَحَمَةَ اللَّهِ حَتَّى يَغْتَبِرَ مِنْ حَبِيبِ الْمَالِ، وَقَالَا: يُعْتَقُ يَوْمَ مَاتَ) حَتَّى يَغْتَبِرَ مِنْ
السُّلْبِ لِأَنَّ الْآخِرِيَّةَ لَا تَنْتَبِئُ إِلَّا بِعَدَمِ شِرَاءِ غَيْرِهِ بَعْدَهُ وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ بِالْمَوْتِ فَكَانَ
الشَّرْطُ مُتَحَقِّقًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَيَقْتَضِرُ عَلَيْهِ.

وَأَبَى حَبِيبَةَ أَنَّ الْمَوْتَ مَعْرُوفٌ فَأَمَّا اتِّصافُهُ بِالْآخِرِيَّةِ فَيَمُنُّ وَقَبْلَ الشَّرَاءِ فَيُنْتَبِئُ
مُسْتَعِدًّا، وَعَلَى هَذَا الْجَوَابِ تَعْلِيلُ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ بِهِ، وَقَالَتْهُ تَطَهَّرْ فِي جَرَّتَانِ
الْإِزَابِ وَعَدَمِهِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرا وہ پہلا غلام جس کو میں خریدوں تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے ایک غلام خرید لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے آزاد والا ہو۔ مگر جب اس شخص نے ایک ساتھ دو غلام خریدے اس کے بعد تیسرا غلام خریدے تو ان میں سے کوئی غلام بھی آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے دو میں سے کوئی غلام نہیں پیا گیا اور تیسرے میں پیسہ ہونا مفقود ہے۔ لہذا اس میں اولیت معدوم ہوگئی۔ اور اگر اس نے اسی طرح کہا کہ وہ پہلا غلام جس کو میں تہا خریدوں تو وہ آزاد ہے تو تیسرا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں خریدنے کی حالت میں مفرد ہونا مراد ہے۔ کیونکہ لغت میں وصفہ حال کیلئے آتا ہے جبکہ تیسرا غلام اس وصفہ میں نہ والا ہے۔ اور جب اس نے کہا کہ وہ آخری غلام جس کو میں خریدوں تو وہ آزاد ہے اس کے اس نے ایک غلام خرید لیا اور شخص خود فوت ہو گیا تو اس کا وہ غلام آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ لفظ آخر کا استعمال فردا حق کیلئے ہوتا ہے۔ اور یہاں اس غلام سے پہلے آنے والا کوئی غلام نہیں تھا۔ یہاں یہ غلام لاحق نہ ہوگا اور جب قاتل نے ایک غلام خرید لیا اس کے بعد دوسرا غلام خرید لیا اور اس کے بعد وفات ہو گیا تو دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں پر دوسرا فرد لاحق ہے جس سے وصفہ آخر ہونے سے متصف ہونے والا ہے۔

حضرت امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک جب کسی دن وہ غلام خرید لیا ہے اس دن آزاد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کی آزادی کے لیے اس میں مستتر ہوگی۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ جس دن آفت فوت ہوا ہے اس دن آزاد ہوگا۔ اور اس کی آزادی تہا کی مال سے اعتبار کی جائے گی۔ کیونکہ اسکے حق میں آخریت کا وصف ثابت ہوگا جبکہ اس کے بعد کوئی غلام نہ خرید لیا جائے۔ اور غلام کی عدم خرید آفت کی

موت سے ثابت ہوئی ہے۔ لہذا شرط آزادی بھی آفت کی موت کے وقت ثابت ہوگی اور آزادی کا انحصار اسی پر ہے۔
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موت سے بتانے والی ہے کہ یہ اس کا خرید لیا ہوا آخری غلام ہے۔ اور وصف آخر سے متصف ہونے پر خریدنے کے وقت سے ثابت ہے۔ پس آزادی وقت خرید کی طرف منسوب کی جائے گی۔ اسی اختلاف کی بنیاد پر وصف آخریت کے ساتھ حلقہ شامہ کو مطلق کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔ اور اس اختلاف کا فائدہ میراث کے جاری ہونے نہ ہونے میں بھی ظاہر ہوگا۔

شرح

علامہ ابن الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کہا کہ پہلا غلام کہ خریدوں آزاد ہے تو اس کے کہنے کے بعد جس کو پیسہ خریدے گا آزاد ہو جائیگا اور دو غلام ایک ساتھ خریدے تو کوئی آزاد نہ ہوگا کہ ان میں سے کوئی پہلا نہیں۔ اور اگر کہا کہ پہلا غلام جس کا میں ایک ہو گا آزاد ہے اور دوسرا غلام کا میں ہو تو جو پورے آزاد ہے اور ادا کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر کہنے کی کہنت کہا کہ پہلا تھان جو خریدوں صدقہ ہے اور دوسرا تھان ایک ساتھ خرید لیا تو ایک پورے کو صدقہ کرے۔ اگر کہا کہ پہلا غلام جس کو میں خریدوں آزاد ہے اور اس کے بعد چند غلام خریدے تو سب میں پہلا آزاد ہے۔ (در مختار، کتاب الامان)

آزادی کو خوشخبری سے متعلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ كُلُّ عَبْدٍ بَشَرِي يُولَدُ فَلَائِهَ فَهُوَ حُرٌّ بَشَرُهُ ثَلَاثَةٌ مُتَّفَقِينَ عَقَبَ الْأَوَّلُ)
لِأَنَّ الْبَشَرِيَّةَ اسْمٌ لِخَبَرٍ يَغْيُرُ بَشَرَةَ الْوَجْهِ، وَبَشَرُهُ كَوْنُهُ سَارًّا بِالْعَرَفِ، وَهَذَا إِنَّمَا
يَتَحَقَّقُ مِنَ الْأَوَّلِ (وَإِنْ بَشَرُهُ مَعَ عَقْفَا) لِأَنَّهَا تَحَقَّقَتْ مِنَ الْكُلِّ.

ترجمہ

اور جس نے کہا کہ ہر وہ غلام جس نے مجھے فلاں کے پاس وادت کی خوشخبری دی تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس کو تین غلاموں نے لنگ لنگ انگ خوشخبری دی تو پہلا غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ خوشخبری دو چیز ہے جو چہرے کا رنگ بدل دے اسلئے البتہ معاشرے میں اس خبر کا خوش کرنے کا ہونا شرط ہے۔ جبکہ یہ بات صرف پہلے غلام سے ثابت ہوئی ہے۔ اور جب تینوں نے ایک ساتھ خوشخبری دی تو تینوں آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب خوشخبری تینوں سے ثابت ہوئی ہے۔

شرح

شیخ شمس الدین ترمذی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کہا کہ جو میرا غلام فلاں بات کی خوشخبری سنائے وہ آزاد ہے اور متعلق طور پر کسی غلاموں نے اس کا خبر دی تو پہلے جس نے خبر دی ہے وہ آزاد ہوگا کہ خوشخبری سننے کے یہ حق ہیں کہ خوشی کی خبر دیا جس کو وہ نہ جانتا ہو تو دوسرے اور تیسرے نے نہ خبر دی یہ جانتے کے بعد ہے، لہذا آزاد نہ ہونگے اور جو بھی خبر دی تو کوئی

علامہ عزا کا الدین مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر شخص نے کہا کہ پہلے غلام کو خریدوں آ زاد ہے تو اس کے کہنے کے بعد جس نے خریدے گا آ زاد ہو جائیگا اور دو غلام ایک ساتھ خریدے تو کوئی آ زاد نہ ہوگا کہ ان میں سے کوئی یہ نہیں۔ اور اگر کہا کہ پہلے نواد جس کا میں ایک ہوں گا آ زاد ہے اور دیکھ غلام کا لک ہوا تو جو پورا ہے آ زاد ہے اور آدھا کچھ نہیں۔ اسی طرح اگر کہیں نسبت کہا کہ پہلے تھان جو خریدوں صدقہ ہے اور دیکھ تھان ایک ساتھ خریدے تو ایک پورے کو صدقہ کہے۔ اگر کہا کہ پہلے غلام جس کو میں خریدوں آ زاد ہے اور اس کے بعد چند غلام خریدے تو سب میں پچھلا آ زاد ہے۔ اور اس کا پچھلا ہونا اس وقت معلوم ہوتا ہے جب یہ شخص مرے اس واسطے کہ جب تک زندہ ہے کسی کو پچھلا نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ اب سے آ زاد نہ ہوگا بلکہ جس وقت اس نے فرما ہے اس وقت سے آ زاد قرار دیا جائیگا لہذا اگر صحت میں خریدے اور جب باطل آ زاد ہے اور مرض الموت میں خریدے تو تہائی مال سے آ زاد ہوگا۔ اور اگر اس کہنے کے بعد صرف ایک ہی غلام خریدے تو آ زاد نہ ہوگا کہ یہ پچھلا تو جب ہوگا جب اس سے پہلے اور کسی خرید ہوتا۔ (در مختار کتاب الامان)

باندی کی آزادی کو جماع سے معنی کرنے کا بیان

(وَمَنْ) (قَالَ) إِنَّ تَسْرِيَتَ جَارِيَةٍ فَهِيَ حُرَّةٌ فَتَسْرَى جَارِيَةً كَانَتْ فِي مِلْكِهِ عَقَبَتْ لِأَنَّ الْجَمِينَ انْعَقَدَتْ فِي حَقِّهَا لِمُضَادَّتِهَا الْمِلْكَ وَهَذَا لِأَنَّ الْحَارِيَةَ مُخَرَّجَةٌ فِي هَذَا الشَّرْطِ فَتَسْأَلُ كُلَّ جَارِيَةٍ عَلَى الْإِنْفِرَادِ وَإِنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَتَسْرَاهَا لَمْ تَعْقُ خِلَافًا لِوَقْفَرٍ فَإِنَّهُ يَقُولُ: التَّسْرَى لَا يَصِحُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ فَكَانَ ذِكْرُهُ ذِكْرَ الْمِلْكِ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ لَا جَنَابَةَ إِنْ طَلَّقْتَ فَعَبْدِي حُرٌّ بِعِصْرِ التَّوَجُّعِ مَذْكُورًا.

وَلَسْنَا أَلِ الْمِلْكِ بِعِصْرِ مَذْكُورًا ضَرْوَرَةً صِحَّةِ التَّسْرَى وَهُوَ شَرْطٌ فَيَنْقَدُّ بِقَضَائِهِ وَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ صِحَّةِ الْجَزَاءِ وَهُوَ الْحُرِّيَّةُ وَفِي مَسْأَلَةِ الطَّلَاقِ إِنَّمَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّرْطِ دُونَ الْجَزَاءِ، حَتَّى لَوْ قَالَ لَهَا إِنْ طَلَّقْتُ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا وَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً لَا تَطْلُقُ ثَلَاثًا فَلَيْزِهِ وَإِنْ مَسَّاسْنَا.

ترجمہ

اور جس شخص نے کہا کہ اگر میں اپنی باندی سے جماع کروں تو وہ آ زاد ہے اس کے بعد اس نے اسکی باندی سے جماع کیا جو اس کی ملکیت میں ہے تو وہ باندی آ زاد ہو جائے گی کیونکہ قسم میں باندی کے حق میں پائی گئی ہے اور اس لئے کہ وہ آ کا کی ملکیت سے مل

ہوئی ہے اور اس یہ قسم اس دلیل کے سبب بھی ہے کہ اس شرط میں باندی کچھ ہے ہاں ایک ایک کر کے ہر باندی کو شل ہوگا اور جب اس نے باندی کو خرید کر اس سے جماع کیا تو اس قسم سے وہ باندی آ زاد نہ ہوگی۔

امام زفر علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک تسری ملکیت میں صحیح ہے لہذا تسری کا ذکر ملکیت ہی کا ذکر ہے لہذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے طلاق دوں میرا غلام آ زاد ہے۔ اس قول کے مطابق نکاح کرنا مذکور ہو جائے گا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ تسری کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضرورت ملکیت مذکور ہوگی اور شرط بھی یہی چیز ہے یہاں ضرورت کے مطابق ملکیت مقدر ہوگی۔ لہذا اجزاء کے حق میں اس کا اظہار نہ ہوگا جبکہ طلاق والے مسئلہ میں ملکیت صرف شرط کے حق میں ظاہر ہوگی۔ اور یہ جزاء کے حق میں ظاہر ہوگی یہاں تک کہ جب اس نے کسی اپنی عورت سے کہا کہ جب میں تجھے طلاق دوں تو تو مطلقہ ٹھاٹھ ہے اس کے بعد اس نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس کو طلاق دی تو مطلقہ ٹھاٹھ نہ ہوگی یہی مسئلہ ہمارے مسئلہ کی مثال ہے۔

وجود شرط وجود جزاء کو مستلزم ہے

علامہ ابن محمود باقری مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب شوہر نے عطا کو نکاح کے ساتھ علق کیا ہے لہذا شرط کے پائے جانے کے ساتھ جزاء بھی پائے جائے گی کیونکہ یہ تصرف بینین ہے یعنی تصرف کو شرط کے ساتھ شرط کرتا ہے لہذا اگر شرط کے موجود ہونے کے وقت ملکیت پائی جارہی ہو تو یہ تصرف درست شمار ہوتا ہے اسی لئے یہاں یہ بات ضروری نہیں ہوگی جس وقت شوہر نے اس چیز کو شرط قرار دیا تھا اس وقت وہ طلاق کا مالک تھا یا نہیں تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے: جس وقت شرط پائی گئی ہے اس وقت یہی طور پر شوہر کو اس چیز کی ملکیت حاصل تھی کہ وہ عورت کو طلاق دے سکتا تھا۔ شرط کے پائے جانے سے پہلے اس کا اثر بھی ہوا چاہے یا نہ ہو اس تصرف میں رکاوٹ نہ ہو اس صورت میں یہ تصرف کرنے والے شخص تک محدود رہے گا۔ امام شافعی نے اپنے موقف کی تائید میں جو حدیث پیش کی تھی کہ منافق یہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: جب تک نکاح موجود نہ ہو طلاق صحیح (یعنی فوری زمانہ حال میں طلاق دینا) قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ حدیث میں اس سے ایک مفہوم مراد ہے یہ مفہوم سلف سے بھی منقول ہے بن میں امام شافعی، امام زہری اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔

آزادی میں لفظ نکاح کے احاطے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي حُرٌّ نَعَقْتُ أَمْعَاهُ أَوْلَادِهِ وَمَذْبُورُهُ وَعَبِيدُهُ) لَوْ جُودِ الْإِضَافَةُ الْمَطْلُوقَةُ فِي هَذِهِ، إِذِ الْمِلْكَ ثَابِتٌ فِيهِمْ رَقَبَةٌ وَبَيِّنَةٌ وَلَا يَنْقُضُ مَكْتُوبُهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُمْ (لَأَنَّ الْمِلْكَ عَصْرٌ ثَابِتٌ بَيِّنٌ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ أَنْ تُسَبَّحَ وَلَا يَحِلُّ لَهُ وَطْءُ الْمَكْتَابَةِ، بِخِلَافِ أَمِ الْوَلَدِ وَالْمَذْبُورَةِ فَانْخَلَّتِ الْإِضَافَةُ فَلَا بَيِّنَةَ مِنَ النَّيَّةِ.

ترجمہ

اور جس شخص نے کہا کہ میرا ہر ملک آزاد ہے تو اس کے امہات اولاد و مدبر اور تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان قرآن میں علی الاطلاق اضافت پائی جا رہی ہے کیونکہ ان میں رقبہ اور قبضہ دونوں کے اعتبار سے ملکیت ثابت ہے ہاں اس کے مکاتب آزاد نہ ہوں گے ہاں جب آقا ان کی نسبت کرے کیونکہ قبضہ کے اعتبار سے مکاتب کی ملکیت ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ مکاتب کی کئی ملک نہ ہے اور مکاتب اس سے نہیں کر اس سے اس کیلئے وہی تعلق حاصل نہیں ہے جبکہ ام ولد اور مدبرہ میں ایسا نہیں ہے۔ اور مکاتب میں فعل : اسنے والی چیز اضافت ہے لہذا اس کیلئے نسبت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

لفظ "کل" کے الحاق شرط کا بیان

اس کے بعد مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے: مذکورہ بالا الفاظ میں سے لفظ "کل" اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرعا کے لئے استعمال نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بعد پیش اسم استعمال ہوتا ہے جبکہ شرط کے لئے حرف شرط کے بعد فعل آیا کرتا ہے اور شرط اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ جزاء متعلق ہو اور جزاء کا تعلق فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے جب باہمی حقیقت کے اعتبار سے شرط کے لئے استعمال ہوتا نہیں ہے تو پھر آپ نے اسے یہاں کیوں ذکر کیا ہے۔ مصنف اس کا جواب دیتے ہوئے یہ بات بیان کرتے ہیں: اس کو شرط کے ساتھ اس لئے الحاق کیا گیا ہے کیونکہ کل کا اسی اسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جو اس لفظ کے بعد آ رہا ہوتا ہے۔ جیسے آپ یہ نہیں: "ہر وہ غلام جسے میں خریدوں وہ آزاد ہوگا۔"

بیویوں کو ملحقہ کہنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِيَسُوْهُ لَهٗ هٰذِهِ طَالِقٌ اَوْ هٰذِهِ وَهٰذِهِ طَلَّقَتْ الْاَخِيْرَةَ وَلَهٗ الْاَخِيْرَتَيْنِ)
لَا تَحْكِمَةُ اَوْ لِابْنَاتٍ اَخِيْدَ الْمَذْكُوْرَتَيْنِ وَقَدْ اَدْخَلَهَا بَيْنَ الْاَوَّلَتَيْنِ ثُمَّ عَطَفَ النَّائِلَةُ عَلٰى الْمُسْتَلَقَةِ لِاَنَّ الْعَطْفَ لِلْمُشَارَكَةِ فِي الْحُكْمِ فَيَخْصُ بِمَحَلِّهٖ قَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ اِخْتًا كَمَا طَالِقٌ وَهٰذِهِ وَكَمَا اِذَا قَالَ لِيَعِيْدِهٖ هٰذَا حُرٌّ اَوْ هٰذَا وَهٰذَا عَتَقَ الْاَخِيْرَ وَلَهٗ الْاَخِيْرَتَيْنِ) لِيَمَّا بَيَّنَّا.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنی بیویوں سے کہا یہ یہ مطلقہ یا یہ اور یہ نو آخروائی مطلقہ ہو جائے گی۔ اور پہلی دونوں میں اس کیلئے اختیار ہوگا کیونکہ "او" مذکور میں سے کسی ایک کے اثبات کیلئے ہے۔ اور حنفی نے اس کو اپنی پہلی دونوں بیویوں کے درمیان میں داخل کیا ہے۔ اور اس کے بعد مطلقہ پر تیسری کا عطف ڈالا ہے۔ کیونکہ عطف حکم کی مشارکت کیلئے ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے کل

کے ساتھ خاص ہوگا۔ یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس نے اس طرح کہا اھذا کما طالق وھذا "اور اسی جب کسی نے اپنے غلاموں سے کہا کہ یہ آزاد ہے یا یہ اور یہ تو آخری غلام آزاد ہو جائے گا جبکہ پہلے دونوں میں اس کو اختیار دیا ہے گا۔ اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

عطف بہ حرف کا بیان

عطف باحرف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہی کچھ منسوب ہوتا ہے جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف ہوتی ہے اور اس نسبت سے یہ دونوں مقصود ہوتے ہیں، اسے عطف نفس بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے قَامَ زَيْنٌ وَعَمْرُو وَضاحت: اس مثال میں عَمْرُو معطوف بالحرف ہے۔ قَامَ فُصْلٌ كُنْتُ نِسْبَتِ زَيْنٍ اَوْ عَمْرُو دونوں کی طرف کی گئی ہے اور اس نسبت سے یہ دونوں ہی مقصود ہیں۔

معطوف کی تعریف

معطوف وہ تابع ہے جو حرف عطف کے بعد واقع ہو اور تابع و متبوع دونوں مقصود بالندی ہوں۔ تابع کو معطوف اور متبوع کو معطوف علیہ کہتے ہیں، جیسے خَاضَ زَيْنٌ وَعَمْرُو۔ میں زینہ معطوف علیہ اور عَمْرُو معطوف ہے۔

نوٹ:

تابع اور متبوع دونوں مقصود بالندی تو ہونگے لیکن ضروری نہیں کہ دونوں کی طرف نسبت کی نوعیت بھی ایک ہو جیسے جَسَاءُ زَيْنٍ زَيْنٌ لَا عَمْرُو، یہاں زینہ کی طرف آنے کی اور عَمْرُو کی طرف نہ آنے کی نسبت کی گئی ہے۔ اور یہاں یہ مقصود بھی تھا کہ زینہ کی طرف آنے کی نسبت کی جائے اور عَمْرُو سے اس کی نفی کی جائے لہذا یہ دونوں مقصود بالانسیبہ ہوئے اگرچہ نسبت کی نوعیت مختلف ہے۔

حرف عطف دس ہیں: واو۔ فاء۔ ثم۔ حتیٰ۔ او۔ اما۔ ام۔ لا۔ بل۔ لیکن۔

معطوف کے چند ضروری قواعد

۱۔ اسم کا عطف اسم پر، فعل کا فعل، حرف کا حرف، مفرد کا مفرد، جمعہ کا جمعہ، خبر کا خبر، عمل کا عمل، اور معمول کا معمول پر ہوتا ہے۔

۲۔ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر اور فعلیہ کا فعلیہ پر مناسب ہوتا ہے لیکن برعکس بھی جائز ہے۔ جیسے خَاضَ زَيْنٌ وَعَمْرُو ذُكِرَ۔

۳۔ اسم ظاہر کا عطف اسم ظاہر یا اسم ضمیر پر اور اسم ضمیر کا عطف اسم ضمیر یا اسم ظاہر پر جائز ہے۔ جیسے جَسَاءُ زَيْنٍ وَعَمْرُو جَسَاءُ زَيْنٍ وَآنَتْ، مَا جَسَاءُ نِسْبَتِ اَنَا وَآنَتْ وَعَلِيٌّ اَوْ اَنَا وَآنَتْ صَدِيقَانِ۔

☆ ہا اوقات جسے شروع میں واقع ہونے والی داؤد عطف کی غرض سے نہیں آتی بلکہ استیفاء کیلئے آتی ہے۔ جیسے وَقَدْ لَوَّ اَحَدُ الرِّحْمٰنِ وَكَذٰلِكَ اَسْبَغَ دَاوُدُ مَسَاحِدَهُ اور جملے کو جملہ مستند کہتے ہیں۔

☆ غیر مبرور عطف متصل بارز یا مستزید عطف کرنا ہو تو پہلے غیر مبرور عطف متصل کے ساتھ اسکی تاکید یا ضروری ہے۔ جیسے نَحْنُ نَمُوتُ اَنْفُسُ وَ مَنْ مَعَكُمْ (تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے حیات پائی) اَسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ ۔

☆ غیر مبرور پر عطف کرنا ہو تو محارف جر کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے مَوَدَّتْ بِهٖ وَ بَوَدَّتْ اور بعض اوقات اعادہ نہیں کیا جاتا، جیسے قرآن پاک میں وَ كُنْفَرُ بِهٖ وَ الْمَسْجِدَ الْعَمَامَ آیا ہے۔

فائدہ: بعض محارفوں میں عطف کی یہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ عط عط یا عطف عطف۔

عطف بیان کی تعریف

وہ تابع ہے جو مفت تو نہ ہو لیکن مفت کی طرح اپنے متبوع کو واضح کرے یہ اپنے متبوع سے زیادہ مشہور ہوتا ہے۔ جیسے اَفْسَمَ بِمَا اَلٰهِ اَنْسُوْ خَفِصَ عَمْرُوْ ۔ اس مثال میں متابع تابع ہے جس نے متبوع کو واضح کیا۔ اور قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَبُوْهُ هَرَبُوْۃٌ ، تابع کو عطف بیان اور متبوع کو مبین کہتے ہیں۔

عطف بیان کے چند ضروری قواعد

☆ اگر کثرت اور علم ایک ساتھ آجائیں تو ان میں سے مشہور کو عطف بیان بنائیں جیسے مذکورہ بالا مثالوں میں پہلی میں عَمْرُوْ اور دوسری میں اَبُوْ هَرَبُوْۃٌ عطف بیان ہیں۔

☆ اگر متبوع معروض ہو تو عطف بیان اسکی وضاحت کرتا ہے جیسے مذکورہ مثالیں اور اگر وہ ہوتا اسکی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے جیسے وَ يُسْقٰی مِنْ مَّاءٍ حٰثِلٍ ۔ اس مثال میں مدید عطف بیان نے ماہ متبوع کی تخصیص کی۔

☆ عطف بیان تخصیص اور ازالہ و ضم کیلئے آیا ہے جیسے اَوْ كَسَفَا۟ةً مَّطَافًا مَسِيكِيْنَ اور اَمَّا رَبِّتِ الْعَلَمِيْنَ رَبِّتِ مُؤَسٰى وَ هَزُوْنَ ۔

مطام مَسِيكِيْنَ نے گناہ کی اقسام میں مطام کو خاص کر دیا ہے اور لفظ رَبِّتِ اور مؤسٰى وَ هَزُوْنَ نے فرعون پر ایمان لانے اور اسکے گناہوں پر رویت کا ازالہ کیا ہے۔

بَابُ الْبَيْعِ فِي الْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ وَالزَّوْجِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

یہ باب خرید و فروخت اور تزویج وغیرہ میں قسم کھانے کے بیان میں ہے

باب بیع و شراء کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہر تخیلی علی الرحمہ کہتے ہیں کہ مصنف طہ الرحمہ نے غیر ذاکل سے مراد اطلاق، محقق اور ضرب مراد لیا ہے لیکن ان چیزوں کا تحریف قسم کے کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ ان کے کثرت وقوع کے سبب ان کو بعد سے مقدم ذکر کیا ہے۔

(عنا شرح الہدایہ ج ۷ ص ۹۰، بیروت)

خرید و فروخت میں قسم کا اطلاق عرف میں عام ہے بلکہ ہمارے لہ اور ہمارے پاکستان کے دوسرے شہروں میں ابھی تک بازاروں میں قسم کھانے کا رواج عام ہے بلکہ ایک کو ذیل کرنے کے مختلف طریقے بنائے ہیں جس سے کلام بھی صراحت کے ساتھ قسم کے اطلاق اور کئی کتابیہ کے ساتھ عطف و یقین دہانی کرانے کیلئے طرز کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

خرید و فروخت نہ کرنے کی قسم کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَبِيعُ اَوْ لَا يَشْتَرِي اَوْ لَا يُؤَاجِرُ فَوَقَعَلَ مَنْ قَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يَحْثَ) لِأَنَّ الْعَقْدَ وَجَدَ لَهُ مِنَ الْعَاقِبَةِ حَتَّى كَانَتْ الْحُقُوفُ عَلَيْهِ ، وَلِهَذَا لَوْ كَانَ الْعَاقِبَةُ هُوَ الْحَالِفُ يَحْثُ فِي بَيْعِهِ فَلَمْ يُوْجَدْ مَا هُوَ الشَّرْطُ وَهُوَ الْعَقْدُ مِنَ الْاَمْرِ ، وَإِنَّمَا الثَّابِتُ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ لِأَنَّ نِيَوِي ذَلِكَ لِأَنَّ فِيهِ تَشْدِيدًا اَوْ يَكُونُ الْحَالِفُ ذَا سُلْطَانٍ لَا يَتَوَلَّى الْعَقْدَ بِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ نَفْسَهُ عَمَّا يَتَعَادَهُ

ترجمہ

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ بیع کرے گا نہ خریدے گا اور نہ اجرت پر دے گا پھر اس نے ایسے بندے کو وکیل بنایا جس نے یہ قسم کا تمہارا انجام دیدیئے۔ تو حالف حانت نہ ہوگا کیونکہ یہاں عقد عائد کی جانب سے پایا جا رہا ہے حتیٰ کہ عقد کے حقوق و فائدہ سے متعلق ہیں۔ لہذا اگر حالف عائد ہو تو وہ حانت ہو جائے جس میں شرط بھی وہ نہیں پائی گئی اور عقد کا اثر کی طرف پایا جاتا، نہ آخر کیلئے عقد کا حکم تو ثابت ہو چکا ہے ہاں البتہ جب اس نے اسکی نیت کی ہو کیونکہ اس میں مشقت ہے یا حالف دہیے والا ہو لہذا بذات خود عقد نہ کرتا ہو کیونکہ اس نے خود ایسے کام سے روکا ہے جس کو نہ کرنا اس کی عادت ہے۔

شرح

علاوہ اس ہر منہ خلی فیہ لہر منہ لکھتے ہیں کہ بعض عقد اس قسم کے ہیں کہ ان کے حقوق ایک طرف رجوع کرتے ہیں جس سے مقصد برآورد اور اس میں کوئی کوئی حاجت نہیں کہ یہ کہے میں فلاں کی طرف سے یہ عقد کرتا ہوں جیسے خریدنا، بیچنا، کرایہ پر دینا، کب پر لینا۔ اور بعض فعل ایسے ہیں جن میں کوئی کوئی کی طرف نسبت کرنے کی حاجت ہوتی ہے جیسے مقصد لڑنا کہ کوئی کوئی پر دینا یا کب پر لینا۔ یہ بھی اپنے فلاں منہ کی طرف سے کرتا ہوں اور بعض فعل ایسے ہوتے ہیں جن میں اصل نہ کہ اس کو ہوتا ہے جو اس فعل کا ہے جیسے جتنی جس پر فعل واقع ہے جیسے اول کو دینا۔ ان تینوں قسموں میں اگر خود کرے تو قسم نوٹے گی اور اس سے حکم سے دوسرے نہ کرے تو نہیں خلاف تھا کہ یہ کہہ دیتا ہوں میں خریدوں گا اور دوسرے سے خریدو انہی قسم حاکم کو گواہ کرایہ پر نہیں دوں گا دوسرے سے یہ کام یا یہ دھوکہ نہ کروں گا اور وہ سب سے دھن سے کر لیا یا اپنے لڑکے کو نہیں دے دوں گا اور دوسرے سے دانت دے کہ وہ ان سب صورتوں میں نہیں ٹوٹی۔ اور جو عقد اس قسم کے ہیں کہ ان کے حقوق اسکے لیے نہیں جس سے وہ عقد صادر ہوں کہ یہ شخص شخص متوسط ہوتا ہے ہر حقوق اٹھنے کے ہوں جس سے حکم دیا ہے اور جو حکم ہے جیسے نکاح، نام آزادی، بیہ صدقہ، وصیت، قرض لینا، امانت دینا، عیت دینا، عاریت دینا، بیع فاسخ ایسے ہوں کہ ان کا نسخہ در مصحف حکم کرنے والے کے لیے ہے یہ تمام حکم کو بار بار نسخہ کرنا، قرضہ، دین کا قبضہ کرنا، کپڑا پہننا، کپڑا سونا، مکان، عتبات و اس میں خواہ خود کر لے یا دوسرے سے کرے ہر حال میں ٹوٹنا جائز نہیں کہ کسی کو نکاح نہیں کرے اور کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا یا وکیل نے نکاح کیا یا بیہ صدقہ وصیت اور قرض لینے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے یہ کام انجام دے یا قسم کھائی کہ کپڑا نہیں پہنے گا اور دوسرے سے کہا اس نے یہ پناہ دینا کھائی کہ کپڑے نہیں سولائے گا اس سے حکم سے دوسرے نے سولائے یا مکان نہیں بنایا یا گھر اسکے حکم سے دوسرے نے بنایا تو ٹوٹ گئی۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، کتاب الامان)

شادی نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَفَنَ لَا يَتَزَوَّجُ أَوْ لَا يَطْلُقُ أَوْ لَا يُعْقِدُ فَلَمْ يَكُنْ حَيْثُ) يَلَانَ الْوَكِيلُ فِي هَذَا سَفِيْزٍ وَمُعْتَبَرٍ وَلِهَذَا لَا يُجْبِئُهُ إِلَى نَفْسِهِ نَلْ إِلَى التَّأْوِيلِ، وَحُقُوقِ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إِلَى التَّأْوِيلِ لَا إِلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ عَسَيْتُ أَنْ لَا أَتَّكِمَ بِهِ لَمْ يَبْدِنِ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً) وَمَنْ شَهِدَ إِلَى الْمَعْنَى فِي الْفَرْقِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ شادی نہ کرے گا یا طلاق نہیں دے گا یا آزاد نہیں کرے گا پھر اس نے اس کا وکیل بنانا، خواہ حاشہ ہو جائے گا کیونکہ اس حوالے سے وکیل ترجمان و خیر ہے اسی سبب سے وہ عقد کو اپنی جانب مضاف کرنے والا نہیں ہے۔

وہ اس کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے اور عقد کے حقوق اس کی طرف لوٹنے والے ہیں وکیل کی طرف نہ ہوں گے۔ اور جب حاجت نے کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ ان کاموں میں خود کام نہ کروں گا تو صرف عقد کے اعتبار سے اس کی تہدید کر لی جائے۔ اور ہم ان شاء اللہ ان کا فرق بیان کریں گے۔

قاعدہ ہدایات ان چیزوں میں جائز ہے

و کالات ان چیزوں میں جائز ہے جہاں اصل موکل کے بغیر اس کام کا مقصد برآورد ہو سکتا ہے۔ (الفرق)

اس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ کسی عبادت یا معاملات میں ایسے بھی احکام ہیں جہاں اصل آدمی کے سوا اگر اس کا وکیل اختیار کر لے گا تو اس کی طرف سے عطا کردہ عطا کے مطابق استعمال کرے تو شریعت کے مطابق اس کیلئے جائز ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ ولا يضار كاتب ولا شهيد (الخ)

کسی کا تب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ جس سے کتابت کرا رہے ہیں اس کو اپنی دستاویزات کا گواہ اور وکیل بنانا ہر حال میں جائز ہے اور وہ دہلیا کی جگہ پر اقرار نکاح کرتا ہے تاہم اس کا اختیار صرف اقرار

جس طرح کسی کو دہلیا کی طرف سے وکیل بنایا جاتا ہے اور وہ دہلیا کی جگہ پر اقرار نکاح کرتا ہے تاہم اس کا اختیار صرف اقرار تک ہوتا ہے نہ کہ پورے دہلیا کے احکام سے پورے دہلیا کے جائز ہیں۔

قاعدہ، ہر وہ فعل جس کا مقصد اصل شخص سے پورا نہ ہو

ہر وہ فعل جس کا مقصد اصل شخص یعنی موکل کے بغیر پورا نہ ہو سکے، اس میں وکالت جائز نہیں۔ (اخریٰ) اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح نماز میں کسی شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس طرح تو اصل مقصد ہی فوت ہوتا ہے کہ نماز کا مقصد بندگی اور مال شوق و خضوع کا اظہار کیا جائے، لیکن وکیل کے شوق و خضوع سے موکل میں وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح قسم کھانے کا معاملہ ہے کیونکہ قسم کھانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دھوکے کی صداقت کا اظہار کرے لیکن دوسرے شخص کی قسم کھانے سے پہلے اس کی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح اور ضرورت کے بغیر شہادت کیلئے بھی کسی دوسرے شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا، البتہ بعض خاص حالات و واقعات اور ضرورت کے موقع پر بعض علماء اس کیلئے بھی وکیل بنانے کے قائل ہیں اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ گواہ کی صداقت کا اعتبار نہیں ہو سکتا، اور گواہ اور مصدق کی بھی وکالت نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ شریعت میں گناہوں سے روکی ہے۔ اور جبکہ ان میں وکیل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طور پر انہیں ثابت کیا جائے۔ جو اس کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ (الفرق)

تذکرہ

چوری، زنی اور کئی حدود و قصاص کے بہت زیادہ مسائل ہیں جہاں کسی کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اور نہ ہی حدود کا نفاذ وکیل کی وجہ

سے اصل پر جاری کیا جاسکتا ہے۔

مدرسہ انجمن علمی مکی عبد الرحیم لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا اور نیت ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے خریدے یا بیچے گا دوسرے سے یہ کام لے گا اور دوسرے سے خریدے یا بیچے گا تو قسم ٹوٹ گئی کہ ایک نیت کر کے اس سے خود اپنے آپ بخشنی کر لی۔ اسی طرح گرامی نیت تو نہیں ہے مگر یہ قسم کھانے والا ان کو اس میں ہے کہ کسی چیز اپنے ہاتھ سے خریدے یا بیچے نہیں ہیں تو اب بھی دوسرے سے خریدے یا بیچے نہ سکتے تھے۔ اور اگر وہ شخص کسی خود خریدے یا بیچے کبھی دوسرے سے خریدے یا بیچے تو اگر اسے خود خریدے یا بیچے تو اس کے خریدے یا بیچے ٹوٹے گی اور اگر اسے خریدے یا بیچے تو ٹوٹ جائیگی۔ (بکرا، راقی، کتاب الامان)

قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا دوسرے کی طرف سے خریدی یا بیچی تو قسم ٹوٹ گئی۔ قسم کھائی کہ نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا اور کچھ مدت کے ساتھ خریدی یا بیچی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ بقصد نہ ہوا ہو۔ اسی طرح اگر بیک یا مشتری نے اختیار واپس کا اپنے لیے رکھا ہو جب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

ترک شادی پر وعید کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہدت کے حال معلوم کرنے کے لیے آپ کی بیویوں کے پاس معلوم کرنے گئے، جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہدت کی مقدار کو کم نہ کیا، کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ قسم کھائی کہ میں نے اپنے گناہوں سے بعد میں ہوں گے۔ (اور ہم لوگ معلوم نہیں ہیں، یہیں ہمیں زیادہ سے زیادہ عہدت کرنی چاہیے) چنانچہ ان میں ایک نے اپنے لیے یہ قسم کھائی کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ باقاعدگی روزے رکھوں گا اور تیسرے صاحب نے کہا میں زندگی بھر بھروسے سے ایک شخص پر ہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ان جو گمان خیریت کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم ہی لوگ جو چیزیں اس طرح کاردار رہے ہو، ان کی عہدتیں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں لیکن دیکھو میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نوافل بھی پڑھتا ہوں اور نہیں بھی پڑھتا، اور دیکھو میں بیویاں بھی رکھتا ہوں سو تمہارا لیے خیر میرے طریقہ کی پیروی میں ہے اور جس کی نگاہ میں میری سنت کی وقعت نہیں، جو میری سنت سے رہتی رہتے دوسرے گروہ میں سے نہیں، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم)

غلام کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(لَوْ خَلَفَ لَا يَضْرِبُ عَبْدَهُ أَوْ لَا يَذْبُحُ شَاتَهُ فَأَمَرَ غَيْرَهُ فَفَعَلَ يَحْتَسِبُ فِي تَبْيِیْهِ) ۱۷۹

الْمَالِكُ لَمْ يَدْرُ وَلَا يَضْرِبُ عَبْدَهُ وَذَبَحَ شَاتَهُ فَبِمَالِكٍ تَوَلَّيْتَهُ غَيْرَهُ ثُمَّ مَفْقَعَةً رَاجِعَةً إِلَى

الْأَمْرِ قَبْلَ مَالِكٍ هُوَ مَبَاشِرٌ إِذَا لَمْ يَحْقُوقْ لَهُ تَرْجِعُ إِلَى الْعَامِلِ (وَلَوْ قَالَ عَسَيْتُ أَنْ لَا تَوَكَّلَ ذَلِكَ بِنَفْسِي دِينَ فِي الْقَضَاءِ) بخلاف مَا تَقَدَّمَ مِنَ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ وَرَجَعَهُ الْقَرْنَى أَنَّ الطَّلَاقَ لَيْسَ إِلَّا تَكْلِمًا بِكَلَامِ بِنَفْسِي إِلَى وُلُوعِ الطَّلَاقِ عَلَيْهَا، وَالْأَمْرُ بِذَلِكَ بِمَنْ السَّكْمِ بِهِ وَالنَّفْطُ يَنْتَظِمُهُمَا، فَإِذَا نَوَى التَّكْلِمَ بِهِ فَقَدْ نَوَى الْخُصُوصَ فِي الْعَامِ لِكَيْدِينَ وَإِنَّمَا لَا قَضَاءَ، أَمَّا الذَّبْحُ وَالضَّرْبُ فَيُفْعَلُ حَسْبُ بَعْرِثِ بَأْسِهِ، وَالنِّسْبَةُ إِلَى الْأَمْرِ بِالنَّسْبِ مَجَازٌ، فَإِذَا نَوَى الْفَعْلَ بِنَفْسِهِ فَقَدْ نَوَى الْحَقِيقَةَ فَيَصْدُقُ وَإِنَّمَا وَقَضَاءٌ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے غلام نہ مارے گا اور وہ اپنی بکری کو ذبح نہ کرے گا اس کے بعد اس نے کسی دوسرے شخص کو اس کا حکم دیا اور اس نے یہ کام کر دیا تو حلف و عہد ہوا جائے گا۔ کیونکہ حلف اپنے غلام اور اپنی بکری کا، جب کہ وہ اس کو حکم دے اور بکری کو ذبح کرنے کی ولایت حاصل ہے پس اس کیلئے یہ حق ہوگا کہ وہ کسی دوسرے بندے کا اس کا حکم نہ مارے اور نہ ذبح کا حکم دے۔ جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ دوسرے کو اس کا مالک بنانے کا حق رکھتا ہے۔ غلام کو مارنے اور بکری کو ذبح کرنے کا قطع خود آخر و حلف کی طرف لوٹنے والا ہے پس حلف کوئی عائد و مابشر قرار دیں گے اور جب حلف ہی مباشر ہوگا (تو لازمی امر ہے کہ وہی حائل ہوگا) کیونکہ ان کاموں کے حقوق یا امور کی طرف لوٹنے والے نہیں ہیں۔ اور جب حلف نے یہ کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ میں بذات خود یہ کام نہ کروں گا تو بطور قضاء اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ البتہ طلاق و حاکم کے مسائل میں ایسا نہیں ہے جو بیان کر دیے گئے ہیں۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے طلاق صرف بولنے کا نام ہے جو بیکری پر وقوع طلاق کا سبب ہے اور طلاق کا حکم دینا کا حکم کی طرح ہے اور غلام کا دونوں کو شامل ہے مگر جب حلف نے خود اس سے بولنے کی نیت کی تو اس نے اس میں خاص کی نیت کی ہے۔ تو بطور نیت اس کی تصدیق کی جائے گی لیکن بطور قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ جبکہ راجعہ اور ذبح کرنا یہی فعل ہے۔ جو اپنے اثر سے جان لیا جاتا ہے۔ اور آخر کے سبب ہونے کی وجہ سے اس کی طرف ان کی نسبت یحزی طور پر ہوتی ہے۔ اور جب حلف نے خود اس کا کسی نیت کی ہے تو اس یا سطر ہوا ہے اس نے حقیقت کی نیت کی ہے تو اب بطور دیانت و قضاء اس کی تصدیق کی جائے گی۔

جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ دوسرے کو اس کا مالک بنانے کا حق رکھتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ

جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ دوسرے کو اس کا مالک بنانے کا حق رکھتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ، اس کی وضاحت یہ ہے کہ ملکیت ذات اختیار رکھ دینے والی ہے البتہ شرعی احکام کی رعایت کے مطابق اجازت و اختیار ہے۔

یعنی کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَضْرِبَ وَلَقَدْ قَامَرَ إِنْسَانًا لِّفَضْلِهِ لَمْ يَخُفْ) لَمْ يَخُفْ لَأَنْ مَنَعَهُ ضَرْبَ الْوَلَدِ عَالِدَةً إِلَيْهِ وَهُوَ النَّاذِبُ وَالْتَفَتَ قَدَمَ يَنْسِبُ لَعْنَهُ إِلَى الْآثِمِ ، بِخِلَافِ الْآثِمِ بِضَرْبِ الْعَبْدِ لَأَنْ مَنَعَهُ الْإِئْتِمَارَ بِأَمْرِهِ عَالِدَةً إِلَى الْآثِمِ كِضَافِ الْفِعْلِ إِلَيْهِ) وَمَنْ قَالَ لِيُغَيِّرَهُ إِنْ بَغْتَ لَكَ هَذَا الْقُوتَ قَامَرْتَهُ طَائِقٌ قَدْ سَلَّمَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ تَوْبَةً لِي يَسَابِ الْمُخَالِفِ لِبَاعِهِ وَلَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَخُفْ) لَأَنْ حَرَفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى التَّبَعِ لِقِتْصَاسِ اخْتِصَاصِهِ بِهِ ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ بِأَمْرِهِ إِذِ التَّبَعُ تَجَرَّى فِيهِ النِّيَابَةُ وَلَمْ تَوْجَدْ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ بَغْتَ تَوْبَةً لَكَ حَيْثُ يَخُفْ إِذَا بَاعَ تَوْبَةً مَمْلُوكًا لَهُ ، سَوَاءً كَانَ بِأَمْرِهِ أَوْ بِغَيْرِ أَمْرِهِ عَلِيمٌ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ ، لَأَنْ حَرَفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْعَيْنِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ لِقِتْصَاسِ الْإِخْتِصَاصِ بِهِ ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا لَهُ ، وَيُظَاهِرُ الضَّيَاعَةَ وَالْخِيَاةَ وَكُلُّ مَا تَجَرَّى فِيهِ النِّيَابَةُ ، بِخِلَافِ الْأَكْلِي وَالشَّرْبِ وَضَرْبِ الْعَلَامِ لِأَنَّهُ لَا يَخُفُّ لِنِّيَابَتِهِ فَلَا يَقَعُ فِي الْحُكْمِ فِيهِ لِي التَّوْبَتَيْنِ .

ترجمہ

اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے لئے کو نہ مارے گا پھر اس نے کسی دوسرے کا ہارنے کا حکم دیا اور ماں مور نے اس کو مارا تو حلف الہی قسم میں حاشہ نہ ہوگا کیونکہ بچے کو مارنے کی منفعت بچے ہی کی طرف لوٹنے والی ہے اور وہ اس کو ادب سکھاتا اور سمجھاتا ہے جس ابا ماں کو مل آ کر کی طرف منسوب نہ ہوگا البتہ جب غلام کو مارے گا حکم دینے تو یہ مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کا فائدہ آمر کے حکم کو بنانا ہے پس یہاں آمر کا آؤ مارا مور کی منسوب ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کو کہا کہ جب میں یہ تمہارا سے ہے کپڑا فروخت کروں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے اس کے بعد محلوں علیہ نے حلف کے کپڑوں میں ایک کپڑا اچھپایا اور حلف سے اس کو کچھ دیا جبکہ اس کو چھپنے کا پتہ نہیں ہے تو حاشہ نہ ہوگا کیونکہ حرف لام دخیل ہوا ہے اور تبع کو تلف علیہ پر ساتھ خاص کرنے کا قصہ کرنے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حاشہ محووف علیہ کے حکم سے یہ کام کرے کیونکہ میں نیا بت جڑی ہوتی ہے۔ اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے کہا کہ میں نے تمہارا کپڑا فروخت کیا تو (میری بیوی کو طلاق ہے) تو جب محلوں علیہ کی ملکیت والا کپڑا فروخت کرے گا تو وہ حاشہ ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اس کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر کرے اور خواہ اس کو اس علم ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ حرف لام

میں پر داخل ہوا ہے اور وہی شخص یعنی کپڑا حرف لام کے قریب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کپڑا محووف علیہ کا مملوک ہو اور اس کی مثال زر زری اور درزی ہے اور ہر وہ چیز جس میں نیا بت جڑی ہو۔ البتہ کھانے پینے اور غذا کو مارنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی میں بھی نیا بت کا احتمال ہی نہیں ہے پس دونوں صورتوں میں اس کا حکم ایک سا ہوگا۔

وکالت کے جواز کے مواقع کا بیان

وکالت ان چیزوں میں جائز ہے جہاں اصل موکل کے غیر اس کا مصلحت ہو اور ہو سکتا ہے۔ (الفروق) اس کی وضاحت یہ ہے۔ کوئی بات یا معاملات میں ایسے بھی احکام ہیں جہاں اصل آدمی کے سوا اگر اس کا وکیل اختیار کر اس آدمی کی طرف سے دعا کردہ طاقت کے مطابق استعمال کرے تو شریعت کے مطابق اس کیلئے جائز ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ ولا یضار کتاب ولا شہید (الخ)

کسی کا جب اور گواہ کو یقین نہ پہنچے یا جائے۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ جس سے ثابت کرادے ہیں اس کو اپنی وصایا و بات کا گواہ اور وکیل بنادے ہیں لہذا اسے تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

جس طرح کسی کو دوہا کی طرف سے وکیل بنایا جاتا ہے اور وہ دوہا کی جگہ پر اقرار کا حکم کرتا ہے تاہم اس کا اختیار صرف اقرار تک ہوتا ہے نہ کہ پورے دوہا کے احکام اسے پورا رکھے جاتے ہیں۔

کاہرہ:

ہر وہ فعل جس کا مقصد اصل شخص یعنی موکل کے بغیر اور انہوں سے، اس میں وکالت جائز نہیں۔ (الفروق)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح نماز میں کسی شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس طرح تو اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے کہ نہ کا مقصد بندگی اور کمال شریعت و خضوع کا اظہار کیا جائے، لیکن وکیل کے شروع و خضوع سے موکل میں وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح قسم کھانے کا معادہ ہے کیونکہ قسم کھانے کا اصل مشاء و مقصد یہ ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوے کی صداقت کا اظہار کرے لیکن دوسرے شخص کی قسم کھانے سے پہلے شخص کی صداقت کا ثبوت نہیں مل سکتا۔

اسی طرح اشد ضرورت کے بغیر شہادت کیلئے بھی کسی دوسرے شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا، البتہ بعض خاص حالات و واقعات اور ضرورت کے مواقع پر بعض علماء اس کیلئے بھی وکیل بنانے کے قائل ہیں اور اسکی وجہ بھی یہ ہے کہ گواہ کی صداقت کا اعتبار نہیں ہو سکتا، جن کا دواہر معصیت کی بھی وکالت نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ شریعت میں جنہوں سے روکتی ہے۔ اور جبکہ ان میں وکیل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طور پر نہیں ثابت کیا جائے۔ جو اس کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ (الفروق)

اغتلا:

چری، زنا اور کئی حدود و قصاص کے بہت زیادہ وساکن ہیں جہاں کی کوئیں نہیں بنایا جاسکتا۔ اور دینی حدود کا نفع و کوئی کی وجہ سے اصل پر جاری کیا جاسکتا ہے۔

غلام کی آزادی کو فروخت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ هَذَا الْعَبْدُ حُرٌّ اِنْ بَعَثَ لِبَاعِهِ عَلَى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَقٌّ يُلْجُؤُهُ الشَّرْطُ وَهُوَ الْبَيْعُ وَالْمِلْكُ فِيهِ قَائِمٌ لِكَيْفَ لِيَنْزِلَ الْخِيَارُ) وَكَذَلِكَ لَوْ قَالَ الْمُشْتَرِي اِنْ اشْتَرَيْتَنِي فَهُوَ حُرٌّ لَاشْتَرَاؤُهُ عَلَى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَقٌّ اَيْضًا لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الشَّرَاءُ وَالْمِلْكُ قَائِمٌ فِيهِ، وَهَذَا عَلَى أَصْلَيْهِمَا ظَاهِرٌ، وَكَذَلِكَ عَلَى أَصْلَيْهِ لِأَنَّ هَذَا الْعَقْدَ يَتَعَلَّقُ بِهِ وَالْمُعْتَقُّ كَالْمُتَجَرِّ، وَلَوْ تَجَرَّ الْعَقْدُ بَيْنْتُ الْمِلْكُ سَابِقًا عَلَيْهِ فَكَيْفَ هَذَا
(وَمَنْ قَالَ اِنْ لَمْ اُبْعَ هَذَا الْعَبْدَ اَوْ هَذِهِ الْأَمَّةَ فَأَمْرُهُ طَلَقٌ لَفَاعِقٌ أَوْ دَبَرٌ طَلَقَتْ أَمْرُهُ) لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ عَدَمُ الْبَيْعِ لِفَوَاتٍ مَحَلِّيَةِ الْبَيْعِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے مگر میں اس کو بیچوں اس کے بعد اس نے خیار شرط کے ساتھ اس کو فروخت کر دیا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور وہ شرط طبع ہے اور غلام میں ابھی تک مالک کی ملکیت باقی ہے یہی جزا بھی ثابت ہوگی اور اسی طرح جب کسی مشتری نے کہا کہ جب میں اس کو خریدوں تو یہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے اس کو بشرط کے ساتھ خرید لیا تب وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور وہ شرط طبع ہے۔ اور اس میں مشتری کی ملکیت موجود ہے۔ صاحبین کی دلیل ملکیت کی بنا پر ہے، جبکہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے دلیل پر بھی وہ باقی ہے کیونکہ یہ معلق آزاد ہے اور مطلق آزادی بخیر طرح ہوتی ہے اور جب مشتری کو بخیر کر دیتا ہے تو آزاد ہے سے پہلے اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے پس یہی ایسی ہی ہو جائے گا۔ اور جس شخص نے کہا کہ میں نے یہ غلام یا باندی فروخت نہ کی تو میری بیوی کو طلاق ہے اس کے بعد اس نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور باندی کو بد پر بنادیا تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور وہ شرط طبع ہے۔ اور بیع کا مکمل فوت ہو چکا ہے۔ (لہذا انھم بہت ہو جائے گا)

شرح

قسم کھانی کے بیچنے کے لیے عقد نہ خریدے گا اور اگر کے فروغ کے لیے خرید لیا مگر کسی وجہ سے بیچ ڈال تو قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھانی کے

مکان نہیں بیچے گا اور اسے عورت کے ہمسر میں دیا اس میں دوسو قسم ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مکان ہی میرا ہو کہ نکاح میں یہ کہا ہو کہ جو شخص اس مکان کے تیرے نکاح میں دی جب تو نہیں ٹوٹی اور اگر روپے کا میرا بندھا تھا مثلاً اتنے سو یا تے ہزار روپے دین میرے عوض تیرے نکاح میں دی اور روپے کے عوض اس نے مکان دیا تو قسم ٹوٹی۔ قسم کھانی کی کفالت سے نہیں خریدے گا اور اس سے بیع منع کے ذریعے کوئی چیز خریدی تو قسم ٹوٹی کہ قسم کھانی کے پھر نہیں خریدے گا اور کسی یا ثبات یا چھوٹا یا ٹوٹی یا قاتلین خرید تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھانی نہ کرے پھر نہیں خریدے گا تو استعفیٰ کیلئے، وہاں بھی خریدے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ (مگر)

قسم کھانی کو نہیں بیچے گا اور کسی شخص نے اسے اس کے حکم کے چچا اور اس نے اس کو چچا کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی ہاں اگر وہ قسم کھانے والا ایسا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اس چیز نہیں بیچتا ہے تو ٹوٹی۔ قسم کھانی کے یہ جانور بیچ ڈالے گا اور وہ چوری ہو گیا تو جب تک اس کے سرے کا قبیلہ نہ ہو قسم نہیں ٹوٹے گی کسی چیز کا بھی وہ دیکھتا ہے کہ اس میں بارہ روپے سے کم نہیں ہو جائے اس سے کہا اگر میں بد روپیہ میں لوں تو میری عورت کو طلاق ہے مگر وہی چیز تیرے میں یا بارہ روپے اور کوئی چیز اور غیرہ روپے پر اضافہ نہ کرے خریدی جتنی بارہ روپے زیادہ دے تو طلاق ہوگی اور اگر گریا روپے اور ان کے ساتھ کچھ اور غیر دیا تو نہیں۔ (عاجلی میری)

مگر کچھ نہیں اس زمانہ میں ایسے ہیں کہ ان کے دھننے کی نوبت نہیں آتی وہ اگر اتنے استعفیٰ میں کر نہیں پراتا کہتے ہوں تو پرانے ہیں۔

بیوی کی طلاق کو معلق کرنے کا بیان

(وَإِذَا قَالَتْ الْمَرْءَةُ لِرَوْحِهَا تَزَوَّجْتُ عَلَيْكَ فَقَالَ كُلُّ أَمْرٍ أُولَى طَلَاقٍ قَلَّتْ طَلَقَتْ هَذِهِ) أَيْسَى حَلَفَتْهُ فِي الْقَضَاءِ) وَعَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ لِأَنَّهُ أَخْرَجَهُ جَوَارًا لِيَنْطِقَ عَلَيْهِ، وَلَئِنْ غَرَضَهُ إِذَا وَهَّاهَا وَهُوَ بِطَلَاقٍ غَيْرِهَا لِيَنْتَقِدَ بِهِ.
وَجْهُ الظَّاهِرِ عُمُومُ الْكَلَامِ وَقَدْ زَادَ عَلَى خَرَفِ الْمَجْرُوبِ لِيَقْعَلَ مُتَبَدِّلًا، وَقَدْ يَكُونُ غَرَضُهُ يَبْخَاشُهَا حِينَ اغْتَرَضَتْ عَلَيْهِ فِيمَا أَحَلَّهُ الشَّرْعُ وَمَعَ التَّرَدُّدِ لَا يَصْلُحُ مُقْبِلًا، وَإِنْ نَوَى غَيْرَهَا يَصْدُقُ وَبِأَنَّهُ لَا قَضَاءَ لِأَنَّهُ تَخْصِصُ الْعَامِّ.

ترجمہ

جب بیوی خاندان کو کہے تو جسے مجھ پر دوسری بیوی کر سکتی ہے تو خاندان کو جواب میں یوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو نکاح نہیں۔ تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اور جب زہد سے قسم لیکر پوچھا حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ بیوی مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ خاندان کا مقصد بیوی کو راضی کرنا ہے۔ جبکہ رضہ طلاق کے سوا سے حاصل ہوگی نہ طلاق سے ثابت ہوتی ہے۔ لہذا خاندان کا قول وصف غیر کے ساتھ مقید ہوگا۔

تقاضی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ نہ ہے کہ قسم کے اطلاق کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاندان کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر مزاد دیتا چاہتا ہے۔ کس اس نے شرعا حد لکام پر اعتراض کیا کیونکہ اس کے علم اور مزاد دینے کی غرض کے احوال کے، وہ جو کسی اور بیوی کی نیت کے احوال کی وجہ سے یہ قسم درالہب حال سے متعین نہ بن سکے گی، ہاں اگر دوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دینے معتبر قرار دی جائیگی لیکن تقاضا معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ درالہب لکام میں تخصیص نہیں کرتی۔

شرح

اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ بعض احوال کی صورت میں درالہب حلی معتبر نہیں ہوتا، چاہے یہی مثال کے بعد دوسری مثال یہ ہے کہ، جو پہلے ذکر کیا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو تو اس موقع پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی غلطی کا قسم حلی مانا جواز سے ہے بشرط نہ ہو تو یہ قسم عام اور معتبر ہوگی و ملکہ یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ یہاں پر اگرچہ درالہب حال کی وجہ سے اس قسم کے معتبر ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ اطلاق عام عموم ہے،

۱۔ احمد رضا بریلوی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کیلئے بیوی یا غلام کو باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا ایک ایسا زبیر ہے جو ان کے باہر جانے سے افشاء ہو جائے گا اور سخت اٹھنا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ کیلئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہو اور چودہ نکاح سے باہر اور جدا بھی ہو جائے کیونکہ غیر متدل لوگ اپنی مطلقہ کی عورت کی کوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ غلام کی بیوی ہے اگرچہ اس کی بیوی سابقہ زمانے کے لڑکے سے کہتے ہوں بلکہ غیرت منداہنی مہاشرت شدہ و عورت کو فراق اور طلاق کے بعد بھی دوسرے سے مہاشرت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق منقطع کے بعد بھی وہ اس کو اپنی گمراہی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اقراہات کی کفایت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تہدق میں سے حدیث میں پائی ہے،

مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور عرض کی کہ میں ایک شخص کی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو اپنے قتل کر دے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ کیا فرما رہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس شخص کو کلامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ یہ شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قتل کی اپنا زنت نہیں دیتا ماسوائے (قاضی کے ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد ۱ ص ۹۱۷)

وہ اس کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور اس کی غیرت کی وجہ سے ایک ہی واقعہ میں طلاق دینا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شرعاً مبنیٰ چیز کو شرعی حجت سے زائد استعمال کرنے پر طلاق کی شرط کو مزاد کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے طلاق میں دوسرے شخص سے صرف نکاح کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہو سکتا، یہ اس نے باکرہ غیر متدل کو طلاق دینے سے باز رہا اور خواہ وہ دوسرے شخص کے جامعہ کو اپنے گلے میں نہ لائیں، والعیاذ باللہ، اس کے برخلاف اگر قسم کو اپنا زنت سے مشروط کیا ہو تو پھر اپنا زنت کی ولایت قسم ہو جانے یعنی نکاح ختم ہو جانے پر قسم ساقط ہو جائیگی (۱) وہ جو زنا کر خاندانے بیوی سے کہا کہ تیری اپنا زنت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حجت سے منقطع نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اپنا زنت ضروری ہوگی)

اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے۔ کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے منقطع نہیں کیونکہ باہر جا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاندان کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کر کے اپنے بجائے دوسری کو رنج دیکھ کر رنج پاتی ہیں، (غرضیکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف صاحب نکاح سے منقطع نہیں بلکہ جو ان کے بعد بھی اس چیز پر دو پریشان ہوتی ہے لہذا اس پریشانی سے بچنا صاحب نکاح کے بعد بھی ہو سکتا ہے لہذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاندانہ کھانے کو تیسری اپنا زنت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم صاحب نکاح سے متعلق ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۱) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف بات کرتے ہوئے پائے اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تو نے بیگانہ مرد سے بات کی نکاح کی رسی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں لوگ چاکر ہیں جو خاندان کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایت دیتی ہے یا اس بیوی کے بچپانے کی بیوی کے خاندان یا خاندان کے بھائی خاندان اپنا زنت سے گھر آتے ہیں یا کسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاندان کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس درالہب حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ چیزوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱، کتاب الایمان)

باب النیس فی الحج والصلوة والصوم

یہ باب نماز، حج اور روزے میں قسم کے بیان میں ہے

نماز، حج اور روزے کی قسم کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

عبدالصان محمد ہارثی مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو اس کے باب سے مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا قطع ہر دات سے ہے اور سابقہ ابواب یحییٰ سے مؤخر ذکر کرنے کا جب یہ ہے کہ ان کا وقوع کثرت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں تین طرح کے مسائل کا بیان ہے۔ ایک نوع یہ ہے کہ جس قسم سے قسم ناپ، کے نزدیک و غیر لازم ہو جاتے ہیں اور دوسری نوع یہ ہے کہ جس سے کوئی چیز مکمل لازم نہیں آتی اور تیسری نوع کے مطابق ختمی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۱۲۰، بیروت)

پہلے حج کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ وَهُوَ فِي الْكُفَّةِ أَوْ فِي غَيْرِهَا عَلَى النَّسْئِ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ إِلَى الْكُفَّةِ فَلَهُ جَعَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ مَاشِيًا وَإِنْ شَاءَ رَكِبَ وَأَهْرَاقَ دَمًا) وَلَيْسَ الْفِيَّاسُ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ الْقَرْمَ مَا لَيْسَ بِفَرْقَةٍ وَاجِبَةٍ وَلَا مَقْصُودَةٍ فِي الْأَصْلِ، مَأْثُورٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَلَئِنْ النَّاسُ تَعَارَفُوا لَإِيجَابِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِهَذَا اللَّفْظِ قَضَاءٌ كَمَا إِذَا قَالَ عَلَى زِيَارَةِ الْبَيْتِ مَاشِيًا فَلِزَمَهُ مَاشِيًا، وَإِنْ شَاءَ رَكِبَ وَأَرَاقَ دَمًا، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي الْمَتَابِلِكِ (وَلَوْ قَالَ عَلَى الْغُرُوحِ أَوْ الدَّخَالِ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الزِّيَامَ الْحَجَّ أَوْ الْعُمْرَةَ بِهَذَا اللَّفْظِ غَيْرُ مُتَعَارِفٍ (وَلَوْ قَالَ: عَلَى النَّسْئِ إِلَى الْحَرَمِ أَوْ إِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي قَوْلِهِ عَلَى النَّسْئِ إِلَى الْحَرَمِ جَعَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ) وَلَوْ قَالَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَهَوَّ عَلَى هَذَا الْإِيجَابِ.

لَهُمَا أَنَّ الْحَرَمَ شَامِلٌ عَلَى الْبَيْتِ، وَكَذَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ لِقَاءُ ذِكْرِهِ تَحْدِيدُهُ، بِإِعْلَالِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِأَنَّهُمَا مُتَصِلَانِ عَنْهُ.

وَلَهُ أَنَّ الزِّيَامَ الْإِحْرَامَ بِهِدِ الْبَيَّاتِ غَيْرُ مُتَعَارِفٍ وَلَا يُمَكِّنُ لِيَحَابُهُ بِإِعْتَابِ حَقِيقَةِ اللَّفْظِ فَامْتَنَعَ أَضْلَالًا

ترجمہ

قریباً درجہ شخص کہ جس کو یا کسی اور قسم پر ہو اور اس نے یہ کہا کہ مجھ پر بیت اللہ تک یا کعبہ شریف تک پہل چلنا واجب ہے تو اس پر پیرس حج یا عمرہ کرنا واجب ہے اور جب وہ چاہے تو وہ سواری ہو جائے اور دم دے جبکہ قیاس کے مطابق اس پر چلنا چاہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز کو لازم کیا ہے جو قربت واجبہ میں سے نہیں ہے اور نہ مقصود بذات ہے اور ۷۸۶ راوندہ حضرت اسرخشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کیونکہ اس لفظ سے حج یا عمرہ کرنے کا واجب لوگوں میں معروف ہے۔ اور یہی اس طرح ہو جائے جیسے اس نے کہا کہ مجھ پر پہل بیت اللہ کی زیارت کرنا واجب ہے تو اس پر پہل ہی واجب ہوگا اور اگر وہ چاہے تو سواری ہو کر کرے اور دم دے اور اس کو ہم کتاب المناکب میں بیان کر چکے ہیں۔ اور جب کسی شخص نے کہ مجھ پر بیت اللہ کیلئے لکھنا واجب ہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس لفظ سے حج یا عمرہ کا لازم معروف نہیں ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ مجھ پر صفا اور مروہ تک پہنچنا واجب ہے تو اس پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا اور یہ حکم امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا کہ اس کے قول "علی ای الی الحرم" کہنے میں اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے "الی المسجد الحرام" نہ تو ایسی اختلاف نہ ہوگا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حرم بیت اللہ کو شامل ہے کیونکہ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں البتہ مسجد حرام بیت اللہ کو شامل ہے پس حرم ذکر کرنا بیت اللہ کے ذکر کے مشابہ ہو جائے گا بخلاف صفا اور مروہ کے کیونکہ وہ دونوں بیت اللہ سے الگ ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس جملے سے احرام باندھنے کا لازم معروف نہیں ہے اور لفظ کے معنی فعل کا متبر کرتے ہوئے احرام کو واجب کرنا بھی ممکن نہیں ہے لہذا یہ یقیناً صحیح ہو جائے گا۔

شرح

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ راشد فرما رہے تھے کہ چاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر کی قسم پر پڑی جو کہ اٹھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ہارے میں دریافت فرمایا (اس کا نام کیا ہے اور یہ اس وقت کیوں کھڑا ہے؟) تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابواسرائیل ہے اور اس نے بیذمردانی ہے کہ کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ سائے تلے آئے گا اور نہ (پاکل) بولے گا اور (ہمیشہ) روزے رکھے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ اس سے کہو بولے، سائے میں آئے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ ("بخاری مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 604)

اس شخص نے جن باتوں کی مذمردانی تھی ان میں سے جس بات پر عمل کرنا اس کے لئے ممکن تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا

اور جن باتوں پر عمل کر سکی وجہ سے ممکن تھا ان کو پورا نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ روزے کو پورا کرے یعنی اپنی نذر کے مطابق جو مشرور نہ رکھ کرے، کیونکہ اطاعت و نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور ہر روزے رکھنا اس شخص کے لئے ایک بہتر عمل ہے جو اس پر قادر ہو، لیکن واضح رہے کہ اس صورت میں وہ یا حج روزے منتفی ہوئے ہیں جو شرعاً و عرفاً منوع ہیں اور اگر وہ ان پانچ روزوں کی بھی نیت کرے گا تو ان روزوں کو توڑنا اس پر واجب ہوگا اور حنیفہ کے نزدیک روزہ توڑنے کا کفارہ اس پر واجب ہوگا۔

جن باتوں پر عمل کرنا ممکن تھا ان میں سے ایک تو "بولنا" تھا جو شرعی طور پر یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص یا نکل ہی نہ بولے کیونکہ بعض مواقع پر "بولنا" واجب ہے، جیسے نماز میں قربات، سلام کا جواب دینا اور اس کو ترک کرنا گناہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بولنے کا حکم دیا، اسی طرح یا نکل نہ بیٹھنا اور سایہ میں نہ آنا انسان کے بس سے باہر ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیٹھنے اور سایہ میں آنے کا حکم دیا۔

اور حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بیت اللہ کے سفر کے دوران) ایک بوڑھے کو دیکھا جو (فصل اور کزوی کی وجہ سے) اپنے دو بیٹوں کے درمیان (ان کے کانڈھے پر ہاتھ رکھے) راستہ چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "اسے کیا ہوا؟" صحابہ نے عرض کیا کہ اس شخص نے (بیت اللہ کو) پیادہ پا جانے کی منت مان رکھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس طرح اپنے آپ کو عذاب (تکلیف) میں ڈالنے کی خدا کو پروا نہیں ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو ساری پر چھینے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم) اور مسند کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بوڑھے سے فرمایا کہ "بڑے میاں! سواری پر چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اور (تمہیں تکلیف میں ڈالنے والی) تمہاری اس منت سے بے نیاز ہے۔"

چونکہ وہ شخص اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے پیادہ پا چلنے سے عاجز و معذور تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سواری پر چلنے کا حکم فرمایا۔

حضرت امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسی منت کی صورت میں سواری پر چلنے کی وجہ سے منت ماننے والے پر (بطور کفارہ) کوئی چیز واجب نہیں ہوتی لیکن امام ابو عظیمہ فرماتے ہیں کہ اس پر جو روایتیں مبری یا اس کے (شک) ذبح کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس طرح ایک چیز کو اپنے اوپر لازم کرینے کے بعد اس کو پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے، حضرت امام شافعی کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

منظور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ نظر میں رکھے کہ پیادہ یا بیت اللہ جاؤں گا تو اس کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ حضرت امام شافعی تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص بیت اللہ کا سفر پیادہ چلے کرے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ پیادہ پا جائے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بطور کفارہ جانور ذبح کرے اور سواری پر سفر نہ کرے۔ اور حضرت امام عظیمہ ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر

فصل خواہ پیادہ پا چلنے پر قادر ہو یا نہ قادر ہو، بہر صورت سواری کے ذریعہ سفر کرے اور جانور ذبح کرے۔

خفی، فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ "میں پیادہ پا بیت اللہ جانا اپنے اوپر لازم کرنا ہوں" تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوتا ہے، اب وہ اپنی نیت کے مطابق ان دونوں میں سے جس کو چاہے پورا کرے۔ (یعنی اگر اس نے یہ کہتے وقت حج کی نیت کی تھی تو حج کرے اور اگر عمرہ کی نیت کی تھی تو عمرہ کرے) اور اگر یوں کہے کہ "میں پیادہ پا حرم جانا یا پیادہ پا مسجد حرام جانا اپنے اوپر لازم کرنا ہوں۔" تو حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا مگر صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر یوں کہے کہ "میں بیت اللہ جانا اپنے اوپر لازم کرنا ہوں" تو اس صورت میں مشفقانہ طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا یعنی اس پر حج یا عمرہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص پیادہ پا حج کو جانے کی نذر مانے تو اس پر واجب ہے۔ کہ وہ کھر سے پیادہ پا روانہ ہو اور جب تک کہ طواف زیارت سے فارغ نہ ہو جائے کوئی سواری استعمال نہ کرے اور اگر کچھ پیادہ پا عمرے کو جانے کی نذر مانی ہو تو جب تک کہ سر نہ منڈا لے سواری پر نہ چڑھے۔ اور اگر گنہ ماننے والے نے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر پورا راستہ یا آدھے سے زیادہ سواری پر چلے کیا تو جانور ذبح کرنا اس پر واجب ہوگا اور اگر آدھے راستہ سے کم سواری کا استعمال کیا تو اس کے بقدر ایک مبری کی قیمت میں سے صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

بیل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اپنا حجت سواری:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کھیر کو پیدل چھینے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چھینے کی طاقت نہ تھی۔ عقیدہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سواری ہو جائیں گی۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقیدہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے بیادہ یا نبی کی کہ وہ کھیر سے چھینے یا کس پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کہ وہ انساں ادا کریں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر ماننے کی مانت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے

(تقدیری) کوئی چیز بدلی نہیں جاسکتی ہے بلکہ ضرور ہے کہ اس پہلے بحال کا مال صرف ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اطاعت کی نذر کرے تو اس کو جانے کر احاطت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر کرے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا ہی بڑھنیں اور اس کا کفار وہی ہے جو تم کا ہے۔ ایذاؤ و فرمائے ہیں۔ کہ میں نے احمد بن شہاب سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن عباس نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ایسی ایسی حدیث میں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ایذاؤ و فرمائے ہیں کہ میں نے امام احمدی ضہیل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کر دیا۔ ان سے دو بیعت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا قرآن ہو جاتا ہے؟ اور کہا کہ اس میں ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ابویہ بن مسلمہ ہی بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

ج نہ کرنے کی قسم پر غلام کو آزاد کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ عَبْدِي حُرٌّ لَمْ أَخْجِ الْعَامَ، وَقَالَ: حَجَجْتُ وَشَهِدْتُ شَاهِدَانِ اللَّهُ صَحَّيَ الْعَامَ بِالْكَوْفَةِ لَمْ يُعْتَقْ عَبْدُهُ، وَهَذَا عَنْ أَبِي خَبِيَّةٍ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُعْتَقُ لِأَنَّ هَذِهِ شَهَادَةٌ لَمَّا تَ عَلَى أَمْرٍ مَعْلُومٍ وَهُوَ التَّضْوِيجُ، وَمِنْ ضَرُورَتِهِ الْإِنْفَاءُ 'الْحَجَّ فَيَحَقِّقَ الشَّرْطُ.

وَلَهُمَا أَنَّهُمَا قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا نَفْيُ الْحَجِّ لَا إِبْثَاتِ التَّضْوِيجِ لِأَنَّهُ لَا مَطْلَبَ لَهَا لِضَرَرِ كَمَا إِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ لَمْ يَحْجِ الْعَامَ. غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ هَذَا النَّفْيَ وَمَا يُحِيطُ بِهِ الشَّاهِدُ بِهِ وَلَكِنَّهُ لَا يُعَيِّرُ بَيْنَ نَفْيٍ وَتَضْوِيجٍ تَبْيِيرًا

ترجمہ

اور جس شخص نے کہا یہ خدا! اگر میں اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اس کے بعد اس نے کہا کہ میں نے حج کر لیا اور جو لوگوں نے بھی کوئی دیدی کہ عاقل اس سال کو نہ دیکھ کر پائی دی ہے تو اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور یہ شخصین کے نزدیک بھی حکم ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کا غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ شہادت ایک معلوم حکم ہے یعنی قربانی واقع ہوئی ہے

لو اس کے لوازمات میں سے حج کا نہ ہونا پہلے شرط پائی جائے گی۔

شخصین کی دلیل یہ ہے کہ یہ شہادت لئی پر قائم ہے لہذا اس کا مقصود حج کی نئی ہے نہ قربانی کو ثابت کرنا ہے کیونکہ قربانی کے احکام کوئی معنی نہیں رکھتا لہذا یہ اس طرح ہو جائے گا کہ چند لوگوں نے کوئی دیکھ کر اس نے حج نہیں کیا اور زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ کوئی اس طرح ہو جائے گی جس طرح کوئی کا علم محیط ہو جائے گا لیکن آسانی کے سبب ایک نئی اور دوسری نئی میں فرق نہ کیا جائے گا۔

روزہ نہ رکھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يَصُومُ فَتَوَى الصَّوْمَ وَصَامَ سَاعَةً لَمْ أَطْرَ مِنْ يَوْمِهِ حَيْثُ (وَلَوْ خَلَفَ لَا الشَّرْطُ إِذْ الصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْمَفْطَرَاتِ عَلَى قَصْدِ التَّقْرِيبِ) (وَلَوْ خَلَفَ لَا يَصُومُ يَوْمًا أَوْ صَوْمًا لَصَامَ سَاعَةً لَمْ أَطْرَ لَا يَخْتَصُ) (لَإِنَّهُ يُؤَادُّ بِهِ الصَّوْمَ النَّامَ الْمُعْتَبَرُ شَرْعًا وَذَلِكَ يَأْتِيهِ إِلَى آخِرِ الْيَوْمِ، وَالْيَوْمُ صَرِيحٌ فِي تَقْدِيرِ الْمُدَّةِ بِهِ

ترجمہ

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ روزہ نہ رکھے گا اس کے بعد اس نے روزے کی نیت کر لی اور تھوڑی دیر تک روزہ رہا اس کے بعد اس دن میں افطار کر لیا تو وہ عاقل ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جارہی ہے۔ کیونکہ تقریب کی نیت سے منظر میاں سے بچنے کا نام روزہ ہے اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایک دن روزہ نہ رکھے گا یا ایک روزہ نہ رکھے گا اس کے بعد اس نے تھوڑی دیر کیلئے روزہ رکھا اور پھر اس نے افطار کر لیا تو وہ عاقل ہوگا کیونکہ اس سے مراد مکمل روزہ ہے جو شرعی طور پر معتبر ہے اور دن کے آخر تک روزے کا پورا ہونا ہے اور روزے کی مدت کو پورا کرنے کیلئے یہ کہ لفظ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

نہ لانہ نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يُصَلِّيَ لَقَامَ وَقَرَأَ وَرَخَّعَ لَمْ يَخْتَصُ، وَإِنْ سَجَدَ مَعَ ذَلِكَ لَمْ يَقْطَعْ حَيْثُ وَالْقِيَاسُ أَنَّ يَخْتَصُ بِالْإِفْتِيحِ اغْتِيَابًا بِالشُّرُوعِ فِي الصَّوْمِ.

وَجْهٌ لِإِسْتِحْسَانِ أَنَّ الصَّلَاةَ عِبَادَةً عَنِ الْإِزْكَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، لَمَّا لَمْ يَأْتِ بِحُجْمِهَا لَا يُسَمَّى صَلَاةً، بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِأَنَّهُ رُخْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْإِمْسَاكُ وَيَكْثُرُ فِي الْعُزْرِ الْثَانِي (وَلَوْ خَلَفَ لَا يُصَلِّيَ صَلَاةً لَا يَخْتَصُ مَا لَمْ يُصَلِّ رَجْعَتَيْنِ) (لَإِنَّهُ يُؤَادُّ بِهِ الصَّلَاةَ الْمُعْتَبَرَةَ شَرْعًا وَأَقْلَبُهَا رَجْعَتَانِ لِلنَّهْيِ عَنِ التَّبْيِيرِ).

ترجمہ

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہ پڑھے گا اس کے بعد وہ کھڑا ہوا اور اس نے قرأت کی اور رکوع کی تو وہ حادث ہوا کیونکہ اگر اس نے اس کے ساتھ تجدد کیا پھر نیت توڑی تو وہ حادث ہو جائے گا اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ روزے پر قیاس کرتے ہوئے نماز شروع کرتے ہی وہ حادث ہو جائے گا۔ احتیاط کی دلیل یہ ہے کہ نماز مختلف ارائین کے مجموعے کا نام ہے پس جب تک پورا ارکان کے ساتھ نماز ادا نہ کرے گا اسکو نماز نہ کہ جائے گا۔ کیونکہ روزے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ایک ہی رکعت کا نام ہے اور اگر کتابے اور یہ اسماک دوسرے اجزاء میں ضرور ہوتا رہتا ہے۔ اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ کوئی نماز نہ پڑھے گا تو جب تک دو رکعت نہ پڑھے تو وہ حادث نہ ہوگا کیونکہ اس جملے سے اس طرح کی نماز مراد ہے اور نماز کی مقدار کم از کم بھی دو رکعت ہے کیونکہ ایک رکعت والی نماز سے منع کیا گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے نماز نہ پڑھنے یا روزہ نہ رکھنے یا حج نہ کرنے کی قسم کھائی اور قاسدا ادا کیا تو قسم نہیں ٹوٹی جبکہ شروع ہی سے قاسد ہو مثلاً بغیر طہارت نماز پڑھی یا طلوع فجر کے بعد کھانا کھا یا اور روزہ کی نیت کی۔ اور اگر شروع صحت کے ساتھ کیا بعد کو قاسد کر دیا مثلاً ایک رکعت نماز پڑھ کر توڑ دی یا روزہ رکھ کر توڑ دیا اگرچہ نیت کرنے کے بعد توڑ دیا تو قسم ٹوٹی۔ نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی اور قیام و قراءت دو رکوع کر کے توڑ دی تو قسم نہیں ٹوٹی اور تجدد کر کے توڑ دی ٹوٹ گئی۔ قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھے گا تو جب تک قعدہ الحجیرہ میں احتیاط نہ پڑھے قسم نہ ٹوٹے گی یعنی اس سے قبل قاسد کرنے میں قسم نہیں ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ کسی کی امامت نہ کرے گا اور بتجا شروع کر دی پھر لوگوں نے اس کی اقتدا کر لی مگر اس نے امامت کی نیت نہ کی تو مقتدیوں کی نماز ہو جائیگی اگرچہ جس کی نماز ہو اور اس کی قسم نہ ٹوٹی۔ اسی طرح اگر جتنا روزہ یا سجدہ تلاوت میں لوگوں نے اس کی اقتدا کی جب بھی قسم نہ ٹوٹی اور اگر قسم کے یہ لفظ ہوں کہ نماز میں امامت نہ کروں گا تو نماز جنازہ میں امامت کی نیت سے بھی نہیں ٹوٹے گی۔ (رہقار، کتاب الایمان)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ ظلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا اور اس کی اقتدا کی مگر پیچھے کھڑا نہ ہوا بلکہ برابر رہے یا انہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھی یا قسم کھائی کہ ظلاں کے ساتھ نماز نہ پڑھے گا اور اس کی اقتدا کی اگرچہ ساتھ نہ کھڑا ہوا بلکہ پیچھے کھڑا ہوا قسم ٹوٹ گئی۔ (بحر الرائق، کتاب الایمان)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز وقت گزار کر نہ پڑھے گا اور سو گیا یہاں تک کہ وقت ختم ہو گیا اگر وقت آئے سے پہلے سو یا اور وقت جانے کے بعد آنکھ کھلی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور وقت ہو جانے کے بعد سو تو ٹوٹ گئی۔

علامہ علی بن سلطان ملاطی قاری لکھتے ہیں کہ جب کسی نے قسم کھائی کہ ظلاں نماز جماعت سے پڑھے گا اور آدھی سے کم جماعت

سے لی یعنی چار یا تین رکعت والی میں ایک رکعت جماعت سے پڑھی یا قعدہ میں شریک ہوا تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ جماعت کا ثواب بے گنا۔ (شرح وقایہ، کتاب الایمان)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے عورت سے کہا، اگر تو نماز چھوڑے گی تو تجھ کو حلاق اور نماز قضا ہوگی مگر پڑھ لی تو حلاق نہ ہوگی کہ صرف میں نماز چھوڑا تا سے کہتے ہیں کہ بالکل نہ پڑھے اگرچہ شرعاً قضا کر دینے کو بھی چھوڑنا کہتے ہیں۔ قسم کھائی کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے گا اور مسجد پر حائضی مٹی اس نے اس حصہ میں نماز پڑھی جواب زیادہ کیا گیا ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم میں یہ کہا فلاں محلہ کی مسجد میں ظلاں شخص کی مسجد میں نماز نہ پڑھے گا اور مسجد میں کچھا خائفہ ہو اس نے اس جگہ پڑھی جب بھی ٹوٹ گئی۔ (بحر الرائق، کتاب الایمان)

باب التیس فی لیس النیب والعلی وغیرہ ذلک

﴿یہ باب کپڑے اور زیورات وغیرہ پہننے کی قسم کے بیان میں ہے﴾

باب الباس ثوب و زیورات کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان

مفت علیہ الرحمہ صوم و حج کے قسم کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد زیورات اور کپڑوں کو پہننے سے متعلق قسم کے بیان کو شروع کیا ہے کیونکہ یہ عام معمول کی اشیاء ہیں لہذا ہم اہمیت کے سبب ان کے باب کو شروع کر دیا ہے اور بعد ازاں وہاں تک کہ ہم کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ معاملات سے بھی اخلاقیات کی طرف جانے والا ہے۔

بیوی کے کاٹے ہوئے سوت پہننے سے قسم کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لَا مَرَأِيَهُ : إِنْ لَيْسَتْ مِنْ عَزْلِكَ فَهُوَ هَذِي فَاشْتَرَى قُطَاعًا فَعَزَلَتْهُ وَتَسَجَعَتْ فَلَيْسَ بِهِ هَذِي عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ : لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُهْدِيَ حَتَّى تَعَزَلَ مِنْ قُطْعٍ مَلَكَهُ يَوْمَ خَلَفَ) وَمَعْنَى الْهَذِي التَّصَدُّقُ بِهِ بِمَكَّةَ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُهْدَى إِلَيْهَا . لِهَذَا أَنَّ النَّذْرَ إِسْمًا يَصِحُّ فِي الْمَلِكِ أَوْ مُطَافًا إِلَى سَبَبِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَوْجَدْ لَانَ النَّبَسِ وَعَزَلَ الْمَرَأَةُ لَيْسَ مِنْ أَسْبَابِ مَلَكَهُ .

وَلَهُ أَنَّ عَزَلَ الْمَرَأَةَ عَادَةً يَكُونُ مِنْ قُطْعٍ الزَّوْجِ وَالْمُعْتَادُ هُوَ الْمُرَادُ وَذَلِكَ سَبَبُ لِمَلِكِهِ ، وَلِهَذَا يَحْتَثُ إِذَا عَزَلَتْ مِنْ قُطْعٍ مَمْلُوكَةً وَقَتَ النَّذْرَ لِأَنَّ الْقُطْعَ لَمْ يَصِرْ مَذْخُورًا .

ترجمہ

اور جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے کاٹے ہوئے سوت کا کپڑا پہنوں تو وہ ہری ہے۔ اس کے بعد اس نے روٹی خریدی اور اس کی بیوی نے اس کا سوت کر کپڑا بنادیا اور عارف نے وہ کپڑا پہن لیا تو اہم صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ کپڑا ہری ہے۔

صاحبین کے نزدیک شوہر پر ہری کرنا واجب نہیں ہے حتیٰ کہ بیوی اس سوت سے کپڑا کاٹے جس دن خاوند قسم کا مالک ہو۔ کیونکہ ہری کا معنی یہ ہے کہ مکرمہ میں صدقہ کیا جائے اور ہری اس کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں بطور صدقہ بھیجی گئی ہو۔ جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نذریا ملکیت میں صحیح ہوتی ہے یا پھر ملکیت کے سبب کی مضاف ہو کر صحیح ہو کر نذریہ اور یہاں ان دونوں

میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے کیونکہ پہننا اور عورت کا سوت کا تیار ہونے خاوند کے اسباب ملکیت میں سے نہیں ہیں۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر عورت خاوند ہی کی روٹی سے سوت کاٹنے والی ہے اور اس کی جینی حد ہے اور یہی خاوند کا مالک ہونے کا سبب ہے لہذا اگر عورت نذر کے وقت شوہر کی مملوکہ روٹی سے سوت کات لے تو شوہر عاقل ہو جائے گا۔ کیونکہ قصص کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اپنی عورت کے کاٹے ہوئے سوت کا کپڑا نہ پہنے گا اور عورت نے سوت کا تار اور وہ نذر کپڑا اختیار ہوا اگر وہ روٹی جس کا سوت بنائے تم کھاوے وقت شوہر کی تھی تو پہننے سے قسم ٹوٹ گئی درہنیں۔ اور اگر قسم کھائی کہ کلاں کے کاٹے ہوئے سوت کا کپڑا نہ پہنے گا اور کچھ اس کا کاٹا ہے اور کچھ دوسرے کا دونوں کو کپڑا بنوایا تو قسم نہ ٹوٹی اور اگر کل سوت ہی کا کاٹا ہوا ہے دوسرے کے کاٹے ہوئے ڈورے سے کپڑا بنایا گیا ہے تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر کھانا، آبن، شیر، دینوں میں فرق ہے لہذا اگر قسم کھائی کہ شیر دانی نہ پہنے گا تو اگر کھا پہننے سے قسم نہ ٹوٹی۔ اسی طرح قیس اور گرتے میں بھی فرق ہے لہذا ایک کی قسم کھائی اور دوسرا پہنا تو قسم ٹوٹی اگر چہ ریش میں قیس گرے تو کہتے ہیں۔ اسی طرح چلون اور چامہ میں بھی فرق ہے اگر چہ گہری می میں چلون پا چامہ کی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح بوٹ نہ پہننے کی قسم کھائی اور ہندوستانی جوتا پہننا قسم نہ ٹوٹی کس کو بوٹ نہیں کہتے۔ قسم کھائی کہ کپڑا نہیں پہنے گا یا نہیں خریدے گا تو مرد ادا تھا کپڑا ہے جس سے ستر چھپا نہیں اور اس کو جین کرنا زچہ نہ ہو سکے اس سے کم مثلاً ٹوٹی پہننے میں نہیں ٹوٹے گی اور اگر مرد بہہ نہ دھا اور وہ اتنا ہے کہ ستر اس سے چھپ سکے تو ٹوٹ گئی درہنیں۔ اسی طرح ناس یاوری یا قاتلین مہمان لینے یا خریدنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور پوچھنے سے ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر قسم کھائی کہ کرتا نہ پہنے گا اور اس صورت میں گرے تو جہنم کی طرح یا نندہ یا چارہ کی طرح اور وہ لیا تو نہیں ٹوٹی اور اگر کھائی کہ یہ گرنا نہیں چاہتا تو کسی طرح پہنے سے قسم ٹوٹ جائیگی۔ (بحوالہ فقہی، کتاب الامانیات)

زیور نہ پہننے کی قسم کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يَلْبَسُ حُلِيًّا فَلَيْسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ لَمْ يَحْثُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحُلِيٍّ عَزْلًا وَلَا شَرْعًا حَتَّى أُبَيِّحَ اسْتِعْمَالَهُ لِلرِّجَالِ وَالتَّخَمُّ بِهِ لِلْقَصْدِ الْخَفِيمِ) وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَهَبٍ حِينَئِذٍ (لَأَنَّهُ حُلِيٌّ وَلِهَذَا لَا يَحِلُّ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ) . (وَلَوْ لَيْسَ عِفَّةً لَوْ لَوْ غَيْرَ مُرْصِعٍ لَمْ يَحْثُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَ لَا يَحْثُ) لِأَنَّهُ حُلِيٌّ حَقِيقَةً حَتَّى سُمِّيَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ . وَلَهُ أَنَّهُ لَا يَتَحَلَّى بِهِ عَزْلًا إِلَّا مُرْصَعًا ، وَمَعْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْمَرْفُوفِ . وَقِيلَ هَذَا اخْتِلَافٌ عَصْرٍ وَزَمَانٍ ، وَنُقِيتُ بِقَوْلِهِمَا لِأَنَّ الْحُلِيَّ بِهِ عَلَى الْأَنْفِرَادِ مُعْتَادٌ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ زور نہ دینے کا اس کے بعد اس نے چاندی کی انگوٹھی چھنی تھی تو وہ حادثہ ہو گیا کیونکہ عربی اور شری طور پر زور نہیں ہے کیونکہ مردوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے اور مہر کے مقصد کیلئے اس کو پہننا جائز ہے اور اگر مہر سونے کی انگوٹھی چھنی تو وہ حادثہ ہو جائے گا کیونکہ یہ زور ہے اور مردوں کیلئے اس کا استعمال چار نہیں ہے اور جب حالف نے جڑے ہوئے موتی کا بار پہن لیا تو اقام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ حادثہ ہو گیا۔

صاحبین کے نزدیک دو حادث ہوا ہے کہ ایک نیکہ یہ حقیقت میں زہر ہے کیونکہ یہ قرآن میں اسکو لایا گیا ہے جبکہ عام علم طبعی کی دلیل یہ ہے کہ عرف میں بغیر ہلے موتوں کا ہار پور نہیں سمجھا جاتا اور قصوں کا دارودار عرف پر ہوتا ہے اور یہ بھی کہ گیا ہے کہ زہر اور عہد کا اختلاف ہے لہذا اس نے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ ایک نیکہ صرف موتوں کا نظیر زہر پر ہوا عرف ہے۔

شرح

علامہ مطاوع الدین مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ زہر نہیں پینے کا تو جاغری سوئے کے ہر قسم کے گھنے اور موتیوں کے جوہر کے ہمارے دوسرے کی انگوٹھی پہننے کے مشقوت ہ یگی اور جاغری کی انگوٹھی کے نہیں جبکہ ایک گیک ہواور کی تمک کی ہوتو اس سے بھی لوٹ ہ یگی اس طرح اگر اسے کایع ہوتو تو جاگیں۔ (درمختار کتاب الایمان)

علاء مہدی نے انجیل مصری غلطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ قسم کھائی کہ سوتا چاندی نہیں خریدے دیگا اور ان کے برتن یا زبور خریدے تو قسم ٹوٹ گئی اور وہ یہی اثر فری خریدے تو نہیں کہ ان کے خریدے نہ خوف میں سوتا چاندی خریدے نہیں کہتے۔ اسی طرح قسم کھائی کہ تانا نہیں خریدے گا اور یہی سول لیے نہیں ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ کھڑے خریدے گا اور یہی سول میں کھولے دے گا کبھی میں تو نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر ایٹا نہ تھختہ، کڑی وغیرہ نہ خریدے نہ قسم کھائی اور مکان خریدے، جس میں یہ سب چیزیں ہیں تو نہیں ٹوٹی۔ قسم کھائی کہ گوشت نہیں خریدے گا اور زندہ بکری خریدی یا قسم کھائی کہ دودھ نہیں خریدے گا اور بکری وغیرہ کوئی گاؤں خریدے جس کے صحن میں دودھ ہے تو نہیں ٹوٹی۔ (جبرائیل، کتاب الامان)

بستر پر نہ سونے کی قسم کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَبَاءُ عَلَى فِرَاشٍ فَنَامَ عَلَيْهِ وَقُوَّةُ فِرَاسٍ حَيْثُ) لِأَنَّهُ نَحَى الْفِرَاسَ فَيُعَدُّ
 (وَأَنْ جَعَلَ قُوَّةُ فِرَاسًا آخَرَ فَنَامَ عَلَيْهِ لَا يَبْعَثُ) لِأَنَّ مِثْلَ الشَّيْءِ لَا يَكُونُ
 بَيْنَهُمَا لَقَعْلَمَ النَّسْبَةِ عَنِ الْأَوَّلِ.

ترجمہ

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ بسترِ مرثیہ سوئے گا۔ اس کے بعد وہ ایسے بستر پر سو گیا جس پر چادر بڑی ہوئی تھی تو وہ حادثہ

ہو جائے گا کیونکہ چادر اس فرخاش کے تابع ہے اس کو فرخاش پر سوا ہوا سمجھا جائے گا اور اگر اس بستر پر کوئی دوسرا بستر ڈال دیا گیا ہے اور پھر حائف اس پر جا کر سو گیا ہے تو وہ حادثہ ہوگا کیونکہ کسی چیز کی مثل اس کے تابع نہیں ہوتی جس پہلے سے نسبت قائم ہو جائے گی۔

شرح

علاوہ ان مجسم مصری حلقی علیہ الرحمہ کیلئے ہیں۔ کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اس بچھوے پر نہیں سونے گا اور اس پر بددعا بچھوٹا اور بددعا بچھوٹا اور اس پر سو یا تو قسم نہیں لوٹی اور اگر صرف چار در بچھوٹی تو ٹوٹ گئی۔ چنانچہ اس پر نہ سونے کا قسم کھائی کسی اس پر دوسری چٹائی بچھ کر سو تو قسمیں لوٹی اور اگر یوں کہا تھا کہ بچھوئے پر نہیں سونے گا تو اگر چاس پر بددعا بچھوٹا بچھ دیا ہو تو جاسے گی، (بحوالہ ارقی کتاب الامان)

زمین پر نہ بیٹھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَجْلِسُ عَلَى الْأَرْضِ فَجَلَسَ عَلَى بَسَاطٍ أَوْ حَصِيرٍ لَمْ يَحْنُثْ) لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى جَالِسًا عَلَى الْأَرْضِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا خَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ رِبَاسُهُ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ فَلَا يَغْتَبِرُ خَائِلًا (وَإِنْ خَلَفَ لَا يَجْلِسُ عَلَى سَرِيرٍ فَجَلَسَ عَلَى سَرِيرٍ قُوَّةً بِسَاطٍ أَوْ حَصِيرٍ حَيْثُ) لِأَنَّهُ يُعَدُّ جَالِسًا عَلَيْهِ، وَالْجُلُوسُ عَلَى السَّرِيرِ فِي الْعَادَةِ كَذَلِكَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا جَعَلَ قُوَّةً سَرِيرًا آخِرَ لِأَنَّهُ يَبْلُ الْأَوَّلَ قَطْعَ النَّسَبَةِ عَنْهُ.

تہجہ

اور اگر اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ زمین پر نہ بیٹھے گا اس کے بعد وہ ٹاٹ یا چٹائی پر بیٹھ گیا تو وہ حادثہ نہ ہوگا کیونکہ اس کو زمین پر بیٹھنا نہیں کہتے۔ یہ خود اس کے کہ جب اس حائف اور زمین کے درمیان لباس حائل ہو کیونکہ لباس اس کے تابع ہے پس اس کو حائل نہ سمجھا جائے گا اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ تختہ پر نہ بیٹھے گا اس کے بعد وہ آگے بڑھنے کی بجائے ٹاٹ یا چٹائی پر بیٹھ جائے گا کیونکہ اس کو تختہ پر بیٹھنا سمجھا جائے گا اور تختہ پر بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے یہ خلاف اس کے کہ جب تختہ پر کوئی دوسرا تختہ ڈال دے گی کیونکہ اب یہ پہلے ہی کی طرح ہو جائے گا اور پہلے تختہ سے تعلق قائم ہو نہ سکے گا۔

شرح

طاہر ابن معمر مصری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ قسم کھانی کہ زمین پر نہیں بیٹھے گا اور زمین پر کوئی چیز بھی کر دینا مثلاً اعتد یا ہجرا یا کھونا یا چٹائی تو قسم نہیں لوٹی۔ اور اگر بغیر بیٹھے ہوئے بیٹھا کہے کہ اگر پکڑا اپنے ہوئے ہے جس کی وجہ سے اس کا بدن زمین سے نہ لگے تو قسم لوٹ لی اور اگر پکڑے اور انکار خود اس پکڑے پر بیٹھا تو نہیں لوٹے کہ اسے زمین پر بیٹھنا نہ کہیں گے اور اگر گھس کر پر بیٹھا تو نہیں

ٹوٹی جبکہ زیادہ ہو۔ (بخاری، کتاب الایمان)

قسم کھائی کہ اس تخت پر نہیں بیٹھے گا اور اس پر دوسرا تخت بچھالیا تو نہیں ٹوٹی اور چھوٹا یا بور یا بچھا کر بیٹھ تو ٹوٹ گئی۔ ہاں اگر یوں کہا کہ اس تخت کے تختوں پر نہ بیٹھے گا تو اس پر بچھا کر بیٹھنے سے نہیں ٹوٹے گی۔ قسم کھائی کہ زمین پر نہیں چلے گا تو جو تے یا موزے پہن کر یا پتھر پر چلنے سے ٹوٹ جائیگی اور چھوٹے پر چلنے سے نہیں۔ قسم کھائی کہ فلاں کے کپڑے یا بچھونے پر نہیں سونے گا اور بدلتا کا زیادہ حصہ اس پر کر کے سو گیا ٹوٹ گئی۔ (در مختار، کتاب الایمان)

بَابُ الْقَوْلِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ

﴿یہ باب قتل و ضرب وغیرہ میں قسم کے بیان میں ہے﴾

باب قتل و ضرب کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف عیہ الرحمہ نے الہاس ثوب وغیرہ کے باب کے بعد باب یحیی ضرب و قتل کا بیان کیا ہے اس کا ایک سبب تاخیر یہ ہے کہ اس قسم کی یمین کا وقوع بہت کم ہوتا ہے اور دوسرا سبب یہ ہے اس قسم کی یمین کو عرف بھی پسند نہیں کرتا لہذا اقلیت وقوع کے سبب اور نادریت کے سبب اس باب کو نو تحریر کیا گیا ہے۔

مارنے سے متعلق قسم کا فقہی بیان

علامہ ابن قیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جو فعل ایسا ہے کہ اس میں مردہ و زندہ دونوں شریک ہیں یعنی دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے تو اس میں زندگی و موت دونوں حالتوں میں قسم کا اعتبار ہے جیسے نہلا نا کر نہلا نا کو بھی نہلا سکتے ہیں اور مردہ کو بھی۔ اور جو فعل ایسا ہے کہ زندگی کے ساتھ خاص ہے اس میں خاص زندگی کی حالت کا اعتبار ہوگا مرگے کے بعد کرنے سے قسم ٹوٹ جائیگی جتنی جبکہ اس فعل کے کرنے کی قسم کھائی۔ اور اگر نہ کرنے کی قسم کھائی اور مرنے کے بعد وہ فعل کیا تو نہیں ٹوٹے گی۔ جیسے وہ فعل جس سے لذت یا رنج یا خوشی ہوتی ہے کہ ظاہر میں یہ زندگی کے ساتھ خاص ہیں اگرچہ شرعاً مردہ بھی بعض چیزوں سے لذت پاتا ہے اور اسے بھی رنج و خوشی ہوتی ہے مگر ظاہر میں نگاہیں اس کے اور اک سے قاصر ہیں اور قسم کا ہمارا حقیقت شریعہ پر نہیں بلکہ عرف پر ہے لہذا ایسے افعال میں خاص زندگی کی حالت معتبر ہے۔ اس قاعدہ کے متعلق جہل میں سنو: مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کو نہیں نہلائے گا یہ نہیں اٹھائے گا یا کپڑا نہیں پہنائے گا اور مرنے کے بعد اسے غسل دیا یا اس کا جنازہ اٹھایا یا اسے کفن پہنایا تو قسم ٹوٹ گئی کہ یہ فعل اس کی زندگی کے ساتھ خاص نہ تھے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو مار دوں گا یا اس سے کلام کروں گا یا اس کی طاقت کو جاؤں گا یا اسے پیار کروں گا اور یہ افعال اس کے مرنے کے بعد کیے یعنی اُسے مارا یا اس سے کلام کیا یا اس کے جنازہ اور قبر پر گیا یا اُسے پیار کیا تو قسم ٹوٹ گئی کہ سب وہ ان افعال کا عمل نہ رہا۔ قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہیں مارے گا اور اس کے بال کچڑ کھیچے یا اس کا گائیکوٹ دیا یا دانت سے کاٹ لیا یا جھکی لی اگر یہ افعال غصہ میں ہوئے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر غمی میں ایسا ہوا تو نہیں۔ اسی طرح اگر دل میں غمی مرد کا سر عورت کے سر سے لگا اور عورت کا سر ٹوٹ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (بخاری، کتاب الایمان)

غلام کی آزادی کو مارنے سے متعلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَخِي إِذَا مَرَّ بِكَ فَعَبْدِي مَوْفَاتٍ فَضَرْبُهُ فَهُوَ عَلَى الْحَيَاةِ لَا عَلَى الضَّرْبِ)

اِسْمَ لِفَعْلٍ مُؤَنٍّ بِتَصْلٍ بِالْأَنِّ ، وَالْإِبْلَامُ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ ، وَمَنْ يَعْدَبُ فِي الْقَبْرِ
تَوْضِعُ فِيهِ الْحَيَاةُ فِي قَوْلِ الْعَامَّةِ وَكَذَلِكَ الْكُسُوفُ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِكُ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ ،
وَمِنْهُ الْكُسُوفُ فِي الْكُفَّارَةِ وَهُوَ مِنَ الْمَيِّتِ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا أَنْ يَتَوَيَّ بِه السَّعَرُ ، وَقِيلَ
بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ إِلَى النَّاسِ (وَكَذَا الْكَلَامُ وَاللُّغُورُ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْكَلَامِ
الِإِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يَنْبَالِيهِ ، وَالْمُرَادُ مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهِ زِيَارَتُهُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ يُرَادُ قَبْرُهُ لَا
هُوَ ، (وَلَوْ قَالَ : إِنْ عَسَلْتُمْ لَكُمْ قَبْرِي خَرُّ قَمِيصَةٍ بَعْدَ مَا مَاتَ يَحْتَسِبُ) لِأَنَّ الْقَبِيلَ هُوَ
الِإِسَاءَةُ وَمَعْنَاهُ التَّطْيِيرُ وَيَتَحَقَّقُ ذَلِكَ فِي الْمَيِّتِ .

ترجمہ

اور جس شخص نے کہا کہ اگر میں تم کو ماروں تو میرا عدم آزاد ہے تو اس کی یہ قسم زندگی سے متعلق ہوگی کیونکہ ضرب اس تکلیف
والے فعل کا نام ہے جو قسم کو کئے جبکہ میت کے حق میں تکلیف ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اگر کفر و
کفر کے ایک اس میں زندگی کا اظہار کیا گیا ہے اور کپڑا پہنانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ مطلق طور پر کسوہ سے مراد نامک ہوتا ہے اور
کفہر سے والا کپڑا بھی ایسی ہے اور کفار سے میں کپڑا دیتا میت کے حق میں ثابت نہیں ہوتا البتہ جب حائف اس سے پردہ پوشی
کرنے کا ارادہ کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے فارسی میں لباس کی طرف لوٹنے والا ہوگا اور کلام کرنے اور درجوں ہونے کا بھی یہی حکم ہے۔
کیونکہ کلام سے سمجھنا مقصود ہے جبکہ موت اس کے خلاف ہے اور کسی پر داخل ہونے سے اس کا پردہ مقصود ہے اور موت کے بعد
اس کی قربی زیارت کی جاتی ہے اس شخص کی زیارت نہیں کی جاتی۔

اور جب حائف نے کہا کہ اگر میں تجھے قتل دوں تو میرا عدم آزاد ہے اس کے بعد حائف نے مخلوف علیہ کی موت کے بعد اس
کو قتل دیا تو وہ حادث ہو جائے گا کیونکہ قتل کا معنی پانی بہانے کا مطلب ہے پاک کرنا اور میت میں یہ معنی ثابت نہ ہوگا
شرح

امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا
اگر میں تجھے ماروں تو میرا عدم آزاد ہے دوسرے نے کوفت ہونے کے بعد اس نے اسے مارا (جو قسم نہ ٹوٹے گی) یوں ہی لباس
کلام یا دخولی دار کی قسم کہتی ہو تو وہ بھی فوت ہونے کے بعد گرا دروازی پر نہ ٹوٹے گی کہ ان قسموں کا تحقق زندہ سے ہوتا ہے۔

(جامع الصغیر ، باب الیمن فی القتل والضرر ، مطبع بوسلی لکھنؤ)

وہ اس کی یہ ہے کہ ہائے یمنین حرف پر ہے اور حرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود و معلوم نہیں ہوتا، نہ بعد موت کلام
معدوم کو کہتے ہیں کہ اگر میت سے ہاتھیں کر رہا ہے اگرچہ حقیقہً شرعاً کلام و صام ہے جیسے قسم کہنے والے والا کہ گوشت نہ کھنے کا مجھلی

کہانے سے نہ نہ ہوگا اگرچہ حقیقہً شرعاً گوشت اس پر بھی مباح تھا، قال اللہ تعالیٰ لَأَكُلُوْا مِنْهُ لِحِمَاتِهِ ، واللہ تعالیٰ نے
فرمایا : تم رہو اسے تازہ گوشت کھاؤ سب لہذا قسم کھانی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا، بیچ و تھیل کی، نہ نہ ہوگا، حاراً کہ حقیقہً
شرعاً یہی کلام ہے۔

کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ لَا يَضُرُّ امْرَأَتَهُ لَمَّا شَفَوَهَا أَوْ خَفَّهَا أَوْ عَصَهَا حَيْثُ) لِأَنَّهُ اِسْمٌ لِفَعْلٍ
مُؤَنٍّ وَقَدْ تَحَقَّقَ الْإِبْلَامُ ، (وَقِيلَ لَا يَحْتَسِبُ فِي حِمَالِ الْمُلَاعَبَةِ) لِأَنَّهُ يُسَمَّى مُمَارَاةً لَا
حَرَمًا

(وَمَنْ قَالَ : إِنْ لَمْ أَقْتُلْ فَلَانًا فَاَمْرَأَتَهُ عَالِيًا وَقَلَانَ مَيِّتٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ حَيْثُ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ
يَجْمَعُ عَلَى حَيَاةٍ يُخَذُّهَا اللَّهُ فِيهِ وَهُوَ مُتَّصِفٌ بِمَيِّتٍ لَمَّا يَحْتَسِبُ لِنَعْبُورِ الْعَادِي (لِإِنْ لَمْ
يَعْلَمْ بِهِ لَا يَحْتَسِبُ) لِأَنَّهُ عَقْدٌ يَجْمَعُ عَلَى حَيَاةٍ كَانَتْ فِيهِ وَلَا تُتَّصَرَفُ قَبِيصٌ لِقِيَّاسٍ
مَسْأَلَةُ الْكُوزِ عَلَى الْإِخْلَافِ ، وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ الْمَسْأَلَةِ تَفْصِيلُ الْعِلْمِ وَهُوَ الصَّوْحُحُ

ترجمہ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی بیوی نہ مارے گا اس کے بعد اس نے اس سے مرے کے ہال سمجھ لیے اس کا گھر دیا یا اس کو
رونت سے دیا یا تو وہ حادث ہو جائے گا کیونکہ یہ کام تکلیف دینے والا ہے اور ان تمام میں درد دیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مذاق
کی حالت میں حائف نہ نہ ہوگا کیونکہ اس کو دل کی کہا جائے گا یا مارا نہیں کہا جائے گا۔ اور جس شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں شخص کو
قتل نہ کروں تو میری بیوی مطلقہ ہے اور وہ فلاں شخص مخلوف علیہ مرد ہے اور حائف کو اس کا علم بھی ہے تو وہ حادث ہو جائے گا کیونکہ
حائف نے اپنی قسم کو ایسی زعمی پر مشفق کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اس مرد سے میں پیدا کرے گا پس قسم منعقد ہو جائے گی۔ اس کے بعد
حائف نے یہی طور پر حائف ہو جائے گا کیونکہ حرف میں اس سے عجزاً بت ہے جو مخلوف علیہ میں ہے حالانکہ وہ تصور نہیں ہے بلکہ یہ بھی
بیانے والے مختلف فیستے پر قیاس کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں علم کی عدم تفصیل کے سبب صحیح بھی ہے۔

شرح

اگر کسی نے منہ پر قسم کھائی مثلاً کہا میں والدین سے بات نہ کروں گا یا فلاں کو قتل نہ کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جیت کرے
(یعنی قسم توڑے) اور کفار و دے کیونکہ یہ کفار اس گناہ کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ (رد المحتار کتاب الاحکام)

جَمِيعُهُ (لَا تَكُ الشَّرْطُ قَبْضُ الْكُلِّ وَلَكِنَّهُ يَوْضُفُ التَّفْرِيقَ ، أَلَا يُرَى أَنَّ أَصَابَ الْقَبْضِ
إِلَى ذَيْنِ مَعْرُوفٍ مُضَافٌ إِلَيْهِ فَيَنْصَرِفُ إِلَى كُلِّهِ فَلَا يَحْتَسِبُ إِلَّا بِهِ) فَإِنْ قَبْضُ ذَيْنِ لِي
وَزَيْنٍ لَمْ يَتَسَاعَلْ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِعَمَلِ الْوِزْنِ لَمْ يَحْتَسِبْ ذَلِكَ بِتَفْرِيقٍ) لِأَنَّهُ لَقَدْ
يَتَعَدَّرُ قَبْضُ الْكُلِّ ذَلْفَةً وَاحِدَةً عَادَةً فَيَصِيرُ هَذَا الْقَدْرُ مُسْتَسْنًى مِنْهُ

ترجمہ

اور جس نے یہ حکم اٹھائی کہ وہ اپنے قرض پر کچھ کچھ قبضہ کرے گا اس کے بعد اس نے کچھ قرض پر قبضہ کر لیا تو وہ حادث نہوا
یہاں تک کہ جب وہ قرضوں سے ٹھوڑے قرض پر قبضہ کر کے پورے قرض پر قبضہ کر لے۔ کیونکہ پورے قرض پر قبضہ تو خود اس کے قبضہ
کرنا شرط تھا۔ کیا آپ غور فرمائیں کہ اسے کدے کدے کے قرض کی طرف قبضے کو مضاف کیا ہے جو معروف ہے۔ اور وہ اس طرف
مضاف ہے پس یہ حکم پورے قرض کی طرف مضاف ہو جائے گا۔ اور پورے قرض کو تفریق طور پر قبضہ کیے بغیر ہر الف حادث نہوا۔
اس کے بعد جب اس نے وہ بار وزن کر کے اپنے قرض وصول کیا اور دونوں اوزان میں سے صرف پہلے وزن کے عمل میں
مصرف رہا تو وہ حادث نہوا۔ کیونکہ اس طرح تفریق طور پر لینا نہیں پایا گیا کیونکہ دست کے مطابق ایک بار عمل قرض پر قبضہ
ناگن ہے ہر تفریق کی یہ مقدار اس سے مستثنیٰ ہو جائے گی۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل سابقہ ایجاب میں گزر چکی ہے کہ اضافت کل قرض کی جانب قحی کہ حالف نے بعض کے قبضہ سے حلفہ
کنارہ کشی کی اور لہذا وہ حادث ہوئے والا نہ ہوگا۔

طلاق زوجہ کو عین تعدد اور ہم سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ : إِنْ كَانَ لِي إِلَّا مَائَةٌ ذَهَبٍ فَأَمَرْتُهُ طَائِفًا فَلَا يَمْلِكُ إِلَّا خَمْسِينَ ذَهَبًا لَمْ
يَحْتَسِبْ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ عَرَفًا نَفَى مَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَلَئِنْ اسْتِثْنَاءُ الْمِائَةِ اسْتِثْنَاءُ مَا
بِجَمِيعِ أَجْزَائِهَا (وَكَذَلِكَ لَوْ كَانَ غَيْرَ مِائَةٍ أَوْ يَسْوَى مِائَةٍ) لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ أَذْفُ
إِلَّا اسْتِثْنَاءً .

ترجمہ

اور جس شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس سو درہم کے سوا کچھ بھی درہم ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا
درہم کا ہی ایک ٹکڑا خود حادث نہوا۔ کیونکہ بطور عرف اس سے سو درہم سے زیادہ کی کئی مقصود ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس

استثناء کے سارے حصوں کا استثناء ہے اور یہ ایسے ہی ہو جائے گا جس طرح اس نے غیر ماہ کا یا سو ماہ کہا ہے کیونکہ تمام
حرف استثناء ہیں۔

استثناء کی تحریف

استثناء کا لغوی معنی کسی چیز کو الگ کرنا ہے، جبکہ اصطلاح میں حرف استثناء کے ساتھ کسی کو ماقبل کے حکم سے نکال دینا استثناء
کہا جاتا ہے۔ جیسے بجاء کسی القوم إلا ذلک (جسے پاس قوم آئی سوائے ذلک کے) اس مثال میں ذیل کو حرف استثناء الا کے
ذیلے ماقبل کے حکم سے خارج کیا گیا ہے۔ جس کو خارج کیا جائے اس کو مستثنیٰ اور جس سے خارج کیا جائے اس کو مستثنیٰ منہ اور حرف
جس کے ذریعے استثناء کیا جائے اس کو حرف استثناء کہتے ہیں۔ جیسے کہ نہوا بالا مثال میں القوم مستثنیٰ منہ اور نہوا مستثنیٰ اور الا
حرف استثناء ہے۔

حروف استثناء

حروف استثناء گیارہ ہیں۔ رَأَى . غَبَرَ . يَوْمَى . يَوْمَاءَ . خَلَا . مَخْلًا . عَدَا .
عَدَا . حَافَا . كَيْسَ . لَا يَكُونُ .

مستثنیٰ کی اقسام: مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں ۔

(۱)۔ مستثنیٰ متصل ۔ (۲)۔ مستثنیٰ منقطع

مستثنیٰ متصل کی تحریف

مستثنیٰ متصل اسے کہتے ہیں جو مستثنیٰ منہ کے حکم میں داخل ہو لیکن حرف استثناء یکذریعے اسے نکال دیا گیا ہو۔ جیسے بجاء
القوم إلا ذلک، ذلک قوم کے حکم میں داخل تھا لیکن الا حرف استثناء کے ذریعے اس کو نکال دیا گیا۔

مستثنیٰ منقطع کی تحریف

مستثنیٰ منقطع اسے کہتے ہیں جو مستثنیٰ منہ کے حکم میں داخل نہ ہو۔ جیسے بجاء القوم إلا جماعاً، اس مثال میں جماعاً مستثنیٰ
ہے جو کہ مستثنیٰ منہ القوم کے حکم میں داخل نہیں۔

جس کلام میں استثناء ہو اسکی دو قسمیں ہیں:

کلام موجب ۔ کلام غیر موجب

کلام موجب

جس میں کئی، کئی یا استہتمام نہ لایا جائے۔ جیسے بجاء القوم إلا ذلک۔

کلام غیر موجب

جس میں ٹی، ٹی یا استفہام ہو۔ جیسے مَا جَاءَ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا۔

مستثنیٰ کا اعراب

مستثنیٰ کے اعراب کی چار صورتیں ہیں۔ منصوب یا مائل کے مطابق۔ عامل کے مطابق۔ مجرد
منصوب: جب مستثنیٰ اللہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو، جیسے جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا۔ جب مستثنیٰ، مستثنیٰ مد سے پہلے
اور کلام غیر موجب میں واقع ہو، جیسے مَا جَاءَ نَبِيٌّ إِلَّا زَيْدًا أَخَذَ۔ جب مستثنیٰ منقطع ہو، جیسے جَاءَ الْقَوْمُ إِلَّا حَاجِرًا۔
جب مستثنیٰ ماعلاً، مانعاً، لیس یا لا یکنون کے بعد واقع ہو، جیسے جَاءَ الْقَوْمُ مَاعِلًا زَيْدًا۔ جب مستثنیٰ بخلاف
عقد کے بعد واقع ہو یا کلام کے مذہب پر منصوب ہوگا، جیسے جَاءَ الْقَوْمُ عِدًا زَيْدًا۔

مستثنیٰ منصوب یا مائل کے مطابق

جب مستثنیٰ کلام غیر موجب میں اللہ کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منقطع ہو اور مقدم ہو تو دو طرح سے پڑھنا درست ہے منصوب
اور مائل کے مطابق، جیسے مَا تَمَرَّتْ الْأَشْجَارُ إِلَّا حَشْرًا، حَشْرًا درخت چل نہیں لائے سوائے ایک درخت کے)۔
عامل کے مطابق:

جب مستثنیٰ مفرغ ہو (یعنی مستثنیٰ منقطع نہ ہو) اور کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس صورت میں اس کا اعراب عامل کے
مطابق ہوگا، جیسے مَا جَاءَ نَبِيٌّ إِلَّا زَيْدًا۔

مجرد:

جب مستثنیٰ لفظ غَیْر، یسوی، سوائے کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ کو مجرد پڑھیں گے۔ اور اگر کثیر یوں کے
نزدیک حساس کے بعد بھی مجرد پڑھیں گے۔ جیسے جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ غَیْرَ زَيْدٍ، جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ
یسوی زَيْدٍ، جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ سِوَا زَيْدٍ، جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ حَاشَا زَيْدٍ۔

غیر کے اعراب

لفظ حَشْرَہ کا اعراب اللہ کے بعد واقع ہونے والے مستثنیٰ کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ غَیْرَ
زَيْدٍ تو کیب:

جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا

جَاءَ۔ فعل، نون و قایہ کی ضمیر شکم مفعول بہ، الْقَوْمُ مستثنیٰ منہ، إِلَّا حرف استثناء، زَيْدًا مستثنیٰ۔ مستثنیٰ

مزا پہنچنے سے ملکر جَاءَ فعل کو فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ۔

ایمانہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَإِذَا حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ أَبَدًا) لِأَنَّهُ نَفَسِيَ الْفِعْلَ مُطْلَقًا فَعَمَّ الْإِمْتِنَاعَ ضَرُورَةً
عُمُومِ النَّفْيِ (وَإِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَ كَذَا لَفَعْلُهُ مَرَّةً وَاحِدَةً بَرَأَ يَمِينِهِ) لِأَنَّ الْمُنْتَرَمَ
يَفْعَلُ وَاحِدًا غَيْرَ عَيْنٍ، إِذِ الْمَقَامُ مَقَامُ الْإِنْجَابِ فَيُسَبَّرُ بِأَيِّ فِعْلٍ فَعَلَهُ، وَإِنَّمَا يَحْثُ بِوُقُوعِ
الْيَأْسِ عَنْهُ وَذَلِكَ بِمَرَّتِهِ أَوْ يَفُوتِ مَحَلَّ الْفِعْلِ۔

ترجمہ

اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایمانہ نہ کرے گا تو اس کو ہمیشہ کیسے چھوڑ دے کیونکہ اس نے مطلق طور پر عام کی نفی کی ہے پس
عموم نفی کی ضرورت میں ممانعت بھی عام ہوگی۔ اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ضروری طرح کرے گا اور پھر اس نے ایک بار
ایہ کر لیا تو وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔ کیونکہ جو چیز اس نے لازم کی ہے وہ غیر ممکن طور پر ایک مرتبہ کرنا ہے کیونکہ یہ مقام اثبات کا مقام
ہے۔ پس وہ جو بھی کام کرے گا وہ سچا ہو جائے گا۔ اور وہ اس کام کے کرنے سے بے امید ہونے کے وقت حائل ہو جائے گا اور اس
کی بنا اُمید کی یا موت سے ثابت ہوگی یا پھر محل کے فوت ہو جائے گا سب ثابت ہو جائے گی۔

عموم نفی کی ضرورت میں ممانعت بھی عام ہوگی۔ قاعدہ تھیبہ

قسم قرض اور کفالت کی بناء سے مفید ہوگی کیونکہ اس کا زبانی تب تصور ہو سکتی ہے جس کا اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت
قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور اسی طرح خاندان سے یومی سے کہا کہ قیومی کی اجازت کے بغیر نہ لنگھ کی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود
سے مفید ہوگی، اس کے برخلاف اگر خاندان یومی کے کہ قیومی کی اجازت کے بغیر نہ لنگھ کی تو اس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ
سے یہ قسم زوجیت کی بناء سے مفید نہ ہوگی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اس کا زبانی تب تصور ہو سکتی ہے جس کا اس کو روکنے کی ولایت ہے لیسے بھی، اور یوں اسی لفظ عام کے بارے
میں اجازت سے مفید قسم اور غیر مفید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی یومی کو کہا کہ جس صورت سے تیری
اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس صورت کو طلاق ہوگی، اس کے بعد اس نے اپنی یومی کو پانہ یا غفلت طلاق دے دی پھر کسی صورت
سے مکمل مفید یومی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس صورت کو طلاق ہو جائے گی اور یہ قسم پانہ سے زوجیت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ
نکاح کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں ہوتی (لہذا قسم میں مذکور اجازت کیلئے ولایت کی اجازت ضروری نہیں) لہذا
نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہوگی۔ (فتح القدیر، کتاب الایمان)

والی کا جاسوسی کیلئے قسم دینے کا بیان

(وَإِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا لِيُخْلِعَهُ بِكُلِّ دَاعِيٍ دَخَلَ الْبَلَدَ فَهَذَا عَلَى حَالٍ وَلَا يَتَّبِعُهُ

ہیں یہ مقدمہ جائینا سے فعل کا قافضہ کرنے والا ہے۔

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ریمان نہ سونگھے گا اس کے بعد اس نے گلاب یا یا سین کا پھول سونگھ لیا تو وہ حادث نہ ہوگا۔ کیونکہ ریمان اس چیز کا نام ہے جس میں حزن ہو جبکہ گلاب اور یا سین میں حزن ہوتا ہے۔

شرح

ہر قسم کی تسلیم شرط نہیں ہوتی کیونکہ تسلیم صرف فرائض و واجبات میں شرط ہوتی ہے جس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کا مسئلہ ہے کہ جس میں تسلیم کو کر کے قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ معاملات کا تعلق اور ہدایہ میں تسلیم شرط نہیں ہو کر رہتی پس یہ قول کرنے والا مذہبی کے جب مخالف اپنی قسم میں چاہے۔

گل ہدف کو خریدنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَ لَا يَشْتَرِي بِنَفْسِهِ وَلَا يَبْتَاعُ لَهُ فُتُوهُ عَلَى ذَهَبِهِ) غَيْرَ زَا لَلْغُوفِ وَلِهَذَا يُسَمَّى بِذَلِكَ بَالِغَ الْبُفْسِ وَالشَّرَاءِ يُنْبِئُ عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي غُرُفَاتِهِ يَقَعُ عَلَى الْوَرَقِ (وَإِنْ خَلَفَ عَلَى الْوَرْدِ فَالْيَقِينُ عَلَى الْوَرَقِ) لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِيهِ وَالْعُرْثُ مَقْرُونَةٌ لَهُ، وَفِي الْبُفْسِ قَاضٍ عَلَيْهِ.

ترجمہ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ گل ہدف کو خریدے گا اور اس نے اس کی نیت بھی نہ کی تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی یہ قسم رد نہیں ہدف سے منتقل ہو جائے گی کیونکہ رد نہیں ہدف فروخت کرنے والے کو باطل قطع کہتے ہیں اور شرائع پر ہی مبنی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہمارے عرف میں یہ قسم ہدف کے پھول سے منتقل ہوگی۔ اور جب کسی نے ورد کی قسم اٹھائی تو قسم کی پتی پر واقع ہو جائے گی کیونکہ ورد کا لفظ پتوں کیسے حقیقت ہے اور عرف بھی اسی معنی کو ثابت کرتا ہے اور ہدف میں عرف اسی فیصلہ کرنے والا ہے۔

شرح

اس میں عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ پھولوں کی خوشبو جہاں پھول سے نکلتی ہے وہاں ان کے عرف کا اعتبار ہوگا اور جہاں ان کی اصل یعنی بیج کی خوشبو اور جہاں پھل سے نکلتی جاتی ہے وہاں اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اس وقت وہ محوئے ہے پر سوار تھے، اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے، آپ نے فرمایا خبردار اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ جس شخص کو قسم کھانا ہے تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (صحیح بخاری، جلد سوم: حدیث نمبر 1567)

خَاصَّةً (لَآئِ الْمَقْصُودِ مِنْهُ دَفْعُ ضَرِّهِ أَوْ ضَرِّ غَيْرِهِ بِزَجَرِهِ فَلَا يُفِيدُ قَابِلَتَهُ بَعْدَ زَوَالِ سُلْطَانِهِ، وَالزَّوَالُ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْعَزْلِ إِلَى ظَاهِرِ الزَّوَالَةِ

ترجمہ

جب دوائے ایک شخص کو قسم دی کہ تو مجھے شہر میں کسی فساد کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا تو یہ قسم اس دوائی کی ولایت کے زمانے سے شخص ہوگی کیونکہ دوائی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شہر کو سزا دے کہ شر کا خاتمہ کرے، لہذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور وہ زوال موت کے ساتھ ہوگا اور اسی طرح عزل کے ساتھ بھی ہوگا تاہم ولایت کے مطابق اس طرح ہے۔

شرح

علامہ ابن امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہوتا ولایت حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شہر کو سزا دے کہ اس کے باغیر کے شر کو ختم کرے جبکہ یہ مقصد اس دوائی کی ولایت سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہو رہا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الایمان، ج ۳، ص ۳۶۸، بیروت)

اپنا غلام بدیہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ خَلَفَ أَنْ يَهَبَ عَبْدَهُ لِفُلَانٍ فَلَهُهُ وَلَمْ يَقْبَلْ بَرٌّ لِي يَوْمِيهِ) خِلَافًا لِمَنْ قَوْلُهُ لِيَنْتَفِعَ بِغَيْرِهِ بِالْيَقِينِ لِأَنَّهُ تَمْلِكُ مِنْهُ. وَلَوْ أَنَّ أَتَى عَقْدَ بَيْعٍ لَفُتِحَ بِالْمَبْرُوعِ وَلِهَذَا يُقَالُ وَهَبَ وَلَمْ يَقْبَلْ. وَلَآئِ الْمَقْصُودُ أَهْطَارُ السَّامِعَةِ وَذَلِكَ بِمَنْ يَهَبُ، أَمَّا الْبَيْعُ فَمُعَاوَضَةٌ فَالْقَضَى الْفِعْلُ مِنَ الْجَابِئِينَ (وَمَنْ خَلَفَ لَا يَسْمُ رَحْمَانًا فَشَمٌ وَزَدًا أَوْ يَأْسِمُنَا لَا يَحْتُ) لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا لَا سَاقَ لَهُ وَلَهُمَا سَاقٌ

ترجمہ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ غلام کو اپنا غلام بہہ کر دے گا تو اس نے وہ غلام فلاں کو بدیہ کر دیا لیکن فلاں نے اس کو قبول نہ کیا تو مخالف اپنی قسم میں چاہا ہو جائے گا۔ امام زفر علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ اس کو بیع پر قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی طرح بہیہ بھی تسلیم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بہیہ عقد بیع ہے لہذا یہ جہر کی طرف سے تام ہو جائے گا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ایک نے بہیہ کیا لیکن دوسرے نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ بہیہ کا مقصد بخشش کا اعتبار ہے اور یہ البتہ بہرہ کرنے سے مکمل ہو جائے گا۔ البتہ بیع عقد معاوضہ

کتاب الحدود

﴿یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے﴾

کتاب حدود کی لغتی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف علیہ الرحمہ جب کتاب الایمان اور ان کے کفار سے فارغ ہوئے ہیں۔ اور کفارہ چنگ چکادہات و عقوبت کے درمیان پھرنے والے۔ (لہذا، ہمائل بیان کردہ قسم اور اس کے کفارہ کے بعد مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب حدود کا بیان شروع کیا ہے کیونکہ اس کی کفارہ سے مطابقت واضح ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک طرح سزا ہے۔ اور ان میں کفارہ کے کاغذ ہیں اور اس کے بعد کردہ حدود اللہ میں سزاؤں کا قیاس ہے)۔ (غنیہ شرح ہدایہ، ص ۱۲۸، بیروت)

کتاب الایمان میں قسم کا کفارہ بھی ایک قسم کے حکم کا لازم ہوتا ہے اور قسم کے کفارہ سے منجائے سب ایک طرح سزاؤں کا ہے۔ لہذا اسی کی منہ سبت و موافقت کے سبب کتاب الحدود کو اس کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ جنایات کبیرہ کے بارے میں بیان کردہ شرعی سزاؤں اور حدود کو بیان کیا جائے۔

حد کے معانی و مقاصد کا بیان

قَالَ: الْحَدُّ لَعْنَةٌ هُوَ الْمَنْعُ، وَمِنْهُ الْحُدُودُ لِلنَّوَابِ، وَفِي الشَّرْعِيَّةِ: هُوَ الْعُقُوبَةُ الْمُقَدَّرَةُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى حَتَّى لَا يَسْتَمْسِكَ الْفَضَّاصُ حَدًّا لِأَنَّهُ حَقٌّ أَعْيَدَ وَكَانَ التَّعْزِيرُ لِعَدَمِ التَّقْيِيدِ. وَالْمَقْصِدُ الْأَصْلِيُّ مِنْ شَرْعِهِ إِنْزِاجُ عَمَّا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْعِبَادُ، وَالطَّهَارَةُ لِكَيْسَتْ أَصْلِيَّةً فِيهِ بِكُلِّ لِي شَرْعِي حَقٌّ الْكَافِرِ.

ترجمہ

فرمایا۔ حد لغوی معنی روکنا ہے اسی لئے زبان کا حد کہا جا تا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں حد اس سزا کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کیسے مقرر کی جائے۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ قصاص بندے کا حق ہے۔ اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہا جاتا کیونکہ ان دونوں سزائیں محدود ہیں۔ اور حد کا مقصد عامی ہے کہ لوگوں کیلئے تکلیف نہ آئے اور ان کو خبردار کیا جائے۔ جبکہ طہارت اصل ہے کیونکہ اس کی شریعت کافروں کے حق میں بھی ہے۔

حد کا فقہی مفہوم

حد کا جمع حدود ہے۔ لغت میں حدود چیزوں کے درمیان فصل کرنا یا چیز کو کہتے ہیں (محیط المخطی ص 1 358) یا کسی چیز

کے کسی کو بھی حد کہتے ہیں (تابع العروص ج 2 ص 231)

علامہ علاؤ الدین غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حد کی تعریف یوں کی گئی ہے: لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار متعین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھے۔ تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اس کی مقدار متعین نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے۔ (درالافتاء، کتاب الحدود، ص 4 تا 186) چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اس کے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔

حدود حد کی جمع ہے اور حد کے اصل معنی ہیں ممنوع نیز اس چیز کو بھی حد کہا جا تا ہے جو وہ چیزوں کے درمیان حائل ہو اصطلاح شریعت میں "حدود" ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین ہیں جیسے چوری، زنا، شراب نوشی کی سزائیں۔ لفظ حد کے اصل معنی ممنوع حائل اگر پیش نظر ہوں تو واضح ہوگا کہ شرعی سزاؤں کو "حدود" اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ سزائیں بندوں کو ہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے۔ "حدود" اللہ سے منہ منہ معنی میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایت (فصل حدود اللہ فلا تقربواہا) اسی طرح مقارنہ شرعی یعنی حق میں ظالم کو مقرر ہونا وغیرہ سے معنی میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایت (فصل حدود اللہ فلا تعدواہا) لیکن واضح رہے کہ ان دونوں میں بھی "حدود" کا اطلاق اصل معنی "ممنوع" ان کے اکتہار سے ہے کہ ہر دم کی قربت (یعنی ان سے نکاح و نفوت) بھی ممنوع ہے اور مقارنہ شرعی سے تجاوز کرنا بھی ممنوع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حد کی اصل یہ ہے کہ حدود چیزوں کے درمیان حائل ہو کر ان کے اختلاط کو روک دے جیسے دو گھروں کے درمیان حد فاصل۔ زانی وغیرہ کی حد کو حد اس لیے کہا گیا کہ وہ زانی وغیرہ کو اس حرکت سے روک دیتی ہے۔ اس کتاب میں زنا اور چوری وغیرہ کی روایت میں جو ایمان کی نئی آئی ہے اس کے بارے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ والصحيح الذي قاله المحققون ان معناه لا يفضل هذه المعاصي وهو كامل الايمان وانما تاولاه لحديث امي ذن من قال لاله الا الله وان زني و ان سرق الخ يعني بتحقيق علماء ان اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ وہ شخص کامل الایمان نہیں رہتا، یہ تاویل حد بیٹا ابو ذر کہ بتاتا ہے جس میں ہے کہ جس نے لاله الا الله کہا وہ جنت میں جائے گا اگر چہ زنا یا چوری کرے۔ اور حد سنت عبادہ میں زنا اور چوری کے بارے میں یوں ہے کہ جو شخص ان گناہوں کو کرے گا اگر دنیا میں اس پر قائم ہوگئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی ورنہ وہ اللہ کی مرضی پر ہے چاہے معاف کر دے چاہے اسے عذاب کرے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الحدود)

حد کے دیگر معانی کا بیان

حد کا معنی انتہاء۔ حاطہ۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے جدا کرنا۔ ایک ملک اور دوسرے ملک کی درمیانی سرحد۔ باز رکھنا اور نگہبان کرنا۔ قرآن پاک کی اصطلاح میں وہ احکام امر و نہی جن کے مطابق مسلمان کو عمل کرنا چاہیے۔ تو ان شریعت یا اسلامی

شریعت میں کسی جرم کی وہ سزا جو تہذیب نہ کی جاسکے، مثلاً زنا کی پاداش میں سنگساری، شراب پینے کے عوض دوسرے مادی دنیا کا تھکات دینا۔ اسلام میں ان جرائم کا ارتکاب انسانی نہیں احکام خداوندی کی حدود سے تجاوز کرتا ہے اس لیے جرم کو سزا کی غرض مقرر کر دی گئی جاتی ہے۔ فساد اور منطوق کی اصطلاح میں حد کے معنی تخریب کے ہیں۔ تخریفات جو چرائی میں حدود و معانی ہیں جو ایک چیز کو دوسرے سے مختص کرتی ہیں۔ علم الافلاک میں حد برج کے ساتھ ملحقہ حد کے معنی میں آتا ہے۔ علم تقصوف میں حد مراد انسان اور مخلوق ہے اور اس کے مقابلے میں خداوند کی ذات کو لا محدود کہا جاتا ہے۔

حد قائم کرنے کی برکت کا بیان

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا حد اللہ میں سے کسی ایک حد کو نافذ کرنا اللہ کی زمین میں چالیس روز کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 695)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل فرمایا حد قائم کرنا ایک ملک میں بہتر ہے ایک ملک کا زوال کچھ چالیس رات تک بارش ہونے سے بہتر ہے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1209)

اسلامی سزاؤں کی محکموں کا بیان

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہیں۔ یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے۔ نعم تمدن میں غفلت پیدا ہوتا ہے اور مسلم معشرے کی طمانیت اور سکون قلب و رخت ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ دو چار بار بار ارتکاب کرنے سے ان کی تہذیب جاتی ہے۔ پھر ان سے پیچھے چھڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی معاصی میں جس آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت کا سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی کے لیے معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لیے سامانِ عبرت بن جائے۔ اور اسکے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کی جرأت کریں۔ اسلام نے اس تہذیب پر سزا میں مقرر کی ہیں جس میں معاشرہ کی خیر رکھی ہے۔

(تجلی اللہ الباعثہ، شاہ ولی اللہ دہلوی: ج 2 ص 158)

اسلامی سزاؤں کا نظام بین نفرت کے مطابق ہے اور ان میں طمانیت والے انسانی عفت و عصمت کے دامن ہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبوی میں سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں لیکن جن لوگوں کی نظر ان سزائوں کی عینیت پر جاتی ہے انہیں اس پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ جس فعل پر یہ سزائیں مقرر کی گئیں ہیں وہ فعل کس قدر گھٹا اور کس قدر انسانیت سزا ہے۔ آج وہ لوگ جو سزاؤں کو غیر مہذب، وحشیانہ اور ظالمانہ بتلاتے ہیں اپنی بیوی کو شہیدِ جانت میں غیر مرد کے پاس دیکھ میں تو تھیں غیرت سے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں (اگرچہ اس حالت میں دیکھنے کے

اور جو شرعاً اور خود سزا دینے یا قتل کرنے کی ضمانت ہے) اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے، تعجب ہے جب شریعت زانی مراد زانی جرم کی وہی سزا جو مرتکب کرتی ہے تو ناہنجار لوگ نامک جیسے چڑھاتے ہیں اور اس سزا کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہتے گئے ہیں۔ جبکہ سزا کے سزا کے جاری کرنے میں انتہائی احتیاط رہنے کا حکم دیا ہے اور جرم کے ثابت ہونے پر سخت شرائط مقرر کی ہیں اور ہر اس جرم کے ارتکاب کے بعد شہید کی بنیاد پر حد کو نافذ کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔

تعجب ہے کہ خود قوانینِ بیوی کو شہیدِ جانت میں دیکھ کر قتل کرنے پر تل جاتے ہیں اور جب شریعت انتہائی واضح شہادتوں کے بعد بھی فیصلہ کرے تو وہ سزا انہیں وحشیانہ نظر آئے لگے۔

☆ زنا کی عیبت ترین فعل ہونے کے ساتھ ایک بڑا گناہ زنا جرم ہے جو پوری انسانیت کے لیے جہنم کا باعث ہے۔ خاندانی ثبات اور نسب کے لیے باعثِ ذلت ہے، لہذا اگر اسلام غیر شرعی شدہ زانی مراد غیر شرعی شدہ زانیہ عورت کو 100 کوڑے مارنے اور شرعی شدہ مراد اور شرعی شدہ عورت کو سنگسار کرنے کی سزا دے کر دے تو کیا یہ عین فطرت نہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد سے بچ جائے۔

☆ یہی حال چوری کا ہے، فرض کیجئے کہ ایک چور سارے گھر کو لوٹ لیتا ہے، اگر کسی اثناء، ملک مکان اسے دیکھ لے اور اس کے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہو تو کیا وہ اسے چھوڑ دے گا؟ یا ہرے نہیں بلکہ فوراً اس پر گولی چلا دے گا ورنہ دم ازیم اسکے پاؤں میں گولی مار کر اسے بیکار کر دے گا۔ یہی جرم ثابت ہونے کے بعد شریعت صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دے تو اسے وحشیانہ سزا قرار دینا کہیں کا انصاف ہے۔

☆ یہی حال حدِ قذف کا ہے اگر کوئی شخص کسی کی پاکدامن بیٹی پر زنا کی جہمت لگا دے تو ایک غیرت مند آدمی اپنی بیٹی کی عصمت و عفت پر ادھر کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتا بلکہ ممکن ہے پاک دامن بیٹی کا بدلہ چکانے کے لیے جہت لگا دے۔ لگاتار کاہنہ قذف کر دے۔ اگر یہی جرم ثابت ہونے کے بعد اسلام جہت لگانے والے پر 80 کوڑے لگانے کا حکم صادر کرتا ہے تو یہ وحشیانہ سزا کیسے ہوئی۔

☆ یہی صورت حال شرابِ فحش کا ہے جس سے پورے معاشرے میں بگاڑ پھیل جاتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں انسان جب نشہ میں ہوتا ہے تو دامنوں کھینچ لگتا ہے۔ اداوں بکتے وقت عموماً وہ جھینچ لگتا ہے لہذا شراب نوشی کی حد بھی وہی ہوئی چاہیے جو حدِ قذف کی ہے، جب صحابہ پر کرام اس بات پر متفق ہو گئے تو حضرت عمر نے تمام مالکِ خمر دس میں یہ حکم نہ لکھ کر بھیج دیا کہ شراب نوشی کی حد 80 کوڑے ہیں، اسی روایت کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کی حد 80 کوڑے ہیں اور اسی پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (المحلی دین قدامتہ ص 10 ص 326)

اسلامی سزائیں بین نفرت کے مطابق ہیں، جرم کی سختی اور اس کے سزا کے مقابلے میں وہ قطعاً سخت نہیں ہیں۔ جو لوگ انسانی حقوق کے نام پر اس فطرت کو دانا چاہتے ہیں وہ انسانی فطرت کے خلاف آواز بلند جگت ہیں۔

شہادت و اقرار سے ثبوت زنا کا بیان

قَالَ (الزَّوْنَةُ تَبْثُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ) وَالْمُرَادُ كُفُوُهُ عِنْدَ الْإِمَامِ لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ ذَلِيلٌ ظَاهِرٌ وَكَذَا الْإِقْرَارُ لِأَنَّ الصَّدُقَ يَبْهِي مُرْتَبِعٌ لَا يَسْمَا لِيَمَّا يَتَعَلَّقُ بِبُيُوتِهِ مَضْرُوعًا وَمَعْرُوفًا وَالْوُصُولُ إِلَى الْعِلْمِ انْقِطَاعُ مَنَعَاتِهِ كَبُخْتَى بِالْغَايِرِ .

قَالَ (كَالْبَيِّنَةِ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُودِ عَلَى زَوْجٍ أَوْ امْرَأَةٍ بِالزَّوْنِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ) وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى : (لَمْ يَكُنْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةٍ شَهِدَاءَ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَلَّذِي لَدَى امْرَأَتِهِ لَدَتْ امْرَأَتَهُ أَنْتِ بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ عَلَى صَدُوقِ مَقَالَتِكَ (وَلَئِنْ لَمْ يَكُنْ خَيْرٌ لِي مِنَ الْإِسْرَاعِ لَمْ يَكُنْ خَيْرًا لِي مِنَ الْإِسْرَاعِ) وَهُوَ مُنْذَرٌ لِكَيْهِ وَالْإِسْرَاعُ جِدُّهُ .

ترجمہ

فرمایا: زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ثبوت سے مراد یہ ہے کہ وہ آدم کے سامنے ہو کیونکہ گواہی دلیل ظاہری ہے۔ اور اسی طرح اقرار بھی ہے۔ کیونکہ اس میں چٹائی غالب طور پر پائی جاتی ہے۔ اور خاص طور پر ان چیزوں میں جن کے ثبوت میں نقصان اور دامت ہو اور یقینی علم پہنچ جائے، جہاں مشکل ہو۔ لہذا ظاہر پر اتفاق کیا جائے گا۔

فرمایا: چٹائی گواہی ہے کہ چار مرد کی مرد یا عورت پر زنا کی گواہی دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان پر عہد اپنے میں کے، چار مردوں کی گواہی ہو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: جس اگر وہ چار مرد پیش نہ کریں، اس شخص نے اپنی بیوی پر بہت لگاؤ رکھا اس شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا تم چار گواہی پیش کرو جو ہماری بات کی چٹائی کی گواہی دیں۔ کیونکہ چار کی شرط لگانے میں پردہ پوش ثابت ہوتی ہے۔ اور اس میں ستر مستحب ہے جبکہ اس کو بھلا یا غلط ستر ہے۔

شرح

وَالَّذِي يَتَّيْنَنِ الْفَاحِشَةَ مِنْ نَسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا قَاتِلُكُمْ هُوَ فِي النَّبُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا . (نساء، ۱۵)

اور تمہاری مردوں میں جو فاحشہ کی نساء میں ان پر عہد اپنے میں کے، چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان مردوں کو گھر میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کی کچھ دال لگائے۔ (کنز الایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی کہتے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی چٹائی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری

ثبوت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ لگئے دیا جائے گھر میں ہی قید کر دیا جائے اور جرم قیدی موت سے پہلے اسے چھوڑا نہ جائے، اس فیصلے کے بعد یہ بات ہے کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ بھی کھول دے، پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہوئی اور یہ حکم بھی منسوخ ہوا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب جب سورۃ نور کی آیت نکلی اتنی جتنی زنا کا مروت کے لئے جلی تھم رہا تھا آیت میں شادی شدہ کو جرم کرنے یعنی پھر بار بار کرنا دلائے اور بیٹھ دی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حضرت تکرہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت عطاء، فرمائی حضرت ابوصالح، حضرت قتادہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت حواک کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے،

حضرت عمارہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وہی اترتی تو آپؐ پاس کا بڑا دروازہ کھلیا دیتے اور جہاں سے آتے تھے وہاں سے آتے تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے نبی پر وہی نازل فرمائی کیفیت وہی سے لگے تو آپؐ نے فرمایا مجھے سے حکم الی اللہ تعالیٰ نے سیاہ کاریوں کے لئے راستہ کھل دیا ہے اگر شادی شدہ عورت سے شادی شدہ مرد سے اس جرم کا ارتکاب ہو تو ایک سو کوڑے اور پھر دوسرے روز انکار اور غیر شادی شدہ ہوں تو ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی (مسلم وغیرہ)

ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حد سے گھر سے مرد ہے، امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں، اسی طرح ابوداؤد میں بھی، ابن مردودہ کی غرض یہ ہے کہ حد میں سے گھر سے مرد ہے جو کوڑے کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ کوڑوں اگر کوڑے ہوں تو انہیں جرم کر دیا جائے لیکن یہ حد غریب ہے، بھرائی میں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ نساء کے اترنے کے بعد اب داؤد کہنے کا یعنی کوڑوں کو گھروں میں قید کر کے رکھیں رہا، امام احمد کا مذہب اس حد سے مطابقت میں ہے کہ زانی شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور جرم بھی کیا جائے گا اور جہور کہتے ہیں کوڑے نہیں لگیں گے صرف رجم کیا جائے گا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے سے موت کو جرم کیا لیکن کوڑے نہیں مارے، اسی طرح دو بیویوں کو بھی آپؐ نے رجم کا حکم دیا اور جرم سے پہلے بھی انہیں کوڑے نہیں لگوائے، پھر جہور کے اس قول کے مطاب معلوم ہوا کہ انہیں کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے واللہ اعلم۔

پھر فرمایا اس چٹائی کے کام کو دہر دہر اگر آپس میں کریں انہیں ایذا پہنچاؤ یعنی برا بھلا کہہ کر شرم وغیرہ دیا کر جو تباہ کر دے، یہ حکم بھی اسی طرح پر رہا یہاں تک کہ ابھی اللہ تعالیٰ نے کوڑے اور جرم سے منسوخ فرمایا، حضرت تکرہ عطاء حسن عمارہ بن عبید اللہ بن کثیر فرماتے ہیں اس سے مراد عورت ہیں، سہدی فرماتے ہیں مراد وہ جو ان مرد ہیں جو شادی شدہ نہ ہوں حضرت جابر فرماتے ہیں لواط کے بارے میں یہ آیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے تم لواط لگاتے دیکھو تو فاعل منسوخ دونوں کو لگ کر دواؤں، اس اگر یہ دونوں ایذا جائیں اپنی بیکاری سے تو یہ جرم نہیں ہے اصل جرم کر لیں اور غریب کھانک ہو جس کو تاب لگے ساتھ دھرتی لگائی اور اتنی سے پیش نہ آ، اس لئے کہ گنہ سے تو پر لینے والا شل نہ کر دے والے کے ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہ

قبول کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے، بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کسی کی لوطی ہو کر لے کرے تو اس کا لگ اسے حد لگا دو اور اذان ڈھنڈے سے بجی حد لگ چلے کے بعد پھر اسے عازر نہ دلا جائے کیونکہ حد لگا دینا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۱۵)

زمانے کے لیے گواہوں کا نصب چار مردوں کی گواہی ہے اور یہ سب عقل، بالغ اور قابل اعتماد ہونے چاہئیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دوسرا دور چار مردوں کی گواہی دے دیں۔ کیونکہ عورت کی گواہی صرف مالی معاملات میں قابل قبول ہے، حدود میں نہیں۔ ایسے چار مسلمان، عقل، بالغ، ورع، قابل اعتماد و مستبر آدھوں کا اس طرح گواہی دینا کہ انہوں نے فلاں عورت کو تشتم خود دیکھا ہے، بظاہر بہت مشکل نظر آتا ہے۔ ان کڑی سزاؤں کے ساتھ چار گواہوں کا نصب مقرر کرنے میں غائبانہ حکمت الہی ہے کہ اگر کوئی ایک آدمی شخص کسی کو زندہ کرتے دیکھ بھی لے تو اس برائی کو ظاہر کرنے یا پھیلانے کی ہرگز کوشش نہ کرے۔ زمانے کے گواہ دراصل خود مجرم کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں اور اگر خدا خواستہ زمانے کے گواہوں میں سے کسی ایک کی گواہی بھی نامکمل رہے یا مشکوک ہو جائے تو زانی بچ جائے گا اور گواہوں پر قذف کی حد چڑ جائے گی۔ اس لیے زمانے کی گواہی کے لیے جانا تو گواہی دینا بذات خود بڑا خطرہ کا کام ہے۔

گواہوں سے احوال جاننے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدُوا سَأَلَهُمُ الْيَمَامُ عَنِ الزَّوَانِمَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ ذِي وَتَنَى ذِي وَبَيْنَ ذِي لِأَنَّ السَّيِّءَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَفْسَرَ مَا عَزَا عَنِ الْكُفْيَةِ وَعَنِ الْفُرْيَةِ ، وَلَئِنْ رَأَى الْخَبِيصَ فِي ذَلِكَ رَاجِبٌ لَأَنَّهُ عَسَاهُ غَيْرُ الْفِعْلِ فِي الْفَرْجِ عَنَاهُ أَوْ ذِي فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي الْمُتَقَادِمِ مِنَ الزَّمَانِ أَوْ كَانَتْ لَهُ شَهْنَةٌ لَا يَتَوَقَّعُهَا هُوَ وَلَا الشُّهُودُ حَوْطَهُ جَسَادِيَّةِ الْإِنِّ فَمُسْتَقْصَى فِي ذَلِكَ اخْتِصَارًا لِلدَّرَجَةِ (وَإِذَا بَيَّنَّا ذَلِكَ وَقَالُوا رَأَيْنَاهُ وَطَنَهَا فِي قَرْبِهَا كَأَنَّمَا لِي فِي الْمُسْكَلَةِ وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ لَعَلُّوْا فِي السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ) وَلَمْ يَكْتَفِ بِطَهَارِ الْعَدَالَةِ فِي الْخُذُودِ اخْتِصَارًا لِلدَّرَجَةِ ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اذْرُءُوا الْخُذُودَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) بِخِلَافِ سَائِلِ الْمُعْطُوفِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْلَةَ وَتَعْدِيلِ السَّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لِبُيْنَةِ فِي الشَّهَادَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

قَالَ فِي الْأَصْلِي: يَحْسِبُهُ حَتَّى يُسْأَلَ عَنِ الشُّهُودِ لِإِتِّحَامِهِ بِالْجَنَائَةِ وَقَدْ خَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِالشُّهْمَةِ ، بِخِلَافِ الذُّيُونِ عَثَ لَا يُحْبَسُ فِيهَا قَبْلَ

ظُهُورُ الشُّهَادَةِ ، وَسَيَأْتِيكَ الْفَرْقُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

اور جب گواہ گواہی دیں گے تو یامام ان سے زمانے کے بارے میں سوال کرے گا کہ زمانے کو کبھی ہیں وہ کس طرح ہوتا ہے۔ اور مشہود علیہ نے کہاں زمانے کیا ہے اور کب زمانے کیا ہے اور اس نے زمانے کو کبھی کے ساتھ کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز اہل مدین رضی اللہ عنہ سے زمانے کی کیفیت اور مزنیہ عورت کے بارے میں پوچھا تھا کیونکہ اس میں احتیاط واجب ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے زمانے نے شرم میں عمل کے سوا سمجھ رکھا ہو یا اس نے دارالخبرہ میں زمانے کو کیا ہو یا اس نے بہت پرانے زمانے میں کیا یا پھر وہاں کو اشتباہ ہو جس کو زمانے اور گواہ سمجھ نہ سکا ہو، جس طرح اپنے بیٹے کی باندی نے دلی کرنے والا ہے۔ لہذا ان تمام احوال میں چھان بین کرنی ہوگی تاکہ حد کو دور کرنے کا کوئی سبب پیدا ہو جائے۔

اگر وہ گواہ یا یا تم بیان کر دیں اور وہ یہ کہہ دیں کہ ہم نے فلاں شخص کو فلاں عورت سے زمانے کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح مرد وانی میں سدا کی داخل کی جاتی ہے اور قاضی نے گواہوں سے احوال پوچھ لئے اور ان کے طہ و باطن میں عدل ثابت ہو گیا تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ دے گا اور حدود میں قاضی ظاہری عدالت پر اتقوا نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو۔ البتہ دیگر حقوق میں ایسا نہیں ہے اور یہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ ظاہر و باطن کی تبدیلی کو ہم ان شاء اللہ کتاب الشہادات میں بیان کریں گے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے کہ مشہود علیہ کو یامام قید میں رکھے حتیٰ کہ گواہوں کا حال جان لے کیونکہ ان کے جہاد کی تمت ثابت ہے اور نبی کریم ﷺ نے تمت کی وجہ سے ایک شخص کو مجبور فرمایا تھا۔ البتہ دیون میں ظہور عدالت سے قبل مقرر حق کو قید میں نہ رکھا جائے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ غریب ہم آپ کے سامنے اس کی بے فرق بیان کریں گے۔

شرح

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی اسے اللہ کے رسول اٹھے پاک کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو دانکہ جو اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف رجوع کر۔ تو وہ تھوڑی دور ہی جا کر لوٹ آئے اور عرض کیا اسے اللہ کے رسول اٹھے پاک کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہلاکت ہو تیرے لیے۔ لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف رجوع کر۔ وہ تھوڑی دور جا کر لوٹ آیا پھر عرض کی اسے اللہ کے رسول اٹھے پاک کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا یہاں تک کہ چوتھی دفعہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تجھے جس بارے میں پاک کر دوں؟ اس نے عرض کیا زمانے سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا یہ دیا نہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ دہرایا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے؟ تو ایک آدمی نے اٹھ کر اسے سوکھا اور اس سے شراب کی بد بو نہ پائی

وَلَمَّا حَدِيثٌ مَاعِزٌ (فَلَمَّا عَلِيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَخْبَرَ الْإِمَامَةَ إِلَى أَنْ تَمَّ الْإِفْرَارُ مِنْهُ أَرْبَعُ مَرَّاتٍ لِي أُرْتَمَتْ مَجَالِسٌ) فَلَوْ ظَهَرَ بِمَا ذُوْنَهَا لَمَّا أَخْرَجَهَا لِيُثْبِتَ الْوُجُوبَ وَلَا يُؤْثِرُ الشَّهَادَةَ اخْتَصَتْ فِيهِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ ، فَكَلَّمَا الْإِفْرَارُ إِعْظَامًا لِأَمْرِ الرِّثَا وَتَحْقِيقًا لِمَعْنَى السَّنَنِ ، وَلَا بُدَّ مِنْ اخْتِلَافِ الْمَجَالِسِ لِمَا زَوَيْنَا ، وَلَا يُؤْثِرُ لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ أَقْرَابِي جَمْعِ الْمُنْفَرِقَاتِ ، فَيَقْدَرُ بِتَحْقِيقِ شَبْهَةِ الْإِتِّحَادِ فِي الْإِفْرَارِ ، وَالْإِفْرَارُ قَائِمٌ بِالْمَقْبُورِ فَيُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ مَجْلِسِيهِ دُونَ مَجْلِسِ الْقَاضِي .

وَالْإِخْتِلَافُ بِأَنْ يَرُدَّهُ الْقَاضِي كُلَّمَا أَقْرَبَ فَيُذْهِبُ حَيْثُ لَا يَرَاهُ ثُمَّ يَجِيءُ قَيِّقًا ، هُوَ الْمَرْبُوءُ عَنْ أَبِي خَيْفَةَ ؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ طَرَدَ مَاعِزًا فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَتَّى تَوَارَى بِحِطْلَانِ الْمَدِينَةِ .

ترجمہ

فرمایا: اقرار کا طریقہ یہ ہے کہ قتل و بالغ شخص چار بار چار مجلس میں اپنی ذات پر زنا کا اقرار کرے اور جب بھی وہ اقرار کرے تو قاضی اس کی تردید کرے۔ اس میں قتل و بالغ ہونے کی شرط اس لئے بیان کی گئی ہے کیونکہ بچے اور مجنون کے قول کا اعتبار نہیں ہے یا پھر وہ موجب حد ہیں جس سے جبکہ چار بار کی شرط ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

حضرت ام ہاشم علیہ الرحمہ کے نزدیک دوسرے حقوق پر قیاس کرتے ہوئے ایک بار اقرار کرنا کافی ہوگا کیونکہ اقرار سے زنا کا ظاہر ہونا ہے اور اقرار میں کمرائے ظہور میں کسی قسم کی زیادتی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جبکہ شہادت میں حد کی زیادتی فائدہ دینے والی ہے۔

ہماری دلیل حضرت ، عزالملی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک حد جاری کرنے کو مؤخر فرمایا جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی جانب سے چار مجلس میں چار بار اقرار مکمل نہ ہوا۔ کیونکہ اگر چار مرتبہ سے کم پر اقرار ثابت ہو جائے تو آپ ﷺ کا اقامت حد کو مؤخر نہ فرماتے۔ کیونکہ زنا کی حد عدد کی زیادتی کے ساتھ خاص ہے لہذا اقرار بھی زیادتی عدد کے ساتھ خاص ہوا۔ تاکہ زنا کے معاملہ کو زیادہ اہمیت دی جاسکے۔ اور ستر کے حکم کو ثابت کیا جائے اور اقرار کی جس کا بدلہ ضروری ہے۔ یہی حدیث کے مطابق جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ کیونکہ ستر کا کوئی حکم نہ تھا کہ کون کون سے کیلئے اقرار مجلس کا وظیفہ ہوتا ہے پس اتحاد مجلس کے سبب وقت اقرار میں شبہ پیدا ہوا جائے گا حالانکہ اقرار مقرر کے ساتھ قائم ہوتا ہے پس مقرر کی مجلس کو بدلنے کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ قاضی کی مجلس کو بدلنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور مجلس کا اختلاف یہ ہے کہ جب مقرر اقرار کرے تو قاضی اس کی تردید کرے اس کے بعد مقرر اتار دے

چاہائے کہ قاضی اس کو نہ دیکھے اور وہ پھر اقرار کرے اسی طرح حضرت ام ہاشم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر بارہ بار بھیج دیا حتیٰ کہ وہ مدینہ منورہ کو دیکھا اور اس میں پشیدہ ہو گئے تھے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طرح گواہوں کی عدم موجودگی کی صورت میں اگر غرض ہرم اقرار کرے تو ایسی صورت میں بھی اسلام نے احترام انبیت کے پیش نظر اس قدر احتیاط کے پہلو کو نظر رکھا ہے کہ زانی اقبالی جرم کرنے کی صورت میں جب گناہ کا اقرار کرے تو اس کے لیے یہ شرط ہے۔ کہ وہ قاضی کے سامنے چار بار یا چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین بار تک قاضی اس کے اقرار کو رد کرے جب چوتھی بار وہ اقرار کرے تو اب قاضی اس سے پانچ سوال کرے کہ زنا تو اس کو کیسے ہیں اس کے ساتھ کیا، کہاں کیا، اور کس طرح کیا۔ تب چہ کہ قاضی حد کا ذخہ ذکر کرے اور باوجود حد کے نذہ کے دوران ایسے شخص کے حق میں شریعت نے ایسے اقبالی زانی کو اس قدر اختیار دے رکھا ہے کہ اقرار کر چکے کے باوجود اب اگر (بلی زانی) نکال کر دے تو وہ حد قائم کرنے سے پہلے یا درمیان حد میں اٹھائے حد میں بھی گئے لگا اکتاہے کہ میں نے اقرار ہی نہ کیا تھا تو اسے چھوڑ دیں حد قائم نہ کریں گے اور اگر شہادت سے زنا ثابت ہوا تو رجوع یا نکاح یا گناہے سے حد موقوف نہ کریں گے اور اگر اپنے محسن (عادل بالغ شادی شدہ) ہونے کا اقرار کیا تھا پھر اس سے رجوع کر گیا تو رجم (سنگسار) نہ کریں گے۔

(وہذا کتاب حدود)

ثبوت حد میں اقرار کے حجت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن عدل سے روایت کرتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا بیان کر اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری پر تھا اس کی بیوی کے ساتھ میرے بیٹے نے زنا کر لیا، ایک سو بکر یا اور ایک خادم میں سے فدیہ میں دیا پھر میں نے اہل علم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا سو بکر یا اور خادم تو تمہیں واپس کئے جائیں تو اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن ہونا پڑے گا، اٹھنے تو میری اس کی بیوی کے پاس جا کر اس نے اقرار کر لیا تو اس کو رجم کر دو، وہ صبح اس کی موت کے پاس گیا تو اس نے اقرار کر لیا تو اسے رجم کیا گیا۔ بخاری کہتے ہیں میں نے سفیان سے کہا کہ کیا زہر نے یہ بیان نہیں کیا کہ، فَأَخْبَرُونِي أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ الرَّجُلَ (کہ انہوں نے کہا میرے بیٹے پر جرم ہے) سفیان نے کہا مجھے اس زہری سے سننے میں شک ہے کبھی میں اس کو کہتا ہوں اور کبھی میں خاموش رہتا ہوں۔ صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1743

ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایک روز لوگوں پر ایسا آئے گا کہ ایک کہنے والے کا کہہ کر تمام کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہیں پاتے، چنانچہ وہ ایک فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے اور اللہ نے نازل کیا ہے، بخدا رحم واجب ہے اس پر جس نے زنا کیا اور شادی شدہ ہو بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہو جائے یا عمل ہو جائے یا اقرار ہو، شبانہ نے کہا کہ اس طرح میں نے یاد کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ہے، اور آپ کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد دوم: حدیث نمبر 1744)

چاری معلوم نہیں لیکن اعلا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی قطعی سرزد ہوگئی ہے جس کہ بارے میں اسے گمان ہے کہ سوائے حد قائم کیے کہ اس سے نہ نکلے گی۔ راوی کہتا ہے کہ جی ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیں اسے بیخ فرقد کی طرف لے چلے نہ ہم نے اسے بائدھا اور نہ اس کے لیے ٹڑھا کھوا۔ ہم نے اسے ہڈیوں اٹھیں اور ٹھکران سے مارا وہ بھاگا اور ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ یہاں تک کہ وہ درہ کے عرض میں آ گیا اور ہمارے لیے رکھ کا تو ہم نے اسے میدان حرہ کے پتھروں سے مارا یہاں تک کہ اس کا جسم خنثا ہو گیا۔ پھر شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا ہم جب بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکلے ہیں تو کوئی آدمی ہمارے اہل میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس کی آواز نہ کرے کی آواز کی طرح ہوتی ہے مجھ پر یہ ضروری ہے کہ جو بھی آدمی جس نے ایسا کیا ہو اور وہ میرے پاس بائدھا ہے تو میں اسے عمرت کا سزا دوں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے نہ مغفرت مانگی اور نہ اسے برا بھلا کہا۔ (صحیح مسلم، جلد دوم: حدیث نمبر 1935)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے اہل شافعی رحمہ اللہ نقلی بالجمہ یہ کہتے ہیں کہ: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو کوئی بھی گناہ کر بیٹھے اور اللہ نے اس کا پردہ رکھ دیا تو وہ اپنے آپ کو پردہ میں ہی رہنے دے اور اسے چاک مت کرے، انہوں نے ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ قصہ سے استدلال کیا ہے۔

اور اس میں یہ بھی ہے کہ: "جو کوئی برائی کر بیٹھے اور وہ اپنے کیے پر نادم ہو تو وہ جلد تو پھر کرے، اور کسی کو بھی اس کے متعلق مت بتائے اور اللہ کے پردہ کو چاک مت کرے، اور اگر اللہ تعالیٰ سے کسی کو اس کی خبر بھی ہو جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ برائی کرنے والے کو تو پھر کرنے کا حکم دے، اور لوگوں سے اسے چھپانے جیسا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کا عمر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قصہ میں ہے۔ (صحیح ابی ہریرہ 12) / (124)

رجم کی سزا کا فقہی بیان

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید ابن خالد کہتے ہیں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی لپٹا قیدی لے کر آئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے: دوسرے نے بھی عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں بیان کروں کہ قیدی کی صورت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو اس شخص نے بیان کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی بیوی اس کی بیوی سے زنا کیا، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سنگساری ہے لیکن میں نے اس کو سنگسار کرنے کے بدلے میں سو گریاں اور ایک ٹوکڑی دیدی، پھر جب میں نے اس بارے میں علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا بیٹا چونکہ محسن یعنی شادی شدہ شخص سے اس لیے اس کو سزا سو گڑے ہیں اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس شخص کی عورت کی سزا سنگساری ہے کیونکہ وہ شادی شدہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ آگاہ! اتم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ یعنی قبضہ

حاکم مقرر کے اقرار کی تردید کرے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چھوٹے قد والا آدمی آیا گیا۔ اس پر ایک چارتری اس صل میں اس نے زنا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دومرچہ درخدا فرمایا۔ پھر حکم دیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ہماری جماعت اللہ کے راستہ میں جہاد کرتی ہے تم میں سے کوئی پیچھے جاتا ہے مگر کسی کی آواز کی طرح آواز نکالتا ہے اور کسی عورت کو گھوڑا اس دودھ دھجے سے بے شک اللہ مجھے انیس سے کسی پر جب فوت ہوا جندوے گا تو میں اسے عبرت بنا دوں گا یا اس کی سزا دوں گا جو دوسرے کے لئے عبرت ہوگی راوی کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں سے صبیہ بن جبریر سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے اسے چارمرچہ دیا کہ کیا تھا صحیح مسلم، جلد دوم: حدیث نمبر 1932

ابن حجر عسقلانی نے دومرچہ کے لوتانے میں موافقت کی ہے اور ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو یا تین مرچہ دیا کہ کیا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی جسے عز بن مالک کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا کوئی بچہ تھا (زنا کیا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو حد قائم کر دی تو جی ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بارہ دروڑیں پڑھ کر آپ نے ان کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں اس میں کوئی

قدت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی کے موافق فیصلہ کروں گا تو سنو کہ تہریں بکریاں اور چہارہاوی ہوشی چھریں
وایں مل جائے گی اور اگر خود ظلم کے اقرار یا چرکا ہوں کی شہادت سے زنا کا جرم ثابت ہے تو تمہارے بیٹے کو سوکڑوں کی سڑوی
جائے گی اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیں گے یا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امین کو فرمایا تم اس شخص کی عورت کے
پاس جاؤ کہ وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگ کر دو چنانچہ اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا اور حضرت امین نے اس کو سنگ کر دیا
۔ (بخاری و مسلم)

کتاب اللہ " سے مراد قرآن کریم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے کیونکہ قرآن کریم میں رحم و سنگساری کا حکم مذکور نہیں
ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب اللہ سے قرآن کریم مراد اس صورت میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جب کہ ایک
رجم کے الفاظ قرآن کریم سے مسخ الفلاحت نہیں ہوئے تھے۔ ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا کہ بارے میں
حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک سال کی جلا وطنی بھی حد میں داخل ہے یعنی ان کے نزدیک غیر شہر ذرا کی حد شرعی مزایہ
ہے کہ اس کو سوکڑے بھی مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن بھی کر دیا جائے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک سال
کی جلا وطنی کے حکم کو مصمت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایک سال کی جلا وطنی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ بطور مصمت ہے کہ
اگر ام وقت اور حکومت کسی سیاسی اور حکومتی مصمت کے پیش نظر ضروری سمجھے تو ایک سال کے لئے جلا وطن بھی کر سکتا ہے بعض
حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں بھی سنگ نافذ نہ رہی تھا مگر جب یہ آیت کریمہ السراپۃ و السراپۃ و السراپۃ فاجلدوا کل
واحدہم مہما مائۃ جلدۃ (یعنی زانی اور زانیہ کو کوڑے مارے جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو کوڑے مارے گئے
) نازل ہوئی تو حکم منسوخ ہو گیا۔ فاعترف وہ جمعاً چنانچہ اس عورت نے اقرار کیا اور حضرت امین نے اس کو سنگ کر دیا
سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد زنا کی جاری ہونے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے۔

جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چار مجسوں میں چار بار اقرار کرنا ضروری ہے، یہاں
حدیث میں جس "اقرار" کا ذکر کیا گیا ہے اس سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقرار یعنی چار مرتبہ اقرار لینے ہیں جو اس سلسلہ میں معتبر و مقرب ہے
چنانچہ دوسری احادیث سے یہ صراحہ ثابت ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔

چار یا چار سے پہلاد کی مستدل حدیث

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی
تشریف فرما تھے، اس شخص نے آواز دی "یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنے
منہ اس کی طرف سے پھیر لیا وہ شخص پھر اس سمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا بعد ازاں آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے منہ سے پھیرا تو وہ کہتا ہے مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیا،
یہاں تک کہ جب اس نے اس طرح چار مرتبہ اپنے جرم کا اقرار کیا تو آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا

کی کو تو یہ نہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو تمھیں ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ اس
کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس شخص کو لے جاؤ اور اس کو سنگسار کر دو۔ اس حدیث کے ایک راوی ابن شہاب
کا بیان ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو حضرت پر ابھرا ابن عبد اللہ سے سنا تھا، اس نے مجھے بتایا کہ حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے بعد اس شخص کو مدینہ میں سنگسار کیا چنانچہ جب ہم نے اس کو پتھر مارنے شروع کئے اور اس
کو پتھر گئے گئے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ ہم نے اس کو "حرہ" میں جا کر پکڑا مدینہ کا وہ مفتاحی علاقہ جو کہ پتھروں والا تھا
وہاں تک تھا اور پھر اس کو سنگسار کیا تا آنکہ وہ مر گیا۔" (بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 717)

اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں جو حضرت جابر سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر کہ کیا تو تمھیں
ہے؟ اس شخص کے جواب "ہاں" کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اس شخص کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا چنانچہ اس کو
عید گاہ میں سنگسار کیا گیا جب اس کو پتھر گئے گئے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر پتھر پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ مر گیا اس کے
مرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی بیان کی جتنی اس کی تعریف و توصیف کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی (واقعی
علیہ) کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے دعا کی۔

اور اس نے چار مرتبہ اقرار کیا جتنی اس شخص نے چاروں طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر اپنے جرم کا اقرار کر
کے اور گویا دروغد میں تبدیل ہو چکا کہ اس طرح چار مجسوں میں چار مرتبہ اپنے جرم کا اقرار کیا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ
نے اس کے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے چاروں طرف سے آکر اقرار کرنے سے یہ استدلال کیا ہے کہ
زنا کے ثبوت جرم کے لئے ظلم کا چار مجسوں میں چار بار اقرار کرنا شرط ہے۔

"کیا تو یہاں ہے؟" ایسی کیا تم پر دیا گئی عاری ہے کہ تم اپنے گنہ کا خدو اٹھ کر رہے ہو اور سنگساری کے ذریعہ خود اپنی
بدعت کا باعث بن رہے ہو حالانکہ چاہئے تو یہ کہ خدا سے توبہ استغفار کرو اور آئندہ کے لئے ہر بدعتی سے بچنے کا پختہ عہد و عزم کرو
نہ خود فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد اس شخص کے حال کی تحقیق تھا کیونکہ وہ بطور پکڑی لیا گیا اس لئے کسی
بھی ایسے جرم کا اقرار پر معترض نہیں ہوتا جس کی سزا میں اس کو موت کا منہ دینا پڑے بلکہ وہ اس میں اپنی راہنمائی دیکھتا ہے کہ
اپنے جرم کو گنا پر مشرور نام ہو کر خدا سے توبہ استغفار کرے اور اس کے ذریعہ اپنے گناہ کو مٹ کر لے۔

حاصل یہ کہ یہ ارشاد جہاں اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ایسے معاملات میں مسلمان کی حالت کی تحقیق و تفتیش میں پوری پوری
سعی کرنی چاہئے تا کہ فیصلہ میں قسم کا کوئی اشتباہ نہ رہے وہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی جرم کی سزا میں ایک مسلمان
کی جان بچانے کے لئے اس کو جو بھی قانونی قاعدہ پہنچایا جا سکتا ہو اس سے صرف نظر نہ کیا جائے، نیز یہ مجلس اس طرف اشارہ کرتا ہے
کہ اگر کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس کا اقرار کا اعتبار نہیں ہوگا اور نہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔

"کیا تو تمھیں ہے؟" امام نووی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کلام وقت یا قاضی پر لازم ہے کہ وہ ان

چیزوں کے بارے میں تحقیق کر لے جو سوائے رجم (سنگاری) کے نفاذ کے لئے شرط ہیں جیسے مہمان ہونا وغیرہ، خواہ وہ کارجم خورد اس کے اقرار سے ثابت ہو چکا ہو یا گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہو، نیز اس ارشاد سے کنایہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کیا شخص اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کو معافی دے کر زنا کی حد صاف کر دی جائے۔ ”وہ بھیگ کھڑا ہوا۔“

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مرد کو کسی بھی حد یا تعزیر میں مارا جائے تو کھڑا کر کے مارا جائے لٹکا کر نہ مارا جائے اور عورت کو ہٹا کر مارا جائے بلکہ اگر کسی عورت کو رجم کی سزا دی جا رہی ہو تو بہتر ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو (بیٹھ کر) گڑھ کر سنگ ریا کرے کیونکہ اس میں اس کے ستر (پردہ پوشی) کی زیادہ رعایت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قادیہ کے لئے گڑھا کھود دیا تھا۔

”یہاں تک کہ ہم نے اس کو حرمہ میں جا کر کھڑا کیا“ اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر سنگسار کیا جانے والا سنگساری کے دوران بھی کھڑا ہو تو اس کا پھانسا کیا جائے بشرطیکہ اس کے جرم زنا خواہ اس کے اقرار سے ثابت ہو یا وادار اس کا جرم زنا گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو یا وادار پھر اس کا پیچھا کیا جائے اور اس کو سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ اس کا بھی گناہ داخل اس کے رجوع (جرم سے انکار) - کوٹا ہر کرتا ہے اور یہ رجوع کارجم نہیں ہوگا۔

علامہ ذی شافعی کہتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس جملہ (فہرجم بالمصلی) (چنانچہ اس کو عید گاہ میں سنگسار کیا گیا) میں مصلی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جنازے کی نماز پڑھی جاتی تھی، چنانچہ ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

بخاری وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس جگہ جنازے اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہو اگر اس کو کھجور قرار نہ دیا گیا ہو تو وہ جگہ مسجد کے تنگ میں نہیں ہوتی کیونکہ جنازہ یا عیدین کی نماز پڑھنے کی جگہ کا وہی حکم ہوتا جو مسجد کا ہوتا ہے تو اس جگہ کو خون سے آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے اور اس کی تقدس و احترام کے پیش نظر وہاں زانی کو سنگسار نہ کیا جاتا۔

مساجد میں حد و تعزیر جاری نہ کی جائیں

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ مسجد میں کسی پر کوئی حد جاری کی جائے اور نہ کسی کو کوئی تعزیر دی جائے کیونکہ اس پر تمام عوام کا اجماع و اتفاق ہے اور اس کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

حدیث (قَالَ جَمِعُوا مَسَاجِدَ صِبْيَانِكُمْ وَمَجَانِبَكُمْ وَدَفَعُوا اصْوَاتَكُمْ وَشَرَّ انْكُمْ وَبِيعُوا اَقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَجَمَعُوا فِيْ جَمْعِكُمْ وَضَعُوا اَعْلَى ابْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ) .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے، دیوانوں سے، شراب خانے سے، خرید و فروخت کرنے سے، اور حد قائم کرنے سے بچائے رکھو، اور جو جگہ دن مسجدوں کو اگر تیری کی دعوتی دو نیز مسجدوں کے دروازوں پر طہارت (وضو) کی جگہ بناؤ۔“

چار مرتبہ اقرار کے قیام حد کا بیان

قَالَ (قَالَا اَتَمَّ اِقْرَاؤُهُ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ سَأَلَهُ عَنِ الزَّانَا هُوَ وَزَوْجَتُهُ وَابْنُ زَوْجَتِهِ وَابْنُ زَوْجَتِهِ، قَالَا اَبْنُ زَوْجَتِهِ لَوْ مَنَّهُ اَلْحَدُ) لِحَصَامِ الْحُجَّةِ، وَمَعْنَى السُّؤَالِ عَنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ بَيِّنَةٌ لِّى السَّهَادَةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ السُّؤَالَ فِيهِ عَنِ الزَّوْمَانِ، وَكَذَلِكَ لِي السَّهَادَةِ لِأَنَّ تَقَادُمَ الْعَهْدِ يَمْنَعُ السَّهَادَةَ ذَوْنَ الْإِقْرَارِ. وَقِيلَ لَوْ سَأَلَهُ جَارٌ لِّجَوَابِ أَنَّهُ زَانٍ لِي فِي صِبَاهِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب مقرر چار بار اقرار کرے تو قاضی مقررے زنا کے بارے میں سوال کرے کہ زنا کیا ہے کیسے ہوتا ہے اس نے کہاں زنا کیا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور جب مقرر یہ سب بیان کر دے تو اس پر حد لازم ہو جائے گی کیونکہ اس کیلئے دلیل مکمل ہو چکی ہے اور ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کا حکم سب شہادت کے تحت بیان کر چکے ہیں اور اقرار میں امام قدس سرہ علیہ الرحمہ وقت زنا سوال کو بیان نہیں کیا ہے حالانکہ گواہی میں اس کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ زمانے میں قدامت، منع شہادت ہے مانع اقرار نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قاضی مقررے زمانے کا سوال کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے اپنے بچپن میں زنا کیا ہو۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ زنا کے ثبوت کا اقرار حد ثابت ہونے کا دوسرا طریقہ ہے کہ قاضی کے سامنے چار بار چار جملوں میں بوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے اور تین مرتبہ تک ہر بار، جہنمی اُس کے اقرار کو رد کر دے جب چوتھی بار اس نے اقرار کیا اب وہی پانچ سو ال قاضی اس سے بھی کر چکا یعنی زنا کس کو کہتے ہیں اور کس کے ساتھ کیا اور کب کیا اور کہاں کیا اور کس طرح کیا اگر سب سوالوں کا جواب ٹھیک طور پر دے تو حد قائم کریں گے۔ اور اگر قاضی سے سو اکی اور کس نے اقرار کیا یا بشرط کی حالت میں کیا یا جس عورت کے ساتھ بنا ہے وہ عورت انکار کرے یا عورت جس مرد کو بتاتی ہے وہ مرد انکار کرے یا وہ عورت کو گئی یا مرد کو گنا ہے یا وہ عورت کہتی ہے میرا اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یعنی جس وقت زنا کا تانا تھا ہے اس وقت میں اس کی زوجہ تھی یا مرد کا عضو تناسل بالکل کٹا ہے یا عورت کا سوراخ بند ہے۔ غرض جس کے ساتھ زنا کا اقرار ہے وہ منکر ہے یا خود اقرار کرے والے میں ملاحظہ نہ ہو یا جس کے ساتھ جاتا ہے اس سے زنا میں حد نہ ہو تو ان سب صورتوں میں حد نہیں۔

(در بیان کتاب الحدود)

یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے سو کوڑے لگاؤ، یہ حد غیر محصن کی ہے کیونکہ غیر محصن کا حکم یہ ہے کہ اس کو زجر کیا جائے جیسا کہ حد شریف میں وارد ہے کہ مایوس فی اللہ تعالیٰ حد کو محکم کی مگر یہی حکم صلی اللہ

عید و سوگند جم کیا گیا اور یحییٰ وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور کراچ صحیح کے ساتھ صحبت کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے فعل سے زنا کا بابت ہو کر جم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو شافعی نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا قتل بائع نہ ہو یا اس نے بھی اپنی بی بی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ کسی ہواس کے ساتھ کراچ فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر محرمین میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے سے رہا ہے۔ مسئلہ: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوا تہجد کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرمگاہ کے، کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ کالم کوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو اور غور سے کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں۔ اگر گوشت تک نہ روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو اتار دیئے جائیں، یہ حکم اگرچہ شوہر کوڑا کرے یا جتنی اس کے کپڑے ہوں تو اسے نہ اتارنے والے کے یقین چپکس کوڑے ہیں جیسا کہ سورہ ص میں مذکور ہو چکا۔ شوہر کوڑا کرے تو مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے نہ زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی ام ام یا بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا؟ اگر ان سب کو یقین نہ کر دیا تو زنا کا بابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صریح اپنا معاملہ بیان کرنا ہوگا بغیر اس کے ثبوت نہ ہوگا۔

(تفسیر احمدی)

اقرار سے رجوع حد کے ساتھ ہونے کا بیان

(فَإِنْ رَجَعَ الْمُفْتَرُّ عَنْ إِقْرَارِهِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ أَوْ فِي وَسْطِهِ فَلَيْ رُجُوعُهُ وَحَلَّى سَبِيلُهُ) وَكَانَ الشَّالِصُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ أَبِي لَيْكِي يُقِيمُ عَلَيْهِ الْحَدَّ لِأَنَّهُ وَجِبَ الْحَدِّ بِإِقْرَارِهِ فَلَا يَنْطَلِ بِرُجُوعِهِ وَإِنْ غَارِهِ كَمَا إِذَا وَجِبَ بِالشَّهَادَةِ وَصَارَ كَالْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ. وَلَئِنْ الرُّجُوعُ عَنِ الْمُحْصِلِ لِلصَّدَقِ كَالْإِقْرَارِ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَكْذِبُهُ فِيهِ فَتَنْتَحَقُّ الشَّهَادَةُ فِي الْإِقْرَارِ. بِخِلَافِ مَا فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ الْقِصَاصُ وَحَدِّ الْقَذْفِ لِيُجُودَ مَنْ يَكْذِبُهُ، وَلَا كَذْلِكَ مَا هُوَ خَالِصٌ حَقِّ الشَّرْعِ.

(وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلَاقِيَ الْمُفْتَرَّ الرُّجُوعَ يَقُولَ لَهُ: لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ قَبَّلْتَ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمَا عَرَفْتُ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ قَبَّلَهَا) قَالَ فِي الْأَصْلِيِّ: وَيُسَبِّحُ أَنْ يَقُولَ لَهُ الْإِمَامُ: لَعَلَّكَ تَزَوَّجْتَهَا أَوْ وَطَنَيْهَا بِشَهْنَةِ، وَهَذَا قَرِيبٌ مِنَ الْأَوَّلِ فِي الْمَعْنَى.

ترجمہ

اس کے بعد اگر وہ حد قائم ہونے سے پہلے یا دوران حد میں اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس کا رجوع ہاتھ سے ہونے اس کو چھوڑ دیا جائے گا جبکہ ام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد قائم کی جائے گی۔ ابن ابی لیلیٰ کا قول بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ اس کے اقرار کے سبب حد واجب ہو چکی ہے پس رجوع کرنے یا انکار کرنے سے حد ساقط نہ ہوگی جیسے وہ گویا شہادت سے واجب ہوئی ہے اور یہ مسئلہ قصاص اور حد و قذف کی طرح ہوا جائے گا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنا ایسی خبر ہے جس میں یقین کا احتمال ہے جس طرح اقرار اور رجوع میں کوئی اس کو جھٹلنے والی بھی تو نہیں ہے پس اقرار میں شہادت واجب ہوا ہے گا۔ جبکہ جس چیز میں ہندے کا حق ہے اس میں ایسا نہیں ہے اور وہ قصاص اور حد و قذف ہے کیونکہ ان میں جھٹلانے والا موجود ہے جبکہ خود قصاص شریعت کا حق ہے اس میں ایسا نہیں ہے۔

۱۰۔ کہیں مستحب ہے کہ وہ مقرر کو رجوع کی تلقین کرے۔ لہذا امام اس سے کہے کہ وہ سوکتا ہے تم نے اسکو ہاتھ لگایا ہو یا بوسہ کیا کیونکہ پہلے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ سوکتا ہے کہ تم نے اس کو ہاتھ لگایا ہو یا بوسہ کیا ہو۔

حضرت ام محمد علیہ الرحمہ نے مسودہ میں فرمایا ہے کہ مناسبت یہ ہے ام اس سے یہ بھی کہے کہ سوکتا ہے تم نے اس سے نکاح کیا یا وادی میں شہکی ہو اور قول اول کے قریب حکم کے اعتبار میں ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جب ماعز بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے شاید چھوڑا ہوگا شاید تو نے بوسہ کیا ہوگا، یا دیکھا ہے، اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس سے صحبت کی ہے؟ جتنی بغیر کیا ہے؟ (صرحاً) ورنہ بت کیا، رواں کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے سگسار کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1741)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ عزالسلی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اس نے (یعنی میں نے) زنا کیا ہے، میں نے کراؤ بخشش صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مناس طرف سے پھیر لیا دوسری جانب سے گھوم کر جتنی تھیل میں گھس کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ اس نے زنا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف منہ پھیر لیا اور دوسری پھر دوسری جانب سے گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اس نے زنا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سنگ لگی کر حکم صادر فرمایا، چنانچہ اس کو زمرہ میں لایا گیا جو ہمہ زنا کا کالے پتھروں والا صفائی کی علقہ ہے اور اس کو پتھر مار دیا جانے لگے جب اسے پتھروں کی چوٹ لگنے لگی تو بھگا کھڑا۔ دایاں یاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گذرا جس کے ہاتھ میں اونٹ کے جڑے کی بٹی تھی اس شخص نے اسی جڑے کی بٹی سے اس کو مارا دوسرے لوگوں نے بھی دوسری چیزوں سے اس کا مارا تا کہ وہ مر گیا۔ جب صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا

کہ وہ پتھروں کو چوت کھا اور موت کی سختی دیکھ کر ہوا تھا لیکن ہم نے اس کا چچا کر کے سنگ رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا؟" (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 722)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کر فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیا، بہت ممکن تھا کہ وہ تو یہ کہ لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا۔

حدیث (یعسوب فیعوب اللہ علیہ) کا مطلب یہ ہے کہ وہ تو اپنے اس برے فعل سے رجوع کرنا (یعنی عداوت و دشمنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہتا اور اللہ تعالیٰ کو توبہ کے ساتھ اس پر رجوع کرنا یعنی بخیر رجوع اس کی طرح متوجہ ہونا اور اس کے گناہ کو معاف کر دیتا۔) *

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے اپنے ارتکابِ زنا کا خود اقرار کرے، اور پھر بعد میں یہ کہے کہ میں نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے یا میں جھوٹ بولا ہے یا میں اب اپنے اقرار سے رجوع کرتا ہوں تو اس صورت میں اس سے حد نافذ ہو جائے گی اسی طرح اگر وہ حد قائم ہونے کے درمیان اپنے اقرار سے رجوع کرے تو حد کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ ساقط ہو جائے گا جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے حد ساقط نہیں ہوئی۔

نصابِ شہادت اور شہادتِ شہادت میں گواہوں کی کیفیت

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اسلامی قانون میں جس جرم کی مزا سخت ہے اسکے ثبوت کے لیے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں۔ اور ان شرائط کے اجراء میں انتہائی احتیاط رہنے کا حکم ہے۔ چونکہ زنا کی مزا اسلام میں انتہائی سخت ہے چنانچہ ثبوتِ زنا کے لیے سخت ترین شرائط عائد کی گئی ہیں۔ اس لیے صرف معمولی سا شبہ پیدا ہونے کی بناء پر حد نافذ ہو جاتی ہے۔ صرف تعزیری مزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے کیونکہ عام معاملات میں دوسروں کی گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادتِ ثبوت کے لیے کافی ہے لیکن اسلام نے حدِ زنا کے ثبوت کے لیے شہادت کا ناقدرہ نصاب مقرر کیا ہے اور حدِ زنا کے لیے چار مرد گواہوں کی یعنی شہادت کی شرائط کا ضروری ہے کہ جس میں کوئی التماس نہ ہو۔ چنانچہ فقہائے امت نے قرآن و سنت کی روشنی میں عینی شہادت کے ضمن میں اس قدر سختی کی ہے کہ زنا پر گواہی دینے والے عادل چار یا پھر شخص ہوں جو فاعل و مفعول کو اس حالت میں دیکھیں جیسے سرمدانی میں سلائی ہوئی ہے۔ چنانچہ شریعت محمدیہ علیہ السلام میں حدِ زنا کے گواہوں میں گواہی کی کیفیت اور اس کے اظہار کے وقت بھی اس قدر احتیاط ہے کہ ہر گواہ کے بعد دیگرے آکر مجلسِ قضا میں بیٹھیں اور ایک ایک نے اٹھ کر اٹھ کر قاضی کے سامنے شہادت دی تو گواہی قبول کر دی جائے گی اور اگر دارالقضا کے پاس جمع ہوتے ہیں اور وہاں سے ایک ایک نے آکر گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں ہو گی اور ان گواہوں پر تہمت کی حد لگائی جائے گی۔ (رہنما، کتاب الحدود)

فصل فی کیفیت الحد و اقامتہ

یہ فصل حد کے طریقے اور قائم کرنے کے بیان میں ہے

فصل کیفیت حد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمد باری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وجوبِ حد کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ حد کو قائم کرنا وجوبِ حد کے بعد ہی ہو سکتا ہے لہذا اقامہ حد کا وقوع مقرر کیا گیا ہے گا۔ اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ یعنی حکم ہمیشہ نفس یا کسی علت یا سبب کے بعدی ثابت ہو سکتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، مغرب، ج ۱، ص ۱۰۰، بیروت)

وجوبِ حد کے بعد رجوع کرنے کا بیان

(وَإِذَا وَجَبَ الْحَدُّ وَكَانَ الرَّابِيُّ مُخَصَّنًا رَحِمَهُ بِالْحَجَارَةِ حَتَّى تَمُوتَ) (لأنه عليه الصلاة والسلام رَحِمَ مَاعِزًا وَقَدْ أَحْسَنَ). وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ (وَرَنَا بَعْدَ إِحْصَانٍ وَعَلَى هَذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ).

قَالَ (وَيُخْرِجُهُ إِلَى أَرْضٍ قَصَاءٍ وَيَتَدَبَّرُ الشُّهُدَاءُ بِرُجُومِهِمْ لِمَا نَهَى النَّاسُ) كَذَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَلَئِنْ الشَّاهِدَ لَقَدْ يَتَجَسَّرُ عَلَى الْأَذَاءِ لَمْ يَسْتَغْظُمِ الْمُبَاسَرَةَ فَيَرْجِعُ لَكَانَ فِي بَدْءِهِ إِحْتِيَالٌ لِلذُّرِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تُشْتَرَطُ بَدْءُهُ ثُمَّ اخْتِيَارًا بِالْحَلِّ.

فَلَمَّا: كُلُّ أَحَدٍ لَا يُحْسِنُ الْجِدْلَ قَوْلًا مَتَابَعًا مُهْلِكًا وَبِإِهْلَاكِ غَيْرِ مُسْتَحَقٍّ، وَلَا كَذَلِكَ الرَّجْمُ لِأَنَّهُ اِتِّلَافٌ. (فَإِنْ امْتَنَعَ الشُّهُدَاءُ مِنْ لَزَائِمِ سَقَطَ الْحَدُّ) لِأَنَّهُ ذَلَالَةُ الرَّجُوعِ، وَكَذَا إِذَا مَاتُوا أَوْ غَابُوا إِلَى غَيْرِهِ الرُّوَايَةُ لِقَوَائِمِ الشَّرْطِ.

ترجمہ

اور جب حد واجب ہو جائے اور ازراہِ نصن ہو تو قاضی اس کو پتھر سے رجم کرے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح حضرت عاز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا تھا۔ کیونکہ وہ شادی شدہ تھے۔ اور ایک مشہور حدیث میں ہے: "وَرَنَا بِعَدْلٍ احْصَانٌ" جنی جنھن ہونے کے بعد زنا رجم کو واجب کرنے والا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اسی پر ہے۔

فرمایا: عسکران زانی کو کھلی زمین میں لے جائے اور گواہ اس کو رجم کرنا شروع کریں اس کے بعد امام رجم کرے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ گواہی کبھی جھوٹی گواہی پر چسارت کر بیٹھتا ہے۔ اور اس کے بعد رجم کی مہم شرت کو ختم کچھ کر شہادت سے رجوع کر لیتا ہے۔ پس اس کے شروع کرنے سے حدود ہونے کا بہانہ مل سکتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ گواہ کا شروع کرنا شروع نہیں ہے کیونکہ یہ کوڑا مارنے پر قیاس ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ برہنہ اور جھٹی طرح کوڑا نہیں مار سکتا اور کبھی کوڑا مارنا ضرورتاً تک نہ چتا ہے جبکہ ہلاک کرنے واجب نہیں ہے اور رجم کو یہ حکم نہیں ہے کیونکہ رجم میں ہلاک کرنا ہوتا ہے۔

اور اگر گواہ ابتداء کرنے سے رک جائیں تو حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ ان بھڑکنے پر رجوع کی عداوت ہے اور اسی طرح جب گواہ فوت ہو جائیں یا غائب ہو جائیں تو بھی جاہلہ راہ ایت کے مطابق حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ شرعاً ختم ہو چکی ہے۔

رجم کا فقہی مفہوم

رجم ایک عربی اصطلاح ہے جس کے معنی پتھر پھینکنے (stoning) کے ہوتے ہیں اور اس اصطلاح سے مراد ایک ایسی سزا کی جاتی ہے کہ جس میں نہ ان کے مرتکب اشخاص کا دھڑ زمین میں گاڑ کر ان پر پتھر برسائے جائیں یہاں تک کہ موت واقع ہو جائے۔ رجم کے بارے میں عورت اور مرد کا حکم برابر ہے۔ اپنی عورت کے کپڑے نہ دھو دیے جائیں تاکہ وہ بے پردہ نہ ہو۔ قرآن میں مذکور ہے کہ سزا کوڑوں کے بیان کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ یہاں کا روٹی کو مومنوں کی ایک جماعت کے سامنے کیا جائے۔

امام محمد علیہ الرحمہ موطا میں لکھتے ہیں کہ خبر دی ہمیں، ہلکے سے کہ ہم سے بیان کیا بتلی بن سعید نے کہ انہوں نے سنا سعید بن مسیب کو یہ کہتے ہوئے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس طرح میں سے کوئی ایک پتھر اپنے اوٹ کو بٹھا دیا۔ مگر یوں کا ڈھیر کرا لیا چار اس پر پھیلا دی اور اس پر ایٹ گئے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلایا کہ ہا، اے اللہ میں یوزہ جو گیا ہوں میری قوت کمزور ہو گئی ہے۔ میری رعیت بہت زیادہ دور پھیل گئی ہے۔ مجھے اپنے پاس اس حال میں بولے کہ میں نے مذہبِ نبوی کی ہر چیز پر آپ سے مدد و تحفظ لیا ہے تو لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اے لوگو تم پر سنتیں مسنون ہو چکی ہیں فرائض مقرر ہو چکے ہیں۔ میں نے تمہیں ایک واضح راستہ پر چھوڑا ہے۔ آپ نے اپنے اپنے ایک ہاتھ پر درود ہاتھ مارا ہے تو ہونے کو اب دائیں بائیں گراؤ نہ ہو جانا۔ پھر کہا خبردار آیت رجم کے تصدیق ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ میں رجم کی آیت نہیں پاتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے رجم کیا۔ تم سے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ کہنا کہیں گے کہ عمر بن خطاب نے کتاب اللہ میں اضافہ نہ کیا ہے تو میں اس میں لکھ دیتا (النبیۃ والشیخۃ اذا زانیوا فجموہما)۔ ہم نے اس کو پڑھا ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ ڈالو کچھ مہینہ نہ نہیں ہو تو کچھ مہینہ کر دیئے گئے۔

(موطا امام محمد، حدیث 689)

رجم کرنے کی کیفیت کا بیان

شیخ امام الدین مکی لکھتے ہیں کہ رجم کی صورت یہ ہے کہ اسے میدان میں لپکا کر اس قدر پتھر ماریں کہ مروجے اور رجم کے پے دل نہ کی طرح فطیس ہاندھ کر کھڑے ہوں جب ایک صف مار چکے تو یہاں تک جائے اب اور لوگ ماریں۔ اگر رجم میں ہر شخص یہ قصد کرے کہ ایسا، روں کہ مروجے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ ہاں اگر یہ اس کا ذی رحم مروجے ہو تو ایسا قصد کرنے کی اجازت نہیں اور گرایا نہیں کوس پر رجم کا حکم ہو چکا ہے کسی نے نقل کر ڈالا یا اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر نہ قصاص ہے نہ دیت مگر سزا دینے کے اس نے کیوں نہیں کی۔ ہاں اگر حکم رجم سے پہلے ایسا کیا تو قصاص یا دیت واجب ہوگی۔ (قادی ہندیہ، کتاب اللہود)

زنا کی تفصیل

شرعی دنوں نے "جرم و سزا" کا جو مفہوم مقرر کیا ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں سزا میں تین طرح کی ہیں۔

(۱) دوسرا میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے مگر ان کے اجزاء کو خود بندوں پر پھوڑ دینے سے ان میں کسی خارجی طاقت جیسے حاکم یا حکومت کو دخل انداز ہونے کا حکم نہیں ہے، شریعت نے اس طرح کی سزا کا نام کفارہ رکھا ہے جیسے قسم کی خلاف ورزی یا رضائن میں بلا ضرر شرعی روزہ توڑ دینے کا نام کفارہ ہے۔

(۲) دوسرا میں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین ہیں، ان سزائوں کو جاری کرنے کا اختیار تو اللہ کی حکومت کو ہے مگر ان میں قانون سازی کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اس طرح کی سزا کو شریعت میں حد کہتے ہیں جیسے چوری، زنا اور شربِ لوث کی سزائیں۔

(۳) دوسرا میں جنہیں کتب و سنت نے متعین نہیں کیا ہے مگر جن سے کاموں کی یہ سزائیں ہیں ان کو جرائم کی فہرست میں داخل کیا ہے اور سزا کے تعین کا مسئلہ کم یا حکومت کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ موقع و محل اور ضرورت کے مطابق سزا خود متعین کریں۔ اس قسم کی سزائوں میں حکومت کو قانون سازی کا حق بھی حاصل ہے مگر اس دائرہ کے اندر وہ جو شریعت نے متعین کر رکھا ہے اس طرح کی سزائیں شریعت میں "تعزیر" کہلاتی ہے۔

ان کی سزائوں کے اسباب و رائج کا فقہی بیان

تقریباً (سزائے موت) اس شخص کو کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل اوصاف پائے جائیں:

1 - مرتد، شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص اپنا دین بدل سلائے تو کر دو۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (6524)

2 - شہر شہ زانی: اس کی سزا رجم ہے یعنی اسے موت تک پتھر مارنا۔ مھمن یعنی شادی شدہ وہ شخص ہے جس نے صحیح کلاہ

کے ساتھ اپنی بیوی سے جماع کیا ہو، اور وہ دونوں آزاد و باطن ہو۔

چنانچہ جب شادی شدہ مرد یا عورت نے آزادوں کو مستحکم کر دیا؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے: "جو شخص سے لے، جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے، نکواری (سزا) نہ کرے (وہ) اسے سو کوڑے اور ایک برس تک جلاوطن کیا جائیگا، اور شادی شدہ شادی شدہ عورت (کے ساتھ) سو کوڑے اور چار برس تک۔" (صحیح مسلم حدیث نمبر: 1690)

اور اس لیے کہ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ اور ذریعہ بن خالد جیسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ: "ایک اعرابی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو شکایت کروا رہا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کریں۔

تو دوسرا شخص کہنے لگا: وہ پہلے شخص سے زیادہ تیر اور مجھ دھاتی ہاں آپ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے ساتھ کریں، اور مجھے کہا کہ تیری اجازت دیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ وہ شخص کہنے لگا: میرا بیٹا اس کا ملازم تھا (مجھ) اس شخص نے میرا بیٹا زبردستی کے لیے رکھا) تو اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا اور مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر مجرم کی مزاحمت میں نے اسے بطور قہر یہ سو کر یاں اور ایک کوڑی دی۔

جب میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا میرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک برس جلاوطنی کی سزا ہے، اور اس عورت کو مجرم کی سزا ہوگی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے دو بیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، کوڑی اور بکریاں واپس جوگی، اور آپ کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک برس جلاوطنی کی سزا ہے۔ اسے انیس (ایک صحابی کا نام ہے) تم اس عورت کے پاس جاؤ اگر تو وہ اعتزاف کرتی ہے تو اسے رجم کرو۔

راوی کہتے ہیں: تو وہ اس عورت کے پاس گئے اور اس نے اعتزاف کر لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کیا، حکم دیا اور عورت کو رجم کر دیا۔" (صحیح بخاری حدیث نمبر: 2725) (صحیح مسلم حدیث نمبر: 1698)

3 قول: عمل کرنے والے شخص کو قصاص میں قتل کیا جائیگا، لیکن اگر مقتول کے ورثہ اور ولی نے اسے معاف کر دیں، یا باہر دیت لینے پر رضامند ہو جائیں تو قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائیگا؛ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

(اسے ایمان والوں) تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد و آزاد کے بدلے، اور غلام غلام کے بدلے، اور عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اجازت کرنی چاہیے اللہ آسانی کے ساتھ دیت اور اگر کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے، اس کے بعد جو کوئی بھی سرکشی کہے سے درناک عذاب ہوگا) البقرہ: (178)

اور اس سے اگلی آیت میں فرمان باری تعالیٰ کچھ اس طرح ہے: (مقتولہ) اقصاء میں تمہارے لیے زندگی ہے، اس کا

4 قول: حق سے (روگے) البقرہ: (179)

اور اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو شخص بھی کوئی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں اس مسلمان شخص کا خون بہا نہ حلال نہیں، لیکن تین اشیاء کی بنا پر: یا تو وہ شادی شدہ زانی ہو، اور قتل کے بدلے قتل کر دیا، اور نہ کو ترک کرنے اور جماعت سے علیحدہ ہونے والے شخص کو۔"

(صحیح بخاری حدیث نمبر: 6484) (صحیح مسلم حدیث نمبر: 1676)

4 قول: اور البقرہ اور اسے محارب کہا جاتا ہے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں، یا سولی پر چڑھا دیے جائیں، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو ہونی ان کی دنیوی ذلت اور خوارگی، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے) المائدہ: (33)

5 چار سو: وہ شخص جو مسلمانوں کی جاسوسی کر کے ان کے دشمنوں کو خبریں پہنچائے۔ اس کی دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ذیل حدیث ہے: حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ کے مشرکوں میں کچھ کو خط لکھا جس میں انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ معاملات کی خبر دی، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے حاطب یہ کیا ہے؟

تو حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بارہ میں جلدی نہ کریں، میں ایسا شخص تھا جو قریش کے ساتھ آ کر ملتا تھا، اور ان کے قبیلہ میں شریک نہیں تھا، اور آپ کے ساتھ جو ہاجرین ہیں، ان کے کد میں دھتے تھے ہیں، وہ ان کے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کرینگے، میں نے چاہا کہ جب میں سب میں قریش نہیں ہوں، تو میں ان کو یہی اہسان کروں جس کی بنا پر وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ اور میں نے یہ کام کفار و مرتد ہونے کی بنا پر نہیں کیا، اور نہ میں اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کی بنا پر کیا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تمہارے ساتھ کچھ ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جنگ بدر میں شریک ہوا ہے، اور تجھے کیا علم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جہانم کا اور فرمایا: تم جو ہر گردن میں سے چھبیس بخش دیا ہے۔" (صحیح بخاری حدیث نمبر: 3007) (صحیح مسلم حدیث نمبر: 2494)

اس حدیث سے جوا استدلال ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض اللہ تعالیٰ عنہ کا حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس شخص کی بنا پر قتل کا مستحق کرنے کا اقرار کیا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہ اس قتل میں ایک چیز مانع ہے اور وہ یہ کہ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

ابن حاتم حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے متعلق کہتے ہیں: "مسلمان جاسوس کو قتل نہ کرنے کی رائے رکھنے والوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، مگر امام شافعی اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ، اور اس حدیث سے اس جاسوس کو قتل کرنے کی

دائے رکعتوں نے بھی استدلال کیا ہے مظلایا امام مالک اور امام احمد کے ساتھیوں میں سے ابن مقفل رحمہ اللہ وغیرہ۔
ان کا کہنا ہے : کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی عمت بیان کی جو قتل کرنے میں مانع تھی اور وہ عاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنگ بدر میں شریک ہونا ہے، اور اگر اسد قتل میں مانع ہوتا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ مخصوص چیز کے ساتھ عمت بیان نہ کرتے، اور وہ جنگ بدر میں شریک ہونا ہے "اھم کہتہ کی روشنی کے ساتھ۔ (زاد المعاد: 2 / 115)
اور ایک دوسری جگہ میں کہتے ہیں : "اور صحیح ہے کہ اسے جاسوس قتل کرنا حکمران اور امام کی رائے پر منحصر ہے، اگر تو اس کے قتل میں مسلمانوں کی مصیحت ہو تو اسے قتل کیا جائیگا، اور اگر اسے باقی رکھنے میں زیادہ مصلحت رکھتا ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائیگا۔ (زاد المعاد: 3 / 422)

مقرر کے رجم کا آغاز حکمران کرے گا

(وَأَنَّ كَذٰبًا مَّقْرُوٰاۢ اَبْتَدٰۤا اِلَیْمًا ثُمَّ اَلٰنَاسُ) كَذٰوۤا رَوٰی عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (وَرَمٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اَلْعَاوِدِیَّةَ بِحَصَافَةٍ مِّنْ اِلْحِصَافِیۃٍ وَكَانَتْ قَدْ اَخْتَرَفَتْ بِالزُّوْاۡنِ)

ترجمہ

اور جب زانی مقرر ہوا امام ابتداء کرے گا اس کے بعد لوگ کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور غدا یہ رسول اللہ ﷺ نے چنے کی مقدار کے برابر سنگریاں ماری تھیں۔ اور غدا یہ نے زنا کا اقرار کیا تھا۔

حد نافذ کرنے والے کی اہلیت کا بیان

کسی ایک کے لئے بھی یہ لائق نہیں کہ وہ حکمران کی اجازت کے بغیر ہی حدود نافذ کرے، اگر شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کرنے والا حکمران اور سلطان نہ ہو تو ہم لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ حدود کا ذکر کریں، کیونکہ حد نافذ کرنے کیلئے اس کے ثبوت اور اسے نافذ کرنے کے لیے اجتہاد اور شرعی علم کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ اسے علم ہو سکے کہ حد کب ثابت ہوگی اور کب نفی ہوگی اور اس کی شرط کیا ہیں۔

اور عام لوگ اس کا علم ہی نہیں رکھتے، اور پھر عام لوگ اگر حدود نافذ کرنا شروع کر دیں تو اس پر بہت ہی زیادہ فساد و مرتب ہونگے، اور معاشرے کا امن تباہ ہو کر رہ جائے گا، اس طرح لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرنی شروع کر دیں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگا کر حدود نافذ کرنے کی دلیل دیتے ہوئے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فقہی کہتے ہیں : اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قتل کا قصاص اولی الامر کے علاوہ کوئی اور نہیں لے سکتا اولی الامر ہی ہیں جن پر قصاص اور حدود کا ذکر واجب اور فرض ہے اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو قصاص کے ساتھ

ذہب کیا ہے، پھر سب مسلمانوں کے لیے یہ نہیں تیار کیا گیا ہے وہ قصاص پر اکٹھے ہو جائیں، بلکہ سلطان اور حکمران کو قصاص اور دوسری حدود نافذ کرنے میں ان کے قائم مقام بنایا۔ تیسرے طریق (2 / 246 - 245)
دوران رشد کہتے ہیں : اور اس حد (یعنی شراب نوشی کرنے والے کو کوڑے مارنے) کو نافذ کرنے کا غلہ کرم کا اس پر اتناقی ہے کہ وہ حکمران اس حد کو نافذ کرے گا اور اسی طرح باقی ساری حدود کے نافذ بھی۔ بحدایۃ المجتہد ل: بن رشد (2 / 233)
ابو زنا دا اپنے باپ اور وہ ان فقہاء سے بیان کرتے ہیں جن کے اقوال اہل مدینہ تک جاکر ختم ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ : کسی ایک کے لیے بھی یہ چیز نہیں کہ وہ حکمران اور سلطان کے بغیر ہی حدود کا نافذ کرے، لیکن مالک اپنے غلام اور نوٹری پر حد نافذ کر سکتا ہے۔ نخل الاوطار (7 / 296 - 295)

حد رجم کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ

اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرتا ہے، لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اس سورت ضروری اور بزرگی والی نہیں۔ فقہ حنابلہ کے معنی یہ بدعتیہ اور حد نافذ کرنے والے کے لیے بیان کئے ہیں کہ علاج و حرام، امر دینی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے۔ اس میں صاف صاف، کھلے کھلے روشن احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ ترسیت و حیرت حاصل کرو، احکام الہی کو یاد رکھو اور پھر ان پر عمل کرو۔ پھر زنا کاری کی شرعی سزا فرمائی۔ زنا کاری تو کثرتاً ہوگا یا شادی شدہ ہوگا یعنی وہ جو حیرت ہو غفلت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو۔

اور جہود علماء کے نزدیک اسے ایک سال کی جلا وطنی بھی دی جائے گی۔ ہاں امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ یہ جلا وطنی امام کی رائے پر ہے، اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے۔ جمہور کی دلیل تو بخاری مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دو عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ایک نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا اس کے ہاں ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا، میں نے اس کے قہرے میں سے ایک سوکھریاں اور ایک لوٹری دی۔

پھر میں نے علماء سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلا وطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگ ساری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! اس تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں۔ لوٹری اور کبریاں تو تجھے واپس دلوا دیں گی میں اس اور تیرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اسے انہیں تو اس کی بیوی کا بیان سے۔ یہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ قلیلہ السلم کے ایک شخص تھے۔ اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کرے تو تواسے سنگسار کر دیتا۔ چنانچہ اس بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا رضی اللہ عنہا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنور سے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال جلا وطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ رجم کر دیا جائے گا۔

چنانچہ موطا مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ گو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس کتاب اللہ میں جرم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کی، یا دیکھا، یا سنا، یا پہل بھی کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا، چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے۔ اس پر جرح نہ کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو۔ جب کہ اس کے زمانہ پر شرعی دلیل ہو یا عمل ہو یا قرار ہو۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں اس سے ہی مطول ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم کتب سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ یاد رکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا اگر کچھ نے خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں کہ قرآن میں جو نہ تھا، عمر نے لکھا کہ میں آیت رجم کا کسی طرح لکھ دیتا، جس طرح نازل ہوئی تھی۔ یہ حدیث نہایت شریفہ میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھانا نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا۔ عمر بن خطاب عبداللہ بن عرف اور فلان اور فلان کی شہادت ہے کہ آیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ یہ در کھوتھا ہمارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو چھٹا لیں گے۔ اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جنہم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوٹے ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایسا راہبوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح سمجھا ہے۔ ابویعلیٰ موطا میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں تمہاری عقلی تفریق کرتا ہوں۔ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا کہ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رجم کی آیت کونہ لکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب تو میں اسے لکھیں سکنا۔ ایسی کے گلے۔ یہ روایت نہایت میں بھی ہے، پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر خلافت میں منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا۔ واللہ اعلم۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا، جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک غامدہ یہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ ذکر نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے لگوائے ہوں۔ بلکہ ان سب صحیح احادیث میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لئے جہود اسلام کا بھی مذہب ہے۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں۔ پھر رجم کرنا چاہئے تاکہ قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سرحدیہ لکھی جو شادی شدہ عورت تھی اور زنا کا شری آئی تھی تو آپ نے جمہرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور بعد کے دن سنگسار کرایا۔ اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے سنگسار کرایا۔

مسند احمد، سنن ابویہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری بات لے لو، میری بات لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے راستہ نکال دیا۔ کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سارا بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم کے تحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ لکھنا چاہئے۔ دل کا رحم اور چیز ہے اور وہ تو ضرور ہو لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کا سزا میں کی کنواری کو سستی کرنا بری چیز ہے۔ جب امام کسی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو، پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ حد جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے۔ حد میں ہے آپس میں حدود سے درگزر کرو، جو بات جھگڑکچھ پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضروری ہو گئی۔ اور حد میں ہے کہ حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کیلئے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ ترس لکھا کر، مار کر نہ کر دو بلکہ درمیان طور پر کوڑے لگاؤ، یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی تو دوڑدوڑت ہو تہمت لگائے والے کی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہوں گے چاہئیں۔ ہاں زانی پر حد کے جاری کرنے کے وقت کپڑے نہ ہوں۔ یہ قول حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ کا ہے۔ اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ آیت (ولا تخذکم الخ)، پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے۔ کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی یاد میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے قتل پر اور کر پھر کوڑے مارے تو حضرت نافعہ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ اللہ کی حد کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس لکھا یا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے بارڈوالنے کا حکم نہیں دیا نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں۔ میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے۔ پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہئے اور زانیوں پر حد میں پہنچو تھو نہ کرنی چاہئے۔ اور انہیں ضرب بھی شدہ یا مانی چاہئے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا مردوں کیلئے بھی عبرت ہے۔ رجم بری چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبریٰ کو قتل کرتا ہوں لیکن میرا دل دھکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس رجم پر بھی تجھے اجر ملے گا۔ پھر فرمایا ہے ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہئے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہوتا کہ اگر وہ لوگ اس سے رک جائیں۔ اسے علانیہ سزا دی جائے، غلطی طور پر یا برائے کر نہ چھوڑا جائے۔ ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعہ ہو گئی اور آپ پر عمل ہو گیا اسی کو

نے لکرا ہم کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی ناکف ہے۔

علامہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ بونے چائیں۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں چار ہوں۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زمانہ میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں، چار ہوں یا اس سے زیادہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پانچ ہوں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دس۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک جماعت ہوتا کہ نصیحت، عبرت اور سزا ہو۔ لغت بن مغلہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کیسے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے بد و عفت و رحمت کریں۔

مرجوم کے غسل و جنازے کا بیان

(وَيُغْسَلُ وَيُحْتَمَلُ عَلَيْهِ) (يَقُولُ لَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي مَوَازٍ اَصْغَوَا بِهِ كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَانَهُمْ) وَلَا تَنْهَ قِيلَ بِحَقِّ فَلَا يَسْقُطُ الْغُسْلُ كَالْمَقْتُولِ قِصَاصًا " وَصَلَّى السَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْغَائِبَةِ بَعْدَ مَا رَجِمَتْ)

ترجمہ

اور مرجوم کو غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماز کے ساتھ وہی سلاک کرو جو تم اپنے فوت ہونے والوں کے ساتھ کرتے ہو۔ کیونکہ ان کو ایک تکبہ کے قبل کفن کیا گیا ہے لہذا ان سے غسل ساقط نہ ہو گا لہذا وہ اقسام والے متحمل کی طرح ہو جائے گا۔ اور مرجوم کے بعد نبی کریم ﷺ نے خادمہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ قہیدہ اسلام کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمانہ اقرار کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ کو پھیر لیا یہاں تک کہ اس نے اپنے اوپر چار شہ دہیں دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو شادی شدہ ہے، اس نے کہا ہاں۔ آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اسے عیدگ میں سنگسار کیا گیا، جب اسے پتھر پڑے تو ہوا کا لین پکڑا گیا اور جرم کیا گیا، یہاں تک کہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھائی کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس پر نماز پڑھی، یس اور امین جرتے جرتے زہری فصلی علیہ (اس پر نماز پڑھی) نقل نہیں کیا۔ (بخاری، جلد: ۱۰، حدیث نمبر ۱۷۳۸)

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، عزا بن مالک آیا اور عرض کیا کہ رسول اللہ

مجھے پاک کر دیجئے یعنی (مجھ سے جو گناہ مرز ہو گیا ہے اس کی حد پوری کر کے میرے گناہ کی معافی کا سبب بن جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے واپس چائیں زبان کے ذریعہ استغفر کر اور دل سے توبہ کر راوی کہتے ہیں وہ چار گواہ تھوڑی دور جا کر پھر واپس آگیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی الفاظ فرمائے جو پہلے فرمائے تھے، چار مرتبہ ایسی طرح ہوا اور (جب چوتھی بار ماز نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے کس چیز سے اور کس وجہ سے پاک کروں؟ اس نے کہا کہ (حد پوری کر کے) زمانہ گناہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ (یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس کا منہ سونگھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے شراب پی رکھی ہے یا نہیں) لیکن شراب کی بوئیں پائی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ماز سے پوچھا کہ کیا (واقعی) تو نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا دو یا تین روز اس طرح گذرے یعنی مجلس نبوی میں ماز کی سنگساری کے بارے میں دو تین دن تک کوئی ذکر نہیں ہوا پھر (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے تو فرمایا کہ تم لوگ ماز کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کرو ہاں شہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر اس کے ٹاپ کو پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے لئے کافی ہو جائے، پھر اس کے بعد (ایک دن) ایک عورت جو قبیلہ ازد کے خاندان عابدہ میں تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے پاک کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے، واپس جا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار توبہ کر۔ اس عورت نے عرض کیا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماز ابن مالک کو پہلی دفعہ واپس کر دیا تھا اسی طرح مجھ کو بھی واپس کر دیں؟

اور اگر ناکامی (میں) وہ عورت (ہوں جو) زمانہ کے ذریعہ حاملہ ہے لہذا اس اقرار کے بعد میرے انکار کی گنجائش نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ! (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرح سے اپنے تعاقب کو ختم کر کے اور اس کو اقرار مانا سے رجوع کرنے کا ایک اور موقع دینے کے لئے فرمایا کہ یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ کیا زمانہ کے ذریعہ حاملہ ہے!) اس عورت نے اس کے باوجود اپنے اقرار پر اصرار کیا اور کہا کہ "ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اس وقت تک انتظار کر جب تک تو اپنے بچہ کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ایک انصاری نے اس عورت کی خبر گیری کی اور کلمات کا اس وقت تک کے لئے ذمہ لے لیا جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ حاملہ ہے عورت ولادت سے فارغ ہو گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابھی اس کو سنگسار نہیں کریں گے اور اس سکن بچہ کو اس حالت میں نہیں چھوڑیں گے کہ کوئی اس کو دودھ پلانے والا نہ ہو۔ یعنی اگر ہم نے اس کو بھی سنگسار کر دیا تو اس کا بچہ جو خیر خدا را در بہت چھوٹا ہے ہلاک ہو جائے گا، کیونکہ اس کی ماں کے بعد اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں ہے اس نے ابھی اس کو سنگسار کرنا مناسب نہیں ہے) ایک اور

انصاری (بین کر) کہڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! اس بچہ کے دودھ پلانے اور اس کی خبر گیری کا میں ذمہ دار ہوں" (راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا اور وہ سنگسار کی گئی)۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ چ جب تک کہ تو دلہ دست سے فارغ نہ ہو جائے (انتظار کر)۔

پھر جب وہ ولادت سے فارغ ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جاں بچہ کو دودھ پلا تا آتک تو اس کا دودھ چھڑائے اور پھر جب اس نے بچہ کا دودھ بھی چھڑا دیا تو اس بچہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اس وقت اس کے بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس بچہ کو دودھ چھڑا دیا ہے یہ باب روٹی کھانے لگا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو ایک مسلمان کے حوالے کیا اور اس عورت کے لئے حکم فرمایا کہ ایک گڑھا کھودا جائے جو اس کے بچے تک کھودا جائے جب اس کے سینہ تک گڑھا کھود دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنگسار کیا گی اس کی سنگساری کے دوران جب حضرت خالد ابن ولید نے ایک چتراس کے سر پر مارا اور اس کے سر کا خون حضرت خالد کے منہ پر آ کر پڑا تو حضرت خالد اس کو برا بھلا کہنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد! اس کی پیشکش ہو چکی ہے اس کو برا بھلا مت کہو، تم نے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے اسکی توبہ کی ہے کہ اگر توبہ (ناروا) نکلیں لینے والا کہ تو اس کی مغفرت بخش دے گا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ پڑھی گئی اور وہ دفن کی گئی۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 719)

علاوہ ازاں نے توبہ کی اس ارشاد کے ذریعہ اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعزاز کی سعادت اور اس کی توبہ کی فضیلت کو ظاہر فرمایا کہ اس نے اسکی توبہ کی ہے جس کا وہاں جھوٹا خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر ساقی بن گیا ہو سکتا ہے یہاں اقامت حد (حد قائم ہونے) کو توبہ اس احتیاط سے کیا گیا ہے کہ جس طرح توبہ کے ذریعہ گناہ واصل جاتے ہیں اس طرح حد جاری ہونے سے بھی گناہ قائم ہو جاتا ہے۔

جب تک کہ توبہ بچہ کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے "ابن مالک" کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ حاملہ جب تک کہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اس پر حد قائم نہ کی جائے تا کہ ایک بچہ مانا ہو جو اس کے پیٹ میں ہے ہلاک کرنا لازم آئے میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زانیہ کو سنگسار کرنے میں اس وقت تک کی مہلت دی جائے جب تک کہ اس کا دودھ چھڑا جائے جسے میں پیدا ہوا ہے اس سے مستثنیٰ نہ ہو جائے بشرطیکہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

اگر کسی توبہ (ناروا) نکلیں لینے والا کہ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غیر شرعی طور پر اور نامناسب طریقوں سے لوگوں سے محصول لکھیں وصول کرتے ہیں وہ بڑے گناہگار ہیں کیونکہ اس طرح کے محصول لکھیں وصول کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ شخص کا مال

زور دہرکتی سے اور ظلم کر کے چھین لیا جائے۔

حدیث کے آخری جملہ میں لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام راویوں سے صادر اور لام کے زیر یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقول ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

جب کہ جبری کے نزدیک اور ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد کی روایت میں یہ لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ دوسرے لوگوں نے پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں تو صراحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ (لم یصل علیہا) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا، اسی وجہ سے ائمہ کے ہاں سنگسار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔

مرجوم کی نماز جنازہ پڑھانے میں ملامت ہے

امام مالک کے ہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ امام وقت اور اہل فضل نہ پڑھیں دوسرے لوگ پڑھ سکتے ہیں لیکن حضرت امام شافعی اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ ہر شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے جو گھر گھر اور اہل قبلہ ہوا اگرچہ وہ فاسق و فاجر ہو یا اس پر حد قائم کی گئی ہو نیز ایک روایت میں امام احمد سے بھی یہی منقول ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کے تمام راویوں نے لفظ "صلی" کو صادر اور لام کے زیر یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نقل کیا ہے جب کہ طبری کے نزدیک یہ لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نیز ابی شیبہ اور ابو داؤد امام نووی نے بھی اس طرح نقل کیا ہے نیز ابن ابی شیبہ نے اس بارے میں یہ بات کہی زیادہ مناسب ہے کہ یہ لفظ اصل میں تو صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے البتہ باقی کے الفاظ (ثم امر بها) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس عورت کے جنازہ کو پھیلانے لکھنا ہے اور نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ لکھ دیا، چنانچہ اس کی تائید اس عبارت سے ہوتی ہے جو مسلم کی روایت میں ہے کہ حدیث (امر بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرجعت فم صلی علیہا لفقال لہ عمر تصلی علیہا یا سی اللہ وقد زنت) یہ روایت صراحت کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔

ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حدیث (فم امرهم یصلوا علیہا) (یعنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے قاضی عیاض نے بھی وضاحت کی ہے کہ اگرچہ مسلم نے اپنی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسحاق ابن مالک کے جنازہ کی نماز پڑھنا ذکر نہیں کیا ہے لیکن بخاری نے اس کو ذکر کیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جب مسلم کے اکثر راویوں نے لفظ "صلی" صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نقل کیا تو یہاں صاحب مشکوٰۃ نے

اس لفظ کو صیغہ مجہول کے ساتھ کیوں نقل کیا؟ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اگرچہ اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے اس اعتبار سے موجب مشکوٰۃ کو یہ لفظ صیغہ معروف کے ساتھ کر کے اثبات کو ترجیح دینا چاہئے تاہم جن جب انہوں نے مستخرج نسخوں میں دیکھا کہ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے جنازے کی نماز پڑھی یا نہیں پڑھی تو انہوں نے لفظ صلی کو صیغہ مجہول کے ساتھ نقل کرنے کو ترجیح دی تاکہ اس صورت میں دونوں ہی احتمال غلط نہیں ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ صورت ابہام سے خالی نہیں ہے اس لئے اس بارے میں اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ جمہور کی متابعت اور نقل مشہور کی موافقت کے پیش نظر اس لفظ کو صیغہ معروف ہی کے ساتھ قبول کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تھی بہر کیف یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ، اس گناہ کو کم کر دیتی ہے جس کی سزا میں اس کا خدا اجرام ہوتا ہے مثلاً اگر یہ زنا کا مرتکب ہوا اور اس کے پاس جرم کی سزا میں اس پر حد جاری کی جائے تو وہ زنا کے گناہ سے بری ہو جائے گا اور آخرت میں اس سے اس کی سزا کو کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

دیکھ بات اور دوسری کیجئے ہیں کہ (یہاں اس عورت کے بارے میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اور) بظاہر دوسری روایت پہلی روایت کے مخالف ہے کیونکہ دوسری روایت سے تو صراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو اس وقت سنگسار کیا گیا جب اس عورت نے اپنے بچے کا دودھ پھڑا دیا تھا اور وہ روٹی کھانے لگا تھا لیکن پہلی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کی وراثت کے بعد ہی سنگ رکھ دیا گیا تھا، لہذا دوسری روایت کے صریح مفہوم کے پیش نظر پہلی روایت کی تاویل کرنی ضروری ہوئی تاکہ دونوں روایتوں کا مفہوم یکساں ہو جائے کیونکہ دونوں روایتوں کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہے اور دونوں ہی روایتیں صحیح ہیں، یہیں تاویل یہ ہے کہ پہلی روایت میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اس بچے کو دودھ پلانے کا ذمہ دار ہوں تو انہوں نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ اس عورت نے اپنے بچے کا دودھ پھڑا دیا تھا، اور دودھ پلانے کا ذمہ دار ہونے سے اس کی مراد یہ تھی کہ میں اس بچے کی حفاظت اور پرورش کا ذمہ دار ہی بناتا ہوں اور اپنے اس مفہوم کو انہوں نے مجزاً دودھ پلانے سے تعبیر کیا

غیر محسن زانی کی سزا کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُعْصِنًا وَكَانَ خُرًا فَحَدُّهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) إِلَّا أَنَّهُ انْتَسَخَ فِي حَقِّ الْمُحْصَنِ فَكَيْفَىٰ فِي حَقِّ غَيْرِهِ مُعْظَمًا بِهِ. قَالَ (يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِصُرْبِهِ بِسَوْطٍ لَا تَمُوتُ لَهُ قَتْمَةٌ مَتَوَسِّطًا) لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُعْزِمَ الْحَدَّ حَسَرَ تَمَتُّتَهُ.

وَالْمَتَوَسِّطُ بَيْنَ الْمُسْرَحِ وَغَيْرِ الْمُنْزِلِ بِالْقَضَاءِ الْأَوَّلِ إِلَى الْهَلَاكِ وَخُلُوِّ الْثَانِي عَنْ الْمَقْصُودِ وَهُوَ لِإِنْ جَارَ (وَنَزَعَ عَنْهُ قَبْلَهُ) مَعْنَاهُ ذُو الْإِزَارِ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ، وَلَئِنْ التَّجْرِيدُ أَبْلَغُ فِي إِيصَالِ الْأَلَمِ إِلَيْهِ. وَهَذَا الْحَدُّ مَبْنَاهُ عَلَى الصُّرْبِ وَلِي نَزْعِ الْإِزَارِ كَشَفَ الْعُزْرَةَ فَيَتَوَقَّاهُ وَيُسْرِقِي الصُّرْبَ عَلَى أَعْضَائِهِ) لِأَنَّ السَّجْعَ فِي عَضْوٍ وَاحِدٍ لَقَدْ يُفْضِي إِلَى التَّلَفِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلَفٌ.

ترجمہ

اور اگر وہ زانی شادی شدہ نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کیلئے سزا سو کوڑے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”زانی اور زانیہ میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ البتہ محسن کے حق میں حکم منسوخ ہو چکا ہے اور غیر محسن کے حق میں اس پر عمل باقی ہے۔ اور حاکم اس کو اس طرح کے کوڑے سے مارنے کا حکم دے گا جس میں گرد نہ ہو اور دھاریاں نہ مارے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حد قائم فرماتے تھے تو اپنے کوڑے کی گرہ کوڑے دیتے تھے۔ اور درمیان بدوہ سے جوخت اور نرم کے درمیان ہو۔ کیونکہ پہلا یعنی سخت ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے جبکہ دوسرا از چار یعنی سزا سے خالی ہے۔ مروجہ محسن کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے لیکن اس کی چادر نہ اتاری جائے گی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوسرے کپڑے اتار دینے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ مروجہ کو تکلیف دینے میں تجرید زیادہ نفع مند ہے اور اس سزا کا درد اسی نہایت سختی سے مارنے کا ہے اور چادر اتارنے سے کشف عورت ہے پس اس سے احتیاط کی جائے گی۔ اور اس کے خلف اعضاء پر مارنے کی یہ جائے ایک ہی عضو پر مارنے ہلاکت کا خطرہ ہو جائے گا اور یہ حد راہِ جرم سے ہلاک کرنے والی نہیں ہے۔

غیر محسن کو ڈرے بارے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جحد کے دن ایک عورت کو سنگسار کیا تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔

(مجمع بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1729)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ غرض جس کا زنا ثابت ہو محسن نہ ہو تو اسے ڈرے بارے جائیں، اگر آزاد ہے تو سوہ۔ اوڑے اور غلام یا باندی ہے تو چار سو ۵۰ اور زنا اس قسم کا ہو جس کے کنارہ پر گرد نہ ہو نہ اس کا نہ رخت ہو اگر ایسا ہو تو اس کو کوٹ کر ملا کر لیں اور متوسط طور پر ماریں، نہ آہستہ نہ بہت زور سے۔ نہ ڈرے کو سر سے اوجھا اٹھا کر اسے نہ بدن پر پڑنے کے بعد اسے سینے پر بلکہ اوپر کو اٹھا لے اور بدن پر ایک ہی جگہ نہ مارے، بلکہ مختلف جگہوں پر مگر چہرہ اور سر اور شرمگاہ پر نہ مارے۔ (در مختار کتاب الحدود)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ڈرہ مارنے کے وقت مرد کے کپڑے اتار لیے جائیں مگر تہبند یا پاؤں نہ

ادار میں کس ضرور ہے اور عورت کے کپڑے نہ ادا کرے جائیں ہاں یوسن یا روئی بھرا ہوا کپڑا پہنے ہو تو اسے اوتروالیں مگر جب کاس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو تو اسے بھی ادا کرنا واجب اور مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو کھٹا کر ڈالے ماریں۔ نہ زمین پر نہ کمر ماریں اور اگر مرد کھڑا نہ ہو تو اسے ستون سے باندھ کر یا کپڑا کر کوڑے ماریں۔ اور عورت کے سبے اگر گڑھا کھودا جائے تو جائز ہے جتنی جگہ کرنا گوارا ہوں سے ثابت ہوا اور مرد کو لیے نہ کھودیں۔ (رفقاہ، کتاب الحدود)

محمد و علیہ کے سر و چہرے پر مارنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (لَا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَقَرْنَهُ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَبْدِي أَمْرَهُ يَضْرِبُ الْحَدَّ اتِّي الْوَجْهَ وَالْمَذَاجِرَ) وَلَئِنْ الْفَرْجَ فَقَتْلُ الرَّأْسِ مَجْمَعُ الْحَوَاسِ، وَكَذَا الْوَجْهَ وَهُوَ مَجْمَعُ الْمَحَابِسِ أَيْضًا فَلَا يُؤْمَنُ قَوَاتُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالضَّرْبِ وَذَلِكَ إِهْلَاكٌ مَعْنَى فَلَا يُشْرَعُ حَدًّا. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَضْرِبُ الرَّأْسَ أَيْضًا رَجَعَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا يَضْرِبُ سَوْطًا يَقُولُ أَبِي بَكْرٍ: اضْرِبُوا الرَّأْسَ فَإِنَّ فِيهِ شَيْطَانًا.

قُلْنَا: تَسْأَلُهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ ذَلِكَ فَيَمَنْ أَيْبَحُ قَتْلُهُ. وَيَقَالُ: إِنَّهُ وَرَدَ فِي حَرْبِي كَانَ مِنْ دَعَاةِ الْكُفْرَةِ وَالْإِهْلَاكِ فِيهِ مُسْتَحَقٌّ (وَيَضْرِبُ فِي الْحُدُودِ كُلِّهَا قَائِمًا غَيْرَ مَمْدُودٍ) (لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَضْرِبُ الرِّجَالَ فِي الْمَمْدُودِ قَائِمًا وَالنِّسَاءَ قُعُودًا، وَلَئِنْ مَتْنِي إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى التَّشْهِيرِ، وَالْقِيَامُ أُنْبِغِ فِيهِ. ثُمَّ قَوْلُهُ: غَيْرَ مَمْدُودٍ، فَقَدْ قِيلَ الْمَدُّ أَنْ يُلْقَى عَلَى الْأَرْضِ وَيَمَدَّ كَمَا يُفْعَلُ فِي زِمَانِنَا، وَقِيلَ أَنْ يَمَدَّ السَّوْطُ فَيَرْفَعَهُ الضَّارِبُ فَوْقَ رَأْسِهِ، وَقِيلَ أَنْ يَمُدَّهُ بَعْدَ الضَّرْبِ، وَذَلِكَ كُلُّهُ لَا يُفْعَلُ لِأَنَّهُ زِيَادَةٌ عَلَى الْمُسْتَحَقِّ.

ترجمہ

فرما: نہ زانی کے سر اور اس کے چہرے اور اس کی شرمگاہ پر نہ مارا جائے کیونکہ آپ ﷺ نے جس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا اس سے یہ فرمایا کہ چہرہ اور شرمگاہ پر نہ مارنا کیونکہ شرمگاہ سے قتل ہو سکتا ہے اور مرد جو اس کا مجموعہ ہے اور چہرہ جو اس کا مجموعہ ہے اس سے کسب اس میں سے کسی چیز کا فائدہ ہوتا ناممکن ہے اور یہ معنی بلاست ہے اور یہ حدین کو شروعت نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سر پر بھی راجا گے اور کوڑوں سے مارا جائے گا کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے سر پر مارو۔ کیونکہ اس میں شیطان ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بندے کے بارے میں فرمایا تھا جس کا قتل جائز تھا۔ اور یہ بھی کہ کیا گیا ہے کہ یہ قتل اس حربی کے بارے میں ہے جو کافروں کو بلانے والا تھا۔ اور اس کو ہلاک کرنا واجب تھا۔ تمام حدود میں زانی کو کھڑے کر کے ہاتھ باندھے بغیر ہی کوڑے مارے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مردوں کو کھڑے کر کے حد لگائی جائے اور عورتوں کو بیٹھا کر حد لگائی جائے۔ کیونکہ حد قائم کرنے کا داروہ اور شہرت پر ہے۔ اور اس میں قیام قائم نہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کہ غیر معدود کہتا محتمل ہے ایک قول یہ ہے کہ مجرم کو زمین پر ڈال دیا جائے گا جس طرح امارے دور میں دیکھتے ہیں اسی طرح کھینچا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مارنے والا اپنے کوڑے کو کھینچ کر اپنے سر تک اٹھائے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کوڑا مارنے کے بعد اس کو کھینچنے مگر اس میں سے کوئی کام تو کیا جائے گا کیونکہ یہ زانی کیلئے واجب مارتے زائد ہے۔

شرح

حضرت ابوبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے) سے پرہیز کرے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۵۵۹)

۱۔ خدا ابن جریر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مار پیٹ میں چہرے پر مارنے سے پرہیز صرف غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں چونکہ غلاموں کا بیان ہو رہا تھا اس لیے عنوان میں اسی کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ بلکہ چہرے پر مارنے سے پرہیز کا حکم تمام انسانوں بلکہ جانوروں تک کے لیے ہے۔

اسم کی روایت میں صاف اذافر ہے اور اس حدیث میں کو تمام کو مارنے کی صراحت نہیں ہے مگر امام بخاری نے اس طریق کی طرف اشارہ کیا جس کی انہوں نے ادب المفرد میں نکالا اس میں یوں ہے۔ اذافر ضرب خادم یعنی جب کوئی تم میں سے اپنے خادم کو مارے۔ حافظ نے کہا یہ عام ہے خواہ کسی حد میں مارے یا تعزیر میں برحال میں مٹھ پر نہ مارنا چاہئے۔ اس کی وجہ مسلم کی روایت میں بیان مذکور ہے۔ کیوں کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا وہ ویسے چہرے پر مارنا ادب اور اخلاق کے بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مارنا ہی ہو تو جسم کے دیگر اعضاء موجود ہیں۔

۲۔ علامہ نے کہا ہے چہرے پر مارنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ یہ عضو لطیف ہے جو جملہ حاسن کا مجموعہ ہے اور اکثر اور اک کا قیام چہرے کے اعضاء ہی سے ہوتا ہے۔ پس اس پر مارنے سے فخر ہے کہ اس میں کسی ایک ناقص و عجیب پیدا ہو جائیں، پس یہ علت بجز ہے جن کی بنا پر چہرے پر مارنا منع کیا گیا ہے۔ لیکن امام مسلم کے نزدیک ایک اور علت ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو اعلیٰ ادب مروی کی سند کے ساتھ حضرت ابوبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس میں اس لیے نظر فرمادہ ہیں کہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے اگرچہ خیمہ کے مروج میں اختلاف ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک یہ خیمہ مغرب ہی کی طرف لٹتی ہے۔ اس لیے کہ پہلے چہرے کے اکرام کا حکم ہو چکا ہے۔ اگر یہ تعلیل مردانہ دینی جائے تو اس جملہ کا مائل سے کوئی ربط باقی نہیں رہ جاتا۔ قرطبی نے کہا کہ

بعض نے حضرت کو اللہ کی طرف لونا یا ہے۔ دلیل میں بعض طرق کی اس عبارت کو پیش کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو حشر کی صورت پر پیدا کیا۔ (فتح الباری شرح بخاری، کتاب العتاق)

غلام پر نصف چاری ہوئے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَلَدًا خَمْسِينَ جَلْدَةً) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَلْيَكْفِهَنَّ لِغُلَامٍ مَا كَفَّرَ الْمُتَحَصِّنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) نَزَلَتْ فِي الْإِمَاءِ، وَلَئِنْ الرِّقَى مُنْقِصٌ لِلنِّعْمَةِ فَيَكُونُ مُنْقِصًا لِلْعُقُوبَةِ، لِأَنَّ الْجَنَائَةَ عِنْدَ تَوَافُرِ النِّعَمِ أَفْحَشُ فَيَكُونُ أَذْعَى إِلَى التَّعْلِيلِ

ترجمہ

اور اگر زنا کرنے والا غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے ماریں جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: باندہ یا نو آزاد عورتوں کی نسبت نصف سزا ہے۔ یہ آیات باندہوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ رقیۃ نعمت کو کھوڑا کرنے والی ہے۔ باندہ سزا کو بھی کم کر دے گی۔ کیونکہ نعمتوں کی کثرت کے باوجود جنت میں کرنے زیادہ برابر ہے لہذا یہ حیثیت آزاد کے حق میں زیادہ سخت ہو گی۔

باندہوں کی حد میں فقہی تصریحات کا بیان

قَدْ آدَّ أَحْسَنَ لِمَنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَلْيَكْفِهَنَّ نِصْفَ مَا عَلَى الْمُتَحَصِّنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَلَتِ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصِيرُوا خَيْرَ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (نساء ۲۵)

جب وہ قید شدہ آجائیں، پھر ہر کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی سے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے بہتر قسم سے زنا کا اندیشہ ہے اور ہر گناہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

جمہور کا قول ہے کہ لوٹری کو زنا کی حد سے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافراہ ہوشادہ شدہ یا غیر شادہ شدہ ہو یا جودہ ہے کہایت کے مفہوم کا تقاضا ہے کہ غیر محصنہ لوٹری پر حد ہی نہ ہو، پس اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، جمہور کا قول ہے کہ رشک "جو بولا گیا" مفہوم پر مقدم ہے اس لئے ہم نے ان عام احادیث کو جن میں لوٹریوں کو حد مارنے کا بیان ہے اس آیت کے مفہوم پر مقدم کیا،

صحیح مسلم کی حدیث میں کہ حضرت علیؑ نے اپنے شہید میں فرمایا لوگو اپنی لوٹریوں پر حد میں قائم رکھو خواہ وہ محصنہ ہوں یا نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی لوٹری کے زنا پر حد مارنے کو فرمایا چنانکہ وہ نفاس میں تھی اس لئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں حد کے کوڑے لگتے سے یہ مر نہ جائے چنانچہ میں نے اس وقت اس حد نہ لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا جب تک وہ لکھ لٹاک نہ ہو جائے حد نہ مارنا،

مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب یہ نفاس سے فارغ ہو تو اسے پچاس کوڑے لگانا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کی لوٹری زنا کرے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے وہ حد مارے اور برا بھلا نہ کہے پھر اگر وہ بارہ زنا کرے تو بھی حد لگائے اور ڈانٹ جھڑک نہ کرے، پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے اور ظاہر ہو تو اسے چھ زنا کر چاچک رسی کے ٹکڑے کے بدلے ہی ہو، اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب عین بائیں سے اس سرزد ہو تو چوٹی دفعہ رخصت کر ڈالے، عبداللہ بن عباسؓ بن ابیہرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند قریشیوں کو جو ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت کی لوٹریوں سے لٹی ایک پر حد جاری کر کے کو فرمایا ہم نے انہیں زنا کی حد میں پچاس پچاس کوڑے لگائے دوسرا جواب ان کا ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ لوٹری پر احسان بغیر حد میں دھرنا ہے ان کے کہ یہ مارنا صرف بطور ادب سمجھانے اور باز رکھنے کے ہے،

ابن عباسؓ اسی طرف گئے ہیں طاؤسؓ سعید ابیہرہؓ وادو ظاہری کا مذہب بھی یہی ہے ان کی بڑی دلیل مفہوم آیت ہے اور یہ شرط ہے مفہوم میں سے ہے اور اکثر کے نزدیک یہ محض جنت ہے اس لئے ان کے نزدیک ایک عزم پر مقدم ہو سکتا ہے اور ابو ہریرہؓ اور زید بن خالدؓ کی حدیث جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کہ جب لوٹری زنا کرے اور وہ محصنہ نہ ہو یعنی اس کا نکاح نہ ہوا ہو تو کیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اسے حد لگا دیکھو زنا کرے تو پھر کوڑے لگا دیکھو زنا کرے تو ایک رسی کے ٹکڑے کے قیمت پر ہی کیوں نہ بیچنا پڑے،

راوی حدیث ابن شہابؓ فرماتے ہیں نہیں جانتا کہ تیسری مرتبہ کے بعد یہ فرمایا یا چوٹی مرتبہ کے بعد۔ پس اس حدیث کے مطابق وہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو یہاں کی حد کی مقدار اور اور کڑوں کی تعداد بیان نہیں فرمائی جیسے کہ محصنہ کے بارے میں صاف فرمایا ہے اور جیسے کہ قرآن میں مقرر طور پر فرمایا گیا کہ محصنات کی نسبت نصف حد ان پر ہے، پس آیت وحدیث میں اس طرح تطبیق دینا واجب ہوگئی واصلہ وسلم اس سے بھی زیادہ صراحت والی وہ روایت ہے جو سعید بن مسعودؓ نے بروایت ابن عباسؓ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی لوٹری پر حد نہیں جب تک کہ وہ احسان والی نہ ہو جائے یعنی جب تک نکاح والی نہ ہو جائے ہم جس عاقدہ والی بن جائے تو اس پر آدھی حد ہے یہ نسبت اس حد کے جو آزاد نکاح والیوں پر ہے، یہ حدیث ابن خزیمہؒ میں بھی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں اسے مرفوع کہا خطا ہے یہ موقوف ہے یعنی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے،

تنبیہ میں بھی یہ روایت ہے اور آپؐ کا بھی یہی فیصلہ ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ والی حد میں ایک واقعہ کا فیصلہ ہیں، اور حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث دوسرے واقعہ کا فیصلہ ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث کے بھی کی جوابات ہیں ایک تو یہ کہ یہ محمول ہے اس لوٹری پر جو شادی شدہ ہو اس طرح ان دونوں احادیث میں تطبیق اور جمع ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ اس حدیث میں خلف حد کی راوی کا داخل کیا ہوا ہے اور اس کی دلیل جواب کا فقرہ ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحابیوں کی ہے اور وہ حدیث صرف ایک صحابی کی ہے اور ایک راوی والی پر دو راوی مقدم ہے، اور اس طرح یہ حدیث نسائی میں بھی مروی ہے اور مسلم کی شرط پر اس کی سند ہے کہ حضرت عمار بن عبدالمطلبؓ نے اپنے چچا سے جو ہدیری صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

جب کوٹھی زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر جب زنا کرے تو کوڑے مارو پھر جب زنا کرے تو کوڑے لگاؤ پھر جب زنا کرے تو کوڑے مارو اگر چہ ایک ہی کے ٹکڑے بدلے ہی بیچنا پڑے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بھی بعید نہیں کہ کسی راوی نے جلد کو خیال کر لیا ہو یا لفظ حد کا اطلاق کر دیا ہو اور اس نے جلد کو حد قرار کر لیا ہو یا لفظ حد کا اطلاق تادیب کے طور پر سزا دینے پر کر دیا ہو جیسے کہ لفظ حد کا اطلاق اس سزا پر بھی کیا گیا ہے جو بے درازی کو گناہ ایک خوش مار گیا تھا جس میں ایک سو پچھتر چھوٹی شاخیں تھیں، اور جیسے کہ لفظ حد کا اطلاق اس شخص پر بھی کیا گیا ہے جس نے اپنے بیوی کو اس کوٹھی کے ساتھ زنا کی کسی بیوی نے اس کے لئے حلال کر دیا تھا حالانکہ اسے دو سو گنا گناہ تعزیر کے طور پر صرف ایک سزا ہے جیسے کہ امام احمد وغیرہ متفق کا خیال ہے۔ حد حقیقی صرف یہ ہے کہ کوٹھارے کو سو کوڑے اور شدی شدہ ہوئے کو رجم و نافذ فرما۔

اکنی مجدد وغیرہ میں حضرت سعید بن جبیر کا فرمان ہے کہ کوٹھی نے جب تک ٹکڑا نہیں کیا اسے زنا پر مارا نہ جائے، اس کی عادت تو صحیح ہے لیکن معنی دوہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ بالکل ماری نہ جائے نہ حد نہ کوٹھی کو تو یہ قول بالکل غریب ہے ممکن ہے کہ آیت الفاظ پر نظر کر کے یہ فتویٰ دیا ہو اور حد بیٹ نہ بنی ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ حد کے طور پر نہ مارا جائے اگر یہ معنی حوالہ ہے یا نہیں تو اس کے خلاف نہیں کہ کوٹھی کو سزا کی جائے، پس یہ قیاس حضرت ابن عباس عوس وغیرہ کے فتوے کے مطابق ہو جائے گا والدائم۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں دلالت ہے کہ کھنڈہ کوٹھی پر یہ نسبت آزاد گورت کے آدھی حد ہے، لیکن کھنڈہ ہونے سے پہلے کتاب و سنت کے محکمہ میں یہ بھی شامل ہے کہ اسے بھی سو کوڑے مارے جائیں جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے

(الْأَنفُسُ وَالْأَرْوَاحُ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً 24 - النور: 2)

یعنی زنا کا گورت زنا کار کو ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور جیسے حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری بات لئے کوٹھیری بات سمجھو لہذا نے ان کے لئے راستہ نکال دیا اگر دونوں کو جب غیر شادی شدہ ہیں تو سو کوڑے اور ایک سال کی جاوا اور اگر دونوں طرف شادی شدہ ہیں تو سو کوڑے اور پھر قتل سے رجم کر دینا۔ یہ حد صحیح مسلم شریف کی ہے اور اسی طرح کی حد حدیث میں بھی ہیں،

داؤد بن علی خان ہری کا یہی قول ہے لیکن یہ سخت ضعیف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے محضہ کوٹھی کو یہ نسبت آزاد کے آدھے کوڑے مارنے کا عذاب بیان فرمایا نہیں پچاس کوڑے تو پھر جب تک وہ کھنڈہ نہ ہوں اس سے بھی زیادہ سزا کی سزا اور وہ ہونے کو ہیں؟ حالانکہ قاعدہ شریعت یہ ہے کہ احسان سے پہلے کم سزا ہے اور احسان کے بعد زیادہ سزا ہے پھر اس کے برعکس کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ دیکھئے شرع علیہ السلام سے آپ کے صحابہ غیر شادی شدہ کوٹھی کے زنا کی سزا پوچھتے ہیں اور آپ انہیں جواب دیتے ہیں کہ اسے کوڑے مار لیکن یہ نہیں فرماتے کہ ایک سو کوڑے لگاؤ پس اگر اس کا حکم وہی ہوتا جو داؤد سمجھتے ہیں تو اسے یہ کہہ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا اس لئے کہ ان کا یہ سوال تو صرف اسی وجہ سے تھا کہ کوٹھی کے شادی شدہ ہونے کے بعد اسے کوڑے مارنے کا بیان نہیں اور نہ اس قید کے لگانے کی کیا ضرورت تھی کہ سوال میں کہتے وہ غیر شادی شدہ ہے کیونکہ پھر شادی شدہ اور غیر

مثبت شدہ میں کوٹھی فرق ہی نہ رہا کر یہ آیت اتری ہوئی نہ ہوتی لیکن چونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک کا حکم تو نہیں ہو چکا تھا اس لئے دوسری کی بابت سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ پر درود پڑھنے کی نسبت پوچھا تو آپ نے اسے بیان فرمایا اور فرمایا سلام تو اسی طرح ہے جس طرح تم خود جانتے ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) 33 - الاحزاب: 56

نازل ہوا اور صلوة و سلام آپ پر بھیجے گا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو صحابہ نے کہا کہ سلام کا طریقہ اور اس کے الفاظ تو ہمیں معلوم ہیں صلوة کی کیفیت بیان فرمائے۔ پس تمہیک اسی طرح یہ سوال ہے معلوم آیت کا چوتھا جواب ابوہریرہ کا ہے جو داؤد کے جواب سے زیادہ ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں جب کوٹھی یا شادی شدہ ہو جائیں تو ان کی زنا کاری کی حد ان پر آدھی ہے اس حد کی جو شادی شدہ آزاد گورتوں کی زنا کاری کی حد تو خوار ہے کہ آزاد گورتوں کی حد اس صورت میں رجم ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رجم آدھا نہیں ہو سکتا تو لونڈی کو اس صورت میں رجم کرنا پڑے گا اور شدی سے پہلے اسے پچاس کوڑے لگیں گے، کیونکہ اس حالت میں آزاد گورت پر کوڑے نہیں ہیں۔ پس دراصل آیت کا مطلب کھنڈہ میں اس سے خفا ہوئی اور اس میں جو رجم بھی خلاف ہے۔

لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ مسلمان کا اس میں اختلاف نہیں کہ مملوک پر زنا کی سزا میں رجم ہے ہی نہیں، اس لئے کہ آیت کی دلالت کرتی ہے کہ ان پر مہمات کا نصف عذاب ہے اور مہمات کا نصف میں جوائف لام ہے وہ عہد کا ہے یعنی دامت جن کا بیان آیت کے شروع میں ہے (وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلْ يَنْتَحِبْ مِنْكُمْ عَزْلًا أَنْ يَخْبِتَ الْمُخَضَّنُ الْمُؤْمِنُ قِيمًا مُلْكًا لَكُمْ أَنْتُمْ قِيْنُ قِيْلِكُمْ الْمُؤْمِنُ) 4 - النساء: 25) میں گنہگار چکا ہے اور مراد صرف آزاد گورتوں میں۔

ان وقت یہ بیان آزاد گورتوں کا نکاح کے مسئلہ کی بحث نہیں بحث یہ ہے کہ پھر آگے ملے کہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زنا کاری کی جو سزا تھی اس سے آدھی سزا ان کوٹھیوں پر ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اس سزا کا ذکر ہے جو آدھی ہو سکتی ہو اور وہ کوڑے ہیں کہ سو سے آدھے کا حکم دیا جائے جس کے رجم یعنی گنہگار کرنا اسی سزا ہے جس کے لئے نہیں ہو سکتے والدائم،

پھر سند احمد میں ہے ایک والدہ ہے جو ابوہریرہ کے مذہب کی پوری تردید کرتا ہے اس میں ہے کہ کھنڈہ کوٹھی نے ایک غلام سے زنا کاری کی اور اسی زنا سے پیدا ہوا جس کا دعویٰ زانی نے کیا مقدمہ حضرت عثمان کے پاس پہنچا آپ نے حضرت علی کو اس کا تعقیب ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر تو اس کا سمجھا جائے گا جس کی باوجود یہ اور زانی کو پھر بارے جائیں گے پھر ان دونوں کو پچاس پچاس کوڑے لگائے، یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد معلوم ہے سمجھہ ہے علی کے ساتھ اوٹنی پر یعنی جب کہ وہ شادی شدہ ہوں تو ان پر یہ نسبت آزاد گورتوں کے آدھی حد ہے پس ان پر رجم تو سرے سے کی صورت میں ہے یہ بھی منقول الاکرام بعد نکاح، دونوں حالتوں میں صرف کوڑے ہیں جس کی دلیل حدیث ہے، صاحب

صالح بھی فرماتے ہیں۔

اور حضرت امام شافعی سے بھی اسی کو ذکر کرتے ہیں، امام بیہقی اپنی کتاب سنن دار میں بھی اسے لائے ہیں لیکن یہ قول لفظ

ہر سال کیوں نہ بیچتا ہے۔" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف: ج ۱، ص ۷۲۰: حدیث نمبر ۷۲۰)

تو! وہ اس پر حد جاری کرے، یعنی اس کو پچاس کوڑے مارے! یہ واضح رہے کہ لوٹری غلام کی حد، آزاد مرد و عورت کی ہے نہایت آجی حد ہے اور لوٹری غلام کے لئے سنگہ رتی کی سزا شروع نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی نے اس حد سے یہ استدلال کیا ہے کہ آقا کو حق حاصل ہے کہ وہ ملک پر خود بخود جاری کرے جب کہ کئی عہد کے نزدیک ہے ان کے نزدیک یہ حکم دس پر حد جاری کرے دراصل سب پر محمول ہے مگر اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ آقا اپنی زنا کار لوٹری پر جاری ہونے کا سبب اور واسطہ بنے یا اس طور کہ وہ اس لوٹری کو حاکم کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اس پر حد جاری کرے۔

اور اس کو زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حد جاری ہو جانے کے بعد اس لوٹری پر نفع طعن نہ کرے اور نہ اس کو حد جاری ہونے کی خاطر غیرہ دل لے کیونکہ جب اس نے حد کی صورت میں اپنے گناہ کا ثبوت یا مجرم یا اور وہ گناہ سے پاک ہوگئی تو اس پر نفع طعن کیا دے اور اسے رکیوں دیا جائے! اور یہ حکم خاص طور پر لوٹری ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ آزاد کا بھی یہی حکم ہے لیکن لوٹریاں چونکہ توجہ دہش رکھتی ہیں اس لئے خاص طور پر لوٹری کے بارے میں یہ حکم بیان کیا گیا۔

وہ اس لوٹری کو بیچ ڈالے گا مطلب یہ ہے کہ چاہے تو حد جاری کرنے کے بعد اس کو بیچے اور چاہے حد جاری کرنے سے پہلے ہی بیچے لیکن حد سے قبل ہر مضمحلہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ حد جاری کرنے سے پہلے ہی بیچ دینا چاہئے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اس حد سے یہ معلوم ہوا کہ قاسق و قافرا اور اہل معاصی کے ساتھ رہنے کن کو ترک کر دینا اور اس طرح کی لوٹری کو بیچ دینا مستحب ہے لیکن علماء کبار کے نزدیک واجب ہے۔

امام کے بغیر آقا کے حد جاری نہ کرنے کا بیان

(وَلَا يُعْهِمُ الْمَوَلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَّهُ أَنْ يُعْهِمَهُ لِأَنَّهُ لَهُ وَلَايَةٌ مُطْلَقَةٌ عَلَيْهِ كَالْإِمَامِ، تَلْ أَوَّلَى لِأَنَّهُ يُتِمُّكَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ مَا لَا يُتِمُّكَ الْإِمَامُ فَصَارَ كَالْعَبْدِ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَرْبَعٌ إِلَى الْوَلَايَةِ وَذَكَرَ مِنْهَا الْخُدُودَ) وَلَئِنْ الْحَدَّ حَقُّ الْمَوْلَى تَعَالَى لِأَنَّ الْمُقْصِدَ مِنْهَا اخْتِلَاءُ الْعَالِمِ عَنِ الْقِسَادِ، وَلِهَذَا لَا يَسْقُطُ بِاسْقَاطِ الْعَبْدِ فَسَوْفَ مِنْهُ نَوَائِبُ عَنِ الشَّرْعِ وَهُوَ الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ، بِخِلَافِ التَّعْزِيرِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلِهَذَا يُعْزَرُ الصَّبِيُّ، وَحَقُّ الشَّرْعِ مَوْضُوعٌ عَنْهُ.

ترجمہ

اور آقا اپنے غلام پر حد کی اجازت کے بغیر قائم نہ کرے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس کو حد قائم کرنے کا

يَسْمَعَانِ وَصُولَ الْآلَمِ إِلَى الْمَشْرُوبِ وَالسَّرَّ حَاصِلٌ بِذَوَيْهِمَا فَيَنْزَعَانِ (وَتَضْرِبُ بَجَالِسَةٍ) لِسَا زَوَيْنَا، وَلَئِنَّ أَسْتَر لَهَا (وَأَنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَارٌ) لَأَنَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَفَرَ لِلْعَامِيَّةِ إِلَى تَذْوِيهَا، وَحَفَرَ عَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُ لِسُرَاعَةِ الْهَمْدِ لِرَبِّهِ وَإِنْ تَرَكَ لَا يَضُرُّهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَأْمُرْ بِذَلِكَ وَهِيَ مُسْتَوْرَةٌ بِذِيهَا، وَالْحَفَرُ أَحْسَنُ، لِأَنَّهُ أَسْتَرُ وَيُحْفَرُ إِلَى الصَّدْرِ لِمَا رَوَيْنَا (وَلَا يُحْفَرُ لِلرَّجُلِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا حَفَرَهُ لِمَاعِزٍ، وَلَئِنْ مَتْنِي الْإِقَامَةِ عَلَى التَّشْهِيرِ لِلرَّجُلِ الرَّجَالِ، وَالزَّنْطُ وَالْإِنْسَانُكَ غَيْرَ مَشْرُوعٍ

ترجمہ

اور مرد و عورت حد میں برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں کو نفس شامل ہے۔ البتہ عورت اپنے پکڑوں میں سے پونچھ کر اور مجرم ہونے پکڑے ہی اتارے گی کیونکہ عورت کے پکڑے اتارنے میں کشف عورت ہوگا جبکہ پٹین اور حشوات سے ہونے والا مقام پر تکلیف دینے کا مانع ہے۔ اور ان کے بغیر بھی سزا حاصل ہو جاوے گی ان کو لکھوا جائے گا اور عورت کو بیٹھا کر اس کو حد لگائی جائے گی۔ اسی روایت کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ جیسے میں عورت کیلئے زیادہ سزا ہے۔ اور اگر ہم کیلئے عورت کیلئے گڑھا کھودا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عامہ پر عورت کیلئے اس کے سینے تک گڑھا کھود دیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شرعاً ہمارے کیلئے گڑھا کھود دیا تھا مگر جب گڑھا نہ کھودا گیا تو بھی نقصان نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس حکم نہیں دیا تھا۔ اور عورت اپنے پکڑوں میں باپردہ رہنے والی ہے البتہ گڑھا کھودنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے سبب سزا زیادہ ہے اور سینے تک گڑھا کھودنا اسی حد سے سب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ مرد کیلئے گڑھا نہ کھودا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیلئے گڑھا نہ کھودا تھا کیونکہ مردوں کیلئے حد قائم کرنے کا دار و مدار شہرت پر ہے۔ لہذا باوجود یاد رکھنا جائز نہ ہوگا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کی لوٹری، زنا کی مرتکب ہو اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے (یعنی اس کی زنا کاری ثابت ہو جائے) تو وہ اس پر حد جاری کرے اور اس کو عازہ دلائے اگر وہ چھڑتا کی مرتکب ہو تو اس پر حد جاری کرے اور اس کو عازہ دلائے اور اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کی مرتکب ہو اور اس کی زنا کاری ثابت ہو جائے تو اس کو چاہے کہ وہ لوٹری کو بیچ ڈالے اگرچہ بالوں کی رسی (یعنی حقیر ترین چیز) کی ہے

اعتبار حاصل ہے کیونکہ آقا کو نام پر امام کی طرح ولایت مطلقہ طور پر حاصل ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ولایت حاصل ہے کیونکہ آقا کو تمام میں تصرف کا مالک ہے جس کا امام مالک نہیں ہے لہذا یہ تقریر ہو جائے گا۔

دہری دہل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چڑیاں امام کے پر دیں اور آپ ﷺ نے ان میں سے حد دو کو بھی بیان کیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور حد کا مقصد دنیا سے فوٹو ختم کرنا ہے لہذا بندہ کے سر قلم کرنے سے حد صرف نہ ہوگی۔ پس حدودی شخص قائم کرے گا جو شریعت کا نائب ہوگا، ورنہ امام سے اس کا خلیفہ ہے البتہ تقریر میں ایب نہیں ہے کیونکہ تقریر بندے کا حق ہے اسی دلیل سے جس نظر میں کو مروا دی جاتی ہے حالانکہ پھر سے شریعت کا قیام معاف ہے۔

حد جاری کرنے میں حاکم کے منصب کا بیان

حد قائم کرنا شریعت و اسلام یا اسکے نائب کا کام ہے یعنی، پ اپنے بیٹے پر یا آقا اپنے غلام پر نہیں کر سکتا۔ اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم ہو اس کی عقل درست ہو اور بدن سمت ہو ہذا چاہل اور رشوالے اور مرض اور عیاف اقلقت پر قائم نہ کر سکتے ہیں بلکہ چل اور رشوالا جب ہوش میں آئے اور بیمار جب تندرست ہو جائے اس وقت حد قائم کر سکتے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحدود)

بچوں کی سزا کی فقہی حیثیت کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا توفع عنہم عصائہا ادبا و اخفہم فی اللہ (احمد)

اولاد کو دین سکھانے اور دیندار بنانے کے لئے ان پر لٹھی برساتے رہو اور انہیں اللہ کے معاملے میں ڈراتے رہو۔ لا تفرغ دماغی پتی رہے انھاؤ مت ادبا کے معنی ہیں دینی تربیت کے لئے ادب یہ ہے کہ دیندار بننے لڑائی اولاد کو اللہ کے بندے بنائیں۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوڑا کوڑا لٹکاؤ گھر والے دیکھتے رہیں (عبدالرزاق طبرانی کبیر بیوٹی) اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے اہل و عیال کی دینی تربیت کے لئے اپنے گھر میں کوڑا لٹکایا (ابن عدی منادی بیوٹی)

جب بچے گھر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے کوڑے پر نظر پڑے گھر میں آتے جاتے دیکھتے کوڑے کوڑا نظر آتا رہے رسول اللہ ﷺ کے احکام بتا رہا ہوں۔

اللہ پر ایمان ہے تو احکام الہیہ سے غفلت کیوں؟ میں یہ تنبیہ کرتا رہتا ہوں کہ دین میں دو بار ایک بار صبح ایک بار شام سوچ کر لیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان ہے یا نہیں۔ دینے تو سب جدی سے کہہ دیں گے کہ ہاں ہاں ہمارا تو ایمان بہت پاک ہے ہم تو یکے میں ہیں مگر اس کی کوئی کوئی معیار مٹایا اس اصرار (تہمایا) بھی تو ہو۔ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پاک ایمان ہے تو پھر انہوں نے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ابھی جو وہ حد میں بتائی ہیں کیا ان کی طرف توجہ جاتی ہے؟ آج کے سمسان کا خیال یہ ہے کہ حد میں گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے قصص دوسروں کو ان پر عمل کرنے

کی ضرورت نہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام کا ارشاد ہے: والدکی، مراد والد کے لئے ایسی ہے جیسے کہ کھیتی کے لئے پانی (درمنثور) آج کل تو لوگ کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مادومت مادومت اس طرح تو بچہ سمجھ نہیں رہے گا بیٹا بیٹا کہتے رہو۔

تربیت میں اعتدال

اصلاح منکرات میں ایک بہت بڑی چیز اپنی اولاد کی اصلاح ہے۔ اس میں بھی اعتدال ہونا چاہئے اعتدال کا اصل ہے علم شریعت کا اتباع اس کا نام اعتدال ہے اگر کوئی اپنا اعتدال قائم کر لے کہ یہ ہمارے ہاں اعتدال ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ ملک کا حکم کیا ہے اگر کوئی نہیں کرتا تو مجرم ہوگا اور اگر اصلاح کرتا ہے اور اس اصلاح میں ایسا جذبہ طاری ہوگا تو اسے ایب عصبہ کا ہے اسے ایسی غیرت وصیت محسوس ہوتی ہے کہ شرعی حدود کی پابندی نہیں کرتا تو مجرم سمجھ رہے گا۔ اس کے لئے کیا پابند کام نہیں کا تو مالک کا ہے۔ اپنی عزت کے خلاف کوئی چیز نظر آ رہی ہے اسے مقام کے خلاف نظر آ رہی ہے اپنے دینی تعصب اور مضبوطی کے خلاف کوئی چیز نظر آ رہی ہے یا بھی خیال آ سکتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اس کی اولاد کسی ہے اور کیوں ان کی اصلاح نہیں کرتا الغرض یہ کہ تم سارے آجائیں تو سوچنا چاہئے کہ میری عزت کیا چیز ہے؟ اللہ کا حکم سامنے ہونا چاہئے کہ یہاں کیا حکم ہے۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں حکم پر عمل کرنے میں عزت رہے یا بے عزتی ہو کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔ صحیح دین یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع رہے بیکاد نظر رہے کہ ان کا حکم کیا ہے۔

اولاد کی تربیت والد کی ذمہ داری

اولاد کی تربیت کے بارے میں پہلے ایک مسئلہ سمجھ لیں جب تک اولاد تابع ہے شریعت نے ان پر واد کو حکم بنادیا ہے ان کی تربیت اس پر لازم ہے کہ نہ تو کسی سے حسب موقع کام لے پلائی کی ضرورت ہو تو پتی کر کسی کا جائز کام کی اجازت ہرگز نہ دے پورے طور پر ان کی نگرانی کرے شریعت نے اس کے ذمہ لگایا ہے پلائی کر مٹی کرنا چاہئے یا بحث الگ ہے مگر بحال تعصب اسے کہتے ہیں کہ شریعت نے والد کو اولاد پر مطلق کر دیا ہے وہ جبراً ان کی اصلاح کرے جب تک اولاد تابع ہے۔ جب بالغ ہوگئی تو شریعت نے اس کے اختیار پر ختم کر دیا اب انہیں مارنا جائز نہیں نہ تہنیم اور دعا پر ان کا تھکا کر۔

صحیح تربیت کا اثر: بچوں کو محبت سے سمجھایا جائے تو وہ بہت جلدی اثر قبول کرتے ہیں

جس صورت میں جسمانی سزا ضروری ہو (کراس کے بغیر اصلاح نہ ہو سکے) تو کوشش ہو کہ کم سے کم سزا سے مقصد حاصل ہو جائے مثلاً: ابتداً صرف کان پکڑوانے جائیں وغیرہ، اگر اس سے بھی کام نہ ہو تو صرف ہاتھ سے ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین چھن مارے جائیں، لیکن جبراً سر مشرکہ اور ہاپٹ پر مارنے سے احتراز کیا جائے اور یہ تین چھن مختلف مقامات پر ہوں، ایک سی جگہ پر تین چھن نہ ماریں، مارنے سے نہ دل پر اثر پڑے، نہ ہڈی تک اثر پہنچے، نہ کھال پھلے اور نہ خون نکلے۔

خاتم الفقہاء علامہ امین الدین ابن عابدین المعروف شامی قدس سرہ السامی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں

لا يجوز ضرب ولد الحر بامراهيه اما المعلمة فله ضربه لمصلحة التعليم ولقيد الطرلوسى بان يكون بغير العجاجة وبان لا يزيد على ثلاث ضربات ووده الناظم بانه لا وجه له ويحتاج الى نقل والقوة الشارح قال الشربللى والقل فى كتاب الصلوة بضرب الصغير باليد لا بالخشب ولا يزيد على ثلاث ضربات انتهى (رد المحتار ج ۱۰ ص ۲۷۵/۲۷۶)

احکام الصغائر 16 مطبوعہ بیروت پر موجود ہے کہ کما زائد پڑھنے والے اس سال کے کچھ اور شامی اور شامی اور شامی کے تہذیبیں بلکہ ہاتھ سے ماریں اور تین ضربوں سے زائد نہ لگائیں

مرآۃ المتجسس میں ہے کہ استاذہ سے جبکہ بعد میں ظاہر ہو کہ کچھ کا قصور نہ تھا جو اس پر قصاص نہیں لیکن اگر منہ ڈالہ پھر مگر تودیت نہ لزم ہے (مرآۃ المتجسس ج 5 ص 320-216)

مذکورہ کی کئی کجائیاں سے بھی یہ ظاہر کر دئے گئے ہیں مگر فقہاء کا تھا استعمال کرے اور تین سے زیادہ ضربیں نہ لگائے (شرعی جہد ص 376 مطبوعہ بیروت)

الحاصل استاذہ اپنے شاگرد کو آپ سکھانے کے لئے نیت صالح کے ساتھ مرا تو دے سکتا ہے لیکن چھری استعمال نہ کرے بلکہ ہاتھ سے زیادہ سے زیادہ تین ضربیں لگائیں اور وہ بھی منہ پر نہ مارے کہ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ اذا ضرب احدكم فليقل الوجه (مشکوۃ المصابیح باب التعزير ص 316 ج ۲) میں سے کوئی مارے تو چہرے سے چپکے اس فرمان علی میں جہاد یا جنتیں ہیں ہم نے بعض متقی استادوں کو دیکھا کہ وہ شاگرد کی جیت پر چپٹ مارتے ہیں مگر چھری نہیں مارتے۔ (مرآۃ المتجسس ج 5 ص 326)

مرد کے احسان کی شرائط کا بیان

قَالَ (وَإِحْصَانُ الرَّجُلِ أَنْ يَكُونَ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِكَاحٍ صَحِيحٍ وَدَخَلَ بِهَا وَهَمَّا عَلَى صِفَةِ الْإِحْصَانِ) فَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ شَرْطٌ لِأَهْلِيَّةِ الْعُقُوبَةِ إِذْ لَا خَطَابَ دُونَهُمَا ، وَمَا زَوَّاهُمَا يُشْتَرَطُ لِنِكَاحِ الْإِحْصَانِ بِوَاسِطَةِ تَكَامُلِ النِّعْمَةِ إِذْ كُفِّرَ أَنْ النِّعْمَةَ يَتَعَلَّقُ عِنْدَ تَكْثُرِهَا ، وَهَذِهِ الْأَشْيَاءُ مِنْ جَلَلِ النِّعَمِ ، وَقَدْ شَرَعَ الرَّجْمُ بِالزَّوْنِ عِنْدَ اسْتِحْصَانِهَا قِيَّاطُ يَهْ .

بِإِحْكَافِ الشَّرَفِ وَالْعِشْمِ ، لِأَنَّ الشَّرْعَ مَا وَزَعَهُ بِإِغْيَابِهِمَا وَنَصَبِ الشَّرْعِ بِالرَّأْيِ

مُعْتَدَّرٌ ، وَلَئِنْ الْحُرِّيَّةُ مُمَكِّنَةٌ مِنَ النِّكَاحِ الصَّحِيحِ وَالنِّكَاحِ الصَّحِيحِ مُمَكِّنٌ مِنَ الْوَطْءِ الْحَلَالِ ، وَالْإِصَابَةُ شَبَحٌ بِالْحَلَالِ ، وَالْإِسْلَامُ يُمْكِنُهُ مِنَ نِكَاحِ الْمُسْلِمَةِ وَيُؤَكِّدُ اعْتِقَادَ الْحُرِّيَّةِ فَيَكُونُ الْكُلُّ مَزْجَرَةً عَنِ الزَّوْنِ .

وَالْإِحْصَانِيَّةُ بَعْدَ تَوْفْرِ الزَّوْجِ أَغْلَظُ وَالشَّافِعِيُّ يُحَالِفُ فِي أَشْيَاطِ الْإِسْلَامِ وَكَذَا أَبُو يُوسُفَ فِي رِوَايَةٍ لَهَا مَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَجَمَ يَهُودِيَيْنِ قَدْ زَنَيَا) قُلْنَا : كَانَ ذَلِكَ بِحُكْمِ الزَّوْجَةِ ثُمَّ نَسِخَ ، يُؤَيِّدُهُ : قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ .) وَالْمُعْتَصِرُ فِي الدُّخُولِ يُبَالِغُ فِي الْقِيلِ عَلَى وَجْهِ يُوجِبُ الْغُفْلَ .

وَشَرْطُ صِفَةِ الْإِحْصَانِ فِيهِمَا عِنْدَ الدُّخُولِ ، حَتَّى لَوْ دَخَلَ بِالْمُتَوَكِّعَةِ الْكَافِرَةِ أَوْ الْمُسَوِّكَةِ أَوْ الْمَجْنُونَةِ أَوْ الصَّبِيَّةِ لَا يَكُونُ مُحْصَنًا ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الزَّوْجُ مَوْصُوفًا بِإِخْدَى هَذِهِ الصِّفَاتِ وَهِيَ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ عَاقِلَةٌ بَالِغَةٌ ، لِأَنَّ النِّعْمَةَ بِذَلِكَ لَا تَتَكَمَّلُ إِذِ الطَّعْنُ يَنْفَرُ عَنْ صُحْبَةِ الْمَجْنُونَةِ ، وَلَقَدْ يَزْعُبُ فِي الصَّبِيَّةِ لِقَلَّةِ رَغَبِهَا فِيهِ وَفِي الْمُسْلُوكَةِ حَدَرًا عَنْ رِقِّ الْوَلَدِ وَلَا تَنَفُّاتٌ مَعَ الْإِحْصَانِ فِي الدِّينِ .

وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُحَالِفُ فِي الْكَافِرَةِ ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَا ، قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُحْصِنُ الْمُسْلِمُ الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ وَلَا الْحُرَّ الْأَمَةَ وَلَا الْحُرَّةَ الْعَدُوَّةَ)

ترجمہ

فرما: رجم کیسے محسن ہونا شرط ہے اور شرط سے مراد یہ ہے کہ وہ مرجوم آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان ہو۔ جس نے کسی عورت سے کاح صحیح کرتے ہوئے دخول کیا ہو۔ اور وہ دونوں صفت احسان پر قائم ہوں۔ جس شخص اور عورت یہ دونوں سزا کی اہلیت میں شرط ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے بغیر شریعت کا خطاب ثابت ہی نہ ہوگا۔ اور ان دونوں کے سوا جو شرائط ہیں وہ نعمت کو مکمل کرنے کیلئے نہایت مکمل کرنے کیلئے ہیں۔ کیونکہ نعمت کی کثرت کے وقت نعمتوں کا انکار زیادہ سخت ہے۔ اور یہ اشیاء بڑی نعمتوں میں سے ہیں اور ان نعمتوں کے جمع ہونے پر زمانہ میں جانے کے سبب رجم شروع ہوا ہے جس میں ان نعمتوں کے جمع ہر حد کا دار و مدار ہوگا۔ جبکہ شرافت و ہم میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کے ان کے اعتبار کو بیان نہیں کیا ہے اور رائے سے شریعت کو محسن کرنا نامکن ہے۔ اسی لئے

کڑا سے نکاح صحیح ممکن ہے۔ اور نکاح صحیح پر حلال دینی پر قدرت حاصل ہوگی اور دخول کے سبب اس حلال کام کو کرنے میں حرام حاصل ہوگا اور اسلام مسلمان گورت سے نکاح کرنے کا حکم دیتا ہے اور حرمت زنا کے امتناع کو مضبوط کرنے والا ہے پس یہ تمام احکام مسلمان کو زنا سے روکنے والی ہیں اور اتنی سخت کے سوا بیچ ہونے کے سبب زنا سخت جرم ہے۔

اسلام کی شرط لگانے میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے ہم سے اختلاف کیا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت ہمارے خلاف ہے۔ اور ان فقہاء کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو زنا کے سبب رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔ جبکہ ہم سکا جواب یہ دین گئے کہ یہ حکم تو رات کے سبب سے تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا ہے جس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا وہ مجھ نہیں ہے۔

اور دخول معتبر ہے جس میں قبل اس حرج داخل کیا جائے وہ ایذا کی شکل کو واجب کر دے۔ نام قدم دینی علیہ الرحمہ نے دخول کے وقت مرد و عورت کیلئے احسان کی شرط قرار دی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے منکوحہ کا فرہہ ہمو کر یا مجبوز یا سب سے دخول کیا تو وہ محسن نہ ہوگا اور اسی حرج جو شرابران صفت میں سے کسی ایک صفت سے متصف ہو۔ اور اس کی زوجہ آزاد و مسلمان، عاقل اور بالغ ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نفوت مکمل ہوتی ہے کیونکہ طبیعت باطل عورت سے جماع کرنے سے نفرت کرنے والی ہے۔ اور بچی سے عدم رغبت کے سبب خواہش کم ہوگی اور ملکہ منکوحہ میں بچہ کی ریت سے بچنے کیلئے خواہش کم ہوگی اور اختلاف دین کے سبب باہمی نفرت ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کافروں میں ہم سے اختلاف کیا ہے لیکن ان کے خلاف جہت دینی حدیث ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مسلمان شخص کو یہودیہ اور نصرانی گورت محسن نہیں ہیں۔ اور زنا و عورت کو کوئی غلام محسن نہیں بنا سکتا۔

احسان کی شرائط میں غداہیہ اور

عداہان کا مقدمہ مردانہ کہتے ہیں۔ "اہل علم کا جماع ہے کہ مرد صرف محسن شادی شدہ کو ہی کیا چاہے۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: "جو شادی شدہ ہو اور زنا کرے اس کو رجم کرنا حق ہے" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو کسی مسلمان شخص کا خون بہا جائز نہیں مگر جس اسباب میں سے ایک کی بنا پر: یا چونکہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے"

احسان کی سات شرائط کا بیان

پہلی شرط: عورت کی شرمگاہ (قبل) میں دلی کرنا۔ اس شرط میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "شادی شدہ کو شادی شدہ کے بدلے سو کوڑے اور رجم ہے" اور ثنید: یعنی شادی شدہ ہونا قبل میں دلی سے حل ہوتا ہے، اس لیے اس کا معتبر ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جماع کے بغیر نکاح سے محسن ہونا ثابت نہیں ہوتا، چاہے اس

میں غلط بھی ہوئی ہو، یا قبل کے بغیر وطء ہوئی ہو یا درمیں دلی ہوئی ہو یا پھر کچھ نہ ہوا، ہوتا ہے محسن نہیں کہاں بیگا، کیونکہ اس سے عورت نہیں ٹھیک ہوتی، اور نہ ہی وہ کو مارہ پین سے خارج ہوتی ہے، جن کی حد سو کوڑے اور ایک برس عداہی ہے، اس لیے کہ حدیث میں بیگا وارد ہے۔

اور دلی میں یہ ضروری ہے کہ خشو یعنی عضو تاسل کا اگلا حصہ عورت کی شرمگاہ میں غداہی اور داخل ہو، کیونکہ یہ دلی کی حد ہے جس کے ساتھ دلی کے احکام کا تعلق ہے۔

دوسری شرط: وہ نکاح میں ہو، کیونکہ نکاح کو احسان کا نام دیا جاتا ہے، اس کی دلیل فرمان: ربی تعالیٰ ہے۔ (اور شادی شدہ عورت)۔

یہاں محصن کا غفہ بولا گیا ہے، اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں کہ زنا اور وطء شہ سے و طء کرنے والا محسن یعنی شادی شدہ شمار ہوتا ہے نہ ہی ہمارے علم میں ہے کہ لوٹری سیوط و طء کرنے والی شادی شدہ کہلا جاتا ہو، اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ یہ نکاح نہیں، اور نہ ہی اس سے نکاح کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔

تیسری شرط: وہ نکاح صحیح ہو، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، جن میں عطا و تقادہ، لک، شافعی، اور اصحاب الراے شامل ہیں۔ چوتھی شرط: آزاد، یا ابوہریرہ رحمہ اللہ کے علاوہ باقی سب اہل علم کے ہاں یہ شرط پائی جاتی ہے۔

پانچویں اور چھٹی شرط: بلوغت، اور عقل، اگر بچہ اور مجنون نے و طء کر لی اور پھر بالغ یا عقلمند ہو گیا تو وہ محسن نہ رہیں ہوگا، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے۔

ساتویں شرط: دلی کی حالت میں ان دونوں میں کمال پایا جائے، و طء اس طرح کہ عقلمند اور آزاد مرد عقلمند اور آزاد عورت سے و طء کرے، امام ابو یوسف اور ان کے اصحاب کا قول یہی ہے۔

اور امام مالک کہتے ہیں: اگر ان دونوں میں سے ایک کا ہو تو وہ محسن ہوگا، لیکن بچہ نہیں جب وہ کسی بڑی عورت سے و طء کرے تو وہ اسے محسن نہیں کرے گا۔ (المغنی ابن قدامہ ۹/ 41)

محسن کیلئے عدم شرط اسلام میں امام شافعی کی مستند حدیث

حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک یہودیہ کو آیا یہی محسن دونوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تو رات میں کیا پتے ہو اس کے بارے میں جس نے زنا کیا؟ انہوں نے کہا ہم ان کے چہرہ کو سیاہ کرتے ہیں اور سوار کرتے ہیں اس طرح کہ ہم ان کے چہرہ کو ایک دوسرے کے مخالف کرتے ہیں اور ان کو چپکے لگاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو رات لے آؤ وہ اسے لے آؤ اور پھر حنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آیت رجم تک پہنچے تو اس نوجوان نے جو بڑا تھا اپنا ہاتھ آیت پر رکھ لیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عبداللہ

بن مسموم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ہاتھ اٹھانے کا حکم دیں۔ اس نے ہایا تو اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا، انہیں رجم کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بھی ان دونوں کو سنگسار کرنے والوں میں سے تھے۔ تحقیق! میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ پر پتھر برداشت کر کے اس عورت کو پھار ہاتھا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1944، حدیث متواتر)

رجم کے ثبوت کا بیان

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا پھر ان کے جدا ہو کر رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور ان کے بعد میں نے رجم کیا اور قرآن میں زیادتی کو ناپسند نہ کرتا تو مصحف میں لکھا دیتا۔ اس لیے کہ مجھے ایسا یہ ہے کہ بعد میں چکھتا ہوں لوگ نہ چہ نہیں جو رجم کو قرآن کریم میں نہ پا کر اس کا انکار نہ کریں۔ اس بات میں حضرت علی سے حدیث منقول ہے حضرت عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت عمر ہی سے کئی مسندوں کے ساتھ منقول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1470، حدیث متواتر)

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت ابو ہریرہ، زید بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ، زید بن خالد اور علی سے سنا کہ یہ تینوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ دینی چھڑا کرتے ہوئے آئے اور ان میں سے ایک آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ اور مجھے چہ نہ تیں کہ میں عرض کر دوں میرا جیسا اس کے پاس ضرور دینا ہے کہ آپ اس کی پیروی سے زنا کریں۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے تو میں نے سوچا کہ فیصلے کے طور پر میں اور ایک غلام آزاد کیا پھر میری اہل علم طاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سوکڑے ہیں اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے اور اس شخص کی عورت پر رجم ہے آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے بقصد قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائوں گا وہ سوکریا اور غلام واپس لے لو تمہارے بیٹے پر سوکڑے اور ایک سال جلا وطنی ہے پھر فرمایا اس شخص کی عورت پر رجم ہے اس کی پیروی کے پاس چہ اگر وہ اقرار کر لے تو اسے رجم کر دو حضرت انہیں دوسرے دن گئے تو اس نے اعتراض کر دیا اس پر انہوں نے اسے سنگسار کر دیا۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1471، حدیث متواتر)

حصن کیلئے رجم و کوڑوں کا مجمع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَجْمَعْ ، وَلَئِنْ الْجَلْدَ يَتَوَرَّى عَنِ الْمَقْصُودِ مَعَ الرَّجْمِ ، لِأَنَّ زَجْرَ غَيْرِهِ يَحْصُلُ بِالرَّجْمِ إِذْ هُوَ فِي الْعُقُوبَةِ أَفْضَاها وَزَجْرُهُ لَا يَحْصُلُ بَعْدَ هَلَاكِهِ .

ترجمہ

فرمایا، اور حصن کیلئے رجم اور کوڑوں کا مجمع نہ کیا جائے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جمع نہ کیا۔ اور اس لئے کہ رجم کے ہوتے ہوئے کوڑے مارنے کا کوئی مقصد ہی نہیں بنتا۔ کیونکہ دوسرے کی سزا رجم سے حاصل ہونے والی ہے۔ اور رجم سزا کی آخری حد ہے اور زانی کی ہر گز سے بعد اس کی سزا حاصل نہ ہوگی۔ (یعنی ہلاکت کے بعد کوڑوں کی سزا کا عمل ہی ختم ہو چکا ہے۔ اگر وہ رجم سے قبل سزا میں دی جا سکتی کیونکہ رجم بڑی سزا اس پر طاری ہے اور اس کو پورا کرنے کے بعد رجم ختم ہو جائے گا۔)

رجم و کوڑوں کی سزا کا مجمع نہ کرنے میں فقہی مذاہب

حضرت عہاد بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ نکال دیا ہے پس اگر زانی شادی شدہ ہوں تو انہیں سوکڑے مارنے کے بعد سنگسار کر دیا جائے ورنہ اگر غیر شادی شدہ ہوں تو سوکڑے اور ایک سال جلا وطنی کرنا ہے یہ حد صحیح ہے۔ بعض علماء صحابہ علی بن طالب، ابی بن کعب، عبد اللہ بن مسعود وغیرہ کا یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حصن کو پہلے کوڑے مارے جائیں پھر سنگسار کیا جائے۔

بعض علماء اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض علماء صحابہ، ابو بکر، عمر، وغیرہ فرماتے ہیں کہ حصن کو صرف سنگسار کیا جائے تو کوڑے نہ مارے جائیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی احادیث میں منقول ہے کہ آپ نے صرف رجم کا حکم دیا کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا جیسے کہ عزا قصہ وغیرہ۔ بعض اہل علم کا یہی قول ہے سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، اور احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1474)

ایک زانی کا دوسرا اول کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوڑے مارے ہائے کا حکم دیا، چنانچہ اس کو بطور حد کوڑے مارے گئے، اس کے بعد جب آپ کو بتایا گیا کہ وہ شخص حصن ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔ (ابوداؤد، کتاب اللہود)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کوڑے مارے کا جو حکم دیا اس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو بتایا گیا ہوگا کہ وہ شخص غیر حصن فیہر شادی شدہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو بتایا گیا ہوگا بلکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی گمان کیا ہوگا کہ یہ غیر حصن ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوڑے کی سزا دی، لیکن جب بعد میں یہ ثابت ہوا کہ وہ شخص حصن ہے اور حصن ہونے کی وجہ سے سنگسار کا سزاوار ہے تو اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر امام وقت (حاکم شرعی) کسی کو حد کی سزا دے اور پھر بعد میں اسے معلوم ہو کہ یہ مجرم حد کی اس سزا کا نہیں بلکہ حد کی کسی دوسری سزا کا مستوجب ہے مثلاً اس کو کوڑے مارنے کی سزا دی مگر بعد میں ثابت ہوا کہ حقیقت میں یہ سنگسار کا سزاوار ہے تو اس حاکم کے لئے ضروری ہے

کردہ و بارہا سزا کو جاری کرے جس کا وہ مجرم شرعی طور پر مستوجب ہے۔

اس حدیث سے ابتدائی طور پر دونوں کو جمع کرنے کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ ابتدائی طور پر دونوں کو جمع نہ کیا جائے گا۔

کوڑے مارنے اور شہر بدری کو جمع نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجْمَعُ فِي الْبُكَرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالْفِي) وَالشَّافِعِيُّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا حَدًّا (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْبُكَرُ بِالْبُكَرِ جَلْدٌ مِائَةً وَتَغْرِيبٌ عَامٌ) وَلَا فِيهِ حَسَمٌ بَابُ الزَّنَا لِقَوْلِهِ الْمُتَعَارِفِ .

وَلَقَدْ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَاجْلِدُوا) جَعَلَ الْجَلْدَ كُلَّ الْمَوْجِبِ رُجُوعًا إِلَى حَرْفِ الْفَاءِ وَإِلَى كَوْنِهِ كُلُّ الْمَذْكُورِ ، وَلَا إِلَى التَّغْرِيبِ فَتَحَ بَابُ الزَّنَا لِاتِّعَادِ الْإِسْتِحْبَابِ مِنَ الْمُتَعْرِيفَةِ ثُمَّ فِيهِ قَطْعُ مَوَادِّ الْبُقَاةِ ، قَرِيبًا تَخِيذٌ وَإِنَّا هَا حَسْبَهُ وَهُوَ مِنْ أَفْضَلِ رُجُوهِ الزَّنَا ، وَهَذِهِ الْجِهَةُ مَرْجُوحَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : كَفَى بِالْفَنَاءِ فِتْنَةً ، وَالْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ كَسَطُّهُ ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (النَّيْبُ بِالْقَيْبِ جَلْدٌ مِائَةً وَرَجْمٌ بِالْبَحْبَارَةِ) وَقَدْ عُرِفَ طَرِيقُهُ فِي مَوْضِعِهِ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَسْرِيَ الْإِسْمَامُ فِي ذَلِكَ مَصْلَحَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ قَدْ بَرَزَ) وَذَلِكَ تَغْيِيرٌ وَسِيَاسَةٌ لِأَنَّهُ قَدْ تَغْيِيرُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ فَيَكُونُ الرَّأْيُ فِيهِ إِلَى الْإِسْمَامِ ، وَعَلَيْهِ يَحْمَلُ النَّفْيُ الْمَرْبُوعِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ

ترجمہ

اور غیر شرعی شدہ میں کوڑوں کی سزا اور شہر بدری کو جمع نہ کیا جائے گا جبکہ ہم شافعی علیہ الرحمہ دونوں کو حد کے طور پر جمع کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اور شافعیانہ طور پر (انگڑنا کریم) تو ان سو کوڑے مارے۔ اور ایک سال کیلئے جلا وطن کرو۔ کیونکہ جلا وطنی سے زنا کے دروازے کو بند کرنا ہے کیونکہ اس طرح حقائق کم ہوتے ہیں۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فاجلدوا" اللہ تعالیٰ سے کوڑے مارنے کو مکمل سزا قرار دیا ہے جس کی دلیل حرف فاء ہے یا اس کی دلیل یہ ہے پوری سزا میں ہے جو ذکر کی گئی ہے جبکہ جلا وطنی سے زنا کے دروازے کو بند بھی پایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اہل خاندان و اول سے شر قائم ہو جاتی ہے اور جلا وطنی سے بقاء کے سبب خوشم کرنا بھی لازم آئے گا۔ کیونکہ عام طور پر عورت زنا کو کمائی کا بہانہ بنانے والی ہے۔ اور یہ زنا کی بدترین حالت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ترجیح ملنے والی ہے کہ فقہ کیلئے شہر بدر کرنا کافی ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ السلام بیان کردہ حدیث منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا یہ جز منسوخ ہے کہ "الغلب بالقیب" اور اس کے نسخ کا حکم اس کے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ البتہ جب امام جلا وطن کو مصیبت سمجھو تو وہ کر سکتا ہے اور یہ تعزیری کی بنا پر ہوگا اور سیاست کے طور پر ہوگا کیونکہ جلاوطن کا فائدہ بھی ہوتا ہے پس اس میں ہم منسوخ امام کے سپرد کریں گے اور اسی پر وہ بھی مجبوری کی جائے گی جس شخص سے یہ کہہ کر علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید ابن خالد کہتے ہیں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی اپنے قضیہ لے کر آئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے دوسرے نے بھی عرض کیا کہ ہاں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں بیان کروں کہ قضیہ کی صورت کیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو اس شخص نے بیان کیا کہ میرا اپنا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا، ہر گونہ نے مجھ سے کہا کہ تمہارا بیٹے کی سزا سنگسار ہے لیکن میں نے اس کو سنگسار کرنے کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک ہزار دیون، پھر جب میں نے اس بارے میں علماء سے دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ تمہارا بیٹا چونکہ کھن چینی شادی شدہ شخص ہے اس لئے اس کی سزا سو کوڑوں سے ہیں اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس شخص کی عورت کی سزا سنگسار ہے کیونکہ وہ شادی شدہ ہے جس کو کہہ کر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ آگاہ اہم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا تو سنو کہ تمہاری بکریاں اور تمہاری لوٹھی تمہیں واپس مل جائے گی اور اگر خود ظلم کے اقرار یا جاگواہوں کی شہادت سے زنا کا جرم ثابت ہے تو تمہارے بیٹے کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور یہ سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس کو فرمایا کہ انیس تم اس شخص کی عورت کے پاس دوا کرو زنا کا اقرار کر لے تو اس کو سنگسار کر دو چنانچہ اس عورت نے زنا کا اقرار کر لیا اور حضرت انیس نے اس کو سنگسار کر دیا۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 713)

کتاب اللہ "سزا دہاؤں کریم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے کیونکہ قرآن کریم میں رجم سنگسار کا حکم مذکور نہیں ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب اللہ سے قرآن کریم ہی مراد ہو اس صورت میں کہا جائے گا کہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کتاب اللہ نہ لکھی تھی قرآن کریم سے منسوخ احکام نہیں ہوئے تھے۔

شہر بدری کی سزا میں فقہی مذاہب اربعہ

ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا کہ بارے میں حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک سال کی جلا وطنی بھی حد نہ کہ حد ہے یعنی ان کے نزدیک غیر شہر زنا کار کی حد شرعی سزا یہ ہے کہ اس کو سو کوڑے بھی مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا

وہن بھی کر دیا جائے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک سال کی جلاوطنی کے حکم کو مصلحت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایک سال کی جلاوطنی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ بطور مصلحت ہے کہ اگر امام وقت اور حکومت کسی سیاسی اور حکومتی مصلحت کے پیش نظر ضروری سمجھے تو ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جاسکتا ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ انتہاء اسلام میں بھی حکم نافذ جاری نہ مگر جب یہ بات کرید (الْإِذْنُ وَالْمُرَافِقَةُ لِمَا يَخْلُقُهَا وَاحِدٌ فَتَهْتَكُهَا مِائَةً تَجْلِقُهَا) 24۔ (النور 2) (یعنی زلیلہ اور زینہ کو کوڑے مارے جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں) نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(طاعسترت فوجیہما) یعنی چنانچہ اس صورت نے قرار کیا اور حضرت انیس نے اس کو سنگسار کر دیا اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد نہ تاکے جاری ہونے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چار محسوسات میں چار ہر اقرار کرنا ضروری ہے، یہیں حد میں جس "اقرار" کا ذکر کیا گیا ہے اس سے امام اعظم وہی قرار یعنی چار مرتبہ ادا لیتے ہیں جو اس سلسلہ میں مستحکم و مقرر رہے چنانچہ دوسری احادیث سے یہ صراحہ ثابت ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔

حضرت زید بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر محسن کے بارے میں یہ حکم دیتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ (بخاری مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 714) "محسن" اس عاقل و بالغ مسلمان کو کہتے ہیں جس کی شادی ہو چکی ہو اور اپنی بیوی سے ہم بستری کر چکا ہو غیر محسن اگر نکاح مرکب ہو تو اس کی سزا اس حد سے مطابق سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، ورنہ جلاوطنی کے بارے میں جو تفصیلات سے دو پہلے بیان ہو چکی۔ کوڑے مارنے کے سلسلہ میں یہ حکم ہے کہ صرف "اور سزا پر کوڑے نہ مارے جائیں۔"

حضرت ابوسعید، عبداللہ بن ادریس، ہم سے یہ حد ایک ابو سعید ریح نے بحوالہ عبداللہ بن ادریس نقل کی ہے پھر یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اسی طرح منقول ہے محمد بن اسحاق بھی ناقل ہے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے کوڑے مارے اور جلاوطن بھی کیا۔ حضرت عمر نے بھی کوڑے مارے اور جلاوطن کی سزا بھی دی لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلاوطن کرنا ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ، زید بن خالد، عبد بن صمد اور دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر وغیرہ مل ہیں کا اسی پر عمل سے تنہا دیکھا یا امتین سے بھی اسی طرح منقول ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1479، حدیث متواتر)

مریض کیلئے حدرج کا بیان

(وَإِذَا دَسَّى الْمَرِيضُ وَحْدَهُ الرَّجْمُ رُجْمًا) وَلَا يَنْفِي الْبِتَافُفَ مُنْتَحَقًا فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبٍ

الْمَرِيضُ (وَإِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدُ لَمْ يَجْعَلْهُ حَتَّى يَمُوتَ) كَيْلًا يُفْقِضُ إِلَى الْهَلَاكِ وَلِهَذَا لَا يَتِمُّ الْقَطْعُ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ

ترجمہ

اور جب کسی بیمار شخص کی حدرج ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا کیونکہ وہ ہلاکت کا حقدار ہے لہذا بیماری کے سبب اس کا ہلاک ہونا منع نہ ہوگا اور جب اس کی سزا کوڑے مارنا ہو تو حد مسترد ہوئے تک اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے پس سخت مرض کی اور سخت گرمی میں چدرج کا بھی نفاذ نہ کیا جائے گا۔

شرح

حضرت علی کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "لوگو! اسے غلام ٹوٹا یوں پر حد جاری کرو یعنی اگر وہ زنا کے مرتکب ہوں تو پچاس کوڑے مارو، اگر وہ محسن یعنی شادی شدہ ہو یا غیر محسن۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لوطی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس پر حد جاری کر دو مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ ابھی حال ہی میں اس کی زنا ہوئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اس کے پچاس کوڑے مارتا ہوں تو وہ مر جائے گی چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس حالت میں اس پر حد جاری نہیں کی۔" (مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 721)

اور ابورواذ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (جب حضرت علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک کہ اس کا نفس کا خون بند نہ ہو جائے اس وقت تک کہ اسے اسے چھوڑ دو اس کے حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس کی سزا اور موت اگر نفس کی حالت میں ہو تو اس پر اس وقت تک حد جاری نہ کی جائے جب تک کہ وہ نفس سے فارغ نہ ہو جائے کیونکہ نفس ایک طرح کا مرض ہے اور مریض کو اس کے اچھے ہونے تک ہلکتا دینی چاہئے۔

ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مریض، زنا کا مرتکب ہو اور اس کے صحن شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اس کو رجم سنگسار کا سزا اور گردنا چکا ہو تو اس کو اس مرض کی حالت میں رجم کیا جائے اور اگر اس کے غیر محسن غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اس کو کوڑے مارے جائے گا سزا اور گردنا چکا ہو تو پچاس کوڑے مارے جائیں جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے ہاں اگر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے بچنے کی امید نہ کی جاتی ہو جیسے دل و غیرہ یا وہ ناقص و ضعیف الفکرت ہو تو اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ سزا اپوری کرنے کے لئے اس کو گھوڑی کی اسکی بوی شاخ سے مارا جائے جس میں چھوٹی چھوٹی سونہیاں ہوں اور وہ شاخ اس کو ایک دفعہ اس طرح ماری جائے کہ اس کی ایک انگلی ٹیک اس

کے بدن پر لگ پڑے ایسے لگے گھبرا گیا ہے کہ اس مقصد کے لئے بجلی ہوئی شام، ستمناں کرتا ضروری ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتب کے خوف سے کوڑے مارنے کی حد تو شدید کرہ میں جاری کی جائے اور نہ سخت پڑے جس کی وجہ سے کے لئے معتدل موسم کا انتظام کیا جائے۔

زنا کی حدیں رعایت کا بیان

عن ابی امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اثنہ اخیرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الانصار اثنہ اشکی رجل منهم حتی اثنی قعاد جلدۃ علی عظم فدخل علیہ جریا لبعضہم ففہش لہا فوقع علیہا ، فلما دخل علیہ رجال قومہ یعدونہ اخبیرہم بذلك فقال : یسعدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانی قد وقعت علی جاریۃ دخلت علی ، فذکروا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقلوا : ما رأینا باحد من الناس من المصر مثل الدی وہو بہ لو حملناہ لتسفت عظامہ ، ما هو الا جلد علی عظم فامر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یاخذوا لہ شمعاً فیضربوہا ضربۃ واحدۃ .

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انکو ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک انصاری ایسے سخت پڑے ہوئے کہ انکا پتھر پوس سے چپک گیا۔ اسی زمین پر ایک انصاری صلیبی کی ہڈیاں تراکے پاس سے ہوا تو اس سے زنا کر بیٹھی، جب کچھ لوگ اس کے خاندانی کمی مدت کے لئے آئے تو انہوں نے خوریاں لے لیں اور کہا : میرے لئے سرکار سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔ لہذا سرکار سے تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا : اس جیسا کہ زور شخص ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ کی خدمت میں انکو لایا جائے تو انکی ہڈیاں لوٹ جائیں، وہ تو ایک ہڈی کا ڈھچہ تھے۔ یہ سکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوش خول والی ایک شے لیکر ایک دربارہ (اسن لہ) یا داؤد، بہا بی (تلمۃ اندرو علی المریض)

عن سعید بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال : کان بین ابیہا تنا وجل مخرج ضعیف فلم یبرح الا وهو علی امۃ من اماء الدار یتخب بہا فرفع شانہ سعد بن عبادۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال : زاحلہ صوابۃ صوابۃ صوابۃ ! قالوا : یا نبی اللہ ! ہوا صعب من ذلك ، لو ضربنا مائة سوطات ، قال : فلیضربوا لہ عینکما لا فیہ ماء فصرّاح فاضربوا ضربۃ واحدۃ .

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ہماری بہتی میں نہایت زور شخص رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی شخص کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ حضرت سعد نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار نے فرمایا : سو کوڑے لگاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا : یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! وہ نہایت کمزور ہیں۔ اگر سو کوڑے مارے گئے تو مر جائیں گے۔ فرمایا : اچھا سوش خول والی ایک کھجور کی شے لیا اور ایک مرتبہ رو۔ اسن لہ بن مجاہد، بہا بی و المریض جب علیہ

عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان ولیدۃ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حملت من الرنا فسلت من احبلت فقلت : احبلی المقعد ، فسلت فاعترف ، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انہ لضعیف عین الجلد ، فامر بماء عنکول و ضربہ بہا ضربۃ واحدۃ .

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زنا سے حاملہ ہوئی۔ اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے مقدمہ نامی ایک شخص کے بارے میں بتایا۔ اس شخص نے اس شخص کا اعتراف کر لیا۔ تو سرکار نے اسکی کمزور حالت دیکھ کر فرمایا : سوش خول والا ایک کچھ لیکر ایک مرتبہ مارو۔ (کنز العمال، حدیث ۱۳۶۰۶)

حاملہ پر حد جاری کرنے کا بیان

(وَإِنْ رَزَتْ الْحَامِلُ لَمْ تَحْدَ حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا) كَيْلًا يُؤَدَّى إِلَى هَلَاكِ الْوَلَدِ وَهُوَ نَفْسٌ مُحْتَمِلَةٌ (وَإِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجُلْدُ لَمْ تُجْلَدْ حَتَّى تَجْلِدَ حَتَّى تَعْلَى مِنْ نَفْسِهَا) أَيْ تَرْفَعُ بُرِيدَ يَدِ تَخْرُجُ مِنْهُ ، لِأَنَّ النَّفَاسَ نَوْعَ مَرَضٍ فَيُؤَخَّرُ إِلَى زَمَانِ الْبُرْدِ . بِخِلَافِ الرَّجْمِ ؛ لِأَنَّ التَّأَخِيرَ لِجُلْدِ الْوَلَدِ وَقَدْ انْفَصَلَ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُؤَخَّرُ إِلَى أَنْ يَسْتَقْبِلَ وَلَدُهَا عَنْهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَقُومُ بِبَرِّيَّتِهِ ؛ لِأَنَّ فِي التَّأَخِيرِ صِيَانَةَ الْوَلَدِ عَنِ الصَّيَاعِ ، وَقَدْ رَوَى (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِلْعَامِدِيَّةِ بَعْدَ مَا وَضَعَتْ أَرْجَمِي حَتَّى يَسْتَقْبِلَ وَلَدُكَ) ثُمَّ الْخُبْلَى نُحْشِئْ إِنْ أَنْ تَلِدَ إِنْ كَانَ الْحَدُّ قَائِمًا بِالنَّيَةِ كَمَا لَا تَهْرُبُ ، بِخِلَافِ الْإِفْرَارِ ؛ لِأَنَّ الرَّجْمَ عَنْهُ عَامِلٌ فَلَا يُقْبَلُ الْحَبْسُ .

ترجمہ

اور کسی حاملہ عورت نے زنا کیا تو وضع حمل تک اس پر حد جاری نہ ہوگی تا کہ یہ بچہ کی ہلاکت کا سبب نہ بنے اور بچے کی جان قائل احرام سے ہو اور جس کی سزا اسی کوڑے سے ہو تو اس کو کھاس سے چاک ہونے تک کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ نہ اس ایک قسم کا مرض ہے نہ اس اچھے ہونے تک سزا کو مؤخر کیا جائے گا البتہ رجم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کو صرف بچے کے سبب مؤخر کیا جائے گا۔ اور اب وہ بچہ نہ اس سے الگ ہو چکا ہے۔

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجم کو بھی اس وقت تک مؤخر کیا جائے گا کہ اس کا بچہ اس سے عورت سے

ہے پرواہ ہو جائے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی پرورش کرنے والی ہو۔ کیونکہ رجم کی تاخیر بچے کو محفوظ کرنے کیسے تھی اور بقیہ بچہ روایت بیان کی گئی ہے کہ غامہ بے کے وضع صل کے بعد آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ وہ اس جا میں تک کہ تیرا پیچھے سے پرواہ ہو جائے اور اگر حد شہادت سے ثابت ہو تو حاملہ کو بچہ بچنے تک قید میں رکھا جائے گا تا کہ وہ بھگ نہ سکے جبکہ اگر قریب نہیں ہے کیونکہ اقرار سے رجوع کرنا حال یعنی حد کے سقوط کا سبب ہے پس اس میں قید کرنے کا کوئی نہ ہوگا۔ واللہ سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

شرح

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جہنہ قبیلہ کی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدمت میں حاضر ہوئی اس حال میں کہ وہ زنا سے حاملہ تھی اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں حد کے جرم کو پہنچی ہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر (حد) قائم کریں تو میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے وہی کو بچا دیا اور فرمایا کہ اسے اجازت رکھنا۔ جب حمل وضع ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا پس اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے بارے میں حکم دیا تو اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً اس نے اسکی توبہ کی ہے اگر وہ بددلوں میں سزا آدیں کے درمیان تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے۔ کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا خوشنودی کے لیے پیش کر دی ہے۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1940، حدیث متواتر)

حضرت ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! اپنے غلاظت پر حد قائم کرو خواہ وہ ان میں سے شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بے بدی نے زنا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں لیکن اس نے ابھی قریب ہی نہ تھا میں بچہ جانتا تھا۔ مجھے ڈر ہو کہ اگر میں نے اسے کوڑے مارے تو میں اسے مار دوں گا۔ لہذا میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا کیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1957، حدیث متواتر)

عورت کی وہی عورت ساتھ ہونے میں تاخیر کا بیان

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: اور اگر وہ عورتیں ایک دوسرے سے غلط کام کریں تو وہ دونوں زانیہ اور لعین ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب عورت عورت سے غلط کام کرے تو وہ دونوں زانیہ ہیں)۔ اور ان دونوں پر حد نہیں اس لیے کہ اس میں دخول نہیں (یعنی جماع) تو اس طرح یہ شرکاء کیلئے وہاں شہرت کے مشابہہ اور ان دونوں عورتوں پر تاخیر ہوگی۔

اور تخریج: یعنی یہ ہے کہ عورت کا عورت سے غلط کاری کرنے میں حد نہیں بلکہ انہیں تاخیر لگائی جائے گی۔ تخریج: انکشاف (9)۔

105)

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو حدیث بیان کی ہے اس کی بنا پر کسی کو یہ دایمہ ہو سکتا ہے کہ عورت کا عورت سے برائی کرنا برا زانیہ کی سزا ہی ہے یہ حدیث امام بیہقی رحمہ اللہ یا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد مرد سے حرام کاری کرے تو وہ دونوں زانیہ ہیں اور جب عورت عورت سے حرام کاری کرے تو وہ دونوں زانیہ ہیں۔ اور اگر حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ دونوں گنہگار ہیں نہ کہ حد میں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل سوط "میں یہی کہا ہے۔" (اہل سوط (9) (78))

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی آدم کا زنا میں ایک حصہ ہے لہذا آئیں گے زنا کرتی ہیں اور نہ کا زنا دیکھتے ہیں، اور مجھ بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا چھڑتا ہے، اور یہ کس بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا چھڑتا ہے، اور منہ بھی زنا کرتا ہے اس کا زنا چھوٹا اور منہ نہیں ہے، اور دل اس کی طرف نکل ہوتا اور اس کی تمنہ کرتا ہے اور شر مرگاہ اس کی تقدیر لگائی جائے گی کہ وہ کتنی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مسند احمد یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں (8321)

بَابُ الْوُطْئِ ۚ الَّذِي يُوجِبُ الْحَدَّ وَالَّذِي لَا يُوْجِبُهُ

یہ باب موجب حد وغیر موجب حد کی وطی کے بیان میں ہے

باب وطی موجب حد کی فقہی ماباقت کا بیان

علامہ ابن عساکر نے حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ اقامت حد کی شرعی حیثیت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اس باب انہوں نے اس سب کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس کے سبب حد واجب ہوتی ہے اور وہ اسباب جن کے ذکر سے حد واجب ہونے والی نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے باب دونوں کا نام وطی بیان کیا ہے کیونکہ جو وطی موجب حد ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے وطی ہے اور عدم وجوب حد والی وطی مشابہہ وطی حقیقی ہے۔ بلکہ زنا کی تعریف مصنف کتاب اللہ کے شروع میں بیان کر چکے ہیں اور یہاں اسی تصریحات مختلفہ کو بیان کریں گے۔ (حنا یہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۷ ص ۱۸۳، بیروت)

زنا سے وجوب حد کا بیان

قَالَ (الْوُطْئُ الْمُوجِبُ لِلْحَدِّ هُوَ الزُّنَا) وَإِنَّهُ فِي عَرَفِ الشَّرْعِ وَاللِّسَانِ: وَطْءُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ فِي الْفُلْبِ إِلَى غَيْرِ الْمَمْلُوكِ، وَشِبْهَةُ الْمَمْلُوكِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ مَحْظُورٌ، وَالْحَزْمَةُ عَلَى الْإِبْطَاقِ عِنْدَ الْعَرَبِيِّ عَنِ الْمَمْلُوكِ وَشِبْهَتِهِ، يُؤْتَدُّ ذَلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ("أَذْرَهُ وَالْأُخْدُودَ بِالشَّهَوَاتِ")

ترجمہ

فرمایا زنا حد واجب کرنے والی وطی ہے۔ لغت و عرف میں زنا اس کو کہتے ہیں کہ مرد و عورت کی شرمگاہ میں اس سے وطی کرے اور یہی عمل ایک اور شہر ملک کے سوا ہو کیونکہ زنا ایک منع کردہ عمل ہے۔ اور مطلق طور پر حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب وہ وطی ملک اور شہر ملک سے بنالی ہوگی۔ اس کی تائید نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے کہ تم شہادت سے حدود کو دور کرو۔

شرح

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو امام کا مطلق سے معاف کر دینا مطلق سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی، جلد اول: حدیث نمبر 1461)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی مسلمان سے دنیاوی مصلحت میں

سے کوئی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن مصیبت دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کریں گے۔ اللہ بندے کی حد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی حد میں رہے اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر اور ابن عمر سے بھی روایات منقول ہیں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کوئی راوی اعمش سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اعمش، ابوصالح سے وہ ابو ہریرہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابو ہریرہ کی حدیث کی طرح نقل کرتے ہیں۔ اسباب بن محمد، اعمش سے وہ ابو ہریرہ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں ہم سے یہ حدیث عبید بن اسباط بن محمد اپنے والد کے واسطے سے اعمش سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول: حدیث نمبر 1463)

حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر رحم کرے اور نہ اسے ہلاکت میں ڈالے جس نے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کی اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ یہ حدیث ابن عمر کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

(جامع ترمذی، جلد اول: حدیث نمبر 1464)

شہد کی تعریفات و اقسام کا بیان

الَّتِي تَشْبَهُهُ نَوَاعِنُ: شِبْهَةُ فِي الْفِعْلِ وَتُسَمَّى شِبْهَةَ الشَّيْءِ، وَشِبْهَةُ فِي الْمَحَلِّ وَتُسَمَّى شِبْهَةَ مَحَلِّهِ. فَأُلْأَوَى تَحَقُّقٌ فِي حَقِّ مَنْ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ مَعْنَاهُ أَنْ يَكُنَّ غَيْرَ الدَّلِيلِ دَلِيلًا وَلَا بَدْلَ مِنْ الظَّنِّ لِتَحَقُّقِ الْإِشْتِبَاهِ. وَالثَّانِيَّةُ تَحَقُّقٌ بِقِيَامِ الدَّلِيلِ النَّافِي لِلْحُزْمَةِ فِي ذَاتِهِ وَلَا تَوَقُّفٌ عَلَى طَرَفِ الْجَانِبِ وَاعْتِقَادِهِ. وَالْحَدُّ يَسْقُطُ بِالنَّوَاعِنِ لِإِبْطَاقِ الْعَدِيدِ. وَالنَّسَبُ يَنْبُتُ فِي الثَّانِيَةِ إِذَا ادَّعَى الْوَلَدُ، وَلَا يَنْبُتُ فِي الْأُولَى وَإِنْ ادَّعَاهُ لِأَنَّ الْفِعْلَ تَمَحَّضَ زَنَا فِي الْأُولَى؛ وَإِنْ سَقَطَ الْحَدُّ لِأَمْرِ رَاجِعٍ إِلَيْهِ وَهُوَ اشْتِبَاهُ الْأَمْرِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَتَمَحَّضْ فِي الثَّانِيَةِ فَشِبْهَةُ الْفِعْلِ فِي ثَمَانِيَةِ مَوَاضِعَ: جَارِيَةِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَزَوْجَتِهِ، وَالْمُسْلَقَةِ ثَلَاثًا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَبَاتِنًا بِالْبَطْلَانِ عَلَى مَالٍ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَأُمُّ وَلَدٍ أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَجَارِيَةِ الْمُؤَلَّى فِي حَقِّ الْعَبْدِ، وَالْجَارِيَةِ الْمُؤَهَّنَةِ فِي حَقِّ الْمُرْتَهَنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْخُذُودِ. فَيَفِي هَذِهِ الْمَوَاضِعَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ إِذَا قَالَ:

طَنَنْتَ اِنَّهَا تَحِلُّ لِي. وَكَوْفَانَ عَلِمْتَ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ وَجَبَ الْحَدُّ.

ترجمہ

شبیہ کی دو اقسام ہیں۔ (۱) فصل میں شبیہ ہونا، اس کو اشتباہ بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) محل میں شبیہ ہونا، اس کو شبہ بھی کہہ جاتا ہے۔ پہلی قسم اس شخص کے حق میں ثابت ہوگی جس کا وہ مشتبہ ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ نہ اس چیز کو، نہ اس شخص کو جوئل نہ ہوا۔ ثبوت اشتباہ کیلئے ظن اور وہم کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری قسم ایسی دلیل کے پاسے جانے سے بھی ثابت ہو جائے گی جو خود پر خود حرمت کی نفی کرنے والی ہو اور یہ قسم مجرموں کے ظن اور ان کے خیال پر موقوف نہیں ہے۔ جبکہ عدان دونوں اقسام سے ساقد ہو جاتی ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں مطلق طور حکم بیان ہوا ہے۔ اور جب ذاتی لڑکے کا دھوکا کرے تو دوسری قسم کی صورت میں اس نسب ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ پہلی قسم میں دھوکا کرنے کے باوجود نسب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ قسم اول میں نفس شخص نہ ہے جس کی وجہ سے وہ ساقہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے اس کی چیز کا دھوکا کیا ہے جو اس کی طرف سے دانی ہے۔ اور اس فصل پر مستحبہ ہونا ہے جبکہ دوسری قسم میں نفس شخص نہ نہیں ہے۔ فصل میں شبیہ ہونے کے آٹھ مقام ہیں۔

(۱) اپنے باپ کی باندی سے دہلی کرنے میں شبیہ ہونا (۲) اپنی ماں کی باندی سے دہلی کرنے میں شبیہ ہونا (۳) اپنی بیوی کی باندی سے دہلی کرنے میں شبیہ ہونا (۴) بیوی کو طلاق طلاق دینے کے بعد اس کی عدت میں اس سے جماع کرنے میں شبیہ ہونا (۵) مال کے بدلے بیوی کو طلاق یا باندہ کر کے اس کی عدت میں اس سے جماع کرنے میں شبیہ ہونا (۶) اپنی ماں کو آزاد کر کے اس کی عدت میں اس سے جماع کرنے میں شبیہ ہونا (۷) غلام کا اپنے آقا کی باندی سے جماع کرنے میں شبیہ ہونا (۸) مہرین کا مہر ہونے باندی سے جماع کرنے میں شبیہ ہونا ہے۔ کتاب الحدود کی روایت کے مطابق ان تمام مواقع پر جب دہلی ہے کہ عدت میں اس نے دہلی کی تھی یہ عدت میرے لئے حلال تھی تو حد ساقد ہو جائے گی۔ اور اگر اس نے کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ عدت مجھ پر حرام تھی تو حد واجب ہو جائے گی۔

شبیہ کے فائدہ سے طہرم کو بچانے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو حد کی سزا سے بچاؤ اور مسلمان (مہرم) کے لئے بچاؤ کا ذرا بھی کوئی موقع نکل آئے تو اس کی راہ چھوڑ دو یعنی اس کو بری کر دو کیونکہ ماں ہی حاکم و مصلف کا محافظ کرنے میں خطہ کرنا مرد و عورت کے لئے حرام ہے بہتر ہے کہ ماں یا باپ یا بہن یا بہن کو قتل کیا جائے اور کہا ہے کہ یہ حد حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے اور اس کا سلسلہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا ہے یا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کہ یہ حد حضرت عائشہ کا اپنا ارشاد ہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے کیونکہ جس سلسلہ سند سے یہ حد

موقوف ثابت ہوتی ہے وہ اس سلسلہ سند سے زیادہ صحیح اور قوی ہے جس سے اس کا حدیث معلوم ہوتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الحدود)

اس ارشاد کے مخاطب دراصل حکام ہیں جنہیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے بارے میں کوئی ایسا قیاس ان کے پاس آئے جس کی سزا حد ہے مثلاً زنا کا قیاس تو انہیں چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اس مسلمان کو حد سے بچانے کی کوشش کریں اور شبہ کا جو بھی موقع نکلے ہوا اس کا فائدہ طہرم کو پہنچائیں، یہی نہیں بلکہ وہ مہرم کو بعد کی تعین کریں یعنی اس سے پوچھیں کہ کیا تم دیوانے ہو؟

کیا تم نے شراب پی رکھی ہے؟ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے اس عورت سے زنا کے ارتکاب کے بجائے اس کا بوسہ لے لیا ہو یا شہوت کے ساتھ اس کو چھو لیا ہو۔ اور اب تم اس کو اپنے اقرار میں زنا سے تعبیر کر رہے ہو غرضیکہ اس سے اس قسم کے سوالات کئے جائیں تاکہ وہ اس تعین غلطی کے تباہی کوئی تباہی نہ کر دے جس سے حد کا اجراء نہ ہو سکے اور وہ بری ہو جائے، چنانچہ، عز و غیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس قسم کے سوالات کئے ان کا مقصد بھی تعین تھا تھا۔

آخر میں جو یہ فرمایا کہ امام کے عوف کرنے میں خطہ، سزا دینے میں خطہ کرنے سے بہتر ہے تو اس کا فائدہ بھی مذکور ہوا۔ بات کو بخود تاکید کے ساتھ بیان کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ اگر کوئی حاکم مقدم کا فیصلہ کرتے ہوئے طہرم کو بری کر دے اور اس سے اس فیصلہ میں کوئی غلطی ہو جائے یا وہ طہرم کو سزا دینے کا فیصلہ کرے اور اس میں کوئی غلطی ہو جائے تو اگرچہ غلطی کے اعتبار سے دونوں ہی فیصلے غلط نظر ہوں گے اور انصاف کے معیار پر پورے نہیں اتریں گے لیکن چونکہ طہرم کی برات میں بہر حال ایک مسلمان کی جان و عزت فدا جائے گی۔ اس لئے یہ غلطی اس غلطی سے بہتر ہوگی جو سزا کے فیصلہ میں سرزد ہو اور جس کے نتیجے میں ایک مسلمان کو اپنی جان اور عزت سے ہاتھ دھونا پڑے۔

شبیہ سے سقوط حدود پر اجماع کا بیان

علامہ ابن حاتم علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فقہائے اصحاب روایا کا اس پر اجماع ہے کہ حدود و شہادت سے ساقد ہو جاتی ہیں۔ شبہ وہ ہے جو ثابت تو نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو، علمائے احناف نے شبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) شُبْهَةٌ فِی الْفِعْلِ اس کو شُبْهَةُ الْاِشْتِبَاحِ بھی کہتے ہیں۔ (۲) شُبْهَةٌ فِی الْمَحَلِّ (۳) شُبْهَةٌ فِی الْعُقْدِ

پہلی قسم شُبْهَةُ الْاِشْتِبَاحِ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی پر اس کی حلت و حرمت مشتبہ ہو جائے جیسے وہ بدگمانی کرے اس کی بیوی کی لودھی سے یہ عمت دہلی کرنا حلال ہے یا نہ ہے۔ یا ہاں یا راکہ ہندی سے دہلی کرنا اس کے لئے جائز ہے یا یہ گمان کرے کہ اسے اپنی مطلقہ غلطی سے دوران عدت دہلی کرنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں اگر اس نے دہلی کر لی تو اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کا ظلم تھا کہ یہ حرام ہیں تو اس پر حد قائم کر دی جائے گی۔

دوسری قسم شہۃ فی المَحَل کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی باندی، مطلق یا لکنا سے مطلقہ و فرقت کردہ ہو، جن کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور وہ باندی جو اپنی بیوی کے ہمسر بنی لیکن ابھی اس کو بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے وغیرہ تمام صورتوں میں اگر وہ ان کے ساتھ کھڑی کر لیا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں ان کے حرام ہونے کو جانتا تھا۔

تیسری قسم شہۃ فی العقد کی صورت یہ ہیں کہ کسی اس عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا بعد عقد نکاح اس سے وہ لٹی کر رہے ہیں کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو فی اس پر ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اسے علم تھا حد قائم نہ ہوگی۔ ایسے ہی اس عورت سے وہ لٹی کرنا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح شراب کو دواس کے طور پر پینا (شریکہ من ماع) نے ضروری قرار دیا ہے (ان تمام صورتوں میں حد قائم نہ کی جائے گی۔ چونکہ حدود شہ سے سادہ ہوتی ہیں اس لئے حدود عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتیں نہ کتاب القاضی، لکن القاضی سے اور نہ شہادت علی الشہادت سے نہ حد نہ شہر میں حدود خارجہ کے اقرار سے نہ کہ ان تمام صورتوں میں شہادت ہیں ان کے علاوہ شہادت کی اور صورتیں بھی ہیں۔

(الاشباہ والاختلاف ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳

میں کسی پر حد کا نہ ہوگی اگرچہ دوسرے کو اشتباہ نہ ہو، مثلاً (۱) ماں باپ کی لوطی سے وہی کی (۲) عورت کو صریح لفظوں میں تنہی طلاق دیں۔ اور نہ عدت میں اس سے وہی کی خواہ ایک لفظ سے عین حقائق دیں یا عین لفظوں سے۔ ایک مجلس میں یا متعدد مجلسوں میں۔ (۳) یا اپنی عورت کی یا ہندی یا (۴) مولیٰ کی یا باندی سے وہی کی یا (۵) مرتبہ نے اس لوطی سے وہی کی جو اس کے پاس رکھی ہے یا (۶) دوسرے کی لوطی اس لیے کہ ریشہ ناپ یا تھا کہ اس لوطی رکھے گا اور اس سے وہی کی (۷) عورت کو مال کے بدلے میں حلال دینی یا مال کے عوض ضعیف کیا، اس سے عدت میں وہی کی (۸) ام ولد کو زاد رکھ دیا اور نہ عدت میں اس سے وہی کی، ان سب میں حد نہیں جبکہ دعویٰ کرے کہ میرے گناہ میں وہی طلاق تھی اور اس قسم کی وہی ہوئی اور وہ کہتا ہے کہ میں حرام جانتا تھا اور اور اسے موجد نہیں کہ اس کا گناہ معلوم ہو سکے تو جو موجود ہے اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (در مختار، کتاب النکاح و)

خلاف اختلاف کے لغوی معنی کا بیان

معت میں خلاف کے معنی تناقض، عدم اتفاق، مخالفت کرنا، بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے معنی دیکھے جاسکتے ہیں۔ خلاف اعم از ضد ہے کیونکہ ضد بنیاد میں مختلف ہوتی ہیں جبکہ دخل ضرورت نہیں ہوتا ہے۔

اختلاف باختلاف کا مصدر ہے اور دو راہیں اتفاق و تقابل کی تفضیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب دو امر مختلف ہو جائیں تو اسے معنی ان کے عدم اتفاق کے ہوتے ہیں۔ اس طرح اگر کوئی اقوال و احوال میں ایک راہ اختیار کرے تو اسے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اختلاف رکھتا ہے۔ خلاف اور اختلاف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب کسی ایک امر کے بارے میں آزاد حوالہ میں تباہی پاد چائے تو اسے خلاف کہا جاتا ہے اور اختلاف تعدد آراء، نقطہ ہائے نظر اور رجحانات کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے خواہ یہاں اختلاف قبول یا نہ ہو یا نزاع کا سبب ہوں یا نہ ہوں۔

خلاف اور اختلاف میں فرق

اگر چہ اغلب علماء اصول اور فقہاء کی زبان میں خلاف اور اختلاف ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں لیکن بعض علماء ان الفاظ کے معنی میں فرق کے قائل ہیں وہ اس طرح کہ بعض علماء نے خلاف کو خلاف حقیقی اور خلاف بظنی میں تقسیم کیا ہے۔ ان علماء کے نزدیک خلاف حقیقی کے معنی یہ ہیں کہ اگر طریق وحدف میں اختلاف پایا جائے تو اسے خلاف حقیقی کہتے ہیں۔ خلاف بظنی کے معنی یہ ہیں کہ جس میں طریق مختلف ہیں لیکن هدف ایک ہی ہے۔

طبی طریق اور بعض علماء اصول و فقہاء نے خلاف و اختلاف کے الگ معنی بیان کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلاف وہ امر ہے جو ہر دو ہوں کے زیر اثر و وجود میں آئے۔ اس طرح کا اجتہاد شریعت میں کوئی اعتبار وقت نہیں رکھتا بلکہ قول بلا دلیل ہے۔ ایسا نظریہ وہ بعض ہی سے لیا جاسکتا ہے جو اجتہاد کے مقدمات سے ناگاہ ہو اور اگر اسے ناگاہ ہوں تو اسے اپنے اجتہاد میں اس کا فائدہ نہیں کیا ہے۔ ان علماء کی نظر میں اختلاف اس امر کو کہتے ہیں جو اصل میں اور محدثین کی آراء سے حاصل ہوتا ہے جو مستند کا حکم و اقامتی جاننے کی کوشش کر رہے

ہیں۔ یہ آراء ان کی نظر میں حد میں ہیں اور جو اجتہاد کیا گیا ہے، ایسے استنباط کے حکم میں ہے جو حد شرعی پر مشتمل ہے۔ اس طرح خلاف و اختلاف کہیں درمیان میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی ایک امر کیونکہ اس آراء اقوال میں تباہی کو خلاف کہا جاتا ہے جبکہ اختلاف تعدد آراء و نقطہ ہائے نظر اور رجحانات کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔

علم الخلاف کے اصطلاحی معنی

علم الخلاف کے اصطلاحی معنی خلاف اور اختلاف کے لغوی معنی سے ان لوگوں کے مطابق جو ان الفاظ میں فرق کے قائل ہیں بہت ہی نہیں ہیں۔ علم الخلاف کی بہت سی اصطلاحی تعریضیں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں پر اختصار کی بنا پر عبدالقادر بدران کی تعریف پر استناد کرتے ہیں جو کہ غیر تعریفوں پر ارجحیت رکھتی ہے اور امر خلاف سے زیادہ سازگار ہے۔ عبدالقادر بدران کہتے ہیں کہ علم الخلاف جامع ہے جو ہمیں یہ سکھا دے کہ ہم کس طرح دلیل شرعی قائم کر کے قطعی براین و ادلہ کے ذریعے خلاف دیلوں کو نقض کر سکتے ہیں، وہ ہمیں کس طرح علم الخلاف دینی جہل ہے جو ہم منطق کی صناعت میں سے ایک ہے صرف فرق اتنا ہے کہ یہاں پر علم الخلاف دینی مقصد کے شخص ہے۔ یہاں قبل ذکر کرتے ہیں کہ جناب جبران نے فقہ معتزلی کے بارے میں اپنے مقالے میں کہا ہے کہ تعریف حاشیہ خلیفہ نے کشف الظنون میں پیش کی ہے۔ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے اس مقالے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ یہ تعریف کس سے منسوب ہے بلکہ ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ فقہ نے اپنی گرفت رکھنا یوں میں علم الخلاف کا متعدد مقدمات پر ذکر کیا ہے اور مختلف تعریضیں پیش کی ہیں۔

ابن خلدون اس معنی کی تعریف میں کہتے ہیں کہ مذہب کے پیروروں میں مناظرات ہو کر کرتے ہیں جس میں ہاں کے فقہاء کے نظریات اور اختلافات کے اسباب بنیاد پر رجحانات دیان کئے جاتے تھے۔ انہوں نے اس علم کا نام طائفات رکھا تھا۔

زبور کو خلیفہ پر کہنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ لَهَا أَتَيْتَ خَلِيفَةً أَوْ بَرِيَّةً أَوْ أَمْرًا لَبَدَّكَ فَاسْتَحَارَتْ نَفْسُهَا ثُمَّ وَطَنَهَا لِي الْوَلَدَةِ وَقَالَ: عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يَحْدَ لَا لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِيهِ؛ فَمِنْ مَذْهَبِ عُمَرَ أَنَّهَا تَطْلُبُ رَجْعِيَّةً، وَكَذَا الْجَوَابُ لِي سَائِرِ الْجَنَابَاتِ وَكَذَا إِذَا نَوَى قَلْبًا لِقَامِ الْإِخْتِلَافِ مَعَ ذَلِكَ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے نہانی بیوی سے کہا تو خالی ہے یا میری ہے یا حامد حمیرہ ہے اچھے سے اس کے بعد اس عورت نے اپنے آپ کا انتخاب کر لیا اس کے بعد جو عمر نے عدت میں اس عورت سے وہی کر لی اور یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو اس پر عدت لگائی جائے گی۔ کیونکہ نہایت کی طلاق میں معاہدہ کرنا رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاحات طلاق رجعی ہوتے ہیں اور تمام نکاحات کا حکم اسی طرح ہے اور اسی طرح جب اس نے قین کی نیت کی تو کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے۔

خلیہ بر یہ ہے مشابہات سے طلاق کا بیان

حضرت عمر بن خطاب کے پاس خط لکھا ہوا آیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا جھٹک علی غدا بک حضرت عمر خطاب نے لکھا اس شخص سے کہہ دیا کہ حج کے موسم میں مکہ میں مجھ سے ملے حضرت عمر کا جب کا طواف کر رہے تھے ایک شخص ملادار سلام کیا پوچھا تم کون ہے آپ نے فرمایا میں وہی شخص ہوں جس نے تم سے حکم کیا تھا کہ میں نے کہا حضرت عمر نے کہا تم ہے تھو اس کے کہہ کر کہ ایک جھٹک علی غدا بک سے تیری کیا مراد تھی وہ بولا اے امیر المومنین اگر تم مجھ کو کسی اور جگہ کی قسم دیتے تو میں کا نہ کہتا مگر جب کہن ہوں کہ میری نیت چھوڑ دینے کی تھی حضرت عمر نے فرمایا جیسے تو نے نیت کی ویسا ہی ہوا۔

(موطا امام مالک علیہ الرحمہ: جلد اول: حدیث نمبر 1034)
قائم بن محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص کے نکاح میں ایک لونڈی تھی اس نے لونڈی کے بالوں سے کہہ دیا تم جاؤ تبارک کام جانے لوگوں نے اس کو ایک طلاق سمجھا۔ ابن شہاب کہتے تھے اگر مرد عورت سے کہے میں تجھے بری ہوں اور تو مجھ سے بری ہوئی تو تین طلاقیں پڑیں گی مثل برے کہہ کر ماکہ نے اگر کوئی شخص اپنی عورت کو کہے تو خلیہ بر یہ ہے یا ہا نہ ہے تو اگر عورت سے صحبت کر چکا ہے تین طلاق پڑیں گی اور اگر صحبت نہیں کی تو اس کی نیت کے موافق پڑے گی اگر اس نے کہا میں نے ایک کی نیت کی تھی تو حلف سے کراس کو سچ سمجھیں کہ مرد عورت ایک ہی طلاق میں ہا نہ ہو جائے گی اب رجعت نہیں کر سکتا ایک طلاق سے دوسرے سے کر سکتا ہے کیونکہ جس عورت سے صحبت نہ کی ہو وہ ایک ہی طلاق میں ہا نہ ہو جاتی ہے جس سے صحبت کر چکا اور وہ تین طلاق میں ہا نہ ہوتی ہے۔ کہہ لکے یہ روایت مجھے بہت پسند ہے۔ (موطا امام مالک علیہ الرحمہ: جلد اول: حدیث نمبر 1037)

بیٹے کی باندی سے جماع پر عدم حد کا بیان

(وَلَا حُدَّ عَلَیْ مَنْ وَطِئَ بِجَارِیَةِ وَلَدِهِ وَوَلَدَةِ وَلَدِهِ وَإِنْ قَالَتْ: عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَیْ حَرَامٍ) رَأَى الشَّهْدَةُ حُكْمِيَّةً لَّانْهَا شَفَتْ عَنْ ذَلِيلٍ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَنْتِ وَمَلَائِكُ لِبَيْتِكَ" وَالْأَبْوَةُ قَائِمَةٌ فِي عَقْلِ الْجَلَّةِ قَالَتْ: وَبَيِّنْتُ النَّسَبَ مِنْهُ وَعَلَيْهِ قِسْمَةُ الْجَارِیَةِ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ

ترجمہ

اور جس شخص نے اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے جماع کیا تو اس پر حد نہیں ہے اور اس اگرچہ یہ کہہ دے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے کیونکہ اس میں سبکی شہدہ پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ شہدہ ایک دلیل سے پیدا ہونے والا ہے اور وہی کریم علیہ السلام کا

اور اگر کسی ہے کہ تو اور میرا دل تیرے ہاں ہے۔ اور داد کے حق میں ہاں ہونے کا حکم قائم ہے۔ اور اولیٰ سے اس سے بچنے کا سبب ثابت ہو جائے گا۔ اور اس پر موطوہ ہند کی کیفیت واجب ہو جائے گی۔ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب بھائی یا بہن یا بیچے کی لونڈی یا خدمت کے لیے کسی کی لونڈی خرید لیا یا بھائی یا بہن یا بیچے کی لونڈی خرید لیا تو وہ اس کے پاس لے آئے تھے اس سے وہی کی تو حد ہے اگرچہ چاروں ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ (فتاویٰ ہند، کتاب الحدود)
معاذ خدا! والدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شخص نے کسی کی لونڈی غصب کر لی اور اس سے وہی کی پھر اس کی قیمت کا جو دن دیا تو حد نہیں۔ اور اگر نرنا کے بعد غصب کی اور تاون یا تو حد ہے۔ اسی طرح اگر نرنا کے بعد عورت سے نکاح کر لیا تو حد ساقا نہ ہوگی۔ (درمختار کتاب الحدود)

مراؤنی بیوی کی باندی سے زنا کر کے تو کیا حکم ہے؟

امام تاج الدین علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حبیب بن سالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جسے عبدالرحمن بن حنین کہا تھا اپنی بیوی کی باندی سے جماع کر لیا تو اسے حضرت نعمان بن بشیر کے سامنے پیش کیا گیا وہ اس وقت کوفہ کے امیر تھے انہیں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کروں گا اگر تیری بیوی نے اس باندی کو تیرے لیے حلال کیا تھا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا اور اگر اس نے اسے تیرے لیے حلال نہیں کیا تھا تو تجھے چاروں سے رجم کروں گا تو انہوں نے اسے چاروں کی بیوی کی باندی کو اس کے لیے حلال کر دیا تھا تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سو کوڑے مارے تو وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں حبیب بن سالم کو کھٹا تو انہوں نے میری طرف سے یہ حد بت بیان کی۔

حضرت نعمان بن بشیر بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں جو بیوی کی باندی سے جماع کر لے، فرمایا کہ اگر اس کی بیوی نے اس باندی کو اس کیلئے حلال کیا تھا تو سو کوڑے۔ اگر حلال نہیں کیا تھا تو اس کو رجم کروں گا۔

حضرت سلمہ بن محمد سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے جماع کر کے اپنی بیوی کو رجم کر لیا کہ اگر اس نے زنا یا بھڑک کر ہے تو وہ لونڈی آزاد ہے اور مرد کو کسی ہی لونڈی یا لکڑی بیوی کو دیا ہوگی اور اگر لونڈی کی رضاعت سے بدکاری ہوئی تو وہ اس کی ہو جائے گی اور زانی کے لیے ما کہہ کراس میں ایک سو کوڑے یا بیزار مردی ہوگا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابویس بن سعید نے اور عمر بن دینار نے منصور بن ذوالان نے اور اسامہ بن حسن سے روایت کی ہے اس معنی میں ابویس اور منصور نے قیصرہ بن حریث کا ذکر نہیں کیا۔

مقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لونڈی نے اپنی خوشی سے بدکاری کی تو وہ زانی کی ملک میں آ جائے گی اور زانی کے مال میں سے اس میں سے اس کی لونڈی (یا اس کی قیمت) ما کہہ کر لے گی۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحدود)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ عدم اشتہاء کی صورت میں حد جاری کی جائے گی اور اشتہاء کی صورت میں حد ساقط ہو جائے گی

یا پکی یا باندی سے جماع پر عدم حد کا بیان

(وَاِذَا وَطِئَ جَارِيَةً اَبِيْهِ اَوْ اُمِّهِ اَوْ زَوْجِيْهِ وَقَالَ طَلَنْتُ اِنَّهَا تَحِلُّ لِيْ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلَى كَلْبِهِ، وَاِنْ قَالَ: عَلِمْتُ اِنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حَدٌّ، وَكَذَا النِّعْدُ اِذَا وَطِئَ جَارِيَةً مُّوَلَّاهُ، لَا اَنْ يَّمْنَّ هُوَ لَا اَنْ اِنْسَاطًا فِي الْاِنْسَانِ فَقَطَّهُ فِي الْاِنْسَانِ لَمَّا كَانَ شُبْهَةً اَشْيَاءَ اِلَّا اَنَّهُ رُبَّ حَقِيْقَةٍ فَلَا يَحُدُّ قَادِفُهُ، وَكَذَا اِذَا قَالَتْ الْجَارِيَةُ: طَلَنْتُ اَنَّهُ يَحِلُّ لِيْ وَالْفَحْلُ لَمْ يَدَّ عَ فِي الظَّاهِرِ لَا اَنَّ الْفَحْلَ وَاحِدٌ

(وَاِنْ وَطِئَ جَارِيَةً اَبِيْهِ اَوْ اُمِّهِ وَقَالَ: طَلَنْتُ اِنَّهَا تَحِلُّ لِيْ حَدٌّ) لِاَنَّهُ لَا اِنْسَاطَ فِي النِّعَالِ فَيَمَّا بَيْنَهُمَا وَكَذَا سَائِرُ الْمُحْرَمِ سِوَى الْوَلَدِ لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بیوی کی باندی سے جماع کیا اور اس کے بعد یہ کہہ کر میرے گمان میں دو گئے ہو حال ہے تو اس پر بھی حد واجب نہ ہوگی اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر بھی حد نہ ہوگی مگر جب اس نے یہ کہہ کر مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو اس پر حد جاری ہو جائے گی۔ اور اسی طرح جب غلام نے اپنے مالک کی باندی سے جماع کیا۔ کیونکہ ان لوگوں میں عمومی فائدہ اٹھانا چاہیے جس سے فائدہ اٹھانے میں اس کے گمان کا اعتبار کریا جائے گا۔ در یہ شبہ اشتہاء والا شبہ بن جائے گا البتہ یہ حقیقت کے اعتبار سے نہ ہے اس لئے اس کے قاذف پر حد جاری نہ ہوگی۔

اسی طرح جب باندی نے یہ کہا کہ میں نے سمجھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے حالانکہ غلام نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا تب بھی خبر الروایت کے مطابقی اس پر حد چڑی نہ ہوگی کیونکہ لعل ایک ہی ہے اور جب کسی نے اپنے بھائی یا اپنے چچے کی باندی سے جماع کیا کہ کہنے لگا کہ میں نے گمان کیا کہ میرے لئے حلال ہے۔ تو اس پر حد لگانا چاہئے گی کیونکہ ان کے درمیان بے تکلفی نہیں پائی جاتی اور اولاد کے اتمام حاکم کا بھی اسی طرح ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کیے ہیں۔

شرح

زنا کے مقدمات میں اس اصول کے اطلاق کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمے میں، جس میں شوہر نے اپنی بیوی کی لونڈی سے جماع کیا تھا، یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر تو خداوند نے بیوی کی اوجرت کے بغیر ایسا کیا ہے تو اسے رجم کر جائے گا، لیکن اگر اس میں بیوی کی رضا مندی شامل تھی تو خاندان کو صرف سوکڑے لگائے جائیں گے۔ یہ اسی نوعیت کے ایک دوسرے مقدمے میں آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر شوہر نے لونڈی کے ساتھ زبردستی جماع کیا ہے تو لونڈی آزاد ہے، لیکن اگر لونڈی رضامند

تھی تو مجھو شوہر کی تکلیف قرار پائے گی اور دونوں صورتوں میں شوہر کے لیے لزوم ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو کسی دوسری لونڈی پر نہ کر دے۔ (نسائی، رقم، ۳۳۱، ابوداؤد، رقم، ۳۸۶۸)

امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سیدنا عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کی لونڈی سے زبردستی زنا کیا تھا، رجم نہیں کیا، بلکہ اسے سو سے کم کوڑے لگانے کی سزا دی۔ اس صورت میں سوکڑے لگانے یا رجم کرنے کے بجائے قلعہ بڑی سزا دینے کا فتویٰ سفیان ثوری سے بھی مروی ہے۔ سعید بن مسیب اور دہیند کے بعض دیگر فقہاء کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی اور کسی دوسرے شخص کی مشترک لونڈی سے وطی کرے تو اسے نوے کوڑے لگائے جائیں۔

ابن مسیب نے ایک مقدمے میں جس میں دو لکوں نے اپنی مشترک لونڈی سے جماعت کی تھی، فتویٰ دیا کہ دونوں کو بچس پاس کوڑے لگائے جائیں۔

ابن مسیب ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص مال غنیمت ہونے سے پہلے ہی کسی لونڈی سے استمتاع کر لے تو اسے نوے کوڑے لگائے جائیں گے۔

ایک گورت نے اپنے غلام سے نکاح کر لیا اور اس کے جواز پر یہ استدلال پیش کیا کہ قرآن مجید میں اَمَّا فَسَكَنْتُ اِيْمَانُكُمْ' کو اُٹھال کہا گیا ہے اور میرا غلام بھی میری ملک بینین ہے۔ سیدنا عیسیٰ کے مشورے پر سیدنا عمر نے اس شخص کو کوڑوں کی سزا دی۔ کسی طرح ایک دن قون نے گواہوں اور دوسرے پرست کے بغیر کر لیا اور کہا کہ میں شب بھول اور اپنے معاملے میں خود بخود رہوں تو سیدنا عمر نے اسے بھی صرف سوکڑے لگائے۔ (مصنف عبد الرزاق، رقم، ۱۳۵۳۶، ۱۳۵۳۷، ۱۳۵۳۸، ۱۳۵۳۹، ۱۳۵۴۰، ۱۳۵۴۱، ۱۳۵۴۲، ۱۳۵۴۳، ۱۳۵۴۴، ۱۳۵۴۵، ۱۳۵۴۶، ۱۳۵۴۷، ۱۳۵۴۸، ۱۳۵۴۹، ۱۳۵۵۰، ۱۳۵۵۱، ۱۳۵۵۲، ۱۳۵۵۳، ۱۳۵۵۴، ۱۳۵۵۵، ۱۳۵۵۶، ۱۳۵۵۷، ۱۳۵۵۸، ۱۳۵۵۹، ۱۳۵۶۰، ۱۳۵۶۱، ۱۳۵۶۲، ۱۳۵۶۳، ۱۳۵۶۴، ۱۳۵۶۵، ۱۳۵۶۶، ۱۳۵۶۷، ۱۳۵۶۸، ۱۳۵۶۹، ۱۳۵۷۰، ۱۳۵۷۱، ۱۳۵۷۲، ۱۳۵۷۳، ۱۳۵۷۴، ۱۳۵۷۵، ۱۳۵۷۶، ۱۳۵۷۷، ۱۳۵۷۸، ۱۳۵۷۹، ۱۳۵۸۰، ۱۳۵۸۱، ۱۳۵۸۲، ۱۳۵۸۳، ۱۳۵۸۴، ۱۳۵۸۵، ۱۳۵۸۶، ۱۳۵۸۷، ۱۳۵۸۸، ۱۳۵۸۹، ۱۳۵۹۰، ۱۳۵۹۱، ۱۳۵۹۲، ۱۳۵۹۳، ۱۳۵۹۴، ۱۳۵۹۵، ۱۳۵۹۶، ۱۳۵۹۷، ۱۳۵۹۸، ۱۳۵۹۹، ۱۳۶۰۰، ۱۳۶۰۱، ۱۳۶۰۲، ۱۳۶۰۳، ۱۳۶۰۴، ۱۳۶۰۵، ۱۳۶۰۶، ۱۳۶۰۷، ۱۳۶۰۸، ۱۳۶۰۹، ۱۳۶۱۰، ۱۳۶۱۱، ۱۳۶۱۲، ۱۳۶۱۳، ۱۳۶۱۴، ۱۳۶۱۵، ۱۳۶۱۶، ۱۳۶۱۷، ۱۳۶۱۸، ۱۳۶۱۹، ۱۳۶۲۰، ۱۳۶۲۱، ۱۳۶۲۲، ۱۳۶۲۳، ۱۳۶۲۴، ۱۳۶۲۵، ۱۳۶۲۶، ۱۳۶۲۷، ۱۳۶۲۸، ۱۳۶۲۹، ۱۳۶۳۰، ۱۳۶۳۱، ۱۳۶۳۲، ۱۳۶۳۳، ۱۳۶۳۴، ۱۳۶۳۵، ۱۳۶۳۶، ۱۳۶۳۷، ۱۳۶۳۸، ۱۳۶۳۹، ۱۳۶۴۰، ۱۳۶۴۱، ۱۳۶۴۲، ۱۳۶۴۳، ۱۳۶۴۴، ۱۳۶۴۵، ۱۳۶۴۶، ۱۳۶۴۷، ۱۳۶۴۸، ۱۳۶۴۹، ۱۳۶۵۰، ۱۳۶۵۱، ۱۳۶۵۲، ۱۳۶۵۳، ۱۳۶۵۴، ۱۳۶۵۵، ۱۳۶۵۶، ۱۳۶۵۷، ۱۳۶۵۸، ۱۳۶۵۹، ۱۳۶۶۰، ۱۳۶۶۱، ۱۳۶۶۲، ۱۳۶۶۳، ۱۳۶۶۴، ۱۳۶۶۵، ۱۳۶۶۶، ۱۳۶۶۷، ۱۳۶۶۸، ۱۳۶۶۹، ۱۳۶۷۰، ۱۳۶۷۱، ۱۳۶۷۲، ۱۳۶۷۳، ۱۳۶۷۴، ۱۳۶۷۵، ۱۳۶۷۶، ۱۳۶۷۷، ۱۳۶۷۸، ۱۳۶۷۹، ۱۳۶۸۰، ۱۳۶۸۱، ۱۳۶۸۲، ۱۳۶۸۳، ۱۳۶۸۴، ۱۳۶۸۵، ۱۳۶۸۶، ۱۳۶۸۷، ۱۳۶۸۸، ۱۳۶۸۹، ۱۳۶۹۰، ۱۳۶۹۱، ۱۳۶۹۲، ۱۳۶۹۳، ۱۳۶۹۴، ۱۳۶۹۵، ۱۳۶۹۶، ۱۳۶۹۷، ۱۳۶۹۸، ۱۳۶۹۹، ۱۳۷۰۰، ۱۳۷۰۱، ۱۳۷۰۲، ۱۳۷۰۳، ۱۳۷۰۴، ۱۳۷۰۵، ۱۳۷۰۶، ۱۳۷۰۷، ۱۳۷۰۸، ۱۳۷۰۹، ۱۳۷۱۰، ۱۳۷۱۱، ۱۳۷۱۲، ۱۳۷۱۳، ۱۳۷۱۴، ۱۳۷۱۵، ۱۳۷۱۶، ۱۳۷۱۷، ۱۳۷۱۸، ۱۳۷۱۹، ۱۳۷۲۰، ۱۳۷۲۱، ۱۳۷۲۲، ۱۳۷۲۳، ۱۳۷۲۴، ۱۳۷۲۵، ۱۳۷۲۶، ۱۳۷۲۷، ۱۳۷۲۸، ۱۳۷۲۹، ۱۳۷۳۰، ۱۳۷۳۱، ۱۳۷۳۲، ۱۳۷۳۳، ۱۳۷۳۴، ۱۳۷۳۵، ۱۳۷۳۶، ۱۳۷۳۷، ۱۳۷۳۸، ۱۳۷۳۹، ۱۳۷۴۰، ۱۳۷۴۱، ۱۳۷۴۲، ۱۳۷۴۳، ۱۳۷۴۴، ۱۳۷۴۵، ۱۳۷۴۶، ۱۳۷۴۷، ۱۳۷۴۸، ۱۳۷۴۹، ۱۳۷۵۰، ۱۳۷۵۱، ۱۳۷۵۲، ۱۳۷۵۳، ۱۳۷۵۴، ۱۳۷۵۵، ۱۳۷۵۶، ۱۳۷۵۷، ۱۳۷۵۸، ۱۳۷۵۹، ۱۳۷۶۰، ۱۳۷۶۱، ۱۳۷۶۲، ۱۳۷۶۳، ۱۳۷۶۴، ۱۳۷۶۵، ۱۳۷۶۶، ۱۳۷۶۷، ۱۳۷۶۸، ۱۳۷۶۹، ۱۳۷۷۰، ۱۳۷۷۱، ۱۳۷۷۲، ۱۳۷۷۳، ۱۳۷۷۴، ۱۳۷۷۵، ۱۳۷۷۶، ۱۳۷۷۷، ۱۳۷۷۸، ۱۳۷۷۹، ۱۳۷۸۰، ۱۳۷۸۱، ۱۳۷۸۲، ۱۳۷۸۳، ۱۳۷۸۴، ۱۳۷۸۵، ۱۳۷۸۶، ۱۳۷۸۷، ۱۳۷۸۸، ۱۳۷۸۹، ۱۳۷۹۰، ۱۳۷۹۱، ۱۳۷۹۲، ۱۳۷۹۳، ۱۳۷۹۴، ۱۳۷۹۵، ۱۳۷۹۶، ۱۳۷۹۷، ۱۳۷۹۸، ۱۳۷۹۹، ۱۳۸۰۰، ۱۳۸۰۱، ۱۳۸۰۲، ۱۳۸۰۳، ۱۳۸۰۴، ۱۳۸۰۵، ۱۳۸۰۶، ۱۳۸۰۷، ۱۳۸۰۸، ۱۳۸۰۹، ۱۳۸۱۰، ۱۳۸۱۱، ۱۳۸۱۲، ۱۳۸۱۳، ۱۳۸۱۴، ۱۳۸۱۵، ۱۳۸۱۶، ۱۳۸۱۷، ۱۳۸۱۸، ۱۳۸۱۹، ۱۳۸۲۰، ۱۳۸۲۱، ۱۳۸۲۲، ۱۳۸۲۳، ۱۳۸۲۴، ۱۳۸۲۵، ۱۳۸۲۶، ۱۳۸۲۷، ۱۳۸۲۸، ۱۳۸۲۹، ۱۳۸۳۰، ۱۳۸۳۱، ۱۳۸۳۲، ۱۳۸۳۳، ۱۳۸۳۴، ۱۳۸۳۵، ۱۳۸۳۶، ۱۳۸۳۷، ۱۳۸۳۸، ۱۳۸۳۹، ۱۳۸۴۰، ۱۳۸۴۱، ۱۳۸۴۲، ۱۳۸۴۳، ۱۳۸۴۴، ۱۳۸۴۵، ۱۳۸۴۶، ۱۳۸۴۷، ۱۳۸۴۸، ۱۳۸۴۹، ۱۳۸۵۰، ۱۳۸۵۱، ۱۳۸۵۲، ۱۳۸۵۳، ۱۳۸۵۴، ۱۳۸۵۵، ۱۳۸۵۶، ۱۳۸۵۷، ۱۳۸۵۸، ۱۳۸۵۹، ۱۳۸۶۰، ۱۳۸۶۱، ۱۳۸۶۲، ۱۳۸۶۳، ۱۳۸۶۴، ۱۳۸۶۵، ۱۳۸۶۶، ۱۳۸۶۷، ۱۳۸۶۸، ۱۳۸۶۹، ۱۳۸۷۰، ۱۳۸۷۱، ۱۳۸۷۲، ۱۳۸۷۳، ۱۳۸۷۴، ۱۳۸۷۵، ۱۳۸۷۶، ۱۳۸۷۷، ۱۳۸۷۸، ۱۳۸۷۹، ۱۳۸۸۰، ۱۳۸۸۱، ۱۳۸۸۲، ۱۳۸۸۳، ۱۳۸۸۴، ۱۳۸۸۵، ۱۳۸۸۶، ۱۳۸۸۷، ۱۳۸۸۸، ۱۳۸۸۹، ۱۳۸۹۰، ۱۳۸۹۱، ۱۳۸۹۲، ۱۳۸۹۳، ۱۳۸۹۴، ۱۳۸۹۵، ۱۳۸۹۶، ۱۳۸۹۷، ۱۳۸۹۸، ۱۳۸۹۹، ۱۳۹۰۰، ۱۳۹۰۱، ۱۳۹۰۲، ۱۳۹۰۳، ۱۳۹۰۴، ۱۳۹۰۵، ۱۳۹۰۶، ۱۳۹۰۷، ۱۳۹۰۸، ۱۳۹۰۹، ۱۳۹۱۰، ۱۳۹۱۱، ۱۳۹۱۲، ۱۳۹۱۳، ۱۳۹۱۴، ۱۳۹۱۵، ۱۳۹۱۶، ۱۳۹۱۷، ۱۳۹۱۸، ۱۳۹۱۹، ۱۳۹۲۰، ۱۳۹۲۱، ۱۳۹۲۲، ۱۳۹۲۳، ۱۳۹۲۴، ۱۳۹۲۵، ۱۳۹۲۶، ۱۳۹۲۷، ۱۳۹۲۸، ۱۳۹۲۹، ۱۳۹۳۰، ۱۳۹۳۱، ۱۳۹۳۲، ۱۳۹۳۳، ۱۳۹۳۴، ۱۳۹۳۵، ۱۳۹۳۶، ۱۳۹۳۷، ۱۳۹۳۸، ۱۳۹۳۹، ۱۳۹۴۰، ۱۳۹۴۱، ۱۳۹۴۲، ۱۳۹۴۳، ۱۳۹۴۴، ۱۳۹۴۵، ۱۳۹۴۶، ۱۳۹۴۷، ۱۳۹۴۸، ۱۳۹۴۹، ۱۳۹۵۰، ۱۳۹۵۱، ۱۳۹۵۲، ۱۳۹۵۳، ۱۳۹۵۴، ۱۳۹۵۵، ۱۳۹۵۶، ۱۳۹۵۷، ۱۳۹۵۸، ۱۳۹۵۹، ۱۳۹۶۰، ۱۳۹۶۱، ۱۳۹۶۲، ۱۳۹۶۳، ۱۳۹۶۴، ۱۳۹۶۵، ۱۳۹۶۶، ۱۳۹۶۷، ۱۳۹۶۸، ۱۳۹۶۹، ۱۳۹۷۰، ۱۳۹۷۱، ۱۳۹۷۲، ۱۳۹۷۳، ۱۳۹۷۴، ۱۳۹۷۵، ۱۳۹۷۶، ۱۳۹۷۷، ۱۳۹۷۸، ۱۳۹۷۹، ۱۳۹۸۰، ۱۳۹۸۱، ۱۳۹۸۲، ۱۳۹۸۳، ۱۳۹۸۴، ۱۳۹۸۵، ۱۳۹۸۶، ۱۳۹۸۷، ۱۳۹۸۸، ۱۳۹۸۹، ۱۳۹۹۰، ۱۳۹۹۱، ۱۳۹۹۲، ۱۳۹۹۳، ۱۳۹۹۴، ۱۳۹۹۵، ۱۳۹۹۶، ۱۳۹۹۷، ۱۳۹۹۸، ۱۳۹۹۹، ۱۴۰۰۰، ۱۴۰۰۱، ۱۴۰۰۲، ۱۴۰۰۳، ۱۴۰۰۴، ۱۴۰۰۵، ۱۴۰۰۶، ۱۴۰۰۷، ۱۴۰۰۸، ۱۴۰۰۹، ۱۴۰۱۰، ۱۴۰۱۱، ۱۴۰۱۲، ۱۴۰۱۳، ۱۴۰۱۴، ۱۴۰۱۵، ۱۴۰۱۶، ۱۴۰۱۷، ۱۴۰۱۸، ۱۴۰۱۹، ۱۴۰۲۰، ۱۴۰۲۱، ۱۴۰۲۲، ۱۴۰۲۳، ۱۴۰۲۴، ۱۴۰۲۵، ۱۴۰۲۶، ۱۴۰۲۷، ۱۴۰۲۸، ۱۴۰۲۹، ۱۴۰۳۰، ۱۴۰۳۱، ۱۴۰۳۲، ۱۴۰۳۳، ۱۴۰۳۴، ۱۴۰۳۵، ۱۴۰۳۶، ۱۴۰۳۷، ۱۴۰۳۸، ۱۴۰۳۹، ۱۴۰۴۰، ۱۴۰۴۱، ۱۴۰۴۲، ۱۴۰۴۳، ۱۴۰۴۴، ۱۴۰۴۵، ۱۴۰۴۶، ۱۴۰۴۷، ۱۴۰۴۸، ۱۴۰۴۹، ۱۴۰۵۰، ۱۴۰۵۱، ۱۴۰۵۲، ۱۴۰۵۳، ۱۴۰۵۴، ۱۴۰۵۵، ۱۴۰۵۶، ۱۴۰۵۷، ۱۴۰۵۸، ۱۴۰۵۹، ۱۴۰۶۰، ۱۴۰۶۱، ۱۴۰۶۲، ۱۴۰۶۳، ۱۴۰۶۴، ۱۴۰۶۵، ۱۴۰۶۶، ۱۴۰۶۷، ۱۴۰۶۸، ۱۴۰۶۹، ۱۴۰۷۰، ۱۴۰۷۱، ۱۴۰۷۲، ۱۴۰۷۳، ۱۴۰۷۴، ۱۴۰۷۵، ۱۴۰۷۶، ۱۴۰۷۷، ۱۴۰۷۸، ۱۴۰۷۹، ۱۴۰۸۰، ۱۴۰۸۱، ۱۴۰۸۲، ۱۴۰۸۳، ۱۴۰۸۴، ۱۴۰۸۵، ۱۴۰۸۶، ۱۴۰۸۷، ۱۴۰۸۸، ۱۴۰۸۹، ۱۴۰۹۰، ۱۴۰۹۱، ۱۴۰۹۲، ۱۴۰۹۳، ۱۴۰۹۴، ۱۴۰۹۵، ۱۴۰۹۶، ۱۴۰۹۷، ۱۴۰۹۸، ۱۴۰۹۹، ۱۴۱۰۰، ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۰۲، ۱۴۱۰۳، ۱۴۱۰۴، ۱۴۱۰۵، ۱۴۱۰۶، ۱۴۱۰۷، ۱۴۱۰۸، ۱۴۱۰۹، ۱۴۱۱۰، ۱۴۱۱۱، ۱۴۱۱۲، ۱۴۱۱۳، ۱۴۱۱۴، ۱۴۱۱۵، ۱۴۱۱۶، ۱۴۱۱۷، ۱۴۱۱۸، ۱۴۱۱۹، ۱۴۱۲۰، ۱۴۱۲۱، ۱۴۱۲۲، ۱۴۱۲۳، ۱۴۱۲۴، ۱۴۱۲۵، ۱۴۱۲۶، ۱۴۱۲۷، ۱۴۱۲۸، ۱۴۱۲۹، ۱۴۱۳۰، ۱۴۱۳۱، ۱۴۱۳۲، ۱۴۱۳۳، ۱۴۱۳۴، ۱۴۱۳۵، ۱۴۱۳۶، ۱۴۱۳۷، ۱۴۱۳۸، ۱۴۱۳۹، ۱۴۱۴۰، ۱۴۱۴۱، ۱۴۱۴۲، ۱۴۱۴۳، ۱۴۱۴۴، ۱۴۱۴۵، ۱۴۱۴۶، ۱۴۱۴۷، ۱۴۱۴۸، ۱۴۱۴۹، ۱۴۱۵۰، ۱۴۱۵۱، ۱۴۱۵۲، ۱۴۱۵۳، ۱۴۱۵۴، ۱۴۱۵۵، ۱۴۱۵۶، ۱۴۱۵۷، ۱۴۱۵۸، ۱۴۱۵۹، ۱۴۱۶۰، ۱۴۱۶۱، ۱۴۱۶۲، ۱۴۱۶۳، ۱۴۱۶۴، ۱۴۱۶۵، ۱۴۱۶۶، ۱۴۱۶۷، ۱۴۱۶۸، ۱۴۱۶۹، ۱۴۱۷۰، ۱۴۱۷۱، ۱۴۱۷۲، ۱۴۱۷۳، ۱۴۱۷۴، ۱۴۱۷۵، ۱۴۱۷۶، ۱۴۱۷۷، ۱۴۱۷۸، ۱۴۱۷۹، ۱۴۱۸۰، ۱۴۱۸۱، ۱۴۱۸۲، ۱۴۱۸۳، ۱۴۱۸۴، ۱۴۱۸۵، ۱۴۱۸۶، ۱۴۱۸۷، ۱۴۱۸۸، ۱۴۱۸۹، ۱۴۱۹۰، ۱۴۱۹۱، ۱۴۱۹۲، ۱۴۱۹۳، ۱۴۱۹۴، ۱۴۱۹۵، ۱۴۱۹۶، ۱۴۱۹۷، ۱۴۱۹۸، ۱۴۱۹۹، ۱۴۲۰۰، ۱۴۲۰۱، ۱۴۲۰۲، ۱۴۲۰۳، ۱۴۲۰۴، ۱۴۲۰۵، ۱۴۲۰۶، ۱۴۲۰۷، ۱۴۲۰۸، ۱۴۲۰۹، ۱۴۲۱۰، ۱۴۲۱۱، ۱۴۲۱۲، ۱۴۲۱۳، ۱۴۲۱۴، ۱۴۲۱۵، ۱۴۲۱۶، ۱۴۲۱۷، ۱۴۲۱۸، ۱۴۲۱۹، ۱۴۲۲۰، ۱۴۲۲۱، ۱۴۲۲۲، ۱۴۲۲۳، ۱۴۲۲۴، ۱۴۲۲۵، ۱۴۲۲۶، ۱۴۲۲۷، ۱۴۲۲۸، ۱۴۲۲۹، ۱۴۲۳۰، ۱۴۲۳۱، ۱۴۲۳۲، ۱۴۲۳۳، ۱۴۲۳۴، ۱۴۲۳۵، ۱۴۲۳۶، ۱۴۲۳۷، ۱۴۲۳۸، ۱۴۲۳۹، ۱۴۲۴۰، ۱۴۲۴۱، ۱۴۲۴۲، ۱۴۲۴۳، ۱۴۲۴۴، ۱۴۲۴۵، ۱۴۲۴۶، ۱۴۲۴۷، ۱۴۲۴۸، ۱۴۲۴۹، ۱۴۲۵۰، ۱۴۲۵۱، ۱۴۲۵۲، ۱۴۲۵۳، ۱۴۲۵۴، ۱۴۲۵۵، ۱۴۲۵۶، ۱۴۲۵۷، ۱۴۲۵۸، ۱۴۲۵۹، ۱۴۲۶۰، ۱۴۲۶۱، ۱۴۲۶۲، ۱۴۲۶۳، ۱۴۲۶۴، ۱۴۲۶۵، ۱۴۲۶۶، ۱۴۲۶۷، ۱۴۲۶۸، ۱۴۲۶۹، ۱۴۲۷۰، ۱۴۲۷۱، ۱۴۲۷۲، ۱۴۲۷۳، ۱۴۲۷۴، ۱۴۲۷۵، ۱۴۲۷۶، ۱۴۲۷۷، ۱۴۲۷۸، ۱۴۲۷۹، ۱۴۲۸۰، ۱۴۲۸۱، ۱۴۲۸۲، ۱۴۲۸۳، ۱۴۲۸۴، ۱۴۲۸۵، ۱۴۲۸۶، ۱۴۲۸۷، ۱۴۲۸۸، ۱۴۲۸۹، ۱۴۲۹۰، ۱۴۲۹۱، ۱۴۲۹۲، ۱۴۲۹۳، ۱۴۲۹۴، ۱۴۲۹۵، ۱۴۲۹۶، ۱۴۲۹۷، ۱۴۲۹۸، ۱۴۲۹۹، ۱۴۳۰۰، ۱۴۳۰۱، ۱۴۳۰۲، ۱۴۳۰۳، ۱۴۳۰۴، ۱۴۳۰۵، ۱۴۳۰۶، ۱۴۳۰۷، ۱۴۳۰۸، ۱۴۳۰۹، ۱۴۳۱۰، ۱۴۳۱۱، ۱۴۳۱۲، ۱۴۳۱۳، ۱۴۳۱۴، ۱۴۳۱۵، ۱۴۳۱۶، ۱۴۳۱۷، ۱۴۳۱۸، ۱۴۳۱۹، ۱۴۳۲۰، ۱۴۳۲۱، ۱۴۳۲۲، ۱۴۳۲۳، ۱۴۳۲۴، ۱۴۳۲۵، ۱۴۳۲۶، ۱۴۳۲۷، ۱۴۳۲۸، ۱۴۳۲۹، ۱۴۳۳۰، ۱۴۳۳۱، ۱۴۳۳۲، ۱۴۳۳۳، ۱۴۳۳۴، ۱۴۳۳۵، ۱۴۳۳۶، ۱۴۳۳۷، ۱۴۳۳۸، ۱۴۳۳۹، ۱۴۳۴۰، ۱۴۳۴۱، ۱۴۳۴۲، ۱۴۳۴۳، ۱۴۳۴۴، ۱۴۳۴۵، ۱۴۳۴۶، ۱۴۳۴۷، ۱۴۳۴۸، ۱۴۳۴۹، ۱۴۳۵۰، ۱۴۳۵۱، ۱۴۳۵۲، ۱۴۳۵۳، ۱۴۳۵۴، ۱۴۳۵۵، ۱۴۳۵۶، ۱۴۳۵۷، ۱۴۳۵۸، ۱۴۳۵۹، ۱۴۳۶۰، ۱۴۳۶۱، ۱۴۳۶۲، ۱۴۳۶۳، ۱۴۳۶۴، ۱۴۳۶۵، ۱۴۳۶۶، ۱۴۳۶۷، ۱۴۳۶۸، ۱۴۳۶۹، ۱۴۳۷۰، ۱۴۳۷۱، ۱۴۳۷۲، ۱۴۳۷۳، ۱۴۳۷۴، ۱۴۳۷۵، ۱۴۳۷۶، ۱۴۳۷۷، ۱۴۳۷۸، ۱۴۳۷۹، ۱۴۳

كَالْمَغْرُورِ ، وَلَا يَحُدُّ قَافِلُهُ إِلَّا إِلَىٰ ذِي وَادٍ عَيْنِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَاَنَّ الْمَلَكَ مُتَعَدِّمٌ حَقِيقَةً .

ترجمہ

اور جس شخص کے پاس شب زفاف میں اس کی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کو بھیج دیا اور عورتوں نے کہا کہ یہ تمہاری بیوی ہے لہذا اس نے اس سے جماع کر لیا تو اس پر حد نہ ہوگی اور شوہر پر مہر وہ جب ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں امر اور حد کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ شوہر نے ایک دلیل کے پیش نظر ایسا کیا ہے لہذا وہ دلیل شہد کے قائم مقام ہو جائے گی اس لئے انسان یقینی ہو رہا ہے بیوی اور دوسری میں فرق نہیں کر سکتا۔ جس پر دھوکہ کھانے شخص کی طرح ہو جائے گا اور اس کے خلاف ہر بھی حد واجب نہ ہوگی بلکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی ایک روایت مطابق اس پر حد ہوگی کیونکہ حقیقت کے مطابق ملکیت نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نکاح کے بعد پہلی شب میں جو عورت رخصت کر کے اس کے یہاں لائی گئی اور عورتوں نے بیان کیا کہ یہ تیری بی بی ہے اس نے وہی کی بعد کو معلوم ہوا کہ بی بی بی تھی تو حد نہیں۔ (در مختار، کتاب الحدود) علامہ محمد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جتنی جگہ بیشتر سے یہ اس عورت کو نہ پہچانا ہو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور اگر پہچانتا ہے اور دوسری عورت اس کے پاس لائی گئی تو ان عورتوں کو قتل کر طرح اختیار کرے گا۔ اسی طرح اگر عورتیں دیکھ کر سرسرا والوں نے جس عورت کو اس کے یہاں بھیج دیا ہے اس میں شک نہیں مان ہوگا کہ اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے بلکہ بیشتر سے دیکھ نہ ہو اور بعض وقت سے ہوئے بھی ہیں کہ ایک گھر میں دو باتیں آئیں اور رخصت کے وقت دونوں بیٹیں بدل گئیں اس کی اس کے یہاں ایک اس کے یہاں آگئی یہاں یہاں مشاہیر و مشہور ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بہار شریعت، حصہ ۱، حدود و کتابین)

بستر پر ملنے والی عورت سے جماع کرنے پر حد کا بیان

(وَمَنْ وَجَدَ امْرَأَةً عَلَىٰ فِرَاشِهِ فَوَطِنَهَا فَعَلَيْهِ الْحُدُّ) لِأَنَّهُ لَا اخْتِيَاةَ بَعْدَ طَوْلِ الصُّحْبَةِ فَلَمْ يَكُنِ الظَّنُّ مُسْتَعِدًّا إِلَىٰ ذَلِيلٍ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ قَدْ بَيَّامَ عَلَىٰ فِرَاشِهَا غَيْرَهَا مِنَ الْمَحَارِمِ الَّتِي يَحْسِبُ بَيْتُهَا ، وَكَذَا إِذَا كَانَ أَعْمَىٰ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ التَّمْيِيزُ بِالسُّؤَالِ وَغَيْرِهِ ، إِلَّا إِنْ كَانَ دَعَاَهَا فَلَا تَجَانِبُهُ أَجْنِبَةً وَقَالَتْ : أَنَا زَوْجَتُكَ فَوَاقِعَهَا لِأَنَّ الْإِخْتِيَارَ ذَلِيلٌ .

ترجمہ

ایک بندہ کو اس کے اپنے بستر پر کوئی عورت مل گئی اور اس نے اس سے جماع کر لیا تو اس پر ہوگی اس سے کہ زیادہ عورتوں

یہ ساتھ رہنے کے سبب اچھا نہیں بن سکتا۔ پس اس کے گمان کو کسی دلیل کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اور عدم اشتہاء کی دلیل یہ بھی ہے کہ کبھی اس کی بیوی کے علاوہ اس کی گھر بیویاں میں سے بھی سو جائیں ہیں۔ لہذا شوہر اگر چہ انہی میں سے ہے تو پھر بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ جس کرنے اور پھر فرق کرنا ممکن ہے۔ لہذا اگر انہی شخص نے اس عورت کو پکارا اور اس نے جواب دیا اور یہ کہہ کر اس کی بیوی ہوں اس پر پناہ دینے اس پر جماع کر لیا (تو اب حد نہ ہوگی) کیونکہ شریک دلیل ہے۔

شرح

علامہ ابن عبدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اندھیری رات میں اپنے بستر پر کسی عورت کو پایا اور اسے نہ چہ گمان کر کے وہی کی حالانکہ وہ کوئی دوسری عورت تھی تو حد نہیں۔ اسی طرح اگر وہ شخص اندھا ہے اور اپنے بستر پر دوسری کو پایا اور وہ چہ گمان کر کے وہی کی اگر چہ دن کا وقت ہے تو حد نہیں۔ (در مختار، کتاب الحدود)

حرم نکاح والی سے جماع کرنے کا بیان

(وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِنَهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحُدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَلَكِنْ يُوجِبُ عُقُوبَةً إِذَا كَانَ عَلِيمًا بِذَلِكَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْحُدُّ إِذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يَصَادَفْ مَحَلَّهُ فَيَلْفُو كَمَا إِذَا أُضِيفَ إِلَى الذَّكُورِ ، وَهَذَا لِأَنَّ مَحَلَّ النَّصْرِفِ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِعُكْمِهِ ، وَحُكْمُهُ الْجُلُّ وَهِيَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ .

وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَقْدَ صَادَقَ مَحَلَّهُ لِأَنَّ مَحَلَّ النَّصْرِفِ مَا يَقْبَلُ مَفْضُودُهُ ، وَالْأُنْثَى مِنْ بَنَاتِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالِدِ وَهِيَ الْمَفْضُودُ ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْعَقِدَ فِي جَمِيعِ الْأَنْحَاكِمِ إِلَّا أَنَّهُ تَسَاعَدَ عَنْ إِفَادَةِ حَقِيقَةِ الْجُلِّ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ النَّبَاتِ لَا نَفْسَ النَّبَاتِ ، لِأَنَّهُ إِذَا تَكَبَّ جَرِيْمَةٌ وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مَقْدَرٌ فَيَعُزُّ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایسی عورت کے ساتھ جماع کیا کہ جس سے نکاح اس کا حلال نہیں ہے تو حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد نہ ہوگی۔ البتہ اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ ہاں اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کو اس کا علم ہو۔ صاحبین اور امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک اگر اس کو علم ہے تو اس حد واجب ہوگی کیونکہ یہ اس طرح کا عقد ہے جو اپنے محسوس ہوا نہیں ہے۔ لہذا یہ بیکار نہ ہوگا۔ یعنی جس طرح جب یہ عقد مردوں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔ اور کس اس دلیل کی وجہ سے

سے کھل تفرق وہ ہے جو تفرق کے حکم کھل ہو اور تفرق کا حکم طہ ہے جبکہ یہاں بیوی عہدات میں سے ہے۔

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے فقہاء پہلے سے یہ بتا رہے تھے کہ اس کے کھل تفرق کے کہتے ہیں جو تفرق کے مفقود قبول کرنے والا ہو اور بیوی آدمی کے اہل ہیں اور تفرق سے مفقود بھی نہیں ہے جس پر تمام احکام کے تحت تفرق منقطع ہو جانا ہے تھا اہل ہست کی حقیقت کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ عقد شہد پیدا کرنے والا ہے۔ اور شہد اس کو کہتے ہیں جو ثابت شدہ کے مشابہ ہو جبکہ ثابت کی طرح نہ ہو۔ لہذا اس نے اب ایک گواہ کیا ہے اور اس میں کوئی مدعی نہیں ہے لہذا اس کو برا دی جائے گی۔

غیر مقلدین کی فقہ حنفی پر چالانہ وہم پرستان

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتابوں میں لکھا ہے: ومن تزوج امرا لا یحل لہ نکاحھا فوطنھا، لا حد علیہ عداہی حنیفہ۔ "جنھن ایک عورت سے شادی کرے جس سے نکاح کرنا اس کے لیے جائز نہیں، پھر وہ اس سے جماع کر لے تو اس پر ام ابیوسف کے نزدیک کوئی شرعی سزا نہیں۔" (الہدایہ: ۵۱۶/۱، قدوری: ۱۸۶، واللفظ لہ)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: لکنہ یوجع عقوبۃ ادا کان علم بذلک۔ "اگر اسے اس کام کے حرم ہونے کے بارے میں علم تھا تو اسے بطور سزا مار پیٹ کی جائے گی۔" یہ بات صاحب ہدایہ کی اپنی ہے، فقہ حنفی کچھ اور ہی کہتی ہے۔ یہاں ایک اور معروف فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

وکذلک لو تزوج بملات رحم محرم نحو البنت والأخت والأُم والعَمَّة والخالة، وجامعها، لا حد علیہ فی قول ابی حنیفہ وحمہ اللہ تعالیٰ، وإن قال: علمت أنها علی حرام۔

"اسی طرح اگر کوئی آدمی اپنی محرم عورت مثلاً بیٹی، بہن، ماں، بھینجی، خاندان سے شادی کرے، پھر ان کے ساتھ جماع کر لے تو امام ابیوسف کے نزدیک اس پر کوئی شرعی سزا نہیں ہوگی، اگرچہ وہ کہہ بھی دے کہ مجھے ان کا اپنے اور پر امر ہونا معلوم ہے۔" (فتاویٰ عظیمی: ۳۶۸/۳)

یہ کیسی فقہ ہے جو ماں، بہن، بیٹی اور دیگر محرمات کے ساتھ بیکاری کرنے پر شرعی سزا کو مستحکم کر رہی ہے؟ ان کے پاس نہ عقلی جنت ہے نہ نفلی برہان۔ یہ لوگ اپنے محرمہ قیاس و تمثیل سے بے دلیل بات کر کے اجماع مسلمین اور احادیث صحیحہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ دینیہ تو اس حوالے سے دلائل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ زمانہ کے بارے میں قرآن و سنت کے عمومی ارشادات عہدات سے زمانہ پر بالادلی لاگو ہوتے ہیں۔

فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک محارم سے نکاح کی اہلیت و آزادی کا بیان

وہی محارم بعد نکاح پر حد نہیں: دور بر طایہ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو شہوت پرستی میں انتہا کو پہنچ گیا چنانچہ انہوں نے فتویٰ دیا:

کہ بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج تنگ ہو اور جو شہوت کے، رے زانت گزر رہی ہو اور جو جماع کرتے وقت کر دے لپٹتی ہو

(الفاظ الیہ مدد جہاں اہل غیر مقلد ۶ ص 56)

اور شہوت میں یہاں تک بڑھے کہ اگر کسی عورت سے زیر نہ کیا اور اسی زمانے سے لڑکی پیدا ہوئی تو زیرہ خود اپنی بیٹی سے نکاح

کر سکتا ہے (عرف الیادی ص 109)

فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک لاتعداد بیویاں نکاح میں رکھ سکتا ہے

اور اگرچہ قرآن کی نص موجود تھی ایک مرد ایک وقت میں چار سے زائد عورتیں نکاح میں نہیں رکھ سکتا مگر اب مدعی حقین اور

نورائین نے فتویٰ دیا کہ جو بکری کو حد نہیں یعنی عورتیں چاہے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ (نظر ابی 141 عرف الیادی ص 111)

اور جماع اور زانیہ میں یہی فرق تھا کہ زمانے کے گواہ نہیں ہوتے نکاح میں گواہ شرط ہیں۔ میر نور الحسن صاحب نے اس حدیث کو بھی

ضعیف کہا اور کہا کہ یہ کاغذی استدلال ہے۔ (عرف الیادی ص 107)

اور شہوت میں ایسے ائمہ ہو گئے کہ فطری مقام کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا غیر فطری مقام استعمال کرنے تو بھی (حدیث

تقریری) اس پر ناکارہ تک جائز نہیں (ہدایہ الیادی ص 1 ص 118)

بلکہ یہاں تک فتویٰ دیا کہ دیر آدمی میں صحبت کرنے والے پر بھی غسل واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (ہدایہ

الہدی ص 1 ص 28) بلکہ ایک اور نسخہ بھی بتا دیا کہ اگر کوئی شخص اپنا آلہ متاع اپنی دہریہ میں داخل کرے تو غسل واجب نہیں۔

(نزل الاباراج ص 1 ص 41)

بلکہ نظر بازی سے بچنے کا یہ وہابی نسخہ بھی بتا دیا کہ شہوت زنی کر لو اور نظر بازی کے اس گناہ سے بچنا ممکن نہ ہو تو شہوت زنی

واجب ہے اور بتایا کہ (مؤلفہ) سمجھا کہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہوت زنی کیا کرتے تھے۔ (عرف الیادی ص 207)

اس قسم سے اور بھی کئی فتوے دیئے گئے تو اہل سنت نے مطالبہ کیا کہ اپنے اصول کے مطابق ان میں سے ہر قسم کی دلیل میں

کوئی صریح آیت یا صحیح صریح غیر متضاد حدیث بیان کریں اور لوگوں نے کہا کہ یہ کیا سفارح پیدا ہوا ہے جس سے بیٹی تک محفوظ نہیں

در نہ بیٹی بیوی کی دیکر منعاف کریں نہ بیٹی دیکر تو بھی اپنے مسائل کو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا اس لئے بجائے

قرآن و حدیث پیش کرنے کے دوسروں پر پہنچا اچھا ہے چنانچہ علماء سے تو یہ نہ چھپائے گئے کہ وہ قرآن و حدیث کا مطالبہ کرتے

تھے اپنے ساری شہوت مناسک کے ذریعے عوام میں یہ بات پھیلا دی کہ حنفی مذہب میں بھی بیٹی اور دیگر محرمات سے نکاح جائز ہے اس کا

جواب میں اصناف نے جواب بیان کیا ہے اس کو کم از کم یہ طور میں لکھ رہے ہیں۔

محرمات اہد سے نکاح کی حرمت میں غیر مقلدین کا فقہ حنفی پر اعتراض

ابوعلی صاحب نے اپنے اعتراض پر یہ دلیل لگایا تھا: محرمات اہد سے نکاح کی حرمت صریح قطعی نصوں سے ثابت ہے مگر اس

کے خلاف امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد ابو یوسف صاحب نے یہ فتویٰ پیش کیا۔

اسی طرح اگر محرکات ابدیہ سے نکاح کر لے مثل بیٹی، ماہن، ماں پھر بھی اور خاندان سے نکاح کرے اور پھر ان سے نکاح کرے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں ہے چاہے وہ یہ چاہتا ہو یہ کام مجھ پر حرام ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان جلد ۴ ص ۴۶۸)

آجے دیکھتے ہیں اس الزام کی حقیقت؟ اس سے پہلے کہ ہم اس فتویٰ کی وضاحت کریں اپنی حضرات ایک بات یہ سمجھنے کیلئے مسئلہ فقہی نوعیت کا ہے۔۔۔ جس کے لئے توجہ سے ہر برہنہ پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔ اس سے ہم جو کوشش کریں گے کہ اس مسئلہ میں اس کی وضاحت کریں لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی بھائی یا بہن کو کوئی سمجھ نہ آئے تو اپنی رائے قائم کرنے سے مجبور ہے کہ وہ سوال کر کے سمجھ لے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ معترض کے ذمہ فرض تھا کہ اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کی حد نص صریح کے حوالہ سے نقل کرتا۔ لیکن معترض نے حد نقل نہیں کی۔

محرمات ابدیہ سے نکاح میں فقہ حنفی کے مطابق سزا کا بیان

شہید غیر مقتدرین کے کم میں نہیں ہے کہ کھلاؤی جلد 2 ص 73 واضح طور پر یہ فکری موجود ہے سوتیلی ماں سے نکاح کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ کیوں کہ اس نے حرم کو نکاح سمجھ لیا اس پر مردہ کی مزا نافذ ہوئی اور یہ صرف عقد نکاح ہی سے نافذ ہوا ہے۔ اُس کے لئے جو شرت شرط نہیں اور اگر اس نے یہ نکاح حرم سمجھ کر کیا تو جو شرت اولیٰ کی صورت میں حد نافذ ہوگی، مگر طرما محرم سے ملا نکاح اولیٰ کی تو بھی حد نافذ ہوگی۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان اور دیگر محدثین علیہ السلام کا موقف ہے۔
غور فرمائیے کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

(اول) عہدات میں سے کسی کے ساتھ نکاح کیا گیا، اگر حلال اور جائز سمجھ کر کیا تو کافر و مرتد ہو گیا ہے۔ لہذا اس پر ناپسندیدہ شرعی مزا نائد ہوگی (اور یہ صرف عقد نکاح ہی سے ناپسندیدہ ہو جاتا ہے، مباحثہ شرعی نہیں)۔ اور اگر رزام و ناجائز سمجھ کر (صرف نکاح یا طلاق یا مباحثہ شرعی) کیا تو اس کے شرعاً کوئی عداوت اور ممانعت نہیں ہے (البتہ گنہگار ہوگا)

(دوم) کھج کے بعد اگر اس نے دہلی و مہاراشٹ بھی کر لی تو یہ زمانہ ہے۔ لہذا اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ (سوم) بغیر زنا کے اگر کسی محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کر لیا تو اس پر بھی زنا کی حد جاری ہوگی۔

باقی رہا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کے لئے قتل کی سزا کا حکم دیا ہے یا اس کے بارے میں (غیر مقتولین کے اہم) قاضی شوشنی فرماتے ہیں کہ اس نے فعل حرام کو حلال سمجھا جو عمر کے لوازم میں سے ہے اس لئے قتل کی کجائی (مثلاً الاوطار ج 7 ص 122) گویا قتل کی سزا حد نہیں بلکہ ارتداد کی سزا تھی۔

امام حافظ ابن البہام انکھلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قتل کی سزا بطور سبقت و تعزیر تھی (فتح القدیر ص (148) اس سے

صاف ظاہر ہے کہ اختلاف قتل کی سزا میں نہیں ہے بلکہ اس میں ہے کہ قتل کی سزا حد ہے یا تعزیر؟

لیکن مذکورہ مسئلہ معترض نے اس طرح پیش کیا۔ جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ محرمات ابدیہ سے نکاح کی قیصل کی حرمت سے انکار ہی ہیں اور قرآن وحدیث سے صریح تفصیل کی نصیحت ہیں (سواغ اللہ)؟

ذرا غور فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ فعل اور عالمی مسلمان کے سامنے ایسے مسائل کیوں پیش کرنا کیا حکمی ربط ہے ہوائے سن
 کہ مقلدین جن حضرات کے دلوں میں سے ان کے گرام کا اعتماد ختم کر دیا جائے؟

مزید مدظل فرمائیں فقہ حنفی کی کتابوں سے محرماتِ ابدیہ سے کس طرح پرہیزی جات: درمختار (جلد 3 ص 179) میں ہے اسے
تقریباً نقل کیا جائے گا عالمگیری (جلد 2 ص 148) میں ہے کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے گی۔

طاہری (جلد 2 ص 97) میں ہے کہ یہ نہ تو بڑا گناہ ہے، لیکن موجب فیہ التعزیر و العقوبة البلیغة اس پر محض
خفتن من ادا جب ہے۔

حضرت ابن اہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ میں یمنی وغیرہ سے نکاح جائز ہے وہ کافر، مرتد اور واجب النکاح ہے (فتح القدیر ج 5 ص 42) (طحاوی ج 2 ص 96)

ہم اسے مذاق یا بطور استہزا کہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت یہی ہے کہ غیر مقلد جو موجودہ دور کے ہیں ان کی تعریف یہی ہے کہ اس میں عقل نہ ہو وہ غیر مقلد ہے۔

قارئین میں ایک آپ نے غیر مقلد بن کر خدمت کی کیا ہے۔ غیر مقلد بن سیم ہیں کیونکہ ہر طرح کی نصیحت و نذیر
بچپن میں فرشتے ہو جائیں تو والدین کی کشفیت و تعلیم و تربیت سے شہم ہو جاتا ہے اسی طرح یہ باتنامہ اور فقہ و علم و عقل سے والدین سے
شہم ہے۔ جہاں کہیں جہات و یکساں شارح کریں تو نفسی ان کو دواجاتی ہے لیکن نقد ان کو سمجھ نہیں آتی کیونکہ فقہ فقہتا ہے اہل نقد
کار ۱۰، ۱۱ کا نمبر ۱-۲ دیکھیے بخاری شریف جس میں اہل نقد لوگوں کو کہا گیا ہے

اہل فقہ سے مراد فقہاءِ عظیمہ کی عظمت کا اظہار

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں عمر بن العاص کے ساتھ کھڑا تھا کہ
جن میں عبدالرحمن بن عوف بھی تھے۔ ایک دن میں ان کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اور وہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس تھے اس سچ
میں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) آخری بار کیا تھا، عبدالرحمن میرے پاس لوٹ کر آئے اور کہا کہ کاش کہ تم اس شخص کو دیکھتے جو
آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو کون سے متعلق خبر ہے جو کہتا ہے کہ اگر عرضی اللہ تعالیٰ عنہ مر جائے
تو میں اس کی بیعت کر لوں، خدا کی قسم ابوبکر کی بیعت اتفاقاً تھی جو پوری ہو چکی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہا
کہ اے اللہ شام کے وقت لوگوں میں کھڑے ہوں گا اور ان کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں کے امور کو غصب کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمن کا
ہاں سے کہیں نہ کہا کہ اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے اس لئے کہ مومنین میں جبکہ عام اور بہت قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں جس

وقت آپ کھڑے ہوں گے تو اس قسم کے لوگ کی اکثریت آپ کے پاس ہوگی اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کھڑے ہو کر جو بات کریں گے اس کا زور دوسری طرف ملے گا میں نے اس کی حفاظت نہیں کریں گے اور اس کو اس کے (مناسب) مقام پر نہیں رکھیں گے اس لئے آپ انتہا کر لیں یہاں تک کہ مدینہ پہنچیں

اس لئے کہ وہ دارالحجرت والستت ہے وہ اہل فتنہ اور سربراہ وردہ لوگوں کے سامنے آپ جو کہتا چاہیں کہیں تاکہ اہل علم آپ کی گفتگو کو محفوظ رکھیں۔ اور اس کو اس کے من مبن مقام پر رکھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم، اگر اللہ نہ چاہے مدینہ میں سب سے پہلے میں ہی بن کر بد بگ، امین عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابی الجہل کے آخر میں مدینہ پہنچے جب جسد کا دان آیا تو آفتاب کے ڈھلنے ہی ہم جہد کی طرف جلدی سے روانہ ہوئے۔

یہاں تک کہ میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو منبر کے ستون کے پاس بیٹھ ہوا پایا، میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا میرا گھلا ان کے گھٹنے سے مل رہا تھا اور اسی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خطب آئے جب میں نے ان کو تائے ہوئے دیکھا تو میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا کہ آج حضرت عمر کا یہی ایک بات کہیں گے جو انہوں نے کبھی نہیں کی ہوگی، جب سے غلط ہوئے ہیں،

سعید نے میری بات سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے امید نہیں ہے کہ ایسی بات کہیں گے جو اس سے پہلے نہ کہی ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، جب لوگ خاموش ہو گئے تو کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد بیان کی جس کا وہ متفق ہے پھر کہا اب میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں جس کا کہنا میرے مقدر میں نہ تھا، میں یہ نہیں چاہتا کہ شاید یہ میری موت کے آگے ہو جس نے اسکو سمجھ اور یہ دیکھا تو وہ جہاں بھی پہنچے دھڑکے سے بیان کرے اور جس شخص کو کھڑا ہو کر وہ اس کو نہیں سمجھے گا تو میں کسی کے لئے حال نہیں سمجھتا کہ وہ میرے متفق صحبت بولے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے رکھنے والے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی اس میں رجحان بھی آیت حق میں ہے اس کو پڑھا اور سمجھا اور محفوظ کیا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگارا کر دیا وہ ہم نے بھی ان کے بعد سنگار کیا، مجھے اندیشہ ہے کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک کہنے والا کہے گا کہ خدا کی قسم آیت رجم کتاب اللہ میں نہیں پڑے وہ اس فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہو گا جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رجم کتاب اللہ میں نہ کرنے والے مرد و عورت پر جبکہ شادی شدہ ہوں اور جب بے شرطیکہ گواہ قائم ہو جائیں یا حمل قرار پا جائے یا

اقرار کرے، پھر ہم کتاب اللہ میں جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی تھا کہ تم اپنے باپوں سے غرت نہ کرو کیونکہ تمہارا اپنے باپوں سے غرت کرنا تم۔ لے لے کفر ہے یا یہ فریاد کہ بے شک تمہارے لئے بے فکر ہے کہ تم اپنے باپوں سے غرت نہ کرو، پھر بنی سلمیٰ رضی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو، جس طرح میں بنی مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا ہے اور صرف اللہ کا ہندہ اور اس کا رسول کو پھر کہا کہ مجھے خبری ہے کہ تم میں سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کی قسم اگر عمر عمر میں تو میں فلاں کی بیعت کر لوں تمہیں کوئی شخص یہ کہہ کر دیکھو کہ نہ کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقاً تھی اور پھر پوری ہوئی، نہ کہ وہ لوگ ایسی ہی تھے لیکن اللہ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا

اور میں نے کوئی شخص نہیں ہے جس میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی فضیلت ہو،

جس شخص نے کسی کے ہاتھ پر مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت کر لی تو اس کی بیعت نہ کی جائے۔ اس خوف سے کہ وہ قتل کر دے یا جس کے جس وقت اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دے دی تو اس وقت وہ ہم سب سے بہتر ہے۔ مگر ہمارے ہماری مخالفت کی اور سارے لوگ سفینہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور حضرت علی ذہب نے بھی ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے تو میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اسے ابوبکر ہم لوگ اپنے انصار بھائیوں کے پاس نہیں، ہم لوگ انصار کے پاس جانے کے ارادے سے چلے جب ہم ان کے قریب پہنچے تو میں نے وہ نیک بخت آدمی ہم سے ملے، ان دونوں نے وہ بیان کیا جس کی طرف وہ لوگ ہمیں پھر انہوں نے پوچھا اسے جماعت مہاجرین کہاں کا قصد ہے ہم نے کہا کہ اپنے انصار بھائیوں کے پاس جانا چاہتے ہیں انہوں نے کہا ہم تمہارے لئے مناسب نہیں کہ ان کے قریب جاؤ تم اپنے امر کا فیصلہ کرو میں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ان کے پاس جائیں گے چنانچہ ہم چلے چلے چلے جاتے ہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس پہنچتے تو ایک آدمی کوئی کدو کے درمیان دیکھا کہ کھل میں لپٹا ہوا ہے میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ سعید بن ہاشم، میں نے کہا کہ تو کون کیا ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ان کو بے رحم پھونکی دیئے تھے جسے کہ ان کا غضب بکھر گشت پڑنے لگا اور اللہ کی حمد و ثناء کرنے کا جس کا وہ سزاوار ہے۔

پھر کہا اباجحد، ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اسے مہاجرین وہ گروہ ہو کہ تمہاری قوم کے کچھ آدمی فتنی حالت میں اس راہ سے نکلا کہ ہمیں ہماری حق عت کوڑ سے جدا کر دیں اور ہماری حکومت ہم سے لے لیں۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے بولنا چاہا، میں نے ایک بات سوچی رکھی کہ جس کو میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا۔ اور میں ان کا ایک حد تک نہ کرنا تھا، جب میں نے بولنا چاہا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گفتگو کی وہ مجھ سے زیادہ مردار باور اور تھے۔ خدا کی قسم جو بات میری سمجھ میں آجھی معلوم ہوتی تھی اسی طرح یا اس سے بہتر میری میں ابیہ بیان کی یہاں تک کہ وہ چپ ہو گئے انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے جو خیابان بیان کی ہیں تم ان کے اہل ہو لیکن یہ امر (خلافت) صرف قریش کے لئے مخصوص ہے یہ لوگ عرب میں نسب اور گھر کے لحاظ سے اسط میں ہیں تمہارا لئے ان دوا دیوں میں ایک سے راضی ہوں ان دونوں میں کسی سے بیعت نہ کرو،

چنانچہ انہوں نے میرا اور ابو سعید و جراح کا ہاتھ پکڑا اور وہ ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) مجھے اس سے علاوہ انکی کوئی بات ناگوار نہ ہوئی، خدا کی قسم میں اس جماعت کی سرمداری پر جس میں ابوبکر ہوں اپنی مردانہ اڑان سے کہ تو ترجیح دیتا تھا، یا اللہ اگر میرا یہ نفس موت کے وقت مجھے اس چیز کو اچھا کر دکھائے جس کو میں اب نہیں پاتا ہوں انصار میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ ہم اس کی جزا اور اس کے بڑے ستون ہیں اسے قریش ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے شورش زیادہ ہو اور آوازیں بلند ہوں یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا خوف ہو جائے کہ اسے ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھائیے، انہوں نے

انہما جو عبادت تھیں نے ان سے بیعت کی اور ہر جرین نے بھی بیعت کی پھر انھار نے ان سے بیعت کی اور ہم سعد بن عبادہؓ غالب آگئے،

کسی کہنے والے نے کہا کہ تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا اللہ نے سعد بن عبادہ کو قتل کیا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جو معاملہ ہوا تھا ہمیں اندیشہ ہوا کہ اگر تم قوم سے جدا ہو گے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی تو یہ لوگ ۷۶ ہجری کے چھپے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اس صورت میں یا تو ہمیں کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیں جو ۷۶ ہجری میں عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوتا یا ہم اس کی مخالفت کرتے اور فدا ہوتا، جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی سے بیعت کی اس کی بیروی نہ کی جائے نہ اور اس کی جس نے بیعت کی اس خوف کو قتل کئے جائیں گے۔

غیر مقلدین میں اگر کچھ کچھ بوجھ ہے بخاری شریف اس حدیث پر غور کریں اور اگر ان کو سمجھ نہ آئے تو پھر دین میں تفرقہ بازی کرنے سے ان کو باز رہنا چاہیے۔ بلکہ ان کے اعتراضات و خلافات کا تحقیقی جواب ہم شرح پر ہی دے چکے ہیں جلد کتاب الکناح میں ذکر کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1745، حدیث مواثر حدیث مرفوع)

فرج کے سوا اللہ سے جماع کرنے کا بیان

(وَمَنْ وَطِئَ أَجْنِبَةً فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ يُعْزَرُ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ مُقَدَّرٌ وَمَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمُنْكَرُوهِ أَوْ عَمِلَ عَمَلٌ قَوْمٍ لَوْ طَافَ حَذَّ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَيُعْزَرُ، وَرَأَى فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَيُؤَدَّعُ فِي السُّخْنِ، وَقَالَ: هُوَ كَأَلْنَا قَيْحُذًا وَهُوَ أَخَذَ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ، وَقَالَ فِي قَوْلِي بِفَتْلَانِ بِكُلِّ خَالٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ" وَيُرْوَى "فَارْجُمُوا الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلَ" وَلَهُمَا اللَّهُ فِي مَعْنَى الزَّنا لِأَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فِي مَحَلِّ مُشْتَهَى عَلَى سَبِيلِ الْكَمَالِ عَلَى وَجْهِ تَمَحُّصٍ حَرَامًا لِقَضَاءِ شَفْعِ الْمَاءِ.

وَلَهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِزَنا لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ وَصَيَّ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي مُوجِبِهِ مِنَ الْإِخْرَاقِ بِالْبَازِ وَهَذَا الْجِدَارِ وَالْتِمَاسِ مِنَ مَكَانٍ مُرْتَبِعٍ بِتَابِعِ الْأَخْبَارِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، وَلَا هُوَ فِي مَعْنَى الزَّنا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِصَاعَةُ الزَّوْجِ وَالْإِصَاعَةُ الْأَنْسَابِ، وَكَذَا هُوَ أَتَدْرُ وَفَوْقًا لِإِنْعِادِ الدَّاعِي مِنَ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالِدَّاعِي إِلَى الزَّنا مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَمَا زَوَاةٌ مَحْمُولٌ عَلَى الشَّيْءِ أَوْ عَلَى الْمُسْتَحْبَلِ إِلَّا أَنَّهُ يُعْزَرُ عِنْدَهُمَا لِمَا بَيَّنَّا

ترجمہ

اور جس شخص نے کسی اجنبی عورت سے اس کی فرج کے علاوہ جماع کیا تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ فرج کے سوا میں جماع کرنا منع ہے لیکن اس کی سزا نہیں ہے۔ اور جس شخص اپنی بیوی کی عقد میں جماع کیا یا قوم کو طلاق کیا تو اس کا صاحب کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے مگر اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مع صغیر میں فرمایا ہے کہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور صاحبین نے کہا ہے کہ لواطت زنا کی طرح ہے ہذا روایتی پر حد واجب ہوگی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اس طرح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ہر حالت میں دونوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ لیکن یہ کہی نہیں جاتی کہ اگر شاربہ کو قتل کر دے اور طفول دونوں کو قتل کر دے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر بزرگ اور بچے دونوں کو قتل کر دے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لواطت زنا کے حکم میں ہے کیونکہ لواطت میں چارے طور مقام شہوت سے شہوت چری کی جاتی ہے اور مٹی بھانے کا طریقہ صرف اور صرف حرام ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ لواطت زنا نہیں ہے کیونکہ اس کی سزا کے بارے میں صحابہ پر رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے کہ اس کو گت میں جایا جائے یا پھر اس پر پاد زرائی جائے یا کسی بلند جگہ سے اوندھ منہ گر کر اس پر پتھر برسے جائے۔ اور لواطت زنا کے حکم میں بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں بچے کو فحش ہونا بھی نہیں ہے اور نسب میں اشتباہ بھی نہیں ہے اور یہ عمل تنہائی زنا کے بارے میں لواطت کی طرح ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث سیاست مدنیہ پر محمول کی جائے گی۔ یہ پھر وہ روایت اس فعل کو حلال سمجھ کر کرنے والے کے بارے میں ہوئی۔ البتہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی اس کی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

لوٹی کی حد میں مذاہب اربعہ

لواطت کرنے والے کی حد کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک لواطت پر شرما کوئی حد مقرر نہیں ہاں امام اسلمین جس قسم پر اور جس قدر مصلحت سمجھے بطور تعزیر سزا جاری کر سکتا ہے۔

امام شافعی کا خیال یہ ہے کہ قاتل پر حد زنا جاری ہوگی اور مفسد پر سوگڑے ہیں۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ قاتل اور مفسد پر دونوں کو قتل کیا جائے گا، جیسے کہ پیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرار ہے جس شخص کو قوم کو طلاق کا عمل کرتے یا تو قاتل اور مفسد دونوں کو قتل کر دے۔ (ترمذی، ابی داؤد، امام، لک اور امام احمد کے نزدیک لواطت کرنے والے کو سنگسار کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو قوم کو طلاق کا عمل کرتے یا تو قاتل اور

مفعول دونوں کو نقل کر دیا اس باب میں حضرت جابر اور ابو ہریرہ سے بھی احادیث منقول ہیں اس حدیث کو ہم ابن عباس کی روایت سے صرف ایک سند سے جانتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے اس حدیث کو عمرو بن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور فرمایا قوم لوط کا ماسر کرنے والا ماحون ہے قل کا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ماحون ہے۔ عاصم بن عمرو بن سکین بن ابی صراح سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول دونوں کو نقل کر دو۔

اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس حدیث کو عاصم کے علاوہ کسی اور نے بھی سیکل بن ابی صراح سے روایت کیا ہو عاصم بن عمر حفظہ کے اعتبار سے حدیث میں ضعیف ہیں لفظی عمل کرنے والے کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اسے گسلا کر کیا جائے خواوہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ۔ امام مالک، شافعی، احمد، اسحق کا بھی یہی قول ہے بعض علماء وفقہاء، صاحبین، حسن، بصری، ابی حاتم، حماد بن ابی ہریرہ، عاصم بن ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے پر اسی طرح حد جاری کی جائے جس طرح زانی پر حد جاری کی جاتی ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول، حدیث نمبر 1498)

لواطت کا جرم سب جرائم سے بڑا اور سب گناہوں سے سب سے زیادہ قبیح گناہ ہے، اور افغان میں سے غلط ہے، اس کے مرتکب افراد کو اللہ تعالیٰ نے وہ سزا دی ہے جو کسی اور امت کو نہیں دی، اور یہ جرم فطری گناہات اور بصیرت کے اندھے پن، اور عقل کمزوری، قہر، دین پر دالت کرتا ہے، اور ذمت و جہتی کی علامت، اور محرومی کا زینہ ہے، اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت و معافی طلب کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو کہا کیا تم ایسی فحش کرتے ہو جو تم سے قبل کسی نے بھی نہیں کی، یقیناً تم جو قوم کی بجائے مردوں سے شہوت والے کام کرتے ہو، بلکہ تم وہ سب بڑھی ہوئی قوم ہو، اس کی قوم کا جواب قہر کا ہے تم اپنی سستی سے نکال باہر کرو یہ پاکیزہ لوگ سنے پھرتے ہیں، تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجاست دی مگر اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی، اور ہم نے ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی، تو آپ دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا۔ (الاعراف: 84 - 80)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان کچھ اس طرح ہے۔ تیری عمر کی قسم یقیناً یہ تو اپنی بدھوشی میں حیران پھرتے ہیں تو انہیں صبح کے وقت ایک پگھلے ٹکڑے سے پکڑ لو، اور ہم نے ان کی ہستی کا اوپر اور اچھے بچے کر دیا، اور ہم نے ان پر آسمان سے نکلروں کی بارش برسائی، یقیناً اس میں غفلتوں کے لیے نشانیاں ہیں، اور یہ باقی رہنے والی راہ ہے۔ (الحجر: 76 - 72)

اس کے علاوہ یہ ایک آیت اور بھی ہیں۔ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھے قوم لوط والوں کی طرح کہتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو نقل کر دو" سنن ترمذی حدیث نمبر (1456) سنن ابوداؤد حدیث نمبر (4462) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2561) علامہ ابن کثیر نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیرونی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قوم لوط جیسا عمل کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، یقیناً با فرمایا"

مسند احمد حدیث نمبر (2915) مسند احمد کی تحقیق میں شیخ شعیب الارناؤٹ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور صحابہ کرام کا لوطی عمل کرنے والے کو قتل کرنے پر اجماع ہے، لیکن اسے قتل کرنے کے طریقہ میں اختلاف کیا ہے۔

ان میں سے بعض صحابہ کرام تو اسے جلا کر قتل کرنے کے قائل تھے، مثلاً علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

اور ان میں سے بعض کی رائے ہے کہ اسے اوچھل کر مسموم کر کے مارا جائے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں سے ملتی ہے۔

اور بعض صحابہ کرام اسے پتھر سے رجم کرنے کے قائل ہیں حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے، یہ بھی ابن عباس اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

اور ان میں سے بعض کا قول ہے کہ اسے قتل کیا جائیگا چاہے وہ کسی بھی حالت میں ہو، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اور کچھ کا قول ہے کہ: بلکہ زانی جیسی سزا دی جائیگی، اگر تو شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائیگا، اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

اور بعض کا قول ہے کہ: اسے شدید قسم کی وہ قہر لگائی جائیگی جسے عکرم ان مناسب سمجھے، اس مسئلہ میں ابن حجر رحمہ اللہ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فقہ کرام کے دلائل بیان کرنے کے بعد اس کا مناقبہ بھی کیا ہے، اور پہلے قول کی تائید کی ہے، انہوں نے اس فاضل اور منکر کام خالق اپنی کتاب "الوجوب الکافی لمن سأل عن اللہ والاشافی فی تفسیر القرآن" کیا ہے، یہاں بھی ان کی کلام کا کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں: "اور جب لواطت سب فساد اور خرابیوں سے زیادہ بڑی فحش تو دنیا و آخرت میں اس کی سزا بھی سب سزائوں سے بڑی ہوئی، اس کی سزائوں کو ان کا اختلاف ہے کہ آیا اس کی سزا تاسے بڑی ہے یا کوڑے کی سزا بڑی ہے، یا دونوں کی سزا بڑی ہے؟

اس میں تین قول پائے جاتے ہیں: ابو بکر صدیق اور علی بن ابی طالب، اور خالد بن ولید، اور عبد اللہ بن زبیر، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور امام مالک، اسحاق بن راہویہ، اور امام احمد جامع ترین روایت میں، اور امام شافعی اپنے ایک قول میں اس طرف مائل ہیں کہ اس کی سزا تاسے زیادہ سخت ہے، اور برحالت میں اس کی سزا قتل ہے، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

لواطحت کرنے والے شخص کے متعلق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ: "اے ارجم کیا جانیکہ"
اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی روایت بیان کی جاتی ہے، بواطحت کرنے والے شخص کو قتل کرنے میں
معا پر کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں لیکن اسے قتل کرنے کے لیے ایک طریقے بیان کیے ہیں۔

چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسے جلانے کا حکم دیا تھا، اور ان کے علاوہ دوسروں
سے قتل کرنے کا بیان کیا جاتا ہے، اور بعض سے بیان کیا جاتا ہے کہ: اس پر دیوار گردی جانیگی حتیٰ کہ وہ ہرک ہو جائے، اور ایک
قول یہ بھی ہے کہ: انہیں گندکی اور بدبودار جگہ پر قید کیا جائیگا حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔

اور بعض کہتے ہیں: اسے سب سے اونچے دیوار پر چڑھا کر اسے نیچے گر کر اس پر پتھر برسائے جائیگے، جس طرح اللہ
تعالیٰ نے قوم لوط کے ساتھ کیا تھا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہی ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسے رجم کیا
جائیگا، اکثر سلف کا مسلک یہی ہے۔

ان کا کہنا ہے: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو رجم کیا تھا، اور قوم لوط سے مٹ بہت میں زانی کو رجم کرنا شروع کیا ہے، تو اس
لیے دونوں کو رجم کیا جائیگا، چاہے وہ آزاد ہوں یا غلام، یا ان میں سے ایک غلام اور دوسرا آزاد ہوں، جب دونوں بالغ ہوں تو انہیں
رجم کیا جائیگا، اور اگر ان میں سے کوئی ایک نابالغ ہو تو اسے قتل سے کم سزا دی جائیگی، اور صرف نابالغ کو ہی رجم کیا جائیگا۔

(السیاسة الشرعية صفحہ ۱۳۸)
دوم: جس کے ساتھ لواطحت کی جائے وہ بھی قاتل کی طرح ہی ہے، کیونکہ وہ دونوں نفس کا م میں شریک ہیں، تو اس سے ان کی
سزا قتل ہے جیسے کہ حد میں بھی وارد ہے، لیکن اس سے دوسروں میں تشکی ہوگی:

پہلی صورت: جسے زد و کوب کے یا قتل وغیرہ کی وجہ سے قتل کے ساتھ لواطحت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو، تو اس پر کوئی حد نہیں۔
شرح متفقہی الا ارادات میں درج ہے: "جس شخص کے ساتھ لواطحت کی گئی ہے اگر وہ مکرمہ ہو اور اسے قتل کر دینے دھمکی دے کہ
یہ زد و کوب کے مجبور کیا گیا ہو یا لواطحت کرنے والا شخص اس پر غائب آگیا ہو تو اس پر کوئی حد نہیں۔ شرح متفقہی الا ارادات (3/ 348)

دوسری صورت: جس کے ساتھ لواطحت کی گئی ہے اگر وہ چھوٹا بچہ ہو یا بھی نابالغ نہیں ہو تو اس پر کوئی حد نہیں، لیکن اسے قتل کرنا
جائیگی ادب کشایا جائیگا جس سے اس عمل کو روکنے میں مدد ملے،
اور ان تہام رحمہ اللہ نے "امنی" میں نقل کیا ہے کہ: "بچوں اور بچہ جو نابالغ نہیں ہوا اسے حد نہ لگانے میں علماء کرام کا
کوئی اختلاف نہیں۔ (امنی ابن تہامہ ۹/ 62)

چونکہ اسے قتل کرنا حکم میں نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ وَطِئَ بَهِيمَةً لَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الزَّانِي فِي كَوْنِهِ جَنَائَةً وَفِي وُجُودِ
الدَّاعِي لِأَنَّ الطَّعْنَ السَّالِمَ يَنْفِرُ عَنْهُ وَالْحَامِلُ عَلَيْهِ نَهَاةَ السَّقْفِ أَوْ قُرْطِ الشَّيْبِ وَلِهَذَا لَا
يَجِبُ سَرُّهُ إِلَّا أَنَّهُ يُعَذَّرُ لِمَا بَيْنَهُ، وَالَّذِي يُرَوَّى أَنَّهُ تُذْبَحُ الْبَهِيمَةُ وَتُحَرَّقُ فَلِذَلِكَ
لِقَطْعِ التَّحَدُّثِ بِهِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ

اور جس نے کسی چائور سے وہلی کی تو اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ اس میں جنایت کے ہونے اور داعی کے موجود ہونے میں نہ کا حکم
نہیں پایا جارہا۔ کیونکہ ظفر تسلیم اس سے نفرت کرنے والی ہے۔ اور اس کام پر تیار کرنے والی یا تو انتہی کی ہے یا تو قیاس کی ہے یا پھر شہوت
کی مشیت ہے۔ اور اس دلیل یعنی عدم رغبت کے سبب ان کی شرکاء ہوں کہ چھپا کر واجب نہیں ہے۔ جبکہ وہلی کرنے والے کو سزا دی
جائے گی اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسری روایت کہ اس چائور کو زنجیر کر کے جلایا جائے تو اس کا معاملہ ختم
کرنے کے سبب سے ہے اور یہ واجب نہیں ہے۔

چائور سے وہلی کرنے والے پر عدم حد میں مذاہب اربعہ

جس چوپائے کے ساتھ لواطحت کی گئی ہو اس پر کوئی قتل کر دیا جائیگا، اور اس کا گوشت نہیں کھایا جائیگا، اور اگر وہ جنسی زیادتی
کرنے والے شخص کی ملکیت ہو تو اس کی کوئی ضمان نہیں لیکن اگر کسی دوسرے کی ملکیت ہو تو اس کا چائور کی ضمان اور قیمت بھی ادا
کرنا ہوگی، اور بد فعلی کرنے والے شخص کو قتل کر دیا جائیگا، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائیگا، کیونکہ اس میں درج ذیل حدیث
وارد ہے، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

نکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے کسی چوپائے کے
ساتھ بغنی کرتے ہوئے پکڑا تو اسے قتل کر دو، اور چوپائے بھی قتل کر دو" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے چوپائے کو قتل
کیوں کیا جائیگا؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سلسلہ میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بند کیا کہ اس کا گوشت کھایا جائے، یا اس سے نفع اٹھایا جائے، اور اس سے ایسی بد فعلی کی گئی ہو۔ سنن
ترمذی حدیث نمبر (1455) سنن ابوداؤد حدیث نمبر (4464) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2564) اس حدیث کو ابوی
داؤد اور ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا ہے: اور سفیان ثوری نے عاصم سے اور انہوں نے
بوزرین سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ: "جو چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرے اس پر کوئی حد نہیں

ہیں یہ محمد بن یسار نے عبدالرحمن بن مہدی سے اور وہ غیاث ثوری سے بیان کیا ہے، اور جب کسی حدیث سے یہ روایت ہو، اور اہل علم کے ہاں عمل بھی اسی پر ہے، اور امام احمد اور اسحاق کا قول بھی یہی ہے۔

"مجبور تھا وہ اس مسئلہ کے چوپائے کے ساتھ بد فعل کرنے والے پر کوئی حد نہیں، لیکن اس پر تنزیہ لگائی جائیگی، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: جو چوپائے کے ساتھ بد فعل کرے اس پر کوئی حد نہیں"

اور اس طرح کا قول تو قیف سے ہی کہا جا سکتا ہے، اور اس لیے کہ سلمیٰ ابی اس کا انکار کرتی ہیں، تو حد لگانے کی نیک نیتی ہو سکتی، اور شافعیہ کا قول ہے: اسے زنا کی حد لگائی جائیگی، اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

اور شافعیہ کا ایک دوسرا قول یہ ہے: اسے مطلقاً قتل کیا جائیگا، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا نکاح نہ ہو۔

اور مجبور فقہاء (احناف، مالکیہ، شافعیہ) کا مسلک ہے کہ: چوپائے قتل نہیں کیا جائیگا، اور اگر قتل کر دیا جائے تو بغیر کسی کراہت کے کھانا پکڑے، بالکے اور شافعیہ کے ہاں اگر وہ کھائے چائے والے چور میں سے ہو، اور ابو یوسف اور محمد نے اسے کھانے سے منع کیا ہے، ان کا کہنا ہے: اسے ذبح کر کے جلادیا جائیگا۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے، اور احناف نے اس سے زائد یہ مردہ نفع لینے کی کراہت بیان کی ہے۔

اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ: چوپائے قتل کیا جائیگا چاہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہو یا کسی دوسرے کی، اور چاہے کھایا جائے یا نہ کھایا جائے والے۔

شافعیہ کے ہاں بھی یہی قول ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے: "جو چوپائے سے بد فعل کرے اسے قتل کر دو، اور چوپائے بھی قتل کر دو"

اور شافعیہ کے ہاں ایک اور قول بھی ہے: اگر کھایا جانے والا ہو تو اسے ذبح کیا جائیگا، اور اگر کھائے جانے والی جنس میں سے ہو تو انہوں نے اسے کھانے کی حرمت صراحت سے بیان کی ہے۔ (الموسوعة الفقهية ج 24 ص 33)

"اور اگر انسان کسی چوپائے سے بد فعل کرے تو اسے تنزیہ لگائی جائیگی، اور چانور قتل کر دیا جائیگا کیونکہ وہ حرام اور مردار ہے، اور اگر وہ چانور اس کی اپنی ملکیت ہو تو اس کا نقصان ہوگا، اور اگر کسی دوسرے کا ہو تو بد فعل کرنے والا مال کو اس کی قیمت ادا کرے گا اور ایک قول یہ بھی ہے: جو چوپائے سے بد فعل کرے اسے قتل کر دیا جائیگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تم نے چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرتے ہوئے پاؤں سے قتل کر دو، اور چوپائے بھی قتل کر دو"

اور اس عموم سے اہل علم نے یہ اخذ کرتے ہوئے کہا ہے: چوپائے کی فرج کسی بھی حالت میں حلال نہیں تو یہ لو طاعت کی حرمان ہوگا۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اس لیے جب اہل علم کے ہاں یہ حدیث ضعیف غری تو وہ دو چیزوں میں سے بھی اور خفیف کی طرف مائل ہوئے، اور وہ چوپائے کا قتل ہے، لیکن آری قتل نہیں کیا جائیگا؛ کیونکہ اس کی حرمت زیادہ عظیم ہے، لیکن آری کو اس

مکتبہ کی جہ سے تنزیہ لگائی جائیگی۔

اور یہ حدیث روا اصول ہے کہ: ہر اس مصیبت و آفات میں تنزیہ واجب ہے جس میں حد نہ ہو، اور نہ ہی کفارہ ہو۔

علاوہ ازیں تدریس حدیث کے تحت یہ بھی چوپائے قتل کرنے کی صحت میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس لیے قتل کیا جائے گا کہ وہ نعل کے لیے عمار کا باعث ہے، اور جب اسے دیکھے گا تو اسے قتل پا آئے گا۔

ابن بطہ سے ان کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جسے تم چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرتے ہوئے پاؤ گے قتل کر دو، اور چوپائے قتل کر دو، تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چوپائے کا کیا قصور ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہاں تو یہ کہنا ہے" اور یہ بھی کہا گیا ہے: تاکہ وہ بد صورت مخلوق نہ بنے، اور ایک قول یہ بھی ہے: تاکہ

کھانا نہ جائے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی علت بیان کرتے ہوئے اسی طرح اشارہ کیا ہے۔

(المعنی ابن قتادہ 9 ص 60)

چانور سے جماع کرنے پر حد نہیں آتی

درمختار جلد 2 ص 414، جامعگیری ج 2 ص 673، ہدایہ ج 2 ص 458، شرح وقایہ ص 331، کنز ص 192، (حدیث میں ہے کہ اس شخص اور چانور کو قتل کر دیا جائے) (حقیقۃ الفقہ ص 169)

الجواب

چانور کے ساتھ بد فعلی کرنا حرام ہے مگر اس کو زنا نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ زنا انسانی جنس سے ہوتا ہے اگر شادی شدہ انسان زنا کرنا متناہی کرے تو اسے رجم (سنگ سار) کیا جائے، اگر غیر شادی شدہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے سو کوڑے مارا جائیگا لیکن

اگر کوئی بد فطرت اور بد بخت انسان چانور کے ساتھ بد فعلی کرے تو اس پر زنا کی حد جاری نہ کی جائے گی اور فقہی کتابوں میں جس طرح یہ مسئلہ موجود ہے، جیسے مسئلہ حدیث شریف کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً مشکوٰۃ شریف میں ص 313، و ترمذی

شریف ص 270، (ابواب اللہود) الاوداد و شریف ج 2 ص 265 (ابواب اللہود) میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنس چانور کے ساتھ بد فعلی کرے تو اس پر حد نہیں پائی اس کا یہ مطلب لینا کہ زنا کی حد نہیں تو یہ فعل جائز ہو۔

یہ زنی حرامت سے دیکھتے گندگی کھانا اور خوراک حرام ہے مگر کھانے والے پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اور فقہی کتابوں میں صریحاً موجود ہے کہ چانور کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کو تنزیہ لگائی جائے گی یعنی سخت سزا دی جائے جس کا ذکر موقوفۃ الفقہ نے

چھوڑ دیا ہے۔ اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور ان لوگوں کی ساری زندگی ہی جھوٹ بولنے میں صرف ہو جاتی ہے اور تنزیہ پر بطور پے چانور کے ساتھ بد فعلی والے بد فطرت انسان کو حاکم وقت قتل کر دے جیسا کہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ بد فعلی کرنے والے انسان اور چانور جس کے ساتھ بد فعلی کی گئی ہے دونوں کی قتل کر دیا جائے یہ معلوم ہوا کہ یہ قتل تعزیراً ہے۔

جو نور سے دلی پر عدم حدیں غیر مقلدین کا موقوف

غیر مقلدین حضرات کی امام قاضی شوالی صاحب کتب ہے: یوزر من نکح بھیمہ (الدور البہیمہ) (ترجمہ) اور غیر لگائی جائے اس شخص کو جو نور کے ساتھ بدعتی کرتا ہے اس کی شرح میں غیر مقلدین حضرات کے بعد دو اب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: وقد وقع الاجماع على تحريم ايمان البهيمه. (الروضة الندية شرح الدار البهيمه ص 361) اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ چاروں کے ساتھ بدعتی فعل کرنا حرام ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

ووجه ما ذكرنا من التعزير انه فعل محرم مجمعاً عليه فاستحق العقوبة بالتعزير وهذا اقل ما يفعل به (الروضة الندية ص 261)

اور جو بدعتی توہم یہ کم بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اجماع مسلمین یہ فعل حرام ہے پس ایسا شخص مستحق تعزیر ہے اور محنت و جدوجہد سے جو اس شخص کو دی جائے گی۔

اور غیر مقلدین حضرات کے علاوہ حیدر الزمان نے بھی نزل الابرار میں ترک و ذکر کیا ہے کیا اس کا یہ مطلب سمجھا جاسکے کہ قاضی شوالی ابواب صدیق خان، عدا مد و حیدر الزمان غیر مقلدین جہان نور کے ساتھ بدعتی کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں؟؟؟؟؟ نہیں۔ اسی طرح نقد و حدیث کی کتابوں میں حدیثی فعل سے اس فعل کا جائز سمجھ لیا بہت بڑی خست و حرج ہے۔

پس کو آپ کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں وہ دیکھ یہ باری کرکھلا

دارالحرب کے زمانہ میں عدم حد کا بیان

(وَمَنْ رَزَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ). وَعَنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللَّهِ يُحَدُّ لَأَنَّهُ تَزِمُ بِإِسْلَامِهِ أَحْكَامَهُ أَيْتِمَا كَانَ مَقَامُهُ. وَلَكِنْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "لَا يُقَامُ الْحَدُّ فِي دَارِ الْحَرْبِ" وَلَا فِي الْمَقْصُودِ هُوَ إِلَّا نِجَارٌ وَوَلَايَةُ الْإِسْلَامِ مُنْقَطِعَةٌ فِيهِمَا فَيَعْرَى الْوُجُوهُ عَنِ الْقَائِدَةِ، وَلَا يُقَامُ بَعْدَ مَا خَرَجَ إِلَيْنَا لَمْ تَنْتَقِذْ مُوجِبَةً فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً.

وَلَوْ عَزَا مَنْ لَهُ وَلَايَةُ الْإِقَامَةِ بِنَفْسِهِ كَالْخَلِيفَةِ وَأَمِيرٍ مَضْرُوبٍ يَتَقِيمُ الْحَدَّ عَلَى مَنْ رَزَى فِي مَعْسَكِهِ وَلَأَنَّهُ تَحْتَ يَدِهِ، يَخْلَافُ أَمِيرَ الْعُسْكَرِ وَالسَّرِيَّةِ لَأَنَّهُ لَمْ تَفُوضْ إِلَيْهِمَا الْإِقَامَةَ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے دارالحرب میں زنا کیا یا چوروہ غیوہ کے دارالحرب سے نکل کر کہری جب آگیا تو اس پر حد کو قائم نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد کو قائم کیا جائے گا۔ کیونکہ اسلام کے سبب اس نے اسلام کے احکام کو لازم کر لیا ہے اگرچہ وہ کبھی بھی ہو۔

فقہ و احکام کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دارالحرب میں حد کو قائم نہ کیا جائے۔ کیونکہ حد کو قائم کرنے کا مقصد رکنا ہے اور مذکورہ دونوں دار میں ولایت امام بھی نہیں ہے۔ پس حد کا وجوب مقصد سے خالی ہوگا۔ اور دارالحرب سے چلے جانے کے بعد اس پر حد قائم نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا یہ عمل وجوب حدین کر مستند نہیں ہوئی لہذا موجب بن کر تبدیل بھی نہ ہوئی۔ اور جب غزوہ میں کوئی ایسا بندہ ہے جس کو خود بہ خود حد قائم کرنے کی ولایت حاصل ہے جس طرح خلیفہ کسی شہر کا امیر ہو تو وہ شخص اس پر حد قائم کر سکتا ہے جو اس کے لشکر میں سے زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ کیونکہ عسکر کی زنا کرنے والا اس کے ماتحت ہے جبکہ مرید اور لشکر میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی طرف حد کو قائم کرنے کا حکم پر نہیں کیا گیا ہے۔

شرح

حضرت بصر ابن ارحطہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "غزوہ میں قطع یح کی سزا نافذ نہیں ہوگی۔" (اس روایت کو ترمذی، دارمی، ابوداؤد، اور نسائی نے نقل کیا ہے لیکن ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں "غزوہ" کی بجائے "سفر" کا لفظ ہے۔

ابن ماکہ کہتے ہیں کہ اس حد کا مطلب ہے کہ جب اسلامی لشکر دارالحرب میں کفار سے برسر جہاد ہو اور امام وقت ان میں موجود نہ ہو بلکہ امیر لشکر ان کا کارپرداز ہو اور اس وقت (جہاد میں) کوئی شخص چوری کا مرتکب ہو جائے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اس طرح دوسری حدود بھی جاری نہ کی جائیں۔ چنانچہ بعض فقہ نے اس پر عمل کیا ہے اور اس کی بنیاد یہ اہل ہے کہ مبادا وہ شخص (اس امر کے خوف سے) دارالحرب ہی کو اپنا مستقل مسکن بنالے اور اس طرح 7 روزہ قند و گمراہی میں مبتلا ہو جائے یا یہ خوف بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے چوہدین میں بدعتی اور فرقہ نہ پیدا ہو جائے۔ طبی نے وضاحت کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے بعض حضرات نے یہ فرماتے ہیں کہ "غزوہ میں قطع یح کی سزا نافذ نہ ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسلامی لشکر کو کوئی فرد یا غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کچھ حصے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹے جائیں کیونکہ اس مال غنیمت میں اس کا بھی حق ہے۔ طبی کہتے ہیں ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں "سفر" کا جو لفظ قطع نقل کیا گیا ہے اس کو تنقید پر محمول کیا جائے یعنی "سفر" سے "غز جہاد" مراد لیا جائے

مساخرہ جی کے زنا کرنے پر حد کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ حَرْبِي دَارَنَا بِأَمَانٍ فَرَزْنِي بِذِمَّتِي أَوْ زَنَى ذِمَّتِي بِحَرْبِيَّةٍ يُحَدُّ الذَّمُّ وَالذَّمِيَّةُ عِنْدَ أَبِي حَبِيفَةَ، وَلَا يُحَدُّ الْحَرْبِيُّ وَالْحَرْبِيَّةُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الذَّمِّ) يَغْنِي إِذَا زَنَى بِحَرْبِيَّةٍ، فَإِنَّمَا إِذَا زَنَى الْحَرْبِيُّ بِذِمَّتِي لَا يُحَدُّانَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْلَا (وَقَالَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُحَدُّونَ كُلُّهُمْ) وَهُوَ قَوْلُهُ الْآخَرُ.

لَأَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُسَاخِرَ التَّزَمَ أَحْكَامَنَا مَدَّةً مُقَابِلَهُ فِي دَارِنَا فِي الْمُسَاخِرَاتِ، كَمَا أَنَّ الذَّمِّيَ التَّزَمَهَا مَدَّةَ عَمَرِهِ وَلِهَذَا يُحَدُّ حَدُّ الْقَذْبِ وَيُقْتَلُ قِصَاصًا، بِخِلَافِ حَدِّ الشُّرْبِ لِأَنَّهُ يُعَقِّدُ إِبْرَاحِمَةَ.

وَلِهَذَا أَنَّهُ مَا دَخَلَ لِلْفَرَادِ بَلَّ لِحَاجَةٍ كَالْتِحَاجَةِ وَنَحْوِهَا فَلَمْ يَصِرْ مِنْ أَهْلِ دَارِنَا وَلِهَذَا يُسَكَّنُ مِنَ الرَّجُوعِ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ وَلَا الذَّمِّيُّ بِهِ، وَإِنَّمَا التَّزَمَ مِنَ الْحَكْمِ مَا يَرْجِعُ إِلَى تَحْصِيلِ مَقْصُودِهِ وَهُوَ حُقُوقُ الْعِبَادِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا طَمِعَ فِي الْإِنْتِصَافِ يَلْتَزِمُ الْإِنْتِصَافَ، وَالْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْبِ مِنْ حُقُوقِهِمْ، أَمَّا حَدُّ الزِّنَا فَمَحْضُ حَقِّ الشَّرْعِ.

وَلِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْقَرْنَى أَنَّ الْأَصْلَ فِي بَابِ الزِّنَا فِعْلُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَابِعَةٌ لَهُ عَلَى مَا نَذَرْنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

فَأَمَّا عَنِ الْحَدِّ فِي حَقِّ الْأَصْلِ يُوجِبُ امْتِنَاعَهُ فِي حَقِّ النَّسَبِ، أَمَّا الْإِمْتِنَاعُ فِي حَقِّ النَّسَبِ لَا يُوجِبُ الْإِمْتِنَاعَ فِي حَقِّ الْأَصْلِ.

نَظِيرُهُ إِذَا زَنَى الْبَالِغُ بِصَبِيٍّ أَوْ مَجْنُونٍ وَتَمَكَّنَ الْبَالِغُ مِنَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ وَلِأَبِي حَبِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهِ أَنَّ فِعْلَ الْحَرْبِيِّ الْمُسْتَأْمِنِ زِنَا لِأَنَّهُ مُخَاطَبٌ بِالْحُرْمَةِ مَا تَعَالَى عَلَى مَا هُوَ الصَّحِيحُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُخَاطَبًا بِالشَّرَائِعِ عَلَى أَصْلِنَا وَالتَّمَكُّنِ مِنْ فِعْلِهِ هُوَ زِنَا مُوجِبٌ لِلْحَدِّ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِأَنَّهُمَا لَا يُخَاطَبَانِ، وَنَظِيرُ هَذَا

الْإِخْلَافِ إِذَا زَنَى الْمُسْكِرُ بِالْمُطَاوِعَةِ تُحَدُّ الْمُطَاوِعَةُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ لَا تُحَدُّ.

ترجمہ

اور جب کوئی حربی امان لیکر دارالاسلام میں آگیا اور اس نے کسی ذمی عورت سے زنا کیا یا کسی ذمی مرد سے حربیہ عورت سے زنا کیا تو ہم صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ذمی اور ذمیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ بلکہ حربی اور حربیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ اور ذمی آدمی کے بارے میں امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے یعنی اس نے جب کسی حربیہ سے زنا کیا ہو۔ مگر جب کسی حربی نے کسی ذمیہ عورت سے زنا کیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اس کے بعد فرمایا۔ کہ ان تمام پر حد جاری کی جائے گی۔ اور ان کا آخری قول یہی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے مساکین و دارالاسلام میں اگر دوران عدت قیام میں اپنے اوپر اسلام کے احکام کو لازم کرنے والا ہے جس طرح ذمی زندگی بھر ان کو لازم کرتا ہے اسی دلیل سے سب جب کوئی ذمی کسی پر بہتان لگائے تو اس پر حد تلف جاری ہوتی ہے اور قصاص میں اس کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ شراب کی حد میں اس کیلئے ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ شراب کو حلال سمجھتا ہے۔

طریقہ کی دلیل یہ ہے کہ حربی دارالاسلام میں مستقل طور پر نہ والا کیلئے نہیں آئے والا بلکہ وہ تو کسی حاجت کیلئے آیا ہے جس طرح تجارت وغیرہ کے کام ہوتے ہیں پس وہ دارالاسلام کے رہنے والوں کی طرح نہ ہوگا کیونکہ اس میں واپس دارالحرب میں جانے کی قدرت ہے۔ اور اس کو قتل کرنے کے سبب کسی مسلمان یا ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا۔ پس اسی قدر اسلام کے حکام کو اپنے اوپر لازم کرنے والا ہے جس قدر اس کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اور وہ بھی حقوق العباد میں ہے۔ جبکہ حد زنا شریعت کا حق ہے۔

پس وہ انصاف دینے کیلئے بھی پابندی کرے گا اور قصاص اور حد قذف یہ حقوق العباد میں ہے۔ جبکہ حد زنا شریعت کا حق ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ زنا کے باب میں اصل فعل مرد کا ہوتا ہے۔ جبکہ عورت کا عمل اس کے تابع ہوتا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ لہذا اصل کے حق میں حد کو دینا یہ تابع کے حق میں بھی حد کو دینے کا حکم لازم کرنے والا ہے۔

جبکہ تابع کے حق میں حد کو دینا یہ اصل کے حق میں حد کو دینے والا نہیں ہے۔ (کا عذر خیر)

جس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی بالغ مرد نے کسی بچی یا بالغ عورت سے زنا کیا تو حد صرف بالغ پر ہوگی۔ اور بالغ عورت کا بچے یا مجنون کو اپنے آپ قدرت یعنی جماع کروانا بھی اسی مثال کے حکم میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ حربی مساکین کا عمل اس سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق حربی بھی حرمت کا

مخاطب ہے۔ اگرچہ ہماری دلیل کے سبب وہ شرائع اسام کا مخاطب نہیں ہے اور زمانہ کے عمل پر قدرت دینا ہی اس پر حد کو واجب کرنے والا ہے۔ جبکہ سچ اور بخون میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ احکام شریعت کے خلاف نہیں ہیں۔ اور اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ جب کسی مجبور شخص نے کسی ایسی عورت سے زنا کیا جو اس پر راضی تھی تو عام صاحب طہیہ الرحمہ کے نزدیک اس عورت پر حد جاری کی جائے گی جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

شرح

قاعدہ فقہیہ

اصل کے حق میں حد کو روکنا یہ تابع کے حق میں بھی حد کو روکنے کا حکم لازم کرنے والا ہے۔ جبکہ تابع کے حق میں حد کو روکنا یہ اصل کے حق میں حد کو روکنے والا نہیں ہے۔

قاعدہ فقہیہ

فرع کیلئے یہ اہمیت نہیں کہ اس سے اصل ثابت ہو جبکہ اصل میں یہ اہمیت ہوتی ہے کہ اس سے فرع ثابت ہو جائے۔ (مصول شاشی)

نکاح وضاحت ہے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ تجھے طلاق ہو اور اس نے اس سے زادی کا ارادہ کیا تو یہ سچ نہ ہوگا کیونکہ زادی اصل ہے اور طلاق اس کی فرع ہے اور فرع میں یہ صحت نہیں ہوتی کہ وہ اصل کو ثابت کرے، جبکہ اصل میں یہ صلاحیت ضرور ہوتی ہے کہ وہ فرع کو ثابت کرے۔

اصل اور غلیظہ کے مقاصد میں عموم متحد ہوتا ہے قاعدہ فقہیہ

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کی اباحت کسی اصل پر موقوف ہو جیسے نماز اور ص قرآن کیلئے وضو ہے اور وضو کا غلیظہ ہے لہذا جس طرح وضو کی طہارت عام ہے مگر ایک وضو ہے برہم کی نمازیں اور ص قرآن کی اباحت ثابت ہوتی ہے اسی طرح تیمم سے بھی صحت عام حاصل ہے لہذا ایک تیمم سے برہم کی نمازیں اور قرآن پک کا چھوڑنا جائز ہے۔ اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

ترجمہ: اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کرلو۔ (السناء)

اس حکم سے معلوم ہوا کہ اگر پانی نہ ہو تو پاکیزہ مٹی کے ساتھ تیمم کرنے کا حکم اسی طرح طہارت کیلئے عام ہوگا جس طرح پانی طہارت کیلئے عام ہوتا ہے۔

قصاص و دیت کے مقاصد:

اگر مقتول کے ورثہ یا قاتل کو معاف کرتے ہوئے اس سے دیت لیں تو یہ ان کیلئے جائز ہے کیونکہ قصاص و دیت دونوں کے

مقصد یہ ہیں کہ ورثہ کے بینوں میں موجود غصے کی آگ یا انتقام کے جذبہ کو شہدا کیا جائے۔

مسافر مالک و غلام کے مقاصد:

اگر مسافر مالک کے ساتھ غلام اپنے آقا کی نیت کے تابع ہوگا یعنی غلام کو بھی سفر میں احکام سفر و اقامت میں اپنے مالک کی اتباع کرنی پڑے گی، کیونکہ وہ ان کے مقاصد متحد ہیں۔

سچ اور پاگل زانی پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَإِذَا رَأَى الصَّبِيَّ أَوْ الْمَجْنُونُ بِأَمْرٍ طَوَّعَهُ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمَا). وَقَالَ زُفَرٌ وَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهِمَا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ.

(وَإِنْ رَأَى صَبِيحًا بِمَجْنُونَةٍ أَوْ صَغِيرَةً يُجَامِعُ مِنْهَا حَدَّ الرَّجُلِ خَاصَّةً) وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ. لِهَذَا أَنَّ الْعُدْرَ مِنْ جَانِبِهَا لَا يُوجِبُ سُقُوطَ الْحَدِّ مِنْ جَانِبِهِ فَكَذَلِكَ الْعُدْرُ مِنْ جَانِبِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُوَاعِدٌ بِفِعْلِهِ.

وَلَسْنَا أَنْ فِعْلَ الزَّانَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ، وَإِنَّمَا هِيَ مَحَلُّ الْفِعْلِ وَلِهَذَا يُسَمَّى هُوَ وَاطْنًا وَزَانِيًا وَالْمَرْأَةُ مُتَوَطَّئَةً وَمُزَيَّيًّا، إِلَّا أَنَّهَا سَمِيَتْ زَانِيَةً مُجَارًا تَسْمِيَةَ لِلْمَفْعُولِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَالْمَرْضِيَّةِ فِي مَعْنَى الْمَرْضِيَّةِ، أَوْ لِكُونِهَا مَسْبُوبَةً بِالسَّامِكِينَ فَتَعَانَ الْحَدُّ فِي حَقِّهَا بِالسَّامِكِينَ مِنْ قَبْلِ الزَّانَا وَهُوَ فِعْلٌ مِنْهُوَ مُخَاطَبٌ بِالْكَفِّ عَنْهُ وَمُؤْتَمَرٌ عَلَى مُبَاشَرَتِهِ، وَفِعْلُ الصَّبِيِّ كَيْسَ يَهْدِيهِ الصَّبِيَّةُ فَلَا يُنَاطُ بِهِ الْحَدُّ.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی بچے یا مجنون نے ایسی عورت کے ساتھ زنا کیا جس نے ان کو موقع دیا تو زانی و مجرمہ دونوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک مجرمہ پر حد واجب ہوگی۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے اور جب کسی تندرست صحیح و بالغ آدمی نے کسی مجنون یا ایسی چھوٹی بچی سے جماع کیا کہ ایسی عورت سے جماع ہو سکتا ہے تو صرف مرد پر حد جاری کی جائے گی اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کا عذر مرد سے سقوط حد کو لازم نہیں ہے لہذا امر و عذر بھی عورت کیلئے سقوط حد کو لازم نہ ہوگا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا عمل اپنے ماخذ سے ہے۔

ہادی دلیل یہ ہے کہ زنا کا فعل مرد سے ثابت ہوا ہے جبکہ عورت محل ہی نہیں ہے کیونکہ مرد کو طہی کرنے وال اور زنا کرنے والا کہنا جاتا ہے اور عورت کو طہی شدہ زنا کی ہوئی کہا جاتا ہے البتہ مفہول کو اس فعل کا نام دیکر اس کو بڑی طور پر مزید کہا گیا ہے جس طرح راضی کو مضر کے معنی میں بولتے ہیں یا پھر اس سبب سے کہ موقع دینے کے سبب عورت زنا کا سبب پیدا کرنے والی ہے۔ پس بدترین کام پر قدرت دینے کے سبب اس پر حد ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس شخص کا کام ہے جس کو اس کام سے رکے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا کمر انجام دینے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا اور بچے کا فعل اس طرح نہ ہوگا پس اس پر حد مرتب نہ ہوگی۔

شرح

اجزاء حد یعنی حد کے چارویں ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جس پر حد واجب ہو رہی ہے وہ صاحب عقل ہو پلاندہ، مجنون اور پاگل نہ ہو۔ کیونکہ یہ سزا حصول عبرت کے لیے ہے اس لیے اس مجرم کے پاس عقل، احساس اور ادراک کا ہونا شرط ہے۔ جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہر اسمعی رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زنج سہاگ پھیر دیا۔ وہ اعتراف کرتا رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھیرنے سے یہاں تک کہ اس نے اپنے گنہگار پر حد مرتب شہادت دی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تو چاہے؟ اس نے عرض کیا نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری، ج 2 حدیث نمبر 1007)

اس حد سے صاف معلوم ہوا جس پر حد جاری کی جارہی ہو وہ صحیح عقل ہونا چاہیے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے سے پہلے تحقیق فرمائی۔

زبردستی والے زنا پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ حَتَّى زَنَى فَلَا حُدَّ عَلَيْهِ) وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ أَوْلَا يُحْدُّ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ لِأَنَّ الزَّانِيَ مِنَ الزَّحْلِ لَا يُتَصَوَّرُ إِلَّا بَعْدَ انْتِشَارِ النَّالَةِ وَذَلِكَ قَلِيلُ الطَّوَاعِيَةِ.

ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ فَقَالَ: لَا حُدَّ عَلَيْهِ لِأَنَّ سَبَبَهُ مُلْجَأٌ فَلَا يَمُوتُ طَاهِرًا، وَالْإِنْشَاءُ قَلِيلُ مَعْرُودٍ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ غَيْرَ قَصْدٍ لِأَنَّ الْإِنْشَاءَ قَدْ يَكُونُ طَبْعًا لَا طَوْعًا كَمَا فِي النَّاسِ فَلَا زُورَ شُبْهَةٍ، وَإِنْ أَكْرَهَهُ غَيْرُ السُّلْطَانِ حُدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ: لَا يُحْدُّ لِأَنَّ الْإِكْرَاهَ عِنْدَهُمَا قَدْ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِ السُّلْطَانِ، لِأَنَّ الْمُؤَثَّرَ خَوْفَ الْهَلَاكِ وَأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِهِ.

وَلَهُ أَنَّ الْإِكْرَاهَ مِنْ غَيْرِهِ لَا يَدُومُ إِلَّا نَادِرًا لِمُتَحَكِّمِهِ مِنَ الْإِسْعَانَةِ بِالسُّلْطَانِ أَوْ بِمَعَامَلَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَيُمْكِنُهُ دَفْعُهُ بِنَفْسِهِ بِالسَّلَاحِ، وَالنَّادِرُ لَا حُكْمَ لَهُ فَلَا يَسْقُطُ بِهِ الْحُدُّ، بِيَعْلَافِ السُّلْطَانِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْإِسْعَانَةُ بِنَفْسِهِ وَلَا الْخُرُوجُ بِالسَّلَاحِ عَلَيْهِ فَافْتَرَقَا

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی حکمران نے کسی کو زنا پر مجبور کیا اور اس نے زنا کر لیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا پہلا موقف یہ تھا کہ اس پر حد لگائی جائے گی۔ اور یہی امام زفر کا قول بھی ہے کیونکہ مرد کی طرف سے آنے والا فتنہ ہو جانے کے بعد ہی زنا ثابت ہو سکتا ہے اور اگر نہ تامل کا کھڑا ہونا رضامندی کی دلیل ہے۔ لیکن بعد امام صاحب علیہ الرحمہ نے اس موقف سے رجوع کر لیا کہ مجبور شخص پر حد نہیں ہے۔ کیونکہ زنا کیسے مجبور کرنے والا ظاہری طور سبب موجود ہے جبکہ اگر نہ تامل کا کھڑا ہونا فتنہ والی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ بھی بغیر ارادے کے بھی کھڑا ہو جاتا ہے اور کسی طبی طور پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جبکہ زبردستی کھڑا نہیں ہوتا جس طرح سونے والے شخص میں ہے لہذا اسی نے شبہ پیدا کر دیا ہے۔

اور جب زانی کو حاکم وقت کے سوال کسی دوسرے نے مجبور کیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی جبکہ صاحبین کے نزدیک اس پر حد قائم نہ کی جائے گی کیونکہ صاحبین کے نزدیک حکمران کے سوا میں مجبوری ثابت ہے کیونکہ اس میں اثر تو بلا کثرت کا ڈر ہے اور یہ خوف بادشاہ کے سوا میں بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے سوا مجبوری نادر ہے کیونکہ اس حالت میں مجبور بادشاہ یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد طلب کر سکتا ہے۔ ہاں وہ تھپا رکے سبب اپنا دفاع کرنے پر بھی قادر ہے اور نادر کا حکم نہیں ہو سکتا۔ پس اس شخص سے حد ساقط نہ ہوگی۔ جبکہ بادشاہ کا اکراہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ مجبور شخص بادشاہ کے خلاف نہ تو کسی دوسرے مدد طلب کر سکتا ہے اور یہ خود اس کے خلاف ہتھیار اٹھا سکتا ہے پس یہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔

زنا بالجبر میں صرف مرد پر حد جاری ہوگی

اور حضرت واکل ابن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت کے ساتھ زبردستی کی گئی یعنی ایک مرد نے اس سے زبردستی زنا کیا اس عورت کو تو حد سے برات دی گئی لیکن اس نے زنا کرنے والے پر حد جاری کی گئی۔ راوی نے یہ ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو زنا کرنے والے سے ہمراہی دلوائی۔ (ترمذی)

راوی کی ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ ایسی صورت میں مرد واجب نہیں ہوتا کیونکہ دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس عورت سے زنا بالجبر کیا گیا ہو اس کے لئے ہمراہ واجب ہوتا ہے اور یہاں مہر سے مراد عطر محبت حرام اور محبت تہہ کے مابین (عوض اور بدلہ) کہہ سکتے ہیں اور اس کا اخلاق ایک ایسی مقدار پر ہوتا ہے کہ اگر حرام محبت کی اجرت یعنی حلال ہوئی تو وہ مقدار

واجب ہوتی۔ برہنہی فتاویٰ عالمگیری میں یہ لکھا ہے کہ عتر مہر مثل کو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا بالجبر کی صورت میں زنا کرنے والے مرد سے عورت کو جو رقم دلوائی جائے گی اس کی مقدار اس عورت کے مہر کے مثل کے برابر ہونی چاہیے۔

حضرت وائیں اہل ہجر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دن ایک عورت نماز کے لئے کھڑے تھیں تو راستہ میں اس کو ایک شخص ملا جس نے اس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تھی۔ اس کے ساتھ زبردستی زنا کیا وہ عورت چلائی اور وہ مرد اس کو وہیں چھوڑ گیا تھا۔ جب کبھی کبھار جرح کیا دھرے گزرے تو اس عورت نے ان کو بتایا کہ اس شخص نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ یعنی میرے اوپر کپڑا ڈال کر مجھے پسے بس کر دیا اور پھر مجھ سے بدکاری کی لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور سارا واقعہ بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے تو یہ فرمایا کہ جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ (کیونکہ اس بدکاری میں نہ صرف یہ کہ تمہاری خواہش و رضا کا دخل نہیں تھا بلکہ تمہیں مجبور دے بس بھی کر دیا گیا تھا) اور جس شخص نے اس عورت سے بدکاری کی تھی اس کے حق میں یہ فیصلہ دیا کہ اس کو سنگ کر دیا جائے یعنی اس نے اپنے جرم کا قرار کیا اور چونکہ وہ محسن تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس سنگر بعد اچھٹا پ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے اوپر حد جاری کر کر ایسی تو یہ کی ہے کہ اگر اس طرح کی توبہ دینے والے کرتے تو ان کی توبہ قبول کی جاتی۔ (ترمذی، ابوداؤد، کتاب الحدود)

حدیث کے آخر جہد کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے جرم کی سزا بھگت کر ایسی تو یہ کی ہے کہ اگر اس کو توبہ کا اہل دینیہ کے درمیان تقسیم کیا جائے تو نہ تو نہ صرف یہ کہ ان سب کی توبہ قبول کی جاتی بلکہ اس کا ثواب سارے دینے والوں کے لئے کافی ہو جاتا۔ مگر اس ارشاد کے ذریعہ آپ نے یہ واضح کیا کہ اس شخص نے اگرچہ شروع میں ایک بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا اور حد بڑا کر مایہ کمر جب اس پر حد جاری کر دی گئی تو وہ اپنے جرم سے پاک ہو گیا اور بدل دیا گیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت آئی جس نے زنا کا اقرار کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جرم کرنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شدیدہ کوئی عذر پیش کر سکے۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں بدکاری پر کس چیز نے مجبور کیا۔ اس عورت نے کہا میرا ایک بڑا بھائی تھا جس کے انڈوں کے ہاں پانی اور دودھ تھا اور میرے انڈے کے ہاں پانی اور دودھ تھا۔ اسی وجہ سے میں بیکار رہتی تھی، میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے پانی دینا اس شرط پر منظور کیا کہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں اس پر میں نے تین دھار لیا کر گیا مگر جب میری برک اس کو قدر بڑھ گئی کہ جان بچنے کا اندیشہ ہو گیا تو میں نے اسی خواہش پوری کر دی، جب اس نے مجھے پانی پلایا۔ اسی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! جس کو مجبور کیا جائے اور اس کا ارادہ سرکشی اور بددلوئی کا نہ ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی معاف کرنے والا رحمت ہے والا۔ (الطریق الحکیمہ، ص ۵۳، دار الفکر، مکتب الاسلامیہ لاہور)

اضطرار کی کیفیت کا فقہی مضمون

باطر عادی تفسیر میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں، رزاکو را ہزن سلطان بادشاہ پر چڑھائی کرنے والا سلطنت اسلام کا مخالف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سفر کرنے والا بھی کے لئے اس اضطرار کے وقت بھی حرام چیزیں حرام ہی رہتی ہیں، غیر باغ کی تفسیر حضرت مقاتل بن حنن یہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اسے حلال سمجھنے والا نہ ہو اور اس میں لغت اور مرد کا خواہشمند نہ ہو، اسے بھون بھان کر دینا یا کھانا چا کر کھانے بلکہ جیسا تفسیر صاف جان بچانے کے لئے کھائے اور اگر ساتھ لے کر آتا کہ زندگی کے ساتھ حلال چیز کے لئے تنگ باقی رہ جائے جب حلال چیز مل گئی اسے پھینک دے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اسے خوب پیٹ بھر کر کھائے، حضرت مجاہد فرماتے ہیں بعض اس کے کھانے کے لئے مجبور کر دیا جائے اور بے اختیار ہو جائے اس کا بھی یہی حکم ہے، ایک شخص بھوک کے مارے پیس ہو گیا ہے اسے ایک مردار چائے اور نظر پڑا اور کسی دوسرے کی حلال چیز بھی دکھائی دی جس میں نہ شہ کا کوئی نہ خانیہ اودھ ہے تو اسے اس دوسرے کی چیز کو کھ لینا چاہئے مگر مردار نہ کھائے، بھجڑا یا پس چڑ کی قیت یا دی چیز اس کے دوسرے کی جائیں اس میں دوقل ہیں ایک یہ کہ رے گی دوسرے یہ کہ نہ رے گی۔ دھرنے والے نول کی تائید میں یہ حدیث ہے جو ابن عباس سے ہے، حضرت عباد بن شعیب غزی کہتے ہیں ہمارے ایک ایک سال قحط سالی پڑی میں مدینہ کا ایک کیمت میں سے کچھ بلیں تو رکھیں کرانے چپانے لگا اور چھوڑی سی بلیں اپنی چاروں میں باندھ کر چلا کیمت والے نے دیکھ لیا اور مجھے پکڑ کر مارا چٹا اور میری چار چھین لی، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے واقعہ عرض کیا تو آپ نے اس شخص کو کہا اس بھوکے کو نہ تو تونے کھانا کھانا اس کے لئے کوئی اور کوشش کی نہ اسے کچھ کھایا سکھایا یہ بیچارہ بھوکا تھا نا دان تھا جاؤ اس کا کچھ ادا نہیں کرو اور ایک وق یا آدھا حق خدا سے دے دو، (ایک وق چار من کے قریب ہوتا ہے) ایک اور حدیث میں ہے کہ درختوں میں گئے ہوئے پھولوں کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو حاجت مند شخص ان سے میں کچھ کھالے لیکن نہ جائے اس پر کچھ جرم نہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ اضطرار اور بے بسی کے وقت اتنا کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے بے بسی اور اضطرار ہٹ جائے، یہی مروی ہے کہ تین تینوں سے زیادہ نہ کھائے غرض ایسے وقت میں اندک مہربانی اور نوازش سے یہ جرح اس کے لئے حلال ہے حضرت مسروق فرماتے ہیں اضطرار کے وقت بھی جو شخص حرام چیز نہ کھائے اور مرجائے وہ جنتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے وقت اس کی چیز کے کھانی ضروری ہے نہ کہ صرف رخصت ہی ہو، یہی بات زیادہ واضح ہے جیسے کہ بیا کر روزہ چھوڑ دینا وغیرہ۔

اغصباب کا معنی

کسی چیز کو ظلم اور زبردستی لینے کو مرنے میں اغصباب کا نام دیا جاتا ہے، اور اس وقت یہ اصطلاح عورتوں کی زبردستی عزت لوٹنے میں استعمال ہوتی ہے۔

یہ ایک ایسا جرم ہے جو بہر شریعت میں قبیح اور حرام ہے، اور بہر عقل و دانش اور فطرت سلیمہ رکھنے والے اسے حرام اور ناجائز گردانتے ہیں، اور اسی طرح سب ذہنی قوانین اور فطرتِ مومن میں بھی یہ جرم قبیح اور شنیع شمار ہوتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں سخت سے سخت سزا دی جاتی ہے، لیکن کچھ نیکو لوگ یہ سزا اس صورت میں معاف ہو جاتی ہے جب دست درازی کی قربانی بننے والی عورت نے شادی کر لی جائے اور یہ نظام اور قانون اللہ تعالیٰ کے قوانین اور نظام کے مخالف قانون اور نظام بنانے والوں میں قہر و دین باطل نہ ہونے اور فطرت کے خلاف فطرت کے انانیاہی، اور داخل عقل کی دلیل ہے۔

ہم نہیں چاہتے کہ کچھ اور اس کی قربانی بننے والی عورت کے، مابین کوئی محبت و مودت ہوگی، اور خاص کر اس دست درازی اور عزت لوٹنے کے عمل کو تو ایسا ہی دیکھنا اور اس کا ٹھکانہ دینا اور اسے زندہ اور وقت منہ پیچا جیسا کہ کہا جاتا ہے اس لیے جس عورت کی عزت کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور دست درازی کر کے ان کی عزت کو تباہ کر دیا گیا ان میں سے بہت ساری خودکشی کر کے کی کوشش کرتی ہیں، اور بہت ساری تو اس کا کامیاب بھی ہو جاتی ہیں، اور یہ بات ہو چکا ہے کہ اس طرح کی شادیوں کا کام ہو جاتی ہیں، اور دست درازی کرنے والے شخص اس عورت کو ذلیل و رسوا ہی کر کے رہی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

اور اس شریعتِ مطہرہ کے تحت کھانسی کھانسی اور قبیح فعل کی حرمت میں، اور اس کی مرتکب افراد کے لیے قابلِ عبرت سزا کے متعلق اس کا واضح اور صاف موقف ہو۔

اور پھر اسلام نے تو وہ دروازے بھی بند کر دیے ہیں جس کے ذریعہ جرم اپنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، اور یہی سرقہ ہے یہ بات واضح کر دی ہے کہ عورتوں پر دست درازی کرنے اور ان کی عزت تار تار کرنے والے اکثر افراد مجرم ہو گئے ہوتے ہیں، اور وہ انہی شنیع شراب نوشی اور دوسری نشہ آور اشیاء کے نشہ میں دھت ہو کر یہ کرتے ہیں، اور وہ اپنے شکار کو لگ جلا کر کھانے کو فروخت کرتے ہیں، یا پھر عورت کا اپنے گھر میں انکلیا رہنا نہیں فرصت اور موقع دیتا ہے۔

اور اسی طرح اس لیے سرقہ اور سرور سے بچنے کی بھی واضح ہوا ہے کہ یہ جرم قسم کے لوگ جو کچھ وی چاہیں اور تازیہ پر دیکھتے ہیں کہ عورت بہر سنو کر اور تقریباً ہاں ہوں یا ہوں یا ہر گز نہیں تو یہ سب کچھ انہیں اس جرم کے ارتکاب کا حوصلہ اور جرأت دیتا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے ایسے قوانین بنائے ہیں جن کی بنا پر عورت کی عزت و عصمت اور حیاء محفوظ رہتی ہے، اور وہ قوانین اسے اس کے منافی لباس زیب تن کرنے کی اجازت نہیں دیتے، اور اسے انکلیا اور خیر محرم سفر کرنے سے بھی منع کرتے ہیں، اور انہیں اور غیر محرم مرد سے مصافحہ کرنے سے منع کرتے ہیں، اور پھر شریعتِ اسلامیہ نے جو ان لوگوں کے اور جو ان لوگوں کی شادی جہد کرنے پر ابھارا ہے، یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ باقی اسلامی قوانین جرموں کے لیے اپنا ناکہ چل میں پھنسانے کے دروازے بند کر رہا ہے، اسی لیے جب ہم یہ سنتے یا پڑھتے ہیں کہ اس طرح کے اکثر جرائمِ فحش معاشرے میں ہوتے ہیں، اور اس معاشرے کے لوگ مسلمان عورتوں سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ فحش میں ان کی طرح ہو جائیں!

چنانچہ مثال کے طور پر امریکہ میں انگریز مشعل معانی کمیٹی نے (2004 میلادی) کی اپنی سالانہ رپورٹ "عورت کے

عالم سازش بند کر دے" کے عنوان میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر نوے (90) سینکڑی یعنی ڈیڑھ صدمہ میں یہاں ایک عورت کی عزت لوٹی جاتی ہے، تو یہ لوگ کوئی حیوان کی زندگی بسر کر رہے ہیں؟! اور یہ کوئی ترقی مضارت ہے جسے وہ مسلمان عورتوں میں داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟!

دوم اور شریعتِ اسلامیہ میں عزت لوٹنے کی سزا یہ ہے کہ، غاصب اور عزت لوٹنے والے شخص پر زنا کی حد جاری ہوتی ہے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے زنا کرنا پڑے گا، اور اگر وہ شادی شدہ نہیں تو پھر اسے سو گڑے لگا کر ایک برس کے لیے جلا وطن کیا جائے گا، اور بعض علماء کرام تو اس پر بھی واجب کرتے ہیں کہ وہ عورت کو بھی گڑے لگا کر دے۔

انام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارے ہاں تو عزت لوٹنے والے شخص کے بارہ میں حکم یہ ہے اگر عورت آزاد ہے تو پھر وہ مہر مثل دے دے، چاہے عورت کنواری ہو یا شادی شدہ، اور اگر وہ لونڈی ہے تو اس کی جتنی قیمت کم ہوئی ہو اور کتنا ہوگی، اور عزت لوٹنے والے پر یہ حد جاری ہوگی، اور اس سے سزا سنہ میں جس عورت کی عزت لوٹی گئی اس کو کوئی سزا نہیں۔ (الموطا 2/ 734) شیخ سلیمان الماہی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس عورت پر زبردستی کی گئی ہو اگر وہ آزاد ہے تو اسے جس نے اس کی عزت لوٹی اسے اس کا مہر مثل اور کتنا ہوگا، اور عزت لوٹنے والے پر حد لگائی جائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ کو قول اور یثیہ رحمہ اللہ بھی مسلک ہے، اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام ثوری رحمہما اللہ کہتے ہیں: اس حد جاری ہوگی، لیکن مہر نہیں ہے۔

ہمارے قول کی دلیل یہ ہے کہ: حد اور مہر یہ دونوں حق ہیں، ایک حق اللہ تعالیٰ ہے، اور دوسرا حق مخلوق کا ہے، تو اس طرح جائز یہ ہوا کہ یہ دونوں جمع ہوں، جس طرح کہ پھر بھی میں ہاتھ کاٹا اور چوری کا سامان واپس کرنا ہوتا ہے۔

(المنطقی شرح الموطا 5/ 269 - 268)

اور ابن عبد البر کہتے ہیں: "اور علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ دست درازی کر کے عزت لوٹنے والے شخص پر حد جاری ہوگی اگر اس پر حد واجب ہونے کی گواہی مل جائے، یا وہ خود اقبال جرم کر لے، اور اگر گواہ نہ ہو تو اس کو سزا دی جائے گی، (یعنی جب چار گواہ نہ ہوں، اور اقبال جرم نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حد ثابت نہ ہو تو سکران اور قاضی اسے اتنی سزا ضرور دے گا جس سے اس طرح کے جرم کا سدباب ہو اور اگر کندہ کوئی اور نہ کرے) اور اگر یہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ عورت کی عزت زبردستی لوٹی گئی ہے، اور اس کی بیخ بیکار اور مد طلب کرنے کے باوجود وہ اس پر غاصب آگیا تھا تو عورت پر سزا نہیں ہوگی۔ (الاستاذ کار 7/ 146) سوم: اور زبردستی عزت لوٹنے والے شخص کو زنا کی حد لگانا اس وقت ہے جب اس نے اس طرح کے زور پر عزت نہ لوٹی ہو، لیکن اگر اس نے اس طرح کے زور پر عورت کی عزت لوٹی تو پھر وہ عاصی شمار ہوگا، اور اس پر درج ذیل آیت میں مذکور حد لگائی جائے گی:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: 7: "فمن سواہ اس بات کے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں انہیں یا تو قتل کر دیا جائے، یا پھر انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا پھر ان کے اہل بیت اور زمین میں فساد پکڑ کاٹ دیے جائیں، یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے، اور انہیں آخرت میں بہت زیادہ

عذاب ہوگا۔ (المائدہ ۳۳)

چنانچہ نیکران اور قاضی اس آیت میں مذکور ان چار چیزوں میں سے جسے مناسب سمجھے اور جس میں مصلحت ہو جس کی معاشرے میں امن و سلامتی قیام کی ہو اور ظالموں اور فاسقوں کو ان کے جرائم سے روک سکتی ہو اختیار کر سکتا ہے۔

اقرار زنا اور اقرار نکاح کے سبب اشتباہ کا بیان

(وَمَنْ أَكْرَأَتِ مَوَاتٍ فِي مَجَالِسٍ مُحْتَبِئَةٍ أَنَّهُ زَنَى بِعَلَامَةٍ وَقَالَتْ هِيَ: تَزَوَّجَنِي أَوْ أَفَرَّتْ بِالسَّرِّ وَقَالَ الرَّجُلُ تَزَوَّجْتَنِي فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ فِي ذَلِكَ) لِأَنَّ دَعْوَى النِّكَاحِ يَحْتَمِلُ الضَّادُ وَهُوَ يَقُومُ بِالطَّرْقِيقِ فَأَوْرَثَ شُبُهَةً وَإِذَا سَقَطَ الْحَدُّ وَجَبَ الْمَهْرُ تَعْلِيمًا لِيَحْطَرَ الْبُضْعُ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے چار مختلف جگہوں میں زنا کا اقرار کیا کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور وہ فلاں عورت کب ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا یا پھر اس عورت نے مجھ سے زنا کیا اقرار کیا اور مرد نے کہا کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو اس پر حد نہ ہوگی درودنوں صورتوں میں اس پر مہر ہوگا کیونکہ دعویٰ نکاح صدق کا احتمال رکھتے والے ہے۔ اور نکاح دونوں اطراف سے قائم ہوتا ہے لہذا اس قرار سے شبہ پیدا کر دیا اور جب اس سے حد سناطہ ہوگئی تو احترام شیخ کے سبب مہر واجب ہو جائے گا۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شبہ عقد یعنی جس عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا اس سے نکاح کر کے بھی کی خطا دوسرے کی عورت سے نکاح کیا یا دوسرے کی عورت اس عورت میں تھی اس سے نکاح کیا تو اگرچہ یہ نکاح نکاح نہیں مگر حد سناطہ ہوگی، مگر سے سزا دی جائے گی۔ اسی طرح اگر اس عورت کے ساتھ نکاح تو ہو سکتا ہے مگر جس طرح نکاح کیا وہ صحیح نہ ہو سکتا بشرطہ گواہوں کے نکاح کیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں مگر ایسے نکاح کے بعد بھی کی تو حد سناطہ ہوگئی۔ (درمختار، کتاب اعدود)

باندی سے زنا کرنے والے پر حد کا بیان

(وَمَنْ زَنَى بِخَارِجَةٍ فَقَتَلَهَا فَإِنَّهُ يُحَدُّ وَعَلَيْهِ الْقِيَمَةُ) مَعْنَاهُ: فَقَتَلَهَا بِفِعْلِ الزَّانِ لِأَنَّهُ جَنَى جَنَاتَيْنِ يَكُونُ فَوْقَ كُلِّ وَاحِدٍ مِثْلُهَا حَتْمُهُ. وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يُحَدُّ لِأَنَّ تَقَرُّرَ ضَمَانِ الْقِيَمَةِ سَبَبُ لِمِلْكِ الْأَمَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا انْتَهَرَهَا بَعْدَ مَا زَانَى بِهَا وَهُوَ عَسَى هَذَا الْإِخْتِلَافِ، وَاعْتِزَّاهُ سَبَبُ الْمِلْكِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ يُوجِبُ سَقُوطَهُ، كَمَا

إِنَّكَ مَلَكَ الْمُسْرُوقِ قَبْلَ الْقَطْعِ.

وَلَمَّا أَنَّهُ ضَمَانٌ قَبْلَ قَلَا يُوجِبُ الْمِلْكُ لِأَنَّهُ ضَمَانٌ دَمٍ، وَلَوْ كَانَ يُوجِبُهُ فَإِنَّمَا يُوجِبُهُ فِي الْعَيْنِ كَمَا فِي هَيْئَةِ الْمُسْرُوقِ لَا فِي مَنَافِعِ الْبُضْعِ لِأَنَّهُا مُسْرُوقَتٌ وَالْمِلْكُ يَنْبَغُ مُسْتَعِدًّا قَلَا يَظْهَرُ فِي الْمُسْرُوقِ لِكُونِهَا مَقْدُومَةً، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَانَى بِهَا فَأَذْهَبَ عَيْنَهَا خَبَثٌ تَجِبُ عَلَيْهِ قِيَمَتُهَا، وَسَقَطَ الْحَدُّ لِأَنَّ الْمِلْكَ هَلَاكَ يَنْبَغُ فِي الْحَيَّةِ الْعَمِيَاءِ وَهِيَ عَيْنٌ فَأَوْرَثَ شُبُهَةً.

ترجمہ

اور جس شخص نے کسی باندی سے زنا کیا اور پھر اس کو قتل کر دیا تو اس پر حد نہ ہوگی اور اس پر قیمت بھی واجب ہوگی۔ اس کا معنی ہے کہ اس نے نفس زنا سے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ اس کے دو جنایت کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا ان میں سے ہر ایک کو پورا کرنے اس کے گناہ پر ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ ضمانت کا ثبوت اس باندی کے مالک ہونے کا سبب ہے لہذا ایسا اس طرح ہو جائے گا جیسے اس نے باندی کو زنا کرنے کے بعد اس کو خرید لیا ہو۔ اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حد قائم ہونے سے قبل سبب ملکیت کا پیش آنا موجب سقوط حد ہے جس طرح کوئی قطع یہ سے پہلے چیز کا جو مسروق کا مالک بن جائے۔

طریقہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان قتل ہے پس اس میں ملکیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس کی قیمت ضمان دم ہے اور ضمان قتل موجب ملکیت ہوتا تو جبین میں ملکیت ثابت کرنے والا ہوتا جس طرح چوری کا مال ہرے کرنے میں ہے۔ لہذا ابضیع کے منافع میں ملکیت کا ثبوت کرنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ وصول ہو چکی ہے جبکہ ملکیت منسوب ہو کر ثابت ہوتی ہے لہذا استوفیٰ میں ظاہر نہیں ہے کیونکہ استوفیٰ معدوم ہو چکا ہے۔ جبکہ اس جزئی کے خلاف ہے جب کسی نے باندی سے زنا کیا اور اس کی ایک، تھکال والی تو اس پر باندی کی قیمت واجب ہوگئی ہے اور حد سناطہ ہو جائے گی کیونکہ یہاں اندھی آٹھ میں ملکیت ثابت ہو چکی ہے اور وہ آٹھ ہے چنانچہ اس میں شبہ پیدا ہو گیا ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی کی باندی سے زنا کرے تو اس پر حد لگائی جائے اور اسے صرف عیب گار نہ سمجھوڑا جائے اور تین مرتبہ کرے تک حد لگائی جائے۔ پھر اگر چاقی مرتبہ میں وہ زنا کاری کا اعادہ کرے تو اسے چاہے کہ اسے کوڑے لگائے یا اسے ایک رسی یا بانوں کی رسی کے عوض فروخت کر

۱۱۱۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود)

امام پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَتَحْمَلُ حَسْبُهَا مَنَعَةُ الْإِيمَانِ الَّذِي كَيْسَ قُوَّةُ إِمَامٍ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ إِلَّا الْفِصَاصُ فَإِنَّهُ يُؤْخَذُ بِهِ بِأَلَمَامٍ) لِأَنَّ الْخُلُودَ حَقٌّ لِلَّهِ تَعَالَى وَإِقَامَتُهَا إِلَيْهِ لَا إِلَى غَيْرِهِ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْصَمَ عَنِ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ ، بِخِلَافِ حَقُوقِ الْعِبَادِ لِأَنَّهُ يَسْتَوْفِيهِ وَلَهُ الْحَقُّ إِمَّا بِتَمَكُّبِهِ أَوْ بِإِلَاسِغَاتِهِ بِمَنَعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْفِصَاصُ وَالْأَمَوَالُ مِنْهَا . وَأَمَّا حَدُّ الْقَذْفِ فَلَا أَوَّلَ الْمُعْتَلَبِ فِيهِ حَقٌّ الشَّرْعِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ سَائِرِ الْخُلُودِ الَّتِي هِيَ حَقٌّ لِلَّهِ تَعَالَى ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ .

ترجمہ

برودہ چیز جس کو ایمان امام بجالائے کہ اس امام کے اوپر کوئی امام نہ ہو تو اس قصاص کے علاوہ اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔ البتہ قصاص و دامن میں اس کا احتساب کیا جائے گا۔ کیونکہ حدود و ائد کا حق ہیں اور ان کے نفاذ کا اختیار اسی امام اعلیٰ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اور اس کیلئے لڑائی جان پر مقدم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اقامت حد کا فائدہ نہیں ہے جبکہ حقوق العباد میں ایب نہیں ہے کیونکہ اس کو حق وصول کرنے والا ہے یا تو وہ امام کی قدرت کے سبب یا پھر مسلمانوں سے مدد طلب کر کے وصول کر سکتا ہے۔ اور قصاص اور اموال ہی حقوق العباد میں سے ہیں۔ البتہ حد قذف کے بارے میں مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ان تمام حدود میں اس کا حکم ای طرح ہوگا جس طرح حق اللہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سبب زیادہ حق جاننے والا ہے۔

ثبوت زنا کیلئے دخول کی شرط کا بیان

زنا کی حد گلتے میں دخول شرط ہے، اور وہ مرد کی شرمگاہ و عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا ہے، تو اس وقت دخول معتدل چلتے ہیں، یعنی مرد کے غتے کی جگہ عورت کے غتے کی جگہ سے مل جاتی ہے، تو جب دخول ہو جائے تو وہ زنا کا مرتکب ہوگا جس سے حد لگے ہے، چاہے مرد کا انزال ہو یا نہ ہو اور وہاں سے دخول کرنے کے بعد بہری انزال کر دیا ہو، چاہے مرد کا عضو تناسل منتشر ہو اور نہ ہو یا نہ انزال ہو۔

فقہاء کے ہاں زنا کی حد کے متعلق متفقہ شرط کے بارہ میں الموسوعة الفقهية قاضی درج ہے: ”فقہاء کے مابین زنا کی حد میں یہ متفقہ شرط ہے کہ عضو تناسل کا اگلا حصہ، یا اس کے کٹے ہوئے میں سے کچھ حصہ عورت کی فرج میں داخل ہو تو حد جاری ہوگی، اور اگر اس نے بالکل داخل ہی نہ کیا، یا پھر اس میں سے کچھ حصہ داخل کیا تو اس پر حد نہیں کیونکہ اس نے دخل نہیں کیا، اور اس میں انزال کی شرط نہیں، اور نہ ہی داخل کرنے کے وقت اعتقاد اور کھڑا ہونے کی شرط ہے، چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہو اور جب ہوگی اس کا عضو تناسل کھڑا ہو یا منتشر ہو یا نہ ہو۔ (الموسوعة الفقهية 24) / (23)

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الزَّوْنِ وَالرَّجُوعِ عَنْهَا

یہ شہادت زنا دینے اور اس سے رجوع کے بیان میں ہے

یہ شہادت زنا و انصاف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

اس باب کی سابقہ ابواب سے فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ رجوع ہمیشہ صدور فعل یا صدور قول کے بعد ہوا کرتا ہے مصنف میں امر سے زنا کی شہادت اور اس کا انصاف بیان کرنے اور حد کو نافذ کرنے کے طرق بیان کرنے جو اب شہادت سے رجوع کرنے کے فقہی احکام بیان کر رہے ہیں۔ اور اس سے قبل باب سے مطابقت یہ ہے کہ جس طرح شہد سے حد ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح رجوع شہادت کے سبب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

گزرے ہوئے جرم پر گواہی دینے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ الشَّاهِدُ بِحَدِّ مُقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعَهُمْ عَنْ إِقَامَتِهِ بَعْدَهُمْ عَنْ الْإِيمَانِ لَمْ يُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ إِلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ : (وَإِذَا شَهِدَ عَلَيْهِ الشُّهُودُ بِسَرِقَةٍ أَوْ بِشُرْبِ خَمْرٍ أَوْ بِزِنَا بَعْدَ جَمْعٍ لَمْ يُوْخَذْ بِهِ وَضُمِنَ السَّرِقَةُ) وَالْأَحْصَلُ فِيهِ أَنَّ الْخُلُودَ الْخَالِصَةَ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى تَبْطُلُ بِالْقَادِمِ خِلَافًا لِلشَّاهِدِي رَحِمَهُ اللَّهُ ، هُوَ يُعْتَبَرُهَا بِحَقُوقِ الْعِبَادِ وَبِالْإِقْرَارِ الَّذِي هُوَ اخَذَ الْحُجَّتَيْنِ .

وَلَسْنَا أَنَّ الشَّاهِدَ مُخَيَّرَ بَيْنَ حُسْبَيْنِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ وَالسَّيْرِ ، فَلَا تَخْيِيرَ إِنْ كَانَ لَا اخْتِيَارَ السَّيْرِ فَإِنْ قَادِمٌ عَلَى الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ لِضَمْنِهِ هَجْرَتُهُ أَوْ لِعَدَاوَةِ حَرَكَةِ قِيَتِهِمْ فِيهَا وَإِنْ كَانَ التَّخْيِيرُ لَا لِلسَّيْرِ يَصِيرُ قَابِلًا قَابِلًا أَيْمَا فَبَقِيَ بِالْمَنَاعِ ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادِي نَفْسَهُ ، فَحَدُّ الزَّوْنِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّرِقَةِ خَالِصٌ حَقٌّ لِلَّهِ تَعَالَى حَتَّى يَبْصَحَ الرُّجُوعُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِقْرَارِ فَكَيْفَ يَكُونُ الْقَادِمُ فِيهِ مَنَاعًا ، وَحَدُّ الْقَذْفِ فِيهِ حَقٌّ الْعَبْدِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ الْعَارِ عَنْهُ ، وَلِهَذَا لَا يَبْصَحُ رُجُوعُهُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ ، وَالْقَادِمُ غَيْرُ مَنَاعٍ فِي حَقُوقِ الْعِبَادِ ، وَلَئِنْ الدَّعْوَى فِيهِ شَرْطٌ فَيَعْمَلُ تَأْيِيدُهُمْ عَلَى انْعِدَامِ الدَّعْوَى فَلَا يُوجِبُ تَفْسِيقَهُمْ ، بِخِلَافِ حَدِّ السَّرِقَةِ لِأَنَّ الدَّعْوَى لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْحَدِّ لِأَنَّهُ خَالِصٌ حَقٌّ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَا مَرَّ ، وَ اِنَّمَا شُرِطَتْ لِلْمَالِ ، وَلَاقَ الْحُكْمُ بِدَارِ عَلٰی كَوْنِ الْحُدِّ حَقًّا
لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَا يَبْتَعَرُ وُجُودُ التَّهْمَةِ فِي كُلِّ لَفْظٍ ، وَلَاقَ السَّرِقَةُ نَقَامٌ عَلٰی الْاِسْتِغْثَارِ
عَلٰی شَرْعِيٍّ مِنَ الْمَالِكِ فَيَجِبُ عَلٰی الشَّاهِدِ اِعْلَامُهُ لِابِلِكَيْمَانٍ بَصِيرٍ فَاِسْقَا اِنَّمَا نُمُّ
النَّقَامُ كَمَا يُمْنَعُ قَبُولُ الشَّهَادَةِ فِي الْاِيْنَةِ اَوْ يُمْنَعُ الْاِقَامَةُ بَعْدَ الْقَضَاءِ عِنْدَنَا خِلَافًا
لِزُفْرِ حَتّٰی اَوْ هَرَبَ بَعْدَ مَا صُرِبَ بَعْضُ الْحُدِّ ثُمَّ اِخِذْ بَعْدَ مَا تَقَادَمَ الزَّمَانُ لَا يَقَامُ عَلَيْهِ
الْحُدُّ لِاَنَّهُ الْاِمْتِصَاءُ مِنَ الْقَضَاءِ فِي بَابِ الْحُدُودِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب گواہوں نے کسی پرانی حد پر شہادت دی اور شہادت دینے میں امام سے ان کی کچھ دوسری نہیں ہے تو ان لوگوں کی شہادت حد قذف کے سوا کسی حد میں قبول نہ کی جائے گی۔

جبکہ جامع صغیر میں ہے جب گواہوں نے کسی خلاف چوری کرنے یا شراب پینے یا زنا کرنے کی شہادت ایک مدت کے بعد دی تو ان حدود میں اس کا مواخذہ نہ ہوگا البتہ وہ چوری کا ضامن ہوگا۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ وہ حدود جو خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہیں وہ قدیم ہونے سے باطل نہیں ہوتیں۔ حضرت ام مہاشق علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے وہ اس کو بندوں کے حقوق پر قیاس کرتے ہیں اور اقرار پر قیاس کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں دلائل میں سے ایک ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہ دوم اگرچہ اس سے ایک کا اختیار ہے۔ (۱) شہادت دینے کا اختیار۔ (۲) ستر پوئی کرنے کا اختیار۔ اور اس کا تاخیر کرنا یہ پردہ پوئی کے سبب ہے اور اب جا کر اس کا شہادت دینا یہ کہنے کے سبب ہے یا کسی دشمنی کے سبب ہے۔ جو اس کو اس بات پر تیار کرے گا۔ کیونکہ شہادت میں گواہ تہمت زدہ ہے۔ اور جب تاخیر پردہ پوئی کے سبب نہ ہو چکر گواہ قاض اور گناہگار ہو گا پس ہم نے مانع کا یقین کر لیا ہے۔

جبکہ اقرار میں ایسا نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے آپ سے دشمنی کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ زنا شراب اور چوری کی حد خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ حتیٰ کہ اقرار کے بعد ان سے رجوع کا صحیح ہے۔ پس اس میں تقادم شہادت کو قبول کرنے سے روکنے والا ہے جبکہ حد قذف بندے کا حق ہے۔ کیونکہ اس میں بندے سے مرشد کی کوکھ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہذا اقرار کے بعد اس میں رجوع صحیح نہیں ہے۔ جبکہ حقوق ایضاد میں تقادم روکنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ بندے کے حق میں دعویٰ شرط ہے۔ پس دعویٰ میں تاخیر کو معدوم پر محمول کیا جائے گا اور یہ تاخیر ان کے نفق کو واجب کرنے والی نہیں ہے۔ بخلاف حد سرقت کے کیونکہ وہ اس حد کیلئے دعویٰ شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہ دعویٰ خاص اللہ کا حق ہے۔ جس طرح زنا چکا ہے۔ ہاں البتہ دعویٰ مالی کیلئے شرط ہے کیونکہ حکم کا رد اور امداد یہ حق اللہ ہونے پر ہے۔ پس گواہ پر مالک کو مطلع کرنا ضروری ہے اور چھپانے سے وہ قاض اور گناہگار ہو جائے گا۔ اس کے بعد تقادم جس

میں ابتدا میں قبول شہادت سے مانع ہے۔ اسی طرح قضاء کے بعد حد قائم کرنے سے مانع ہے۔

حضرت امام نے فرمایا اگرچہ کفر کا خلاف ہے۔ یہاں تک جس پر حد لگی ہے وہ کچھ مار کھانے کے بعد بھاگ جائے تو بھاریا کت مت گزرنے کے بعد وہ چلا جائے تو اس پر حد قائم نہ ہوگی۔ کیونکہ حدود کا نفاذ کرنا یہ حدود کے باب میں قضاء کہلاتا ہے۔

شرح

قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ وہ حدود جو خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہیں وہ قدیم ہونے سے باطل نہیں ہوتیں۔

رجوع سے سقوط کا حد کا فقہی بیان

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ماعز اہل سلمیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے (یعنی میں نے) زنا کیا ہے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منداں طرف سے پھیر لیا وہ دوسری جانب سے گھوم کر یعنی تبدیل محض کر کے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ اس نے زنا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف منہ پھیر دیا اور پھر دوسری جانب سے گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے زنا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف منہ پھیر دیا اور پھر دوسری جانب سے گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس نے زنا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سنگسار کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ اس کو وہ میں دیا گیا جو حدینہ کا کالے پتھروں والا صفائی علاقہ ہے اور اس کو پتھر دے جانے لگے جب اسے پتھروں کی چوٹ کھٹکے گی تو بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ ایک دفعہ شخص کے پاس سے گزرا جس کے ہاتھ میں اذن کے جڑے کی ہڈی تھی اس شخص نے اسی جڑے کی ہڈی سے اس کو مارا اور دوسرے دو گولے بھی دوسری چیزوں سے اس کا مارا تا نکدہ مر گیا۔ جب صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا کہ وہ پتھروں کو چوٹ کھا کر اور موت کی حتیٰ کہ کچھ کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن ہم نے اس کا پیچھا کر کے سنگسار کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا کیوں نہیں دیا؟ (ترجمہ از ابن ماجہ، کتاب الحدود)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر سن کر فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا کیوں نہیں دیا، بہت گھٹن کہ وہ تو بھر کھلتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔

حدیث (صوب فیصوب اللہ عیوبہ) کا مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ اپنے اس برے فعل سے رجوع کرنا (یعنی عمامت و شرمساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہنا اور اللہ تعالیٰ کی توبہ کے ساتھ اس پر رجوع کرنا یعنی منظر محبت اس کی طرح متوجہ ہونا اور اس کے گناہ کو معاف کر دینا۔)

یہ حد ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ارتکاب زنا کا خود اقرار کرے، اور پھر بعد میں یہ کہے کہ میں نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے یا میں صحت بولا ہے یا میں اپنے اقرار سے رجوع کرنا ہوں تو اس صورت میں اس سے حد ساقط ہو جائے گی اسی طرح اگر وہ حد قائم ہونے کے درمیان اپنے اقرار سے رجوع کرے تو حد کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ ساقط ہو جائے گا جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرو

حضرت یزید بن عیینہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اعراس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے (چار محسوس) چرم تہ (اپنے زنا) کا اقرار کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دنگ کر کے کھجور اور اس کو گسار کر دیا گیا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑال سے فرمایا کہ اگر تم عز کو اپنے کپڑے سے چھپا بیٹے یعنی اس سے زنا کے واقعہ پر پردہ ڈال دیتے اور اس کو طہر نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا ابن مکتدر جو تابعی اور اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ بڑال ہی نے عز سے کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے واقعہ سے آگاہ کر دو۔ (ابوداؤد)

بڑال کو ایک ٹونڈی تھی جس کا نام فاطمہ تھا اس کو نبیوں نے آذر کر دیا تھا اسی فاطمہ سے عز نے زنا کا ارتکاب کیا اور جب بڑال کو اس کا علم ہو گیا تو نبیوں نے عز کو آواز دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر واقعہ کی اطلاع دے اور اپنے زنا کا اعتراف کر لے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑال سے فرمایا کہ اگر تم اس کے گنہگار افشا نہ کرے تو نہ کرے بلکہ اس پر پردہ ڈال دیتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا کہ اس کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں شیرو بھلائی سے نوازنا اور تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا۔

تقدم کی حدیث فقہاء کے اختلاف کا بیان

وَاعْتَصِلُوا بِنِسَاءِ الْفُقَرَاءِ، وَأَشَارُوا إِلَى الْجَمَاعِ الضَّعِيفِ إِلَى نِسَاءِ أَشْهَرٍ، فَإِنَّهُ قَالَ بَعْدَ حِينَ، وَهَكَذَا أَشَارَ الطَّحَاوِيُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ لَمْ يَقْدِرْ فِي ذَلِكَ وَقَوْلَهُ ابْنُ رَأْيٍ الْقَاضِي فِي كُلِّ عَصْرِ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَدَّرَهُ بِشَهْرِ، لِأَنَّهُ مَا ذُوْنُهُ عَاجِلٌ، وَهُوَ رَوَايَةُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ الْأَصَحُّ. وَهَذَا إِذَا كَمْ يُمْكِنُ بَيْنَ الْقَاضِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةٌ شَهْرٍ، أَمَّا إِذَا كَانَ تَقَبُّلُ شَهَادَتِهِمْ، لِأَنَّ الْمَنَاعَ بَعْدَهُمْ عَنْ الْإِنْعَامِ فَلَا تَنْتَحَقُّ التَّهْمَةُ. وَالتَّقَادُّمُ فِي حَلِّ الشَّرْبِ كَذَلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَعِنْدَهُمَا يَقْدَرُ بِزَوَالِ الْوَاخِةِ عَلَى مَا يَأْتِي فِي بَابِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ

تقدم کی حدیث مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں چہ ماہ کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا انہوں نے بعد میں کہا ہے اسی طرح امام محمد بن عیسیٰ بھی اشارہ کیا ہے جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے اس بارے میں کوئی اندازہ مقرر نہیں فرمایا۔ اور اس کو ہر زمانے کے قاضی کے حوالے کر دیا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ماہ سے تقدم کا اندازہ کیا ہے۔ نیز ایک ایک ماہ سے ٹھوڑی مدت حاصل ہے۔

تجربین سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب قاضی کے اور گواہوں کے درمیان ایک ماہ مسافت نہ ہو مگر جب ایک ماہ مسافت نہ ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ اور شراب کی حد میں اسی طرح تقدم کا اعتبار کیا گیا ہے۔ طریقین کے مطابق یہاں برقم ہونے سے اس کا اندازہ کیا جائے گا جس طرح اس کے باب میں اس کا بیان ان شانہ آئے گا۔

شرح

زمانہ گزرنے کی وجہ سے کوئی حق ساقط نہیں ہوتا

الحق لا یسقط بالانقادم (رد المحتار)

زمانہ گزرنے کی وجہ سے کوئی حق ساقط نہیں ہوتا۔

بہت سے احکام شرعیہ ایسے ہیں کہ وقت گزرنے سے وہ ساقط نہیں ہوتے، جس طرح عہدت فرضیہ وہ قرض جس کی ادائیگی واجب ہو وہ بھی ایسی ادائیگی کے بغیر ساقط نہ ہوں گے اگرچہ ان پر ایک زمانہ گزر جائے۔ جبکہ بعض احکام امضاءئے زمانہ کے ساتھ ساقط ہو جاتے ہیں جس طرح بیع خیاری میں مشتری کو تین دن کے بعد بیع کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کثیر مسائل ہیں جو اس قاعدہ کو دونوں طرف سے لاحق ہیں کہ کہیں ان کو سقوط معتبر اور کہیں ان کا عدم سقوط معتبر ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں قرض کیا جاتا

قرض کے سوا تمام گناہوں کو ساقط ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۵) اللہ کی کتب خانہ کراچی

قرض کی ادائیگی جس کا حق حقوق العباد سے ہے وہ زمانہ تو گزرنا حتیٰ کہ حق مشاہدات والے سے بعد از موت بھی ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح حقوق اللہ کے بارے میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندے کا قیامت کے دن اس کے اعمال میں سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب ہوگا، پھر اگر وہ حج ہوئی تو وہ کا حساب ہوگا اور نجات پا گیا اور وہ قاسد ہوئی تو وہ کا کام ہوگا اور نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳

سچ کہ اس کا یقین ساقط ہو جائے گا یعنی بعد از عدت اسے حق رجوع نہ ہوگا۔

۲۔ بیع کا اختیار

اگر کسی نے بیع خیاری کو ان میں سے ہر ایک کو یا کسی ایک کو تین دن کے اندر اختیار ہے کہ وہ بیع کو فسخ قرار دیں۔ ورنہ یہ عدت گزرنے کے یہ یقین خود بخود ساقط ہو جائے گا۔

۳۔ حق شفعہ:

ا۔ ہم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر شفعہ کی شہادت کے بعد ایک ماہ تک بغیر کسی عذر کے تاخیر کی تو اس حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔
(الفتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۹۶ مکتبہ مدنیہ دہلی)

اور اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو پھر حق شفعہ ساقط نہ ہوگا کیونکہ اس کے حق میں تاخیر نہیں ہے۔ (جو بروہی ج ۲ ص ۶۰۳ مکتبہ مدنیہ دہلی)

عدت میں وصال شوہر:

اگر کسی شخص کا وصال اس حالت میں ہو کہ اس کی بیوی ابھی طلاق یا سند یا حلاق معطل کی عدت میں ہے تو وہ بیوی اس کی وراثت سے حصہ دار ہوگی کیونکہ اس کا حق وراثت تو عدت گزرنے کے بعد ساقط ہوتا تھا اور ابھی جبکہ وہ عدت میں تھی لہذا اس کا حق ساقط نہ ہوگا۔

مقتضی لوگوں کی شہادت پر حد زنا کا بیان

(وَإِذَا شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةٍ فَلَانَةٌ غَائِبَةٌ لِيَأْتَهُ بُحْدٌ، وَإِنْ شَهِدُوا أَنَّهُ سَرَقَ مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يَنْقُطْ) وَالْفَرْقُ أَنْ بِالْغَيْبَةِ تَعْدِمُ الدَّعْوَى وَهِيَ شَرْطُ فِي السَّرِقَةِ دُونَ الزَّانِ، وَبِالْحُضُورِ يَتَوَقَّفُ بِقَوْلِهِ الدَّعْوَى الشَّهَادَةُ وَلَا مَعْتَبَرٌ بِالْمَوْهُومِ
(وَإِنْ شَهِدُوا أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ لَا يَتَرَفَعُونَ لَهَا بُحْدٌ) لِأَخِيصَالِ أَنَّهَا امْرَأَتُهُ أَوْ أَمَتُهُ بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ (وَإِنْ أَقَرَّ بِذَلِكَ حَدًّا) لِأَنَّهُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ أَمَتُهُ أَوْ امْرَأَتُهُ.

ترجمہ

اور جب کچھ لوگوں نے کسی شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس نے سے فلان عورت زنا کیا ہے جبکہ وہ عورت غائب ہے تب بھی اس بندہ سے حد جاری کی جائے گی۔ اور جب یہ گواہی دی کہ اس نے فلان کا مال چوری کیا ہے اور فلان غائب ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ غائب ہونے کی حالت میں دعویٰ معدوم ہو جاتا ہے کیونکہ چوری میں

ذاتی شرط ہے۔ جبکہ زنا میں شرط نہیں ہے۔ اور حاضر ہونے کی حالت میں شہد کے دعوے کا وہم کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور جب گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلان نے ایسی عورت سے زنا کیا ہے جس کو گواہ پہچاننے ہی نہیں ہیں۔ تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے وہ ایسی بیوی ہو یا باندی ہو بلکہ غائب تو کہیں ہے اور جب زانی نے اس کا اقرار کیا ہو تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس پر یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے یا باندی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے فلان عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ عورت کہیں چلی گئی ہے تو مرد پر حد قائم کرینگے۔ اس طرح اگر زانی خود اقرار کرتا ہے اور یہ کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں وہ کون عورت تھی تو حد قائم کی جائے گی۔ اور اگر گواہوں نے کہا معلوم نہیں وہ کون عورت تھی تو نہیں۔ اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے چوری کی مگر جس کی چوری کی وہ غائب ہے تو حد نہیں۔ (درمختار کتاب الحدود)

اختلاف شہادت سے سقوط حد کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ الْإِنْسَانُ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةٍ فَلَانَةٌ فَاسْتَكْرَهَتْهَا وَآخَرَانِ أَنَّهَا طَاوَعَتْهُ ذُرِّهُ الْحَدُّ عَنْهُمَا خَمِيعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ (وَقَالَا: يُحْدِثُ الرَّجُلُ خَاصَّةً) لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَى الْمَوْجِبِ وَتَفَرُّدِ أَحَدُهُمَا بِزَيَادَةِ جَنَابَةٍ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ، بِخِلَافِ جَانِبَيْهَا لِأَنَّ طَوَاعَهَا شَرْطُ تَحَقُّقِ الْمَوْجِبِ فِي حَقِّهَا وَلَمْ يَثْبُتْ لِأَخِيصَالِهِمَا وَلَهُ أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ لِأَنَّ الزَّانِيَ فَعَلَ وَاحِدًا يَقُومُ بِهِمَا، وَلَئِنْ شَاهَدَتِ الطَّوَاعِيَةُ صَارَ قَائِدَيْنِ لَهَا.

وَأَمَّا يَنْسُقُطُ الْحَدُّ عَنْهُمَا بِشَهَادَةِ شَاهِدَةٍ الْإِكْرَاهِ لِأَنَّ زَانَهَا مُكْرَهَةٌ يَنْسُقُطُ إِحْصَانُهَا قَصَارًا خَصْمَيْنِ فِي ذَلِكَ.

ترجمہ

اور جب گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلان شخص نے فلان عورت سے زبردستی زنا کیا ہے اور دوسرے دو بندگان نے یہ گواہی دی کہ نہیں بلکہ یہ مرد مندری زنا کیا ہے تو اہم صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اہم زفر کا بھی یہی قول ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف مرد کو حد لگائی جائے گی کیونکہ دونوں فریق وجوب حد متفق ہیں جبکہ ان میں سے ایک فریق

جنابت کی زیادتی میں یقینی مجبوری میں مفروضہ ہے۔ یہ عفاف عورت کے طرف کے کیونکہ اس کے حق ثابت نہ کیلئے رضا مندی شرط ہے۔ البتہ دونوں فریق میں رضا مندی کی شہادت میں مختلف ہونے کے سبب اس عورت کے حق میں زیادت نہ ہوگا۔ اہم صاحب علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مشہور عدلیہ مختلف ہے کیونکہ تا ایک ہی فعل ہے جو مرد و عورت دونوں سے ثابت ہے اور اس میں رضا مندی کے دونوں گواہ اس مرد و عورت پر بہتان لگانے والے ہیں۔ اور مجبوری کے دونوں گواہوں کی شہادت کے سبب ان سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ زبردستی نہ کرتا یہ اس کے احصاء کو ساقط کرنے والے ہے پس یہ دونوں اس حالت میں جھگڑنے والے بن جائیں گے۔

شرح

حضرت داہلی ابن حجر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت نماز کے لئے گھر سے نکلی تو راستہ میں اس کو ایک شخص مل گیا جس نے اس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی جنت چوری کر لی یعنی اس کے ساتھ زبردستی نہ کیا کہ وہ عورت چلائی اور وہ مرد اس کو دین چھوڑ کر چلا گیا، جب کچھ کہا جرم ہی ہوا اور پھر سے گزرتے تو اس عورت نے ان کو بتایا کہ اس شخص نے میرے ساتھ بیٹا یا کیا ہے یعنی میرے اوپر کپڑا ڈال کر مجھے بے کس کر دیا اور پھر مجھ سے بدکاری کی لوگوں نے اس شخص کو پکڑ کر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور سارا واقعہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے تو یہ فرمایا کہ وہ جہنم میں اندھ تھی کہ بے نیتش رہا ہے۔ (کیونکہ اس بدکاری میں نہ صرف یہ کہ تہمیری خواہش و رضا کا دخل نہیں تھا بلکہ تمہیں مجبور ہو کر اس سے بدکاری کر دینا پڑا تھا) اور جس شخص نے اس عورت سے بدکاری کی تھی اس کے حق میں یہ فیصلہ دیا کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے یعنی اس نے اپنے جرم کا قرار کیا اور چونکہ وہ مہسن تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس سنگسار کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے اوپر جرم ہی کر لیا کیونکہ تو یہ کہ ہے کہ اگر اس طرح کی تو یہ مدینہ والے گرتے تو ان کی تو یہ قبول کی جاتی۔ (ترمذی، ابوداؤد، کتاب اللہ و)

حدیث کے آخر جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے جرم کی سزا بھگت کر لیں تو یہ کہ ہے کہ اگر اس کو تو یہ قبول مدینہ کے درمیان قہراً کیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ ان سب کی تو یہ قبول کی جاتی بلکہ اس کو اب سارے مدینے والوں کے لئے کافی ہوتا جاتا۔ گو یہ اس ارشاد کے ذریعہ آپ نے یہ واضح کیا کہ اس شخص نے اگرچہ شروع میں ایک بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا اور سخت برا کام کیا مگر جب اس پر حد جاری کر دی گئی تو وہ اپنے جرم سے پاک ہو گیا اور بخش دیا گیا۔

(طحاوی) عربی زبان میں حدیثی مجرد کے باب سے شقاق اسم بطور ماضی اور تہمیز لگانے سے طوعا بنا۔ اردو زبان میں بطور متعلق فعل استعمال ہوتا ہے۔ 1888ء کو کچھ جرموں کا مجموعہ "میں تحریر استعمل مکتا ہے۔ رضا مندی سے، رخصت سے، راضی خوش۔

"جہاں تک ممکن ہوئی نوع انسان کے ان نادان اور گمراہ افراد سے بھی طوعاً و کرہاً، شعوری یا غیر شعوری طور پر، اس مقصد کی

حد میں لیں۔ (سیرت سرور عالم علیہ السلام)

مقام زمانہ سے اختلاف شہادت سے سقوط حد کا بیان

(وَأَنَّ شَهَادَةَ الْإِنْسَانِ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ بِالْخَوْفِ وَآخَرَانِ أَنَّهُ زَنَى بِهَا بِالْبَصَرَةِ فَرَأَى الْحَدَّ عَلَيْهِمَا جَمِيعًا) أَلَا لَكُمُ الْمَشْهُودُ بِهِ فِعْلُ الرَّأْيِ وَقَدْ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ وَلَمْ يَمَّ عَنَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَصَابُ الشَّهَادَةِ وَلَا يَحُدُّ الشُّهُودُ غِيْلًا لِكُلِّ زَنْيَةٍ لِشَهَادَةِ الْإِتِّحَادِ نَفَرًا أَلَا الْإِتِّحَادُ الصُّورَةُ وَالْمَرْأَةُ

ترجمہ

اور جب دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے کوئی عورت سے زنا کیا ہے اور دوسرے دونوں گواہوں نے یہ شہادت دی کہ اس نے بصرہ میں ایک عورت سے زنا کیا ہے تو ان دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ مشہود یہ عمل زنا ہے اور مقدم کی تہمید کے سبب بدل چکا ہے اور ان میں سے کسی نے شہادت کا نصاب پورا ہونے والا نہیں ہے۔ اور گواہوں پر حد جاری نہ ہوگی۔ اس میں اہم زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کیونکہ صورت اور عورت کے ایک ہونے کے سبب امر کے احکام کا شمول ہے۔

شرح

چہ گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں عورت سے کس حد میں اس نے زنا کیا ہے اگر دو نے ایک شہر کا نام بن کر فلاں شہر میں اور دو نے دوسرے شہر کا نام لیا۔ یاد رکھتے ہیں کہ اس نے جہاں زنا کیا ہے اور دو کہتے کہ گورٹ راضی تھی۔ یاد دہانی کہ فلاں مکان میں اور دو نے دوسرا مکان بتایا۔ یاد دہانی کہ مکان کے نیچے والے درجہ میں زنا کیا اور دو کہتے ہیں کہ خانہ پر۔ یاد دہانی کہ جہاں سے دوسرے مکان کا نام بتایا تو اس وقت صحیح کا وقت بتایا اور دو نے شام کا۔ یاد دہانی کہ عورت کو کہتے اور دو دوسری عورت کے ساتھ زنا ہوتا یا نہ ہوتا بتاتے ہیں۔ یاد دہانی کہ وقت بتایا اور دو نے دوسرے شہر میں زنا ہوتا کہتے ہیں اور جو دن تاریخ وقت اون بیان کرتے ہیں۔ یاد دہانی کہ ایک شہر کا نام لیتے ہیں اور چار دوسرے دوسرے شہر میں زنا ہوتا کہتے ہیں اور جو دن تاریخ وقت اون چار دن سے بیان کیا دوسرے چار دن بیان کرتے ہیں ان سب صورتوں میں حد نہیں ملتا، نہ ان پر نہ گواہوں پر۔ (عالمگیری)

مقام واحد کی شہادت میں اختلاف پر حد کا بیان

(وَأَنَّ اخْتِلَافًا فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ حُدِّ الْمَرْءُ وَالْمَرْأَةُ) مَعْنَاهُ: أَنَّ يَشْهَدُ كُلُّ الثَّانِي عَلَى الرَّأْسِ فِي زَاوِيَةٍ، وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ، وَالْأَيْقَاسُ أَنَّ لَا يَجِبُ الْحَدَّ لِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ حَقِيقَةً.

وَجَعَلَ الْإِسْتِحْسَانُ أَنَّ التَّوَلُّيقَ مُمَكِّنٌ بِأَنَّهُ يَكُونُ الْبَيْتُ الْفِعْلِيُّ فِي زَاوِيَةٍ وَلَا يُنْقِضُ

زَاوِيَةً أُخْرَىٰ بِإِلَاضِطْرَابٍ ، أَوْ لَنْ الْوَالِقِ فِي وَسْطِ الْبَيْتِ فَيَحْسِبُهُ مَنْ فِي الْمَقْدَمِ إِلَى الْمَقْدَمِ وَمَنْ فِي الْمَوْخَرِ إِلَى الْمَوْخَرِ فَيَسْهَدُ بِحَسَبِ مَا عِنْدَهُ

ترجمہ

اور جب گواہوں نے دونوں کے ایک کمرہ میں ہونے کے وجود اختلاف کی ہے تو در دو گورت دونوں پر حد جاری ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک فریق ایک ایک کوئے میں زنا کی شہادت اور یہ امتحان ہے جبکہ قیس کا تقاضہ یہ تھا کہ ان پر حد جاری نہ کی جائے کیونکہ حقیقت میں جگہ میں اختلاف ہے۔ اور دلیل امتحان یہ ہے کہ ان دونوں میں مصیقت پیدا کرنا ممکن ہے کیونکہ جب کام کسی ایک کوئے میں ہو اور کسی پر بیٹائی کے سبب اس کی انتہا دوسرے کوئے میں ہو یا کمرہ زنا کے درمیان میں ہوئی ہو البتہ جو کمرہ کے سامنے والے حصے میں ہواں نے کو اس کو سامنے والا حصہ ہی سمجھ کر تھا اور کچھلی جب تھا اس نے اس کچھلی پر نب سمجھ رہا ہے اور ہر شخص نے اپنی اپنی جگہ کے مطابق شہادت دی ہے۔

شرح

چرا گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے فلاں دن تاریخ وقت میں فلاں شہر میں فلاں گورت سے زنا کی اور چار دیکھتے ہیں کہ یہ دن تاریخ وقت میں اس نے فلاں شخص کو (دوسرے شہر کا نام لیں) فلاں شہر میں لیں کیا تو نہ زنا کی حد قائم ہوگی نہ قصاص۔ یہ اس وقت ہے کہ دونوں شہادتیں ایک ساتھ گزریں اور اگر ایک شہادت گزری اور احکام نے اس کے مطابق حکم کر دیا، اب دوسری گزری تو دوسری باطل ہے۔ (تفسیر)

شہادت میں اختلاف وقت سبب سقوط حد کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ بِالْخَيْلَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ ، وَأَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنَى بِهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ بِدَيْرٍ هِنْدٍ ذُرَّةَ الْحَدِّ عَنْهُمْ جَمِيعًا) أَمَّا عَنْهُمْ فَلَا تَأْتِيَنَّ بِغَذِبٍ أَحَدُ الْقَرِيبَيْنِ غَيْرَ عَيْنٍ ، وَأَمَّا عَنِ الشُّهُودِ فَلَا خِيَالَامَ صَدَقَ كُلُّ فَرِيْقٍ
(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى امْرَأَةٍ بِالزَّوْنِ وَهِيَ بِحُرِّ ذُرَّةَ الْحَدِّ عَنْهُمْ وَعَنْهُمْ) لِأَنَّ الزَّوْنَ لَا يَتَحَقَّقُ مَعَ نِسَاءِ الْبَغَاةِ ، وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنَّ النِّسَاءَ نَظَرْنَ إِلَيْهَا فَقُلْنَ إِنَّهَا بِحُرٍّ ، وَشَهِدَتْهُنَّ حُجَّةٌ فِي إِسْقَاطِ الْحَدِّ وَلَيْسَتْ بِحُجَّةٍ فِي إِبْجَائِهِ فَلِهَذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ .

ترجمہ

اور جب چار گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں نے مقام خیلہ میں سورج طلوع کے وقت ایک گورت سے زنا کیا ہے۔ جبکہ دوسرے چار گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے سورج طلوع ہونے کے وقت دیر ہند میں اس عورت سے زنا کیا ہے تو ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ در دو گورت سے سقوط زنا اس سبب سے ہے کہ میں گواہوں میں سے ہر ایک کے کاذب ہونے یقین ہو چکا ہے اور گواہوں سے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی کہ ہر فریق کے سچا ہونے کا احتمال ہے۔

اور جب چار مردوں نے عورت پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ بد کردہ ہے تو ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ بکارت کے ناکہ ہونے نہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ خواہی اس کی شرمگاہ کو دیکھ کر کہیں گی یہ بد کردہ ہے اور اسقاط حد میں غوروں کی شہادت بخت ہے۔ جبکہ وہ جب حد میں حجت نہیں ہے لہذا امر دو گورت سے حد ساقط ہو جائے گی اور گواہوں پر بھی واجب نہ ہوگی۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل گزرجی ہے کہ حدود شہادت سے ساقط ہو جاتی ہیں لہذا اختلاف مقام یا اختلاف وقت کے سبب جب شہادت میں اشتباہ پیدا ہو گیا تو اس کے سبب حد ساقط ہو جائے گی۔
دراجمی مؤنذہن حرام اور اہل تشیع کا مؤقف عمل

جواب: دراجمی مؤنذہن حرام اس سے ہے کہ امام سہی علیہ السلام نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: **حَقُّ الْمَحْجَةِ مِنَ الْمَثَلَةِ وَفِي مَثَلِ فَصِيحَةٍ لَعْنَةُ اللَّهِ** (مشترک، ج ۱ ص 59) اور کتاب جعفری نے۔

ترجمہ: دراجمی مؤنذہن شائد (یعنی چہرے کو بگاڑنے، ناک، کان اور ہونٹ کو قطع کرنے) کے زمرے میں آتا ہے اور خدا کی لعنت ہے اس پر جو شائد کا ارتکاب کرے۔

اس روایت میں دراجمی مؤنذہن شائد کے زمرے میں آتا ہے اور اس کی پاداش اللہ کی لعنت اور غضب ہے۔
یاد رہے کہ پاکستان میں طالبان کھوارنے والے وہابی دہشت گرد شیعہ افراد کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں اور نیتے شیعہ مسافر کو چکر کران کا شائد کرتے اور ان کے بدن کے کٹے کٹے کر دیتے ہیں اور ان کا شائد کا سنی صدق ہے اور رسول اللہ فرماتے ہیں کہ شائد کرنے والے پر اللہ کی لعنت اور نیز رسول اللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ دراجمی مؤنذہن بھی شائد کے زمرے میں آتا ہے۔

مراجع: مراجع تقلید اور علماء نے بھی دراجمی مؤنذہن حرام قرار دیا ہے بلکہ ائمہ فرمایا ہے کہ "احتیاطاً واجب" یہ ہے کہ دراجمی

رنگی ہے اور احتیاط واجب ترک نہیں کی جاسکتی۔ سورس: (محمد رضا عیسیٰ برٹش ریش نظر اسلام)

مسلمانوں کا قطعی رویہ

رسول اللہ (ﷺ) کے دور سے اب تک دیندار لوگ داہمی رکھنے کے پابند ہیں اور جو داہمی موخر ہوتا ہے اس کی مذمت کرتے آئے ہیں اور اس کو فاسق سمجھتے ہیں اور اسلامی عداوت میں بھی گواہی دینے کے لئے داہمی رکھنا ضروری ہے کیونکہ داہمی موخر ہونے والے شخص کو فاسق سمجھا جاتا ہے اور اس کی گواہی قابل نہیں سمجھی جاتی۔ یعنی وہ دل ہونے کی ایک شرط داہمی رکھنا ہے اور گواہی کے لئے عدالت شرط ہے۔ (آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی مصباح الفقہیہ، ج ۱، ص ۲۶۴)

حیرت کما لطف کما مؤلف کیا ہے اور ان کا عمل کیا ہے ان کے ہوسے بڑے ذرا کوہلہ داہمی مند ہے جس لہذا اپنے قول کے مطابق وہ سارے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کے حقدار ہوں گے۔

ناہیاً گواہوں کی شہادت کا بیان

وَأَنَّ شَهِدَ أَرْبَعَةً عَلَى رَجُلٍ بِالزُّوْنِ وَهُمْ غُفَيَّانَ أَوْ مَخْذُودُونَ هِيَ قَدَافٍ أَوْ أَحَدَهُمْ غَدَّ أَوْ مَخْذُودٌ فَيُفِي قَدَافٍ فَيُحَدِّثُ (وَلَا يَحُدُّ الْمُنْهَوْدُ غَدِيَهُ لِأَنَّهُ لَا يَنْتُزِعُ بِشَهَادَتِهِمُ الْمَالَ فَكَيْفَ يَنْتُزِعُ الْحَدَّ وَهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْعَدْلُ لَيْسَ بِأَهْلِ لِلتَّحْقِيلِ وَالْأَدَاءِ فَلَمْ يَنْتُزِعْ شَهْدَةُ الزُّوْنِ لِأَنَّ الزُّوْنَ يَنْتُزِعُ دَالاً دَاءً) وَإِنْ شَهِدُوا بِذَلِكَ وَهُمْ مُسَاقٍ أَوْ ظَهَرَ أَنَّهُمْ مُسَاقٍ لَمْ يُحَدِّثُوا (لَا أَنَّ الْمُسَاقِيَّ مِنْ أَهْلِ الْأَدَاءِ وَالتَّحْقِيلِ وَإِنْ كَانَ فِي أَيْدِيهِ نَوْعٌ فَصُوْرٌ لِنَهْمَةِ الْفُسْقِ).

ولهذا لَوْ قَضَى الْقَاضِي بِشَهَادَةِ فَاسِقٍ بَغْضًا عِدْنًا وَنَبَتْ بِشَهَادَتِهِ شَهْدَةُ الزُّوْنِ وَبِإِغْيَارِ فُصُوْرٍ فِي الْأَدَاءِ لِنَهْمَةِ الْفُسْقِ يَنْتُزِعُ شَهْدَةَ عَدَمِ الزُّوْنِ فَلِهَذَا أَمِنَعَ الْعَدْلَانِ وَسَيَلَّمِي فِيهِ خِلَافَ الشَّالِغِي بِإِنَاءٍ عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ الْقَاضِيَّ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ فَهُوَ كَالْعَدِي عِنْدَهُ

(وَأِنْ لَقِصَ عَدُوُّ الشُّهُودِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُوا) لِأَنَّهُمْ قَدَفَةٌ إِذَا لَا حِسْبَةَ عِنْدَ نَقْصَانِ الْعَدُوِّ وَخُرُوجِ الشَّهَادَةِ عَنْ الْقَدَفِ بِإِغْيَارِهَا

ترجمہ

اور جب چار گواہوں نے کسی پر زنا کی شہادت گواہی دی حالانکہ وہ سارے منہم ہیں یا یہودی، یعنی اعتراف والے ہیں۔ یہ ماہر

میں سے ایک غلام ہے یا محدودی اعتراف ہے تو انہیں ہی حد لگائی جائے گی جبکہ مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے گواہوں کی گواہی سے مال ثابت نہیں ہو سکتا تو حد کیسے ثابت ہو جائے۔ اور وہ مسئلے تو اداسے شہادت کے اہل ہی نہیں ہیں۔ اور اسی طرح غلام کی قسم اور اداس کا اہل نہیں ہوا کرتا لہذا اشہب زنا ثابت نہ ہو سکا کیونکہ زنا اداسے ثابت ہوتا ہے۔

اور جب چار گواہوں نے کسی خلاف زنا کی گواہی دی جبکہ وہ سب فاسق ہیں۔ یا گواہی دینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ سارے درج ہیں تو انہیں حد نہ لگائی جائے گی۔ کیونکہ فاسق اہل عقل اور اہل اداء میں سے ہے مگر چوتھ فاسق کے سبب ایک طرح اس میں قص ہے اس سبب کے پیش نظر اگر قاضی کسی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرے تو ہمارے نزدیک وہ فیصلہ نادر ہے گا۔ اور ان کی دہلی سے زنا کا شہرہ ثابت ہو جائے گا۔ اور تیس فاسق کے سبب اداس میں نقص کی بناء پر حد کا شہرہ ثابت ہو جائے گا۔ لہذا اداسوں میں معتد بہ ہو جائیں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف بھی اس مسئلہ میں بیان کیا ہے جو ان کی دلیل کی بنیاد پر ہے کہ فاسق اہل شہادت میں سے نہیں ہے لہذا امام شافعی کے نزدیک وہ غلام کی طرح ہو جائے گا۔

اور جب گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو تو ان کو حد لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ سب قاذف ہو گئے کیونکہ عدم عدل کے سبب نہیں اہل عقل میں سکتا۔ اور حد سے خروج قذف کے اعتبار (ان پر حد قذف کے لازم ہونے کا سبب بن جائے گا)۔

شرح

علامہ ابن قیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی تھی اور ان میں ایک شخص غلام یا اندھا یا نابالغ یا مجنون ہے یا اس پر تہمت زنا کی حد قائم ہوئی ہے یا کافر ہے تو اس شخص پر حد نہیں مگر گواہوں پر تہمت زنا کی حد قائم ہوگی۔ اور ان کی شہادت کے باوجود حد قائم کی گئی بعد کو معلوم ہوا کہ ان میں کوئی غلام یا محدودی اعتراف وغیرہ ہے جب بھی گواہوں پر حد قائم نہ کی جائے گی اور اس شخص پر جو کوڑے مارنے سے چوٹ آئی بلکہ سر بھی گیا اس کا کچھ حد وغیرہ نہیں اور اگر مجرم کی ایک حد معلوم ہوا کہ گواہوں میں کوئی شخص ناقابل شہادت تھا تو یہت المال سے دیت دیجئے۔ (بخاری، کتاب الحدود)

فصل کا فتویٰ فقہی مفہوم

فصل کا فتویٰ معنی ہے کسی چیز سے نکلنا یا ارادہ کرنا اور وہ ہے ابتدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نکلنا۔ ہر شخص کا معنی ہے گناہ۔ اور جب مجبور اپنے چھٹکے سے علیحدہ ہو جائے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قد فسقت الرجل منہ ففروا۔ کہ مجبور اپنے چھٹکے سے علیحدہ ہو گئی۔

اور کہا جاتا ہے: فسق لمان فی الدین انسا۔ اور کہا جاتا ہے: رجول فاسق۔ ویسق وفسق۔ ہمیشہ گناہ کرنے والا۔ اور کہا جاتا ہے: فوسفیہ فہو ہوا اور یہ فاسق کی تفسیر ہے۔ اس لئے کہ اس کا اہل بن سے نکلنا لوگوں کی طرف اور سدا پر پناہ۔ (اس کا کام ہے)۔ اور تفسیق کا معنی عدل وانصاف کے الٹ ہے۔

فسق کا اصطلاحی معنی ۱:- علماء نے اس کے بارے میں کئی اقوال بیان کئے ہیں۔ امام ابن عساکر کہتے ہیں 155/1 فسق عام طور پر شریعت میں جس بارے میں استنباط کیا گیا ہے وہ ہے اللہ رب العالمین کی اطاعت سے نکلنا (روگرداری کرنا) تحقیق یہ (فسق) واقع ہوتا ہے اس پر جو کفر کرے نکلے اور جو نافرمانی کرے نکلے۔

2- اور اس طرح امام قرطبی کا قول ہے: (تفسیر قرطبی 245/1)

3- شوکانی نے کہا کہ تریف کے بارے میں اور یہ جو اس نے کی ہے یہ لغوی معنی کا اعتبار سے کی ہے اور وہ نہیں اس نے اکتفا کیا۔ بعض خارجوں پر جو کہ بعض سے زیادہ ہیں (فتح القدیر 571/1)

4- امام بیضاوی نے کہا: فاسق آدمی کبیرہ گناہ کی وجہ سے اللہ کے دین سے نکل جانے والا ہوتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی 41/1، تفسیر ابی سعید (131/1)

5- علامہ آلوسی نے کہا کہ شریعت میں فسق کا معنی ہے گھبردار لوگوں کا (اللہ رب العالمین اور اس کے رسول کی) اطاعت سے نکلنا۔ پس اس کا اطلاق کفر اور جو اس سے کم ہے گناہ پر کبیرہ وغیرہ میں سے سب پر ہوتا ہے۔ اور اس نے خاص کیا ہے عرفہ م میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کو۔ پس اس نے اس کا اطلاق باقی تمام چیزوں کے ارتکاب پر نہیں کیا ہے مگر کچھ چیز کے کچھ طبقوں پر۔

ان تمام سچ میں گذرے وہ ان تعریفات سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عام طور پر فسق کی اصطلاح یہ ہے کہ فسق کفر سے زیادہ کم ہے۔ (معارف الموائی ص 572، کلیات لکھنوی ص 693، نزهة العین النواظر ابن جوزی 72/2)

اس وجہ سے کہ فسق کفر اور جو گناہ اس سے کمتر ہے سب کو شامل ہے لیکن اس کو خاص کیا ہے عرفہ م میں گناہ کبیرہ کرنے والے کے ساتھ اس کی وجہ سے۔

امام رغب الاصبہانی کہتے ہیں (آدی پر) فسق واقع ہو جاتا ہے کم اور زیادہ گناہوں کی وجہ سے لیکن عرف عام میں زیادہ گناہ کرنے والے پر فسق کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ (المعارف ص 572)

جن لوگوں کی شہادت کی عدم معتبر ہے

حضرت علامہ رشیدی رحمہ اللہ عنہا کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان لوگوں کی گواہی جائز و معتبر نہیں۔

(۱) خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت (۲) جس شخص پر تہمت کی حد چاری کی گئی ہو (۳) دشمن جو اپنے (مسلمان) بھائی کے خلاف ہو (۴) وہ شخص جو دلہ کے بارے میں جہم ہو (۵) وہ شخص جو قرابت کے بارے میں جہم ہو۔ (۱) وہ شخص جو کسی ایک گھر پر قانع ہو۔" امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے نیز اس حدیث کا ایک راوی یزید بن ابی ذر مثنیٰ مکرانہ حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 904)

اسلام کی رو سے گواہ کا عادل ہونا اتنی ضروری ہے جس قدر حاکم کا عادل ہونا کیونکہ گواہی ایک ایسا اہم دینی و دنیوی وسیعہ ہے جو

مرات کو ہر ملک پہنچنے میں فیصلہ کن مدد دیتا ہے، اس اعتبار سے گرد یکجا ہونے سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ جبکہ حد کے معیار پر پورے نہیں اترتے اس لئے ان کی گواہی کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے خیانت کرنے والا مرد اس میں "فسق" سے "وگوں" کا ماتنوں میں خیانت مراد ہے، یعنی ان مردوں اور عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو وہوں کی ماتنوں میں خیانت کرنے والے شہور ہوں اور ان کا جرم خیانت رہا ہر مرد و زونہ کی وجہ سے لوگوں پر عیاں ہو۔ ورنہ تو ظاہر ہے کہ (فیثت) ایک ایسا فقہی جرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے مگر یہ طور سے بندوں پر عیاں نہیں ہوتا۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہاں "خیانت" سے مراد فسق ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ وغیرہ پر ماصراری صورت میں ہو یا احکام دین اور فرائض دین کی عدم پبیا آوری کی شکل میں ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام کو بھی "انت" فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى السُّعُوتِ وَالْأَذَى) 33. (الاحزاب 72:)

"تحقیق ہم نے امانت (یعنی اپنے دین کے بارگاہ) آساؤں اور زمین پر چھین کیا گناہ اور دین کے احکام کو پبیا نہ لانے کو "خیانت" فرمایا جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔

(لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ) (الانفال ۸: ۲۵)

"خدا اور اس کے رسول کی امانت (یعنی دین کے امور) میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔" اس صورت میں اول تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو مرد و عورت احکام شرع اور فرائض دین کی پبیا آوری نہ کرتے ہوں یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ وغیرہ پر ماصرار کرتے ہوں ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہا گئے اسے دانی حدیث میں "خیانت کے بعد" "زنا" کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں کہا جائے کہ یہ تخصیص بقولہم "کے طور پر ہے عاہہ لکھتے ہیں کہ یہ تاویل (یعنی) خیانت سے فسق مراد لینا اولیٰ ہے ورنہ دوسری صورت میں تمام ہر ایمان اور گناہوں کا ذکر باقی رہ جائے گا۔ جن کا ارتکاب قبول گواہی سے مانع ہے اور ان سب کو چھوڑ کر صرف خیانت کا ذکر کرنا سمجھ میں نہیں آئے گا۔

جس شخص پر تہمت کی حد چاری کی گئی ہو "کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی یا کداسن پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور اس کی سزا میں اس پر حد صرف جاری کی گئی ہو تو اس شخص کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی اگرچہ وہ اس سے تو بے بھی کرے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امام اعظم اور حنفیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کف کے علاوہ دوسرے تمام حدود میں یہ رعایت حاصل ہے کہ جس شخص پر حد جاری ہوئی ہو اور کہ وہ تو یہ کرے تو اس کی گواہی قبول ہوگی، تو بے سے پہلے تو اس کی گواہی ناقابل اعتبار قرار پائے گی جب کہ حدیث کف میں یہ سزا ہے کہ جس شخص پر حد جاری ہوئی ہو اور کہ وہ تو بے بھی کرے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی لیکن دوسرے آئمہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام اہل حد سے متعلق ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری ہوگئی تو اس کے تو بے کر لینے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی خواہ وہ حد تہمت کے جرم میں جاری ہوئی ہو یا کسی اور گناہ (جیسے زنا) کی وجہ

-ے۔

"دشمن جو اپنے خلاف ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپس میں ایک دوسرے سے دشمنی و عداوت رکھتے ہوں ان کی ایک دوسرے کے بارے میں گواہی معتبر نہیں ہوگی خواہ وہ دونوں آپس میں کسی بھرتی ہو یا اپنی "یعنی دینی بھرتی" ہوں۔

"وہ شخص جو دلا کے بارے میں متہم ہو" کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص زید ایک دوسرے کے بارے میں غلام تھا اور بکرنے لگا اور آزاد کر دیا تھا اب زید اپنی آزادی کو ایک تیسرے شخص کی طرف منسوب کرتا یعنی یوں کہتا ہے کہ میں عمر کو آزاد کیا ہوں اب عمر کا وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے اور وہ اپنے اس جھوٹ میں مشہور ہے کہ کوگ عام طور پر اس کے جھوٹے اسباب پر اس کو متہم کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں ایسے شخص کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنے اس کہنے کی وجہ سے "فاسق" ہے چنانچہ زید کو دلا کے بارے میں (یعنی آزاد کرنے پر حاصل ہونے والے حق کو قلعہ کرتا اور اس کی دلائی نسبت کیسے ایسے شخص کی طرف کرنا جس نے حقیقت میں اس کو آزاد کرنا کبھی نہ کیا تھا کبیرہ ہے اور اس کے سرکب کے بارے میں سخت و مہید و تحیہ اور دے۔ یہ رحم قربات کے بارے میں بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی قربات میں غلط بیانی کرے یعنی یوں کہے کہ میں فلاں شخص مشن زید کا بیٹا ہوں لیکن اس کی غلط بیانی پر کوگ اس کو متہم کرتے ہوں اور اس کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ زید کا بیٹا نہیں ہے بلکہ حقیقت میں عمر کا بیٹا ہے اور اس کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس کا یہ جھوٹ بھی "فاسق" ہے اور اپنے باپ کے عدو کسی دوسرے شخص کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے بارے میں سخت وارد ہوئی ہے۔

وہ شخص جو کسی ایک گھر پر قانع ہو۔ "ایسا شخص دو مسائل سے جو کم سے کم پیٹ بھرنے پر قناعت کر لیتا ہو یا جس کی روزی کو ایک گھر سے متعلق ہوا وہ جو کسی ایک گھر کا ہو یا ہو۔ لیکن یہاں وہ شخص مراد ہے جو کسی کے زیر غفلت ہو یعنی جس کا ذکر کسی کے دینے ہوتا ہو جیسے نہ دم و تابع۔" ایسے شخص کی گواہی اس کے خود و متوجع کے حق میں قبول نہیں ہوگی کیونکہ اول تو یہ احتمال ہے کہ وہ اپنی مثال کی وجہ سے اپنے خود و متوجع کی ناروا طرف داری کرے اور دینا بات نہ کہے اور دوسرے یہ کہ اپنے خود و متوجع کے حق میں گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ کوگ وہ اپنی گواہی کے ذریعہ اس چیز کے منافع کو اپنی ذات سے متعلق کرتا ہے جو جس کی گواہی کے نتیجہ میں اس کے خود و متوجع کو حاصل ہوگی یا اس طور کہ جب اس کا کھانا پینا اس کے خود و متوجع کے ذمہ ہے جس کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے تو اس خود و متوجع کو اس کی گواہی کا وہی حکم ہوگا جو باپ اور بیٹے یا شوہر اور بیوی کی گواہی کا حکم ہے کہ جس طرح اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے حق میں یا بیٹا اپنے باپ کے حق میں گواہی دے یا شوہر اپنی بیوی کے حق میں یا بیوی شوہر کے حق میں گواہی دے تو اس کی گواہی درست نہیں ہوگی اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا آپس میں ایک دوسرے کے حق میں گواہی دینا گویا اپنی ذات کے فائدے کے لئے گواہی دینا ہے اسی طرح خود و متوجع کے حق میں تابع و ذمہ کی گواہی بھی درست نہیں ہے اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا! البتہ یہ واضح رہے کہ بھرتی کے حق میں بھارتی کی گواہی درست رہے گی اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

"تیز اس حدیث کا ایک راوی زیادہ ان زیادہ شقی مکر الہدیث ہے" میں "مکر الہدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حدیث مکر ہے شرح تغیب میں لکھ ہے کہ جس راوی سے کوئی شخص غلطی صادر ہوئی ہو یا اس پر غفلت و لسان کا نسب ہوا اور یا اس کا نقش ظاہر ہو تو اس صورت میں اس کی روایت کردہ حدیث "مکر" کہلائے گی۔"

و حضرت عمر و ابن شعیب اپنے والد سے اور ان کے والد اپنے دادا سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی درست ہے اور نہ زنا کرنے والے مرد و زنا کرنے والی عورت کی گواہی درست ہے اس طرح دشمن کی گواہی (اپنے) دشمن کے خلاف مقبول نہیں۔ "تیزاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مقدمہ میں) اس شخص کی گواہی کو رد کر دیا جو ایک گھر کی کفالت و پرورش میں تھا اور اس نے وہ گواہی اس کے گھر والوں کے حق میں دی تھی۔" (ابوداؤد)

حد جاری ہونے کے بعد گواہ کے غلام ثابت ہونے کا بیان

(وَأَنَّ شَهِدَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلٍ بِالنِّسَاءِ فَضَرَبَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ وَجَدَ أَحَدَهُمْ غَنَدًا أَوْ مَخْذُومًا فِي قَدْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحْدَوْنَ) لَا تَنْهَمُ قَدْ فَلَهُ إِذِ الشُّهُودُ قَلِيلَةٌ (وَأَنْتَ عَنِهِمْ وَلَا عَسَى بَيْتِ النِّسَاءِ أَرْضُ الضَّرْبِ، وَإِنْ رَجِمَ قَدَيْتُهُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: أَرْضُ الضَّرْبِ أَيْضًا عَلَى بَيْتِ الْمَالِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللَّهُ: مَغْنَاهُ إِذَا تَكَانَ حَرَجَهُ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا مَاتَ مِنَ الضَّرْبِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا رَجَعَ الشُّهُودُ لَا يَضْمُونُ عَنْهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمُونُ.

لَهُمَا أَنَّ التَّوَجُّبَ بِشَهَادَتِهِمْ مُطْلَقُ الضَّرْبِ، إِذَا اخْتَارَ عَنْ الْجَرْحِ خَارِجَ عَنْ الرُّسْعِ فَيَنْتَظِمُ الْخَارِجُ وَغَيْرُهُ قِيَاضٌ إِلَى شَهَادَتِهِمْ فَيَضْمُونُ بِالرُّجُوعِ، وَعِنْدَ عَدَمِ الرُّجُوعِ تَجَبُّ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ؛ لِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ فِعْلُ الْجَلْدِ إِلَى الْقَائِمِ وَهُوَ عَامِلٌ لِلْمُسْلِمِينَ فَتَجَبُّ الْقَرَامَةُ فِي مَالِهِمْ قَصَارًا كَالرَّجْمِ وَالْقِصَاصِ.

وَلَا يَسِي حَقِيقَةُ أَنَّ التَّوَجُّبَ هُوَ الْجَلْدُ وَهُوَ ضَرْبٌ مُؤَلَّمٌ غَيْرُ جَارِحٍ وَلَا مُبْلِلٍ، فَلَا يَنْقُصُ جَارِحًا ظَاهِرًا إِلَّا لِمَعْنَى فِي الضَّرَابِ وَهُوَ قَلَّةٌ هَذَانِيهِ فَاقْتَصَرَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ فِي الصَّحِيحِ كَمَا لَا يَنْتَفِعُ النَّاسُ عَنِ الْإِقَامَةِ مَخَافَةَ الْقَرَامَةِ

ترجمہ

اور جب چار گواہوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی شہادت اور ان کی شہادت کا اہتر کرتے ہوئے اس کو کوڑے مار دینے کے لئے اس کے بعد پتہ چلا کہ ان چار گواہوں میں سے ایک گواہ غلام یا پھر وہ مجروحی القذف ہے تو ان سب کو حد قذف لگائی جائے گی کیونکہ وہ سارے کے سارے قاذف ہیں۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے تین گواہ ہیں البتہ ضرب کا تاوان کسی پر نہ ہوگا لیکن ان پر بھی نہ ہوگا اور بیت اعمال پر بھی نہ ہوگا۔ اور جب مشہور علیہ کو جرم پر کیا ہے تو اس کی دیت بیت اعمال پر ہوگی یہ حکم حضرت امام صاحب عیال رحمہ کے مطابق ہے۔

صاحبین کے نزدیک مارتے کا اثر بھی بیت المال پر ہے۔ بندہ ضعیف (رضی اللہ عنہ) کہتا ہے۔ صاحبین کے قول کی علت یہ ہے کہ جب ضرب نے منسوب کو کوڑی لگائی تو اس کا اثر بھی بیت المال کے ذمہ پر ہے اور اس اختلاف پہنچی یہ مسئلہ ہے کہ جب شخص فوت ہو گیا ہے اور اس اختلاف کے مطابق ہے کہ جب گواہ شہادت سے پھر جائیں۔ اور امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک وہ ضامن ہوں گے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ گواہوں کی شہادت سے بھی لاعلمی ضرب واجب ہے کیونکہ دشمنی ہونے سے بچنے کا امکان نادر ہے پس یہ مارتا دشمنی ہونے یا نہ ہونے دونوں کو شامل ہوگی۔ اور دشمنی ہونا بلاک ہونا ان کی گواہی کی طرف منسوب ہے۔ پس وجوہ کرنے کے سبب گواہ ضامن ہوں گے۔ اور وجوہ نہ کرنے کی صورت میں بیت المال ضامن ہوگا کیونکہ جل و کاعمل قاضی کی طرف منسوب ہے اور قاضی تمام اہل اسلام کا عمل ہوتا ہے پس مسلمانوں کے مال میں ضامن واجب ہوگا۔ جبکہ حد تکلیف وہ ہے مردود جارح یا ہلک نہیں ہے اور یہ بارنا ظاہر جارح نہیں ہے کیونکہ ضرب میں کسی جہ سے یعنی قلت رہنمائی کے پیش نظر جارح ہونا پانا جائے گا اور یہ دشمنی پر منحصر ہوگا لیکن صحیح قول کے مطابق اس پر ضمان واجب نہ ہوگا تاکہ ضمان کے ذریعے لوگ حد قائم کرنے سے پرہیز کریں۔

شرح

علامہ ابن حزم کے نزدیک تین مرد اور دو عورتوں کی دو مرد اور چھ عورتوں کی، حتیٰ کہ آٹھ عورتوں کی شہادت بھی قبول کی جائے گی۔ اگر چار گواہوں میں سے تین زنا کی باصراحت شہادت دیں اور چوتھ مشتبه بات کہے تو تین گواہوں پر حد قذف لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر تین گواہوں نے زنا کی مشرور شہادت دی لیکن چوتھے نے کہا کہ میں نے صرف اتنا دیکھا کہ مزم اور مدعی ایک بستر پر ایک طرف میں بیٹھے ہوئے تھے تو مزموں پر حد نہیں جاری ہوگی اور تین گواہوں پر حد قذف جاری ہوگی۔ زنا کے گواہوں میں ان تمام خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے جو عام گواہوں میں اذروئے شرع ہونا ضروری ہیں ان کے علاوہ بھی چند شرائط اور خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً گواہوں نے اصلی واقعہ زنا کا اس کی تمام شرعی تفصیلات کے ساتھ مشاہدہ کیا ہو۔

شہادت پر شہادت دینے سے سقوط حد کا بیان

(وَأَنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى شَهِادَةِ أَرْبَعَةٍ عَلَى رَحُلٍ بِالزَّنا لَمْ يُحَدَّ) لَمَّا فِيهَا مِنْ زِيَادَةِ الشُّبْهَةِ وَلَا ضَرُورَةَ إِلَى تَحْلِيلِهَا (فَإِنْ جَاءَ الْأَوَّلُونَ لَشَهَادَتِهِمْ عَلَى الْمُعَانِيَةِ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ لَمْ يُحَدَّ أَيْضًا) مَعْنَاهُ شَهِدُوا عَلَى ذَلِكَ الزَّنا بِغَيْبِهِ لِأَنَّ شَهِادَتَهُمْ قَدْ رَدَّتْ مِنْ وَجْهِ بَرْدِ شَهِادَةِ الْمَشْرُوعِ فِي عَيْنِ هَذِهِ الْحَادِثَةِ إِذْ هُمْ قَائِمُونَ مَقَامَهُمْ بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ، وَلَا يُحَدُّ الشُّهُدُ لِأَنَّ عَدَدَهُمْ مُتَكَامِلٌ وَاتِّسَاعُ الْحَدِّ عَلَى الشُّهُودِ عَلَيْهِ يُلْغِى شُبْهَتَهُ. وَهِيَ كَافِيَةٌ لِدَرْءِ الْحَدِّ لَا لِلِإِيجَابِ

ترجمہ

اور جب گواہوں نے دوسرے چار گواہوں کی شہادت پر کسی شخص کے خلاف زنا کی شہادت دی تو مشہور دہیہ پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ گواہی میں شہادت واقع ہوئے ہیں اور اس کو قبول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر پہلے یعنی پہلی گواہ چار گواہوں کی شہادت دینے کی گواہی دیں تب بھی مشہور علیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ اس مسئلہ کی فرقی شہادت کے رد کرنے کے سبب مسلم شہادت بھی رد ہو جائے گی کیونکہ فروغ اداء میں اصول کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) اور گواہوں پر حد جاری نہ ہو سکے گی کیونکہ ان کی حد اچھوری ہے اور ایک شہد کے سبب مشہور علیہ سے حد ختم ہو جائے گی۔ اور یہ شہد حد کو رد کرنے کیلئے کافی ہے جبکہ حد کو رد کرنے کیلئے اہل تکلیف ہے۔

شرح

فروغ اداء میں اصول کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہادت علی شہادۃ اور سامی شہادت قابل قبول نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ضروری ہے کہ چار گواہ ایک ہی مجلس میں حاکم مجاز کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دیں۔ اسی طرح شہادت میں تمام گواہوں کے بیان یکساں ہونا اور ان کے بیانات میں اختلاف نہ ہو تو قاضی ان کو رد کر سکتا ہے۔ ہر طرح کے مقدمہ میں قاضی کو چاہیے کہ وہ گواہوں کا تزکیہ کرے خاص طور پر حد کے مقدمہ میں جب گواہ شہادت دے تب بھی تب ان کا تزکیہ کر لیا جائے گا۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم جاری کیا کہ جب چار گواہوں کا تزکیہ کر لیا تھا۔ جب چار افراد زنا کی شہادت قاضی کے درمیان میں قاضی کو چاہیے کہ ان سے یہ بات پوچھ کر لے کہ کیا ہے؟ کب کیا گیا اور کہاں کیا گیا؟ ماہیت زنا کا سوال اس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگ برہم کی حرام محبت کو زنا سمجھتے ہیں۔ محبت کرنے کے علاوہ دیگر چیزوں کو بھی شرع میں زنا کہا گیا ہے مثلاً العینان تونیان (آنکھیں زنا کرتی ہیں) والیدان تونیان (اور ہاتھ زنا کرتے ہیں) والرجلان تونیان (اور پیر زنا کرتے ہیں) لیکن اس کے بعد ارشاد ہے

اور شرم گاہ اس کی تقدیر یا تختہ پرتی ہے۔ حد صرف شرم گاہ میں جماع کے سبب واجب ہوتی ہے۔

رجوع کرنے والے پر حد وقف کا بیان

(وَإِذَا هَشِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رُجُلٍ بِالزَّانَا فَرَجِمَ لِكُلِّمَا رَجَعَ وَاحِدًا حُدَّ الرَّاجِعُ وَحُدَّهُ وَعَوِمَ رُجْعُ الدَّيَّةِ) أَمَّا الْقَرَامَةُ فَلِلَّائِةِ بَقِيَ مَن يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةٌ أَرْبَاعَ الْحَقِّ لِيَكُونَ التَّائِلِفُ بِشَهَادَةِ الرَّاجِعِ رُجْعَ الْحَقِّ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ الْقَتْلُ دُونَ الْمَالِ بِنَاءً عَلَى أَصْلِهِ فِي شُهُودِ الْفَضَاءِ، وَسَبِّحُهُ فِي الدِّيَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَأَمَّا الْحُدُّ فَمَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ. وَقَالَ زُفَرٌ لَا يَحُدُّ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ الرَّاجِعُ قَاذِفٌ حَتَّى قَفَّ بِطَلٍّ بِالْمَوْتِ، وَإِنْ كَانَ قَاذِفٌ مَيِّتٌ فَهُوَ مَرْجُومٌ بِحُكْمِ الْقَاضِي قِيُورُ ذَلِكَ شُبْهَةٌ.

وَلَمَّا أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَنْقَلِبُ قَذْفًا بِالرُّجُوعِ؛ لِأَنَّهُ يَهْتَفِ بِشَهَادَتِهِ فَيُجْعَلُ لِلْحَالِ قَذْفًا لِيَلْمَيَّتْ وَقَدْ انْفَسَحَتِ الْحُجَّةُ لِيَنْفَسِحَ مَا يَبْقَى عَلَيْهِ وَهُوَ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِ فَلَا يُوْرُثُ الشُّبْهَةُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَذَفَهُ غَيْرُهُ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُخَصَّنٍ فِي حَقِّ غَيْرِهِ لِيَقَامَ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِ

ترجمہ

اور جب بدلوں نے دُعا کی شہادت دی اور اس شخص کو رم کر دیا گیا تو اس کے بعد ان میں سے کسی ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کر لیا تو ایک گواہ پر حد جاری کی جائے گی۔ اور چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا جبکہ ضمان اس جس سے قائم ہے کہ جتنے گواہ شہادت پر قائم ہیں ان کی شہادت میں سے تین چوتھائی تن باقی ہے پس رجوع کرنے والے سے شہادت کا چوتھائی کا حق ختم ہو جائے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ گواہی سے رجوع کرنے والے کو قتل واجب ہے اور مال واجب نہیں ہے اور ان سے قتل اس کا گواہ پر قصاص واجب ہے یا ان کی دلیل کے مطابق ہے جس قسم ان شراعت کتاب الدیات میں بیان کریں گے۔

ہمارے فقہاء احنافہ کے نزدیک حد واجب ہے جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ گواہی سے رجوع کرنے پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ اگر وہ زندہ ہو چکا ہے تو تہمت لگانے والا ہوتا تو اس کے سامنے قاذف سے حد وقف باطل ہو جاتی اور جب وہ مردہ ہو چکا ہے تو تہمت لگانے والا ہے تو حد وقف کا قاضی کے حکم سے رجوع کیا گیا ہے اس لئے اس میں شہید پیدا ہو چکا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنے کے سبب اس کی شہادت تہمت میں بدل چکی ہے اور رجوع کرنے سے رابع کی شہادت

باطل ہو جائے گی اور یہ حال اس کو سب کے حق میں قاذف مانا جائے گا اور رجوع کے سبب جنت ختم ہو جائے گی لہذا جو اس جنت پر تہمتی دہی ختم ہو جائے گی اور اس کے حق میں قاضی کا فیصلہ ہے پس اس میں شہید پیدا ہوگا یہ عطف اس صورت کے کہ جب مرجوم کسی دوسرے نے تہمت لگائی کیونکہ مرجوم غیر رابع کے حق میں نہیں نہیں ہے۔ کیونکہ رابع کے حق میں قاضی کا فیصلہ موجود ہے۔

اجزاء سے قبل رجوع کرنے کا بیان

(فَإِنْ لَمْ يَحُدَّ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ حَتَّى رَجَعَ وَاحِدًا مِنْهُمْ حُدُّوا جَمِيعًا وَسَقَطَ الْحُدُّ عَنْ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ) وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حُدُّ الرَّاجِعِ خَاصَّةً؛ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ تَأْكُذُّ بِالْقَضَاءِ فَلَا يَنْفَسِحُ إِلَّا فِي حَقِّ الرَّاجِعِ، كَمَا إِذَا رَجَعَ بَعْدَ الْإِمْنَاءِ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْإِمْنَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ قَضَاءٌ كَمَا إِذَا رَجَعَ وَاحِدًا مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلِلْأُخْرَى سَقَطَ الْحُدُّ عَنْ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ. وَلَوْ رَجَعَ وَاحِدًا مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ حُدُّوا جَمِيعًا. وَقَالَ زُفَرٌ: يَحُدُّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً؛ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَسِحُ عَلَى غَيْرِهِ.

وَلَمَّا أَنَّ كَلَامَهُمْ قَذَفَ فِي الْأَصْلِ وَإِنَّمَا يَصِيرُ شَهَادَةً بِالنِّصَالِ الْقَضَاءُ بِهِ، فَإِذَا لَمْ يَبْقَ بِهَ بَقِيَ قَذْفًا فَيَحْدُون (فَإِنْ كَانَ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسَةً فَرَجَعَ أَحَدُهُمْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ)؛ لِأَنَّهُ يَبْقَى مَن يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ كُلِّ الْحَقِّ وَهُوَ شَهَادَةُ الْأَرْبَعَةِ (فَإِنْ رَجَعَ آخَرُ حُدَّ وَغَيْرُ مَا رُجِعَ الدَّيَّةِ) أَمَّا الْحُدُّ فَلِمَّا ذَكَرْنَا وَأَمَّا الْقَرَامَةُ فَلِلَّائِةِ بَقِيَ مَن يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةٌ أَرْبَاعَ الْحَقِّ، وَالْمُعْتَبَرُ بَقَاءُ مَن يَبْقَى لَا رُجُوعُ مَن رَجَعَ عَلَى مَا عُرِفَ

ترجمہ

اور جب مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوئی تھی کہ گواہوں میں سے ایک نے رجوع کر لیا تو ان سب پر حد جاری کی جائے گی۔ اور مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صرف رجوع کرنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ قاضی کے فیصلے سے موکد ہو چکا ہے۔ پس وہ رجوع کرنے والے سن میں ختم ہو جائے گی۔ جس طرح کوئی اجزاء سے حد کے بعد رجوع کرتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ حد جاری کرنا بھی قضاء ہے اور یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح قضاء کے بعد گواہوں میں سے کوئی پھر جائے تو اس سب سے مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اور جب فیصلے سے پہلے ہی کوئی گواہ بدل جائے تو سب کو حد لگائی

جائے گی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صرف بدلے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ دوسروں کی خلاف ورزی کی تھی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بدلے والے گواہ کی بات یقیناً خلاف ہے لیکن اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ ہونے کے ساتھ وہ شہادت بن جائے گی پس جب اس سے قاضی کا فیصلہ ملے گا وہ ہو تو خلاف ہائی رہی لہذا اتمام گواہوں پر حد خلاف لگائی جائے گی۔ اور جب گواہ پانچ تھے اور ان میں سے ایک بدل گیا تو ان پر کچھ نہیں ہے کیونکہ ابھی اتنی تعداد نہیں گواہ ہائی ہیں جن سے صاحب شہادت پر ہوا ہونے والا ہے۔ مگر جب ان میں سے کئی بدل گیا تو ان دونوں پر حد جاری ہوگی اور دونوں چوتھا دیت کے ضمن میں بھی ہوں گے۔ البتہ حد تو اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ ضمان اس وجہ سے ہے وہ ہوتی، نہ شہادت سے تین چوتھی ہے اور گواہی پر ہائی رہنے والوں کی بجائے اعتبار کیا جائے گا۔ اور جوع کرنے والوں کے رجوع کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جس طرح کتاب الشہادہ میں معلوم ہو جائے گا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باعز اہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انہوں نے نہ زنا کا کذاب کیا ہے آپ نے ان سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے اور پھر عرض کیا کہ میں نے نہ زنا کیا ہے آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر دوسری جانب سے آئے اور عرض کیا رسول اللہ میں نے نہ زنا کیا ہے پھر آپ نے چوتھی مرتبہ ان کے رحم کرنے کا حکم دیا پس انہیں پھر تہی زین کی طرف سے جا کر سنا کر دیا کہ جب انہیں پتھروں سے تکلیف پہنچی تو ہم گھر سے ہوئے یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اس کے پاس اوش کا جھڑا تھا اس نے اس سے انگوٹھا اور لوگوں نے بھی رما تھی کہ وہ فوت ہو گئے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا کہ جب انہوں نے پتھروں و درموت کی تکلیف کو محسوس کیا تو ہم گئے آپ نے فرمایا تم نے انہیں پھوڑ کیوں خدایا۔ یہ حدیث حسن ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے کئی سندوں سے منقول ہے ابو یوسف بھی یہ حدیث چار برتن میں اللہ سے عرفو مائل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی جداول: حدیث نمبر 1466، حدیث متواتر)

حد درج کے بعد ایک گواہ کی تجویز ثابت ہونے کا بیان

(وَأِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزَّانَا فَرُجِمَ فَإِذَا الشُّهُودُ مُجْعَسُونَ أَوْ عَقِبَهُ فَالذَّيْفَةُ عَلَى الْمُزْنَجِينَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) مَعْنَاهُ إِذَا رَجَعُوا عَنِ التَّزْكِيَةِ (وَقَالَا هُوَ عَلَى بَيْتِ الْقَمَالِ) وَقِيلَ هَذَا إِذَا قَالُوا تَعَمَّدْنَا التَّزْكِيَةَ مَعَ عِلْمَا بِإِخْلَافِهِمَا، لِهَمَّا أَتَوْا عَلَى

الشُّهُودَ خَيْرًا قَصَارَ كَمَا إِذَا اتُّوا عَلَى الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ خَيْرًا بَأَن شَهِدُوا بِإِخْلَافِهِ. وَلَهُ أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَصِيرُ حُجَّةً عَامِلَةً بِالْتَّزْكِيَةِ، فَكَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي مَعْنَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ قِصَافَاتِ الْحُجْمِ إِلَيْهَا بِإِخْلَافِ شُهُودِ الْإِخْصَانِ، لِأَنَّهُ مَخْصُصُ الشَّرْطِ.

وَلَا قَرْنَ بَيْنَ مَا إِذَا شَهِدُوا بِإِخْلَافِ الشَّهَادَةِ أَوْ اخْتَبَرُوا، وَهَذَا إِذَا اخْتَبَرُوا بِالْمُزْنَةِ وَالْإِسْلَامِ، أَمَّا إِذَا قَالُوا هُمْ عُدُولٌ وَكَلَّهُوا عَيْدًا لَا يَضْمَنُونَ إِلَّا لَآلِ الْعَيْدِ قَدْ يَكُونُ عُدْلًا، وَلَا حَسَنًا عَسَى الشُّهُودُ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ كَلَامُهُمْ شَهَادَةً، وَلَا يَحْدُثُونَ حَدًّا الْقَذْفِ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا عَدْلًا وَقَدْ مَاتَ قَلْبُ يُوْرَثُ عَنْهُ

ترجمہ

اور جب کسی شخص کے خلاف چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی اس کے بعد ان کا تزکیہ بھی کر لیا گیا اور مشہور علیہ کو رہنمائی کیا گیا اور اس کے بعد چار تک چلا چکا کہ ایک گواہ تو بھوکے پیٹ کا نام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک تکیہ کرنے والوں پر دیت واجب ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب انہوں نے تزکیہ سے رجوع کر لیا ہے۔

صاحبن کے نزدیک دیت بیت اعمال پر واجب ہوگی اور ایک قول کے مطابق یہ حکم اس صورت میں ہے جب تزکیہ والوں نے کہا ہم نے ان کو جو سننے کے باوجود بطور ارادہ ان کا تزکیہ کیا ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ کرنے والوں نے جب اس گواہ کی تعریف کی تو یہ اس طرح ہوا جائے گا گویا کہ انہوں نے مشہور علیہ کی اچھی تعریف کی اس طرح کہ اس کے حصن ہونے کی شہادت دی ہے۔

حضرت امام صاحب علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ سے شہادت جہت مہذبہ بن جاتی ہے پس تزکیہ علیہ کی علف کے حکم میں ہوگا اور حکم اسی علیہ کی علف کی طرف مضاف کیا جائے گا۔ یہ علف احسان کی شرط ہے کیونکہ اس میں حصن ہونا شرط ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے جب انہوں نے لفظ شہادت سے گواہی دی ہے انہوں نے "اخبار" کہا ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب تزکیہ والوں نے حریت اور اسلام کی خبر دی ہو مگر انہوں نے کہا کہ وہ سب عدل والے ہیں اور پھر گواہ غلام کے مالے خسان نہ ہوں گے۔ کیونکہ غلام بھی تو عدل ہو سکتا ہے اور گواہوں پر عذر نہ ہوگا کیونکہ ان کا کلام شہادت واقع نہ ہوگا اور ان پر حد خلاف جاری نہ ہوگی کیونکہ انہوں نے زندقہ نہیں کو حد لگائی تھی اور اب وہ فوت ہو گیا ہے لہذا اعدا قذف اس سے میراث کے طور پر نہ ہوگی۔

حد درج کے معنوں کی عقلی و دہم برستی

ہمارے نزدیک قرآن انہی کا اوکھن معیار ایمانی و انی عقل نامہ راہزن میں۔ اسلامی احکامات قرآن سے سمجھے کیلئے یعنی قرآن نبوی اور تفسیر کے لئے ہاتر حبیب معیار رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کامل اگلی سنت، انکے سما پر کامر کامل اور انکے مطابق بحیثیت

مجموعی امت کے سوا اعلیٰ مقام کا حقیق ہو جانا ہے۔ اپنی ذات عقل کے گھوڑے دوڑانے کا عمل سب سے آخر میں آتا ہے۔ جبکہ آپ اس بنیادی اصول سے متفق ہی نہیں۔ ہر معاملے میں اگر ناقص عقل کے گھوڑے جہنم سے ہوئے آئیں اور سنت رسول اور صحابہ کرام کے 1400 سال کے فخرورنگ عہد و فقہ و حکم علی سب حقیقتات کو بیک وقت دوئی رسید کر کے منصب اجتہاد و تفسیر پر براہِ جن ہو جائیں۔ تو پھر دین کا تو بقاعدی حافظہ۔ ہر ایک کی ذرا سیادہایت کی مسجد طبعہ 72 فقرہ کی بجائے کئی مین فرتے ہو جائیں کیونکہ ہر فرد اپنی ذاتی فہم کو ہی حرف آخر سمجھنے لگے گا۔

یہی قرآن ہی اور خصوصی طور پر اس سے اسلامی احکامات و فقہ کا استنباط، آپ ایک دیکھ میں بیٹھ کر نہیں حاصل کر سکتے۔ صحابہ کرام بھی ایسے نہیں کر سکتے تھے جب وہ اپنی ذاتی قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل یا ارشاد سے متصادم دیکھتے تھے تو اس ذاتی فہم کو خیر آباد کر کے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی روشنی میں قرآن کو سمجھتے تھے۔

اب آپ خود ہی بتائیے کہ اگر کسی صحابی بذات خود دیکھ لے کہ رسول کریم نے کچھ مقدمہ میں درج کا فیصلہ دیا تو دیکھ کر پھر اس صحابی کا کیا طرز عمل ہوگا؟۔ وہ اپنی ذاتی فکر قرآن کی آیت کی Jurisdiction میں رسول سے وضاحت کر دے کہ اس آیت کا اطلاق کون سے معاملے میں نہیں ہے، وہ آیت غیر شریعتی شدہ افراد کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ شادی شدہ افراد کے لئے رسول نے درج کا حکم نافذ فرمایا۔ اب یہ ایک صحابی نے نہیں بلکہ کئی اور صحابہ نے رپورٹ کی۔ صحابی فہم قرآن تو رسول کے عمل کے تابع ہے۔ وہ تو آیت کے عموم پر مخصوص کا فیصلہ رسول کی سنت کی روشنی میں ہی کریں گے۔ ہتی روٹی یہ بات کہ یہ سب روایت کتنی مجموعی تھیں، تو اس مسئلے میں یہ عرض کروں گا کہ ہم اہلسنت والجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ "یہ اللہ علی الجملہ" امتی جماعت پرانہ کا ہاتھ ہے۔ اور یہ کہ یہ امت بھی گمراہی پر حقیق نہیں ہوگی۔ اب حاسات یہ ہے کہ اس مسئلے پر 1400 سال سے اگر سب فقہاء و محدثین متفق ہیں تو ضرور یہ بات صحابہ اور رسول سے متعلق ہے کیونکہ عقل اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتی کہ وہ سب جگہ معاذ اللہ اجتماعی طور پر ہی گمراہی کا شکار ہو گئے۔

حد دہانے والوں میں کسی کا گردن اڑا دینے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزُّنَا فَأَمَرَ الْقَاضِي بِرَجْمِهِ فَضَرَبَ رَجُلٌ عُقُقَهُ ثُمَّ وَجَدَ الشُّهُودَ عَيْبًا فَعَلَى الْقَاتِلِ الدِّيَةُ) وَلَوْ أَنَّ الْقَاضِيَ سَجَبَ الْقِصَاصُ، لِأَنَّهُ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُومَةً بِغَيْرِ حَقٍّ.

وَجْهٌ لِإِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْقَضَاءَ صَحِيحٌ ظَاهِرًا، وَقَدْ قُتِلَ الْقَاتِلُ فَأَوْرَثَ شُبُهَةً، وَيَخْلَافُ مَا إِذَا قَسَّاهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ، لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَمْ تَصِرْ حُجَّةً بَعْدُ، وَلَأنَّهُ ظَنَّهُ مُبَاحَ الدَّمِ مَعْتَمِدًا عَلَى دَلِيلٍ مُبِيعٍ قَصَارَ كَمَا إِذَا ظَنَّهُ حَرَبِيًّا وَعَلَيْهِ عِلَامَتُهُمْ، وَتَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ، لِأَنَّهُ

عَمْدًا، وَالْعَوَاقِلُ لَا تَعْقِلُ الْعَمَلُ، وَتَجِبُ ذَلِكَ لِي ثَلَاثَ سَبَبِينَ، لِأَنَّهُ وَتَجِبُ بِنَفْسِ الْقَتْلِ (وَإِنْ رَجِمَ ثُمَّ وَجِدُوا عَيْبًا فَلِلدِّيَةِ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ) لِأَنَّهُ امْتَلَأَ أَمْرَ الْإِيمَانِ فَتَنَقَّلَ لِعَمَلِهِ إِلَيْهِ، وَلَوْ بَاشَرَهُ بِتَفْصِيلِ تَجِبُ الدِّيَةِ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِمَا ذَكَرْنَا كَذَا هَذَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا ضَرَبَ عُقُقَهُ، لِأَنَّهُ لَمْ يَتِمَّزْ أَمْرُهُ وَإِذَا شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِالزُّنَا وَقَالُوا تَعَمَّدْنَا النَّظَرَ فَلَيْتَ شَهَادَتُهُمْ (لَأنَّهُ يَبَاحُ النَّظَرُ لَهُمْ ضَرُورَةً تَحْتَمِلُ الشَّهَادَةَ فَالْأَمْرُ بِالطَّبِيبِ وَالْقَابِلَةِ

ترجمہ

اور جب کسی بندے کے خلاف چار گواہوں نے دنیا کی شہادت دی اور قاضی نے مشہور علیہ کو رجم کرنے کا حکم دیدیا ہے اور ایک بندے نے اس کی گردن اڑا دی ہے پھر ان میں سے ایک تمام نکلا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی جبکہ قیاس کے مطابق اس پر قصاص واجب ہے۔ کیونکہ اس نے غیر حق کے ایک معصوم جان کو قتل کیا ہے۔

اختصاص کی دلیل یہ ہے کہ قتل کرنے کے وقت ظاہری فیصلہ تھا جس اس نے شہید پیدا کر دیا یہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے فیصلے سے پہلے ہی قتل کر دیا ہو۔ کیونکہ ابھی تو شہادت بطور حجت نہیں ہے اور اس دلیل کے سبب سے کہ قاتل نے اس کو ایک مباح دلیل کی وجہ سے مباح الدم سمجھا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح کسی نے اس کو حری سمجھا اور اس پر حریوں کی عداوت بھی ہو۔ اور اس کی یہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی کیونکہ قتل عمد ہے اور عمر کی دیت عاقل نہیں دیتی اور یہ دیت تین سالوں میں واجب ہوگی کیونکہ قتل کے سبب واجب ہوئی ہے۔

اور جب مشہور علیہ کو رجم کرنے کے بعد ایک گواہ کو غلام بنائے تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی کیونکہ قاتل نے نام کے حکم کی اطاعت کی ہے پس اس کا فعل امام کی طرف مضاف ہو جائے گا اگر امام اس کو بذات خود رجم کرنے والا ہوتا تو بیت المال پر دیت واجب ہوتی۔ پس اس صورت میں بھی دیت بیت المال پر واجب ہوگی یہ خلاف اس صورت کے جب اس کی گردن اڑا دی گئی ہو کیونکہ مارنے والے نے نام کے حکم کی اطاعت نہیں کی ہے۔ اور جب لوگوں نے کسی شخص کے خلاف ذرا کی گواہی دی اور اس طرح کہا کہ ہم نے بطور ارادہ مرد و عورت کی شرکاء ہوں تو دیکھا ہے تو ان کی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ جس کی شہادت ان کی ضرورت ان کیلئے دیکھنا مباح ہے پس یہ حکیم اور دائیہ کے مشابہ ہو جائیں گے۔

مشہور علیہ کا جھمنس ہونے سے انکار کرنے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزُّنَا فَانْكَرَ الْإِحْصَانَ وَلَهُ امْرَأَةٌ قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَإِنَّهُ يُرْجِمُ

(مَعْنَاهُ أَنَّ يُنْكِرَ الدُّخُولَ بَعْدَ وَجُودِ سَائِرِ الشَّرَاطِطِ ، لِأَنَّ الْحُكْمَ بِبَيِّنَاتِ النَّسَبِ مِنْهُ حُكْمٌ بِالْدُّخُولِ عَلَيْهِ ، وَلِهَذَا لَوْ طَلَقَهَا مُقِيبَ الرَّجْعَةِ وَالْإِخْصَانِ يَبْطُلُ (قَوْلَانِ لَمْ تَكُنْ وَلَكَتَ مِنْهُ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِالْإِخْصَانِ زَجَلٌ وَأَمْرَانِ رَجِمَ) عِلَالًا لِزُكْرِ وَالْمُسْلِمِ ، فَالْمُسْلِمُ مَرَّ عَلَى أَصْلِهِ أَنْ شَهِدَتْهُ عَيْنٌ مُقْبُولَةٌ فِي غَيْرِ الْأَمْوَالِ ، وَزُكْرٌ يَقُولُ إِنَّهُ شَرَطٌ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ ، لِأَنَّ الْعِلَّةَ تَغْلُظُ عِنْدَهُ قِيَصَاتُ الْحُكْمِ إِلَيْهِ فَاشْبَهَ حَقِيقَةَ الْعِلَّةِ فَلَا تُفْسَلُ شَهَادَةُ النَّسَاءِ فِيهِ أَحْيَا لِلذَّكْرِ ، فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدَ ذِمَّتَانِ عَلَى ذِمِّي زَنَى عِنْدَهُ الْمُسْلِمُ أَنَّهُ اغْتَفَهُ قَبْلَ الزَّوْنِ لَا تُقْبَلُ لِمَا ذَكَرْنَا .

وَلَنَا أَنَّ الْإِخْصَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْغِيصَالِ الْخَمِيصَةِ ، وَأَنَّهَا مَبْنِيَّةٌ مِنَ الزَّوْنِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَلَا يَكُونُ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ وَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوا بِذِي غَيْرِ هَذِهِ الْحَالَةِ ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرَ ، لِأَنَّ الْعَقْلَ يَنْبُتُ بِشَهَادَتِهِمَا ، وَإِنَّمَا لَا يَبْطُلُ سَبْقُ النَّارِيخِ ، لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الْمُسْلِمُ أَوْ يَنْتَضِرُ بِهِ الْمُسْلِمُ (قَوْلَانِ رَجَعَ شُهُودُ الْإِخْصَانِ لَا يَضْمَنُونَ) عِنْدَنَا عِلَالًا لِزُكْرِ وَهُوَ قَوْلُهُ مَا تَقَدَّمَ .

ترجمہ

اور جب چار مردوں نے کسی شخص سے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن مشہود علیہ نے اپنے جھمن کو ہٹے کا انکار کر دیا ہے حالانکہ اس شخص کی بیوی بھی ہے اور اس سے ایک بچی بھی ہے تو اس کو رجیم یا بچے کا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں احصان کی تمام شرائط پائی جانے کے بعد اس نے دخول کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور شہوت نسب کا حکم بھی اس کے دخول کے حکم کو ثابت کرے والا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو اس کے رجوع کا حق رکھتا ہے اور اسی طرح کی دلیل سے احصان ثابت ہو جائے گا مگر جب اس کا بچہ نہ ہو اور ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے خلاف احصان کی شہادت دی تو اس کو رجیم کہہ جائے گا۔ اس میں امام زفر اور امام شافعی علیہما رحمہما نے اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل تو یہ ہے کہ اس سوال کے علاوہ کسی معاملہ میں بھی عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ احصان شرط ہے اور عدت کے حکم میں ہے کیونکہ احصان کی صورت میں جانیعت سخت ہو جاتی ہے اور حکم احصان کی طرف منصف ہوتا ہے تو احصان جتنی علت کے مثلاً ہو جائے گا جس میں اس میں عورتوں کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح دو عورتوں نے کسی ایسے ذمی کے خلاف یہ گواہی دی۔ یعنی جس کے مسلم لہام نے زنا کیا ہو، اس

نے زنا سے پیسے اس عدم کو رد کر دیا تھا۔ تو اس کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ احصان ایک اچھی عادت کا نام ہے اور یہ زنا سے روکنے والا ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں پس احصان عدت کے حکم میں نہ ہوگا اور یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جب گواہوں نے اس حالت کے سوا میں احصان کی گواہی دی۔ یہ خلاف امام زفر کی بیان کردہ مثال کے کیونکہ انہی دونوں کے حق میں آزادی ثابت ہو جائے گی۔ جبکہ زنا سے قبل اس کیلئے آزادی ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر مسلمان اس سے انکار کرے تو مسلمین کو نقصان لاحق ہونے والا ہے اس کے بعد اگر احصان کا گواہ اپنی عادت سے بدل جائے تو ہمارے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ان یہ اختلاف گزشتہ اختلاف کی طرح ہے۔

جب کسی کا کذب یقین کے ساتھ ظاہر ہو جائے، قاعدہ فقہیہ

اذا ظهر كذبه يهين بطل الاقرار (ماخوذ من الہدایہ ج ۲ ص ۳۱)

جب کسی کا کذب یقین کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا۔ بہت سے احکام ہیں جہاں اقرار کو شرط قرار کیا جاتا ہے لیکن جب کسی اقرار کا جھوٹا ہونا یقین کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس وقت وہ سابقہ اقرار باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ظاہر ہونے والا یقینی جھوٹ اقرار سے نفی ہوتا ہے۔

اس کا ثبوت اس حکم سے مستحب ہے۔ ترجمہ جمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تین ماہ ہے۔ (الاحقاف ۱۵) اس آیت مبارکہ میں صل اور دودھ چھڑانے کی مدت کو بیان کیا گیا ہے جواز عہد کی سب سے جبکہ دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت "تین ماہ" کا ملین "یعنی دو سال" بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: اور تاہم اپنے بچوں کو پارسے دو سال دودھ پلائیں۔ (البقرہ ۲۳۳) اس سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے۔

اگر کسی عدت والی عورت نے یہ اقرار کیا کہ اس کی عدت ختم ہو چکی ہے پھر چھ ماہ سے پہلے ہی اس نے بچے کو جنم دیا تو نسب ثابت ہوگا (ج ۲ ص ۳۱) اس مسئلہ کی دلیل یہی قاعدہ ہے کہ جب اس کا اقرار ظاہری یقین و دلیل کی وجہ سے باطل ہوا تو اثبات نسب کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔

اس طرح ولادت بچہ کی وجہ سے عورت پر حد بھی ثابت ہو جائے گی کیونکہ یہ اس قدر قوی قرینہ ہے کہ دلیل نقلی سے بھی ہے نیاز کر دیتا ہے۔

بَابُ حَدِّ الشَّرَابِ

﴿یہ باب شراب کی حد کے بیان میں ہے﴾

باب حد شراب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معنف علیہ الرحمہ نے حد شراب کو حد زنا کے سے مؤخر ذکر کیا ہے کیونکہ زنا شراب کی بیماری سے بڑھ باری و محبت ہے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جان کے قتل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے گویا زنا کا قتل نفس کی طرح ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ (

اور یہ زنا ایسا جرم ہے جو کسی دین میں بھی حلال نہیں ہے۔ یعنی اس کی حرمت اقی عام ہے جس طرح فطرت بن گئی ہے۔ یونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ لہذا اسی سبب کے پیش نظر حد زنا کو مقدم اور حد شراب کو اس پر مؤخر ذکر کیا ہے۔

(حنانیہ شرح الہدایہ، مترف، ج ۱، ص ۲۵۲، بیروت)

شر (شراب) کا فقہی مفہوم

قاسوس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال (یعنی جس کو پینے) سے نشو و مستی پیدا ہو جائے۔ اور وہ انور نے شیرے کی صورت میں ہوا کہ وہ انور کا شیرہ ہو یا کسی چیز کا عرق و کاڑھا وغیرہ ہو، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا عام مفہوم مراد پا جائے) یعنی شربانی والی چیز خواہ وہ انور کا شیرہ ہو یا کسی دوسری چیز کا شیرہ وغیرہ کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے اور اس زمانہ میں انور کی شراب کو کوئی وجود نہیں تھا بلکہ وہ مجبور سے بنائی جاتی تھی خمر کیجہ تیسرے ہے کہ کثت میں خمر کے ہیں قس و حمانہ چمانہ، خلط کرنا اور چونکہ شراب انسان کی عقل کو مہلک و مہلک دیتی ہے اور اس کے فہم و شعور کو تو توں کو غلط و غلط کر دیتی ہے اس لئے اس کو خمر کہا گیا۔

قرآن کے مطابق حرمت شراب کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَطَا حَيْثُوهُ لَعَنَهُمُ تَعْبَهُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (سورۃ بقرہ: ۹۱)

”اے ایمان والو! یہ شراب اور جو کادورت اور جوئے کے ترسب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیوں ہیں سو بچنا سے بہتر تم ظاہر ہو چکی ہو چاہتا ہے شیطان کے ذوال تمہارے درمیان عداوت اور بغض اور شراب اور جوئے کے زریعے اور روک دے تم کو یا دالائی سے اور تمہارے تو کیا تمہارا لئے والے ہو؟“

شراب اور جو بعض طور پر حرام کام ہیں۔ چونکہ یہ شیطان عمل میں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ بندے کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ناپاک کے راستوں پر ڈال دے اسی شراب کی وجہ سے عزت، غرر، تکرار، اول و اول و بیسہ کا رویہ وغیرہ سب برباد ہو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر نقصان اس کے ایمان کا ہوتا ہے کیونکہ شراب اور ایمان کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ایمان اور دینی شراب نوشی کبھی جمع نہیں ہو سکتے لیکن ہے کہ ان دونوں میں سے یک دوسرے کو کھل دے۔“ (سنن نسائی)

یہ بات تو چند روزہ ہے اور اس کے متعلق میں آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے چند لمحوں کے مقابلے میں اور چند لمحوں کی لذت کے لئے ہمیشہ کی زندگی بہرہ و کرم نہایت ہی گھٹا ہے اور خسارے کا سودہ ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنی اول کو شراب پینے کی اعتد سے بچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں بھی حرام کیں ہیں تو ان کے عوض اس سے بہتر عطا بھی کیں ہیں شراب حرام کی تولد پر مشروبات اور روح اور جسم کو فائدہ دینے والی چیزیں حلال ہیں۔ کھانے کی گندی چیزیں حرام کیں تو پاکیزہ کھانے حلال کیے۔

شراب سے متعلق حکم نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ”جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں واضح اور دین (روشن) حکم نازل فرمایا تو اس وقت سورۃ بقرہ کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ”وَأَسْرِمْ لَكُمْ شَرَابَ الرَّجْمِ“ تو آپ نے شراب اور جوئے کے بارے میں پچھتے ہوئے تو آپ نے فرمایا ”ان دونوں میں بڑا گمناہ ہے“ اس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا گیا اور ان پر یہ آیت مبارکہ پڑھی گئی تو انہوں نے پھر یہی کہا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لئے واضح حکم نازل فرمایا سورۃ نساء کی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ”اے ایمان والو! تم نازکے قریب نہ جاؤ جب تم نے تم ہو“ جب نماز کھڑی ہوئی تو آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کا سادی اعلان کرنا تھا شراب کو کھانے والوں کے قریب نہ جانے“

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا گیا اور ان پر یہ آیت مبارکہ سنائی گئی انہوں نے پھر یہی کہا ”اے اللہ تعالیٰ نے شراب کا واضح اور دین حکم نازل فرمایا سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ”کیا تم باز آؤ گے یا نہیں؟“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم باز آئے۔ (سنن نسائی جلد سوم ص ۵۷۳ حدیث نمبر ۵۳۳۳) (سنن ابی داؤد جلد سوم ص ۵۳ حدیث نمبر ۳۱۸۵) (مسلم غریب)

اگر کسی نے شراب پیئے پر مجبور کیا یعنی اگر اسے شراب پینا تو حد میں اس کی دوسو میں ہیں ایک پیہ کو دواغ میں اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دارالاسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ چاہتا ہو حکم میں دیا جائیگا کہ اسے معلوم ہے کہ دارالاسلام میں چل کر حد میں ہے لہذا اگر کوئی حربی دارالحرب سے آ کر شرف یا سلام ہوا ہے۔ اور شراب پی اور کہتا ہے مجھے معلوم تھا کہ یہ حرام ہے تو حد میں ہے۔ (رد المحتار کتاب الخمر و)

شراب کی حد کا بیان

(وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأَحْدَ وَرِيعَهَا مَوْجُودَةٌ أَوْ جَاءَ بِهِ سَكْرَانٌ فَشَدَّ الشُّهُودَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَعَلَيْهِ الْحُدُّ ، وَكَذَلِكَ إِذَا أَقْرَ وَرِيعَهَا مَوْجُودَةٌ) لِأَنَّ جَنَائَةَ الشُّرْبِ قَدْ طَهَّرَتْ وَلَمْ يَتَقَادَمِ الْعَهْدُ ، وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ) . (وَإِنْ أَقْرَ بَعْدَ ذَهَابِ رِيعِهَا لَمْ يُحَدِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ . وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يُحَدِّ) وَكَذَلِكَ إِذَا شَرِبُوا عَلَيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رِيعُهَا وَالشُّكْرُ لَمْ يُحَدِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ : يُحَدِّ ، لِقَوْلِهِمْ يَمْنَعُ قَوْلُ الشَّهَادَةِ بِالْإِتِّفَاقِ ، غَيْرَ أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالزَّمَانِ عِنْدَهُ اغْتِبَارًا بِحَدِّ الزَّمَانِ ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّائِيحَ يَتَحَقَّقُ بِمَضِيِّ الزَّمَانِ وَالرَّائِحَةِ قَدْ تَكُونُ مِنْ غَيْرِهِ ، كَمَا قِيلَ : يَقُولُونَ لِي أَنْكَ خَرَسْتَ مُدَامَةً فَقُلْتَ لَهُمْ لَا بَلْ أَكَلْتُ السَّفَرُ جَلًا وَعِنْدَهُمَا يَقْدَرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ : فَيَوْمَ وَجَدْتُمُ الرَّيْحَةَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ .

وَلَا يَرَى الْقَائِمُ مِنَ الْأَثَرِ مِنْ أَقْوَى دَلَالَةٍ عَلَى الْقُرْبِ ، وَإِنَّمَا يُضَارُّ إِلَى التَّقْدِيرِ بِالزَّمَانِ عِنْدَ تَعَدُّلِ اغْتِبَارِهِ ، وَالتَّحْمِيزُ بَيْنَ الرَّائِحِ مُمَكِّنٌ لِلْمُسْتَدِلِّ ، وَإِنَّمَا تَشْبِيهُ عَلَى الْجُحَالِ . وَأَمَّا الْبَاسِرُ لِقَوْلِهِمْ لَا يُطِيلُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ كَمَا فِي حَدِّ الزَّمَانِ عَلَى مَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ وَعِنْدَهُمَا لَا يَقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ ، لِأَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ بَثَّ يَجْمَعُ الصَّحَابَةَ ، وَلَا إِجْمَاعَ إِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلَى مَا رَوَيْنَا .

آئے اور گواہوں نے اس کے شراب پیئے کو گواہی دی تو اس پر حد لازم ہے۔ اور اس طرح جب اس نے شراب پیئے کا اقرار کیا اور اس کی موجود ہے کیونکہ شراب کی پیئے کی جنابت واضح ہو چکی ہے اور مدت کچھ گزری نہیں ہے اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک اصل ہے جس نے شراب اس کو کھڑے بارود گروہ دیا روہ پی لے تو پھر کھڑے مارو۔

شیشین کے نزدیک اگر اس نے شراب کی بوتلم جو جانے کے بعد اقرار کیا ہے تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس پر حد جاری کی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے قدام یہ بالانطق قبول شہادت کو روکنے والا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس قسم کو حد جاری نہیں کیا جائے گا اور یہ زمانے کے ساتھ مقدر ہوگا کیونکہ زمانے کے گزرنے سے تاخیر ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ ابھی شراب کے سوا کسی اور چیز کی بھی اس قسم سے جس طرح اس شعر میں ہے وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اپنا منہ منگھ لے تو نے شراب پی ہے جبکہ میں ان سے کہتا ہوں کہ میں نے سفر میں شہادت سب کھایا ہوا ہے۔ اور شیشین کے نزدیک قدام ہو کے قسم جو جانے سے مقدر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: جب تم شرابی میں شراب کی بو پاؤ تو اس کو کھڑے مارو۔ کیونکہ شراب کی بو پانا یا شراب پیئے کی معیوبہ دلیل ہے اور بو کا اعتبار ناممکن ہونے کی صورت میں زبان کے مقدر ہونے کا سہارا لیا جاتا ہے اور پانچا کے کیلئے بو کے درمیان فرق کیا بھی ممکن ہے جبکہ اشتہاد ناواقف ہوا تو کوں کوہوتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقرار قدام کو باطل کرنے والا نہیں ہے جس طرح حد زمانے سے اور اس کی دلیل وہاں بیان کی جا چکی ہے جبکہ شیشین کے نزدیک بو پانے جانے کی صورت میں حد قائم کی جائے گی کیونکہ شراب کی حد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قس کے بغیر انعقاد اجماع ممکن نہیں۔ اور انہوں نے بو کے پانے جانے کو شرط قرار دیا ہے۔ جس طرح ہم روایت بیان کر چکے ہیں۔

شراب نوشی کی سزا

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن و سنت کے حکم اور اجماع امت کے مطابق شراب حرام ہے اور جو شخص شراب پیئے وہ "حد" (شرعی سزا) کا مستوجب ہے جو مجبور علماء کے قول کے مطابق "۸۰ کوڑے مارا" ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت امام شافعی اور کچھ دوسرے علماء کے قول کے مطابق "چالیس کوڑے مارا" ہے۔

شراب کی سزا کے نفاذ کا بیان

اگر کوئی شخص شراب پیئے اگرچہ اس نے ایک ہی قطرہ پی ہو اور پھر اس کو حکام وقاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور اس وقت شراب کی موجود ہو یا اس کو نشے کی حالت میں پیش کیا گیا ہو اگرچہ وہ شیشین پیئے کی وجہ سے ہو اور وہ شخص اس کی شراب نوشی کی گواہی دیں یا وہ خود اپنے شراب نوشی کی گواہی دیں یا وہ خود اپنے شراب کا ایک مرتبہ اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق دوسرے مرتبہ

کرے نیز یہ معصوم ہو جسے کہ اس نے اپنی خوشی سے شراب پی ہے کسی کی زبردستی سے نہیں پی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے یعنی اگر وہ شخص آزاد ہو تو اس کو ۸۰ کوڑے مارے چہ نہیں اور اگر غلام ہو تو چالیس کوڑے مارے چہ نہیں اور یہ کوڑے اس وقت مارے جائیں جب کہ اس کا خشم ہو جو جسے نیز زنا کی حد اور اس حد میں بھی اس طرح کوڑے مارے چہ نہیں کہ بدن کے مختلف حصوں پر چوت آئے یعنی پر سے کوڑے بدن کے کسی ایک ہی حصہ پر نہ مارے چہ نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی شراب نوشی کا اقرار اس وقت کیا جب کہ شراب کی بو ختم ہو گئی ہو یا دودھ دیوں نے کسی کی شراب نوشی کی گواہی اس وقت دی جب کہ بو ختم ہو گئی تو اس پر حد جاری نہ کی جائے اس طرح اگر کسی شخص صرف شراب کی بو چکی ہو یا کسی نے صرف شراب کی قے کی ہو اس سے پہلے تو اپنی شراب نوشی کا اقرار کیا مگر بعد میں مکر گیا۔ اور یا اس نے ختم کی حالت میں قرا کر کیا تو اس صورتوں میں بھی اس پر حد جاری نہ کی جائے۔

و مثلاً۔ بے کھ جو شہرہ کو ادب کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص مرد و عورت اور زمین و آسمان کے درمیان امتیاز نہ کر سکے۔ لیکن صاحبین جنی حضرت امایہ یوسف اور حضرت امیہ کا ہم کر قول یہ ہے کہ "انشہ" سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص بزرگ اور ادنیٰ کی ہمتیں بیکے بیکے منکلی مسلک میں فتویٰ اس پر ہے۔

مسافت میں حد شراب کو حد زمانہ پر قیاس کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَحَدَهُ الشُّهُودُ وَرَبِيعُهَا تَوَجَّدَ مِنْهُ أَوْ سَكَّرَ أَوْ قَدَّحُوا بِهِ مِنْ مَضْرُوبٍ إِلَى مَضْرُوبٍ
الْبِاسَامُ فَانْقَطَعَ ذَلِكَ قَتْلًا أَوْ تَتَبَّهُوا بِهِ حَتَّى يَفْقَهُ قَوْلُهُمْ جِيئُوا) لِأَنَّ هَذَا عَذْرٌ كَعَذْرَةِ
الْمُسَافِقِ فِي حَذِّ الزَّنا وَالشَّاهِدَ لَا يَنْتَهَمُ فِيهِ وَنِيلَهُ.

ترجمہ

اور جب کہ ہوں نے اس کو کھڑا اور اس میں شراب کی بو پائی جاتی ہے یا اس پر شہرہ دہی ہے پس وہ اس کو ایک شہرہ دوسرے اس شہرہ کی جانب سے گئے جس میں ام ہے اور ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے بو یا خشم ہو گیا تو ان سب کے قول کے مطابق اس کو حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ عذر ہے جس طرح حد زمانہ مسافت کا حکم ہے اور اس صورت میں گواہ کو ختم نہ کیا جائے گا۔

شرح

حضرت ہاشمہ رحمانہ کہتے ہیں کہ ہم محض میں کہ (جو ایک شہر کا نام ہے) مقیم تھے وہیں ایک مرتبہ ابن مسعود نے سورت یوسف کی قرات کی تو ایک شخص نے ان کی قرات سن کر کہا کہ یہ سورت اس طرح نازل نہیں کی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں یہ سورت اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پڑھی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سن کر فرمایا کہ تم نے خوب پڑھا۔ وہ شخص جب حضرت ابن مسعود سے گفتگو کر رہا تھا تو اچانک حضرت ابن مسعود نے اس کے منہ

آئی ہوئی شراب کی بو محسوس کی حضرت ابن مسعود نے اس سے فرمایا تم شراب پیتے ہو؟ جنی قرآن کے خلاف عمل کرتے ہو اور اس پر عہدہ کہ قرآن کریم کو کچن اس کی قرات کو یا قرات کے بعد و طرز ادا چکی کو چھٹلا تے بھی ہو۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس پر حد جاری کی جنی شراب پینے کی سزا کے طور پر اسے کوڑے مارے۔ (بخاری و مسلم)

اگر حضرت ابن مسعود کی قرات بوقت مشہورہ (یعنی حواضرہ) تھی تو اس شخص نے اس قرات کی تکذیب کر کے کتاب اللہ کی تکذیب کی ہذا۔ اس کے اس انکار اور تکذیب نے یقیناً اسے کفر کی حد میں داخل کر دیا تھا اور اگر ابن مسعود کی قرات شراب نوشی تو نہ کی اس قرات کی تکذیب کتاب اللہ کی تکذیب کو مستلزم نہیں تھی اس لئے کہا جائے گا کہ اس صورت میں ابن مسعود کا اس شخص سے یہ کہا کہ تم شراب اللہ کی تکذیب کرتے ہو۔ تعظیلاً اور تہدیداً اور بظاہر یہی بات راجحہ معلوم ہوتی ہے کہ اس موقع پر حضرت ابن مسعود کی قرات شراب کے مدح پر صورت یوسف پڑھ رہے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس شخص سے مراد ہو جانے کا حکم نہیں لگایا تھا بلکہ صرف شراب کی حد جاری کر دینے ہی پر اکتفا کیا۔

حد میں چھ فرما تھے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے اس شخص سے یہ بات تعظیماً ہی کہی کیونکہ قرات قرآن کے اصل کلمہ کا انکار اور جملہ کلمہ کفر ہے نہ کہ بجز اور ادا چکی کلمات کا انکار کفر کو مستلزم ہے۔ حاصل یہ کہ اس شخص نے بجز اور ادا چکی کلمات کا انکار کیا تھا اصل قرآن یہ اصل قرات کا انکار نہیں کیا تھا یہی لئے حضرت ابن مسعود نے اس پر صرف شراب کی حد جاری کی مراد ہونے کی حد جاری نہیں کی۔ حدیث سے کھ ہری مفہوم ہے اک اور مسئلہ پر روشنی پڑی رہی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اس شخص کو شراب پینے کی سزا دی تھی اس پر حد جاری کر دی کیونکہ شراب نوشی کا بظاہر واحد ثبوت اس کے منہ سے آنے والی ہوئی چنانچہ چنانچہ علماء کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے جنی ان کے نزدیک شراب نوشی کا جرم منہ سے شراب کی بو آنے سے بھی ثابت ہو سکتا ہے تاہم لیکن خلیفہ اور شافعی دونوں کا مسلک یہ ہے کہ شراب نوشی کا جرم محض منہ سے شراب کی بو آنے سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی ان شخص شراب کی حد جاری کی جا سکتی ہے جس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو اور اس کے علاوہ اس کی شراب نوشی کا اور کوئی ثبوت نہ ہو کیونکہ ہر وقت ترش سبب اور مراد ہو کی بعض شراب کی بو کے مشابہ ہوتی ہے۔ جہاں تک حضرت ابن مسعود کے اس واقعہ کا تعلق ہے اس کے بارہ میں اس حضرت کی طرف سے یہ کہا ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے شراب نوشی کا اقرار کیا ہو گا یا اس کی شراب نوشی پڑا وہ قائم ہو گئے ہوں گے اس وجہ سے انہوں نے حد جاری نہ کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نشہ آور اشیا، حبشیہ، دھوئیں، مورقین وغیرہ کا استعمال کئی وجوہات کی بنا پر حرام ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

1۔ اشیاہ عقل میں فساد پیدا کرتی ہیں، اور جو چیز عقل میں فساد پیدا کرے وہ حرام ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان ہے: "بشرنا ذرا و چیز خرابہ، اور بشرنا ذرا و چیز حرام ہے، اور جس کسی نے بھی دنیا میں شراب نوشی کی اور وہ شراب نوشی کرتے ہوئے تو بے اختیار ہی مر گیا تو وہ آخرت میں شراب نہیں پئے گا۔" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۰۰۳)

یزید بن علی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بیان فرمایا کہ ما اسکر کثیرہ فقلیدہ حرام۔ جس چیز کی کثیر مقدار شراب پیدا کرے اس کی تجویز مقدار بھی حرام ہے۔ اور ما اسکر الفرقہ منہ معل الکف منہ حرام۔ جس چیز کا ایک ہوا یا مقدار شراب پیدا کرے اس کا ایک چلو چا بھی حرام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے کے لیے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی۔ جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آج تو اُسے ہوتے، دات، ٹپکے، بل دی ہوئی چوروں کے سونے اور کھجور کے سننے مارے جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ عمر میں آپ ﷺ کے زمانہ میں اس جرم پر گناہی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کوڑے مارے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اہل اہل کھڑوں ہی کی سزائیں تھیں۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اس جرم سے باز نہیں آتے تو انہوں نے صحیحہ پر کرام کے مشورے سے ۸۰ کوڑے سزا مقرر کی۔ اسی سزا کو امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور ایک روایت کے بموجب امام شافعی بھی شراب کی حد قرار دیتے ہیں۔ مگر امام احمد ابن حنبل اور ایک دوسری روایت کے مطابق امام شافعی ۴۰ کوڑوں کو قائل ہیں، اور حضرت علیؓ نے بھی اس کو پسند فرمایا ہے۔

شریعت کی رو سے یہ بات حکومت اسلامی کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو ضرور وقت نافذ کرے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بنی ثقیف کے ایک شخص زرقیدہ نامی کی دوکان اس بنا پر عداوی گئی کہ وہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک ہوا راگاہوں حضرت عمرؓ کے حکم سے اس قصور پر جلا ڈال گیا کہ وہ اپنے خفیہ طریق سے شراب کی کثیف اور فروخت کا کاروبار رہا تھا۔

شرابی کی سزائی کوڑوں پر اجماع کا بیان

(وَحَدَّ الْخَمْرُ وَالسَّكْرِ فِي الْحَرْقِ تَمْلُونُ سَوْطًا) لِأَجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
يُفْرَقُ عَلَى بَلَدَيْنِهِ كَمَا فِي حَدِّ الزَّانِ عَلَى مَا مَرَّ) ثُمَّ يُجْرَدُ فِي الْمَشْهُودِ مِنَ الرَّوَايَةِ.
وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يُجْرَدُ إِظْهَارًا لِلتَّخْفِيفِ لِأَنَّهُ لَمْ يَزِدْ بِهِ نَصٌّ.
وَوَجَّهَ الْمَشْهُورُ أَنَّا أَظْهَرْنَا التَّخْفِيفَ مَرَّةً فَلَا يُعْتَبَرُ كَاتِبًا) وَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَحَدَّهُ أَزْوَاجُ
سَوْطًا) لِأَنَّ الرُّقَّ مُتَصِفٌ عَلَى مَا عُرِفَ). (وَمَنْ أَقْرَبُ شَرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّكْرِ ثُمَّ جَمَعَ
لَمْ يَحْدَّ) لِأَنَّهُ خَالِصٌ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى.

ترجمہ

اور آزاد شخص کیسے شراب اور اس کی حد اس (۸۰) کوڑے ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔ اور حد مذکور طرح کی کوڑے بھی اس کے جسم کے مختلف حصوں پر لگائے جائیں گے۔ اور مشہور روایت کے مطابق اس کے بدن سے کچھ سے انار

دینے جائیں گے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک آسانی کے اعتبار سے پیش نظر اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں کیونکہ اس میں کوئی نقص بیان نہیں ہوئی اور روایت مشہورہ کی دلیل یہ ہے کہ کم سے کم ایک مرتبہ تخفیف کر دی ہے پس دوم یہ تخفیف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اور اگر شراب پینے والا عدم ہے تو اس کی حد چالیس (۴۰) کوڑے ہے۔ کیونکہ غلامی سزا کو نصف کرنے والی ہے۔ جس طرح پہلے بتا دیا گیا ہے اور جس نے شراب پینے یا نشہ کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد حد قائم ہونے سے پہلے ہی اس سے رجوع کر لیا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

شرابی کی سزائے اجماع پر اولیٰ کا بیان

(۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو دیا گیا اس نے شراب پی لی تھی آپ نے اسے بھجوری دو چھریاں چالیس کے قریب ماریں ابوبکرؓ نے بھی اسی پھل کی پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو عبد الرحمن بن عوفؓ نے فرمایا سب سے ملکی حد اسی کوڑے ہیں۔ پس حضرت عمرؓ نے اسی کا حکم دیا یہ حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام روایت معین اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول، حدیث نمبر 1484)

(۲) حضرت تہران بن زید دمشقی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مروی روایت سے شراب کی حد سزائے تین کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ شرابی کو اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیتا ہے تو بدست بہ چا ہے اور نہ بیان بکنا ہے اور جب نہ بیان بکنا ہے تو بہتان کا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم چم کر دیا کہ شراب پینے والے کو اسی کوڑے مارے جائیں۔ (موطا امام مالک، مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث نمبر 770)

(۳) حضرت علیؓ نے اپنی رائے کی دلیل میں بڑی جا انداز بات فرمائی کہ شراب پینے والے کو عقل، وف ہو جاتی ہے اور وہ نیک کی حالت میں اول قول بکنا ہے اور خواہ وہ کسی پر الزام لگاتا پھرتا ہے یہاں تک کہ نیک پارسا اور چمکلاں عورتوں پر زنا کا بہتان لگائے سے بھی باز نہیں رہتا، اس اعتبار سے اس کا نشہ گویا نصف پر قیاس کرتے ہوئے شرابی کی سزا بھی زیادہ سبب ہو سکتی ہے گویا حضرت علیؓ نے یہ بات اغلب کا اعتبار کرتے ہوئے فرمائی کہ زیادہ تر شرابی اپنے نشے کی حالت میں اول قول بکنا جیتے ہیں اور دوسروں پر الزام لگاتے ہیں اور چونکہ حکم کا انحصار اغلب پر ہوتا ہے اس لیے ہر شرابی کے لئے یہ ایک ہی سزا مقرر ہو گئی خواہ وہ نیک کی حالت میں اول قول بکنا ہے یا نہ بکے اور کسی پر الزام لگائے یا نہ لگائے بہر حال حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس رائے کو تسلیم کیا اور شراب پینے کی سزائی کوڑے متعین فرمائی جس پر تمام صحابہ نے اجماع و اتفاق کیا۔

(۴) سابع بن یزید سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی خلافت کے زمانہ میں ہم لوگ شراب پینے والوں کو لاتے تو ہم لوگ باتوں، جو تھیں، اور چاروںوں سے اسے مارتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آخری زمانہ آیا تو انہوں نے چالیس کوڑے مارے

اور جب ان شرابیوں نے نوپا دھڑکی کی اور لٹک کرنا شروع کیا تو انہوں نے اسی کوڑے لگوائے۔

(مجمع البحار: جلد سوم: حدیث نمبر 1897)

(۵) حضرت عبداللہ بن فیروز دانا، حضرت حسنین بن منذر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب ولید بن عقبہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے اس پر گواہی دی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کھینچو لو پکڑو اور اس پر حد جاری کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کر دی اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ۴۰ کوڑے مارے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۴۰ کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے یہ سب مدت

ہیں۔ (ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۵۳ حدیث نمبر ۲۵۹)

شرابی کی حد میں اسی کوڑوں پر اجماع صحیح ہے کہ امام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں نشے کی حالت میں پائے جانے والے شخص کو جسے کسی بھی چیز سے نشہ ہوا ہو اسے پچیس کوڑے مارتے تھے لیکن اپنی خلافت کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاص واقعہ کے بعد سزا پر کراہی رضی اللہ عنہم کے مشورے سے اس جرم کی سزا اسی کوڑے جاری کر دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے ابوہریرہؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اور ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ابوہریرہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ کثرت سے نوشی اختیار کرتے جا رہے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب بیٹھے ہیں ان سے دریافت کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ شراب نوشی کی سزا ۱۱۵ (80) کوڑے مقرر کر دیں کیونکہ جب کوئی آدمی شراب پیتا ہے تو اسے نشہ ہوتا ہے اور نشہ میں ہڈیاں ہلکتی ہیں اور لوگوں پر ہمت لگاتا ہے اسی لیے تہمت کی سزا شراب نوشی کی سزا مقرر کر دیں جو کہ 80 کوڑے ہے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا 80 کوڑے مقرر کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے بھی 80 کوڑے مقرر کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب نوشی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جویتوں کے پچیس جوتے عروائے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر جوتی کی جگہ ایک کوڑا مقرر کیا۔ شراب نوشی کے ساتھ اگر کوئی درجہ برتری جمع ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی سزا بھیجے کے ساتھ جمع کر دیتے، جیسے انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن پر حد کے ساتھ توبہ بھی جمع کی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دھماکنے کے دوران سے نوشی پر ایک شخص کو اس درجہ شراب نوشی کے اور میں کوڑے دھماکنے کے سہی لگائے۔ جو شخص جتنی شراب پیئے گا جتنی مرتبہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ چنانچہ ابوجہن جنتی

نے آٹھ مرتبہ شراب پی لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر آٹھ مرتبہ حد جاری کر لیا۔

شرابی پر اس وقت حد جاری ہوگی جب اسکا نشانہ چارے گا اور کوڑے جو چارے جائیں گے وہ زیادہ شدید نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یکے لگاتار درد پہنچانے والے ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب چڑھائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک ایک شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو تم سے سزا دھوکہ کوئی نہی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے متاع بن اسود عدوی کے پاس بھیج دیا گیا اور ان سے کہا کہ گائے دین صبح اس پرے نوشی کی حد جاری کر دینا۔ چنانچہ گائے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود گائے تو دیکھ کر وہ اس سے نوش کو سخت قسم کے کوڑے مار رہے ہیں،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے مارے جا چکے ہیں جواب دیا کہ سٹھ، حضرت عمر نے حکم دیا اس کوڑے کی شدت کے سبب آپ جیسا چھوڑ دو۔ شراب نوشی کی حد میں چالیس کی بجائے اسی کوڑوں کا تقرر چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیں ہوا اس لیے بعض فقہاء ان اضافی چالیس دروں کو تقرر کا مقصد دیتے ہیں تاہم جمہور عوام امت کل اسی کی تعداد کو اس حد گردانتے ہیں کیونکہ اس تعداد پر صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوا ہے اور جس مقدس گروہ سے حد و تعزیر قرآن میں کی غلطی کا اختصار نہیں ہوا تو کیا اس گروہ سے دیگر معاملات میں غلطی کے احتمال کے امکان سے قرآن مجید کی صحت مشکوک ہو سکتی ہے۔

اجماع کی تحریف و مفہوم

کسی مسئلے پر اتفاق رائے کو فتویٰ میں اجماع کہا جاتا ہے۔ مقدمہ المسائل الجلیہ، ج ۱ ص ۱۳۵، المعجم الوسیط، ج ۱ ص ۹۱ اور القاموس الوجید ص ۲۸۰

علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی جنتی نے لکھا ہے: والاجماع ای اجماع لامة: الاتفاق. اور اجماع یعنی امت کا اجماع اتفاق (تابع العروص، ج ۱ ص ۱۱۵) اس طرح اجماع کا مطلب اتفاق کرنا، لکھنا کرنا اور پختہ ارادہ کرنا ہے۔

اجماع کی تین اقسام ہیں: ۱۔ جو جس صریح سے ثابت ہو، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے آخری نبی بنائے ہیں۔ جو جس سے استنباط ہو، مثلاً ضعیف راوی کی منکر روایت ضعیف وغیرہ قبول ہے۔

۲۔ جو عوام کے اجتہاد سے ثابت ہو، مثلاً: (۱) صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں اور میں ایک یہ ہے کہ شاذ نہ ہو۔ (۲) نماز میں گہنی آواز سے بننے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (۳) نومولود کے کان میں اذان دینا۔ (۴) امام کا جہری تکبیریں کہنا اور مقتدیوں کا سری تکبیریں کہنا والا یہ سب کتبہ ہو۔

یہ تینوں اقسام ہیں جتنی اور اس تمہید کے بعد اجماع امت کے حجت ہونے کے بعض دلائل اور آثار ملنے صافین قریش خدمت میں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَمَنْ يُتْلِقِ الرِّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا يَكُنْ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّوْا وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَتِلْكَ آيَاتُ الْمُنِيرِ

اور جو شخص بدایت واضح ہو جائے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مشن کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو وہ مردود ہو جاتا ہے ہم اسے اسی طرف پھیر دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (جہنم) برا ملک ہے۔ (النہر)
اس آیت کی تفسیر میں ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی نے فرمایا: قال العلماء فی قوله دلیل علی صحۃ ابوابہ بالاجماع علماء ہم بن محمد الشافعی نے لکھا ہے: ثم ان عامة العلماء استدلوا بها علی كون الاجماع وارثا لمخالفة عاص وعلی ان الابتداء فی الدین مذموم
پھر علماء ہمارے اس آیت سے استدلال کیا کہ اجماع حجت ہے اور اس کا مخالف گنہگار ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ دین میں بدعت نکالنا مذموم ہے۔ (المواقیات، الفصل الرابع فی اعموم والنصوص)

یہاں ابن الدین ابراہیم بن عمر ربیع (متوفی ۷۰ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا: وهذه الآية دالة علی ان الاجماع حجة او یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے۔ (نظم الدرر فی تاسیبات واسرار ج ۲ ص ۳۸۸)

اجماع کے لغوی معانی کا بیان

لغت میں اجماع کے دو معنی ہیں: (۱) عزم اور پختہ ارادہ کرنا، جب کوئی شخص کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو وقت کہا جاتا ہے: "اِجْمَعُ فُلَانٌ عَلٰی كَذَا" (ارشاد دالخل (فلاں نے اس کام کا عزم کر لیا۔ باری تعالیٰ ہی کا قول: فَاَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ شُورًا" (یونس) تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کرو۔

اسی معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: "مَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ"۔ (ترمذی، کتاب الصوم عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
باب مَا جَاءَ تَلَا صِيَامَ لَمْ يَجْمَعْ مِنْ اللَّيْلِ، حدیث نمبر،

ترجمہ: جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کا عزم اور پختہ ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ درست نہیں ہوگا۔

(۲) اجماع کا دوسرا معنی "اتفاق کرنا" ہے اسی کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: "اِجْمَعُ الْقَوْمُ عَلٰی كَذَا"۔ (امام حاکم فی اصول الاحکام لملاحدی)

قوم نے اس کام پر اتفاق کر لیا، مذکورہ دونوں معنی کے درمیان فرق یہ ہے کہ اجماع بمعنی عزم ایک شخص کی طرف سے تصور ہو جاتا ہے، لیکن دوسرے معنی کے لیے کم از کم دو شخصوں کا ہونا ضروری ہے، اس لغوی معنی کے اعتبار سے بنی نوع انسان کے ہر جہد اور ہر قوم میں کسی امر پر اتفاق ہو سکتا ہے خواہ وہ مذہبی ہو یا دنیوی، لیکن فقہ اسلامی میں ہر قوم کا اور ہر امر پر اتفاق مراؤ نہیں ہے، بلکہ

لغوی معنی کی نسبت اسلامی فقہ اور اس کے دائرے میں اجماع کا مفہوم اور اس کی مراد خاص ہے۔

اجماع کی اصطلاحی تعریف

علامہ مدنی نے اجماع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"الاجماع عبارة عن اتفاق جملة أهل الحل والعقد من امة محمد فی عصر من الاعصار علی حکم واقع من الوقائع"۔ (الاحکام فی اصول الاحکام للامجدی)

اجماع عام ہے امت محمدیہ میں سے اہل حل و عقد کا کسی زمانہ میں کسی نئے واقعہ پر اتفاق کرنے کا تعریف کا حاصل یہ ہے۔
اجماع کی حضرات کا معتبر ہے جو مجتہد اور صالح ہوں، شرافت و کرامت اور تقویٰ و تدبیر میں کثرت سے متصف ہوں اور فقیہ و فہم سے دور ہوں اور اجماع کا کلی اصول شریعت کے فروغ میں تقویٰ کی احکام ہیں نیز اس سے ان احکام کا بھی ثبوت ہوتا ہے جو ایمان و آخر کا دار تو نہیں ہوتے ہیں، لیکن وہ سنت بدعت میں امتیاز پیدا کرتے ہیں، جیسے تمام صحابہ کرام کا حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اتفاق کرنا اس کے خلاف رائے بدعت ہے۔ (اصول فقہ لدوی: نور الانوار: اصول الفقہ لاحمدی)

حق تعالیٰ ابوالیث نصر بن محمد بن ابراہیم اسمرقندی نے اس آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ولی الآية دلیل: ان الاجماع حجة لأن من خالفه فقد خالف سبیل المؤمنین۔ اور اس آیت میں (اس پر) دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے مکمل المؤمنین کی مخالفت کی۔ (تفسیر سمرقندی ج ۱ ص ۳۸۵) بحر العلوم

قاضی عبدالرحیم بن عمر البیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: والایة لتدل علی حوجة مخالفة الاجماع۔ اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (اموار التزیل و اسرار التزیل تفسیر بیضاوی، ج ۱ ص ۲۳۳)

قول اجماع کا بیان

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد وہ صحابہ کے صدر اول میں اجماع کا انعقاد وصول آسان تھا، اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اہل حل و عقد صحابہ کرام کو مدینے سے ہرجا کر دوسرے شہروں میں رہنے بیٹھے سے روک دیا تھا، تاکہ امور سیاست اور علمی مسائل میں ان سے مشورت کا موقع ہر وقت حاصل رہے، لیکن اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دور میں صحابہ کرام مدینے سے باہر درواز مقامات میں پھیل گئے اور ان کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں حجاز، عراق، شام اور مصر وغیرہ میں لگ بھگ سب بڑے بڑے علماء و فقہاء کی ایک عظیم تعداد پیدا ہو گئی تو پھر اب مجتہدین کا کسی حکم پر اجماع ممکن نہیں رہا، کیونکہ وہ مملکت میں مشورت کا مکان منقطع ہو گیا اور ظاہر ہے کہ کسی ایک شہر کے مجتہدین کا کسی حکم پر متفق ہو جانے کا اصطلاح میں اجماع نہیں کہتے، بلکہ قابل حجت اجماع ہے جو ایک زمانہ کے سارے مجتہدین کا کسی حکم پر متفق ہونا، چاہے وہ جہاں کہیں بھی رہتے ہوں، لیکن جو جسے کہ تفسیری و مکی حیثیت سے تو اجماع ایک حجت ضرور ہے، مگر واقعی مکی اور تاریخی حیثیت سے اجماع کا وقوع اور انصاف خلاف راشدہ ہے

بک اور موقع سے آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ" (مشکوۃ):

جو قنص جماعت سے ہاشت برابر ہوا تو اس نے اسلام کی ری اپنی گردن سے امگ کر دی۔

ایک جگہ ارشاد ہے: "مَنْ لَارَقَ الْجَمَاعَةَ مَاتَ مَبْنَةً جَاهِلِيَّةً" (مصنف عبدالرزاق،

كتاب الصلاة، باب الأمراء يؤخرون الصلاة)

جو جبر، غت سے، الگ ہو جائے تو اس کی موت جہالت کے غمخیز رہے گی۔ یہ قیام احاد ہی قدرے مشعرک اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت اجتماعی طور پر خطا سے محفوظ ہے، یعنی پوری امت خطا اور ضلالت پر اتفاق کرے، یہ نہیں ہو سکتا ہے اور جب یہ ہوتا ہے امرایہ امت کے سامنے اور اس کے جذب غمخیز ہونے میں کوئی کام نہیں ہے، اختصار کی غرض سے امراء کی جہت پر صرف آگے آتے ہیں اور چند احاد ہی پیش کی گئی ہیں۔ جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ روایات انکس ہیں جن سے امراء کی جہت پر روشنی پڑتی ہے۔

جماع کی اساس کا فقہی مفہوم

جماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کسی نہ کسی اصل شری پر ہو، کیونکہ اجماع اور اقلیت خود کو مستقل دلائل نہیں ہیں۔
الجماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی اصل کتب و سنت یا پھر اقلیت میں موجود ہو، اجماع کی اصل کی ضرورت اس سے ہے کہ اس
مذہب یا فتنے کا حکم کو بیان نہیں کر سکتے، کیونکہ انشاء شریعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت ﷺ کو حاصل
ہے: میں جب یہ ہے کہ جن مسائل پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہے ان سب میں وہ کسی نہ کسی اصل پر بحث کرتے تو کیا نبی پر پائی آراء کی
بنیاد رکھنے اور اس طرح اجماع کا غنہ دوہنا ہے، میراث جہدہ کے بارے میں صحابہ کرام نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی خبر پر اعتماد کیا
اور جن میں الاحرام کی حرمت کے سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت پر اعتماد کیا، کیا اس طرح تحقیق یا تمییز میں عدم موجودگی میں عدلی
مآثرات کا درواخت اس اعتبار کا ہو گا، اس مسئلہ میں صحابہ کرام نے خصوصیت کی کیا تعبیر پر اعتماد کیا جس میں یہ بیان کیا گیا ہے:

"وَدَخُولِهِمْ فِي عَمُومِ الْأَخُوَّةِ".

اور جو برعہ مکران کا کتاب و سنت کو اجماع کی اصل قرار دینے پر اتفاق ہے، جیسا کہ سطور پہ لائیں اس کی وضاحت، ہو سکی ہے،
ان میں اجماع کی اساس سنت ہے۔ (اصول الفقہ امعدی: اصول الفقہ ابو زھرہ، البحر المحیط، الکوکب
المیر)

اجماع کی بنیاد قیاس پر

فقیہا کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قیاس واجتہد دہی اجماع کی اصل میں سے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے میں میں اقوال ملتے ہیں، لیکن دلیل کے اعتبار سے وزنی روایات مضموم ہوتی ہے جو طامہء مدنی نے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اجتہاد دو تیس دہی

امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت اس موقع پر کافی وضاحت سے روشنی ڈالتی ہے، فرماتے ہیں: "الحجة على انفسهم لاني موتهم وقد حصل قبيل الموت" "اجماع توفان کے اتفاق سے حجت بن جاتا ہے، موت سے اس کا کیمرہ کا رہے۔ (نفاس)

اجماع کے تحت ہونے کا بیان

جس پر مسلمین اجماع کی حجیت کے قائل ہیں، اجماع کی حجیت کتاب و سنت سے ثابت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُخَافِ الرُّسُولَ فَإِنَّهُ يَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَصُوبَهُ جَهَنَّمَ وَبَاءَ تَبَّ مُصِيبًا" (النساء)

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور اہل ایمان کے راستے کے
۱۰۷:۱۰۷ دوسرے راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو اس طرف چلا دیں گے جس طرف وہ خود چاہے گا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے۔

آیت بالا میں ہادی نے رسول ﷺ کی مخالفت اور مکمل موافقت کے علاوہ دوسروں کے مکمل کی اتباع پر وعید بیان فرمائی ہے اور جس چیز پر وعید بیان کی جائے وہ حرام ہوتی ہے؛ لہذا رسول کی مخالفت اور غیر مکمل موافقت کی اتباع حرام ہوں گی اور جب یہ دونوں حرام ہیں تو ان کی ضد یعنی رسول کی موافقت اور مکمل موافقت کی اتباع واجب ہوگی اور موافقت کی مکمل اور اختیار کردہ استقامت نام کی اتباع ہے؛ لہذا اتباع کی اتباع کا واجب ہونا ثابت ہوگی اور جب اتباع کا اتباع واجب ہے تو اس کا حجت ہونا بھی ثابت ہوگا، قاضی ابوبکر (سنن ۵۰) اور علامہ امدی نے اس آیت سے اجماع کی حجت کے ثبوت پر بڑی نفیس بحث کی ہے جو ہمیں مطابقت سے۔ (الاحکام امدی، اصول الفقہ ابوہریرہ۔ ارشاد الصحول)

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَحْجُمُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَالَةٍ". (ترمذی، باب مَا جَاءَ كُلِّي لُزُومِ الْجَمَاعَةِ، كِتَابُ الْفَيْتَنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو (پارائی نے کہا: کہ جو میں نے اپنی امت کو) ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: "فَمَرَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسًّا فَبُوعِدَ اللَّهُ حَسَنًا وَمَرَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عَدُوُّ اللَّهِ سَيِّئًا". (مسند احمد)

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس چیز کو مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُری ہے۔

تکبیر نہیں کی، گویا اس پر بھی یہ کراہم اجماع منقطع ہو گیا کہ ضرورت شری کی کو حاصل ہوگا کچ کو حاس نہ ہوگا۔ (ہدایہ)

کیا اجماع کی اطلاع ممکن ہے؟

اکثر علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ اجماع کی اطلاع ممکن ہے، ہر ملحد و غلط کا ولی اپنے یہاں کے مجتہدین کو جمع کر کے ان کی رائے سے یا مراسمت کے ذریعہ ان سے رابطہ قائم کر کے ان کی آراء حاصل کر لے، اس طرح اجماع کی اطلاع مل سکتی ہے، بعض میں جو اجماع ہوئے کتبوں کے ذریعہ ان کی اطلاع تو ہے ہی، اس نہ میں ذرائع ابلاغ کی بہتات ہے اور اس کی بہتیں ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو حال میں ہونے والے اجماع کی بھی اطلاع پائی جا سکتی ہے۔ (فقہ اسلامی ضدات و نقاضے، النحر المخطوط)

رسول ﷺ نے فرمایا: (لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أَهْلَهُ عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَدًا، وَيُؤْتِيهِ اللَّهُ عَلَى الْخَمَاقَةِ)

اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا تھوڑا بڑا جمع ہے۔ (المسند رکب الیم وسند مج)

حافظ عینی نے بھی اسے باب فی الایمان میں ذکر کیا ہے۔ (المجمع المکرم) (ایک روایت میں آ ہے کہ عید اللہ تعالیٰ مسعودی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطاب فیصلہ کرنا چاہیے اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر میری حدیث کی سنت کے مطاب فیصلہ کرنا چاہیے اور اگر کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ میں نہ ملے تو پھر صالحین کے فیصلے کے مطاب فیصلہ کرنا چاہیے اور اگر تینوں میں نہ ملے تو پھر اجتہاد کرنا چاہیے۔ (سنن نسائی)

اس روایت میں ابو یوسف اور اشعث دس ہیں، ہذا سند ضعیف ہے، لیکن سنن دارمی (۱) اور الیم اکیہہ نظر فرمائی (۲) مسند حسن) وغیرہ میں اس کے خواہد ہیں جن کے ساتھ یہ روایت حسن ہے۔ اہل مذہب نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ہذا اللہ ہے جدید اور اس پر الحکم باتفاق اہل العلم کا باب باندھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اجماع حجت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خصلتوں میں مسلم کا دل بھی خیانت نہیں کرتا: (۱) خالص اللہ کے لیے اہل (۲) حکمرانوں کے لیے خیر خواہ (۳) اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ انکی دعوت (دعا) دور وادوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔ (منہاج) عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسند صحیح)

حدیث شراب کی شہادت کے نصاب کا بیان

(وَبَيِّنْتُ الشَّرْبَ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ وَ) بَيِّنْتُ (بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَشْتَرِطُ الْإِقْرَارَ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ تَطْيِيرُ الْأَخْتِلَافِ فِي السَّرِيقَةِ، وَسَبْطُهَا هَذَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ (وَلَا تَقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ السَّاءِ مَعَ الرَّجَالِ) لِأَنَّ فِيهَا شُبْهَةَ الْبَدَلَةِ وَتُهْمَةُ الضَّلَالِ وَالْخِسْيَانِ.

ترجمہ

دو، ہوں کی گواہی دینے یا ایک مرتبہ اقرار کر لینے سے شراب کا پینا ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک دوسری اقرار شرط ہے۔ اور حدیث میں اسی اختلاف کی نظیر موجود ہے اور اس کو ہم ان شاء اللہ حدیث کے باب میں بیان کریں گے۔ اور شراب کی حد میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت قائل قبول نہ ہوگی کیونکہ عورتوں کی شہادت میں بدیلت کا شبہ ہے اور ان میں بھول جانے یا جھگ جالنے کی بہتات بھی موجود ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ گواہوں کے جب بیان کیا، اس نے شراب پی اور کسی نے مجبور نہ کیا تھا تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے مجبور کیا گیا، سنا تھا جائیگا۔ (بخاری، کتاب اللہود)

گواہوں میں اگر باہم اختلاف ہو ایک ایک کا وقت بتا دے دوسرا شام کا یا ایک نے کہ شراب پی دوسرا کہتا ہے شراب کی تے کی یا ایک پینے کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اس کی کہ میرے سامنے اقرار کیا ہے تو جہت نہ ہو اور حد قائم نہ ہوگی مگر اس صورت میں مراد بیٹے۔ اور خود اقرار کرنا تو ایک بار اقرار کافی ہے حد قائم کر دے کہ جبکہ اقرار ہوش میں کرنا ہو اور بشر میں اقرار کیا تو کافی نہیں۔ (در مختار، کتاب اللہود)

شرابی پر نئے کے اطلاق کا بیان

(وَالسَّكَرَانُ الَّذِي يُحَدُّهُ الْوَلَّى لَا يَغْفُلُ مُنْطَقًا وَلَا قَلْبًا وَلَا تَحْيِيرًا وَلَا يَغْفُلُ الرَّجُلُ مِنَ الْمُرَاةِ قَالَ الْعَدْلُ الضَّعِيفُ (وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَ: هُوَ الَّذِي يَهْدِي وَيَخْطِئُ كَلَامُهُ) لِأَنَّهُ هُوَ السَّكَرَانُ فِي الْمُرْبِ، وَإِلَيْهِ مَالٌ أَكْثَرَ الْمَشَايِخِ. وَلَهُ أَنَّهُ يُؤْخَذُ فِي أََسْبَابِ الْحُدُودِ بِأَقْصَاهَا ذَرْءًا لِلْحَدِّ.

وَبِهَاقَةِ السَّكَرَانِ يَغْلِبُ الشُّرُوبُ عَلَى الْقَلْبِ فَيَسْلُبُهُ التَّمْيِيزَ بَيْنَ شَيْءٍ وَشَيْءٍ، وَمَا دُونَ ذَلِكَ لَا يَغْفُرُ عَنْ شُبْهَةِ الصَّحْوِ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْقَدَحِ الْمُسْكِرِ فِي حَقِّ الْحُرْمَةِ مَا قَالَهُ بِالْإِجْمَاعِ أَخَذًا بِالْأَخْيَاطِ وَالشَّافِعِيُّ يَعْتَبِرُ ظُهُورَ أَثَرِهِ فِي مِسْتَبَهِ وَخَرَّ كِتَابَهُ وَأَطْرَافِهِ وَهَذَا مِمَّا يَتَفَاوَتْ فَلَا مَعْنَى لِأَخْيَارِهِ.

ترجمہ

جبکہ نئے میں سے آدمی جس کو حد لگانا جانی ہے وہ ایسا شخص ہے جو تھوڑی بہت بات بھی سمجھتا نہ ہو اور مرد و عورت کے درمیان

فرق بھی نہ کر سکتا ہو۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ امام صاحب علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ شخص دہیات کی طرح کلام کرے اور کلام میں مدحت کرے کیونکہ عرف میں اسی کو مسکراں کہتے ہیں اور اکثر شریعت فقہاء اسی تعریف کی طرف گئے ہیں۔ جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حدیث کریم کرنے کیلئے آخری درجے کے اسباب کا اعتبار کیا جائے گا۔ تاکہ حدیث کو بجا جائے۔

اور نسخے کی ابتداء یہ ہے کہ مرد اس کی عقل پر اس طرح غلبہ آجائے کہ اس سے دوا شہداء کے درمیان فرق کرنے کی کجی کجی نہیں لے اور مقدار اس سے تھوڑی ہو ورنہ شہداء سے خالی نہیں ہے۔ اور نسخے دوائے پیالے میں حرمت کے حق میں اعتبار کیا جائے گا۔ جو علت صاحبین نے بیان کی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اس کے چلنے پھرنے، اس کے حرکت کرنے اور اس کے اطراف میں نشہ کے اثر کا خبر ہونے کا اعتبار کرتے ہیں۔ لیکن یہ احوال تو ہمہ لیں ہوتے رہتے ہیں لہذا ان کا اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ نشہ کی حالت میں تمام وہ احکام جاری ہوں گے جو ہوش میں ہوتے ہیں مثلاً پانی زہرہ کو طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی یا اپنا کوئی سا بیچ ڈال تو بیچ ہوگئی۔ صرف چند باتوں میں اس کے احکام مجیدہ ہیں۔ (۱) اگر کوئی کلمہ کفر کا کہے تو اسے مرتد کا حکم نہ دیں گے یعنی اس کی عورت بائن نہ ہوگی۔ رہا یہ کہ عند اللہ بھی کافر ہو گیا نہیں اگر قصداً کفر کیا ہے تو عند اللہ کافر ہے، ورنہ نہیں۔ (۲) جو حدود و قصص حق اللہ ہیں ان کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں اسی وجہ سے اگر شراب پینے کا نشہ کی حالت میں اقرار کیا تو حد نہیں۔ (۳) اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ نہیں بنا سکتا۔ (۴) اپنے چھوٹے بچہ کا ہمیشہ سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا۔ (۵) اپنی تابا بخلائی کا ہمیشہ سے بچہ نکاح نہیں کر سکتا۔ (۶) کسی نے ہوش کے وقت اسے دیکل کیا تھا کہ یہ برا سا دن چلا دے، اور دشمن بیچا تو بیچ نہ ہوئی۔ (۷) کسی نے ہوش میں دیکل کیا تھا کہ تو میری عورت کو طلاق دیدے اور نشہ میں اس کی عورت کو طلاق دیدی تو طلاق نہ ہوئی۔ (دھتارہ کتاب اللہود)

نسخے کا اپنی ذات کیلئے اقرار کرنے کا بیان

(وَلَا يَحُدُّ الشُّكْرَانُ بِالْفَرَادِهِ عَلَى نَفْسِهِ) لِإِثْبَاتِ أَحْتِمَالِ الْكُذِبِ فِي إِفْرَادِهِ فَيَحْتَمَلُ لِنَزَاهِهِ لِأَنَّهُ خَالِصٌ حَقٌّ وَاللَّهُ تَعَالَى.

بِحَالِ ابْنِ حَتَّابٍ الْقَذْفُ لِأَنَّهُ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ وَالشُّكْرَانُ فِيهِ كَالصَّاحِبِ عُقُوبَةُ عَلَيْهِ كَمَا فِي سَائِرِ تَصَرُّفَاتِهِ، وَكَوْنُ أَتَمِّ الشُّكْرَانِ لَا تَبَيُّنُ مِنْهُ أَمْرَاتُهُ لِأَنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الْإِعْقَادِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعَ الشُّكْرِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

ور جب نسخی نے اپنی ذات کا اقرار کیا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کے اقرار میں جھوٹ کا احتمال زیادہ ہے جس حد کو رد کرنے کا بہانہ معتبر ہوگا کیونکہ یہ حد خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے بخلاف حد قذف کے کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے اور بندے کے حق والی مسائل میں مکمل نشے میں مست اور جوش و ہوش والوں برابر ہیں جس طرح اس کے حق مقررہات کا حکم ہے اور نسخے و امراء مدہ ہو جائے تو اس کی بیوی اس سے باندہ نہ ہوگی کیونکہ کفر کا نقل اعتقاد سے ہوتا ہے جبکہ نسخے کے ساتھ کفر ثابت ہوتا اور طریقین کا قول ہے۔ اور کتب ہر الروایات کے مطابق وہ شخص مرتد ہو جائے گا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شراب پی اور کہتا ہے میں نے دودھ یا شربت اسے تصور کیا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے مہموم تھا کہ یہ شراب ہے تو حد ہے اور اگر کہتا ہے میں نے اسے نہیں سمجھا تھا تو حد نہیں ہے۔ (بخاری، ابن عابدین، کتاب اللہود)

علامہ ابن عابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی کچا پانی جب خود ہوش کھائے گئے اور اس میں جھنگ پیدا ہو جائے اسے غر کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی طریا ہو اور پی نہ کرے تو جب بھی خاص کے حکم میں ہے کہ ایک قطرہ پینے پر بھی قائم ہوگا اور پی نہ دے ہے تو جب تک نشہ نہ ہو حد نہیں اور اگر انگوڑی کا پانی پیا گیا تو جب تک اس کے پینے سے نشہ نہ ہو حد نہیں۔ اور اگر خرما عرق کھینچا تو اس عرق کا بھی وہی حکم ہے کہ ایک قطرہ پر بھی حد ہے۔ (دھتارہ کتاب اللہود)

بہر نشہ اور چیز حرام ہے

کلی مسکر حرام۔ بہر نشہ اور چیز حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا بہر نشہ اور چیز حرام ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی، ابن عابدین، ۸۹، ردی تفسیر فہمات)

حرام شرابیں اور ان کی علت:

۱۔ خمر ۲۔ طلاء باذن ۳۔ سکر ۴۔ تلیق البیہ

احناف کے نزدیک یہ چار شرابیں فی نفسہ حرام ہیں یعنی اگر چنانکہ استعمال قلیل ہو یا کثیر ہر طرح حرام ہیں اور شراب کی حرمت کی علت نشہ ہے اور باقی تمام شرابوں میں علت کا اعتبار کیا جائے گا جہاں جہاں علت نشہ پائی جائے گی وہاں اہل حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کا قاعدہ سے مستقادمی نہیں ہے کہ بہر نشہ اور چیز حرام ہے۔

شراب کی حرمت کا حکم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوطالب اور حضرت ابی بن کعب کو شراب چنا

رہا تھا اس وقت ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ اب شراب حرام کر دی گئی ہے حضرت ابیطالب نے کہا اسے اس گھر سے کو توڑ دو
میں نے پتھر کا ایک ٹکڑا نکالا تھا یا اور اس گھر سے کوئی شیے سے ماسحتی کہ وہ ڈوٹ گیا۔

(بخاری ج ۳ ص ۶۸۶ طبع مکتبہ دارالکتاب بیروت)

ابتداءً اسلام میں شراب مبارک تھی اور جب اسکی حرمت کا حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس حال میں حکم پہنچا تو انہوں
نے اسی حال میں شراب کے مشکوں کو بہا دیا مگر وہ کو توڑ دیا اور ایسے ہی انہوں نے اپنے ہاں سے ہمیشہ کیلئے شراب کو ختم کر دیا
اور وہی نفرت ان کے دلوں میں پیدا ہوئی جو حرام کام کیلئے ان کے دلوں میں موجود ہوتی تھی
حالت نشہ میں طلاق کا حکم:

مجبور اور نشہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (القدوری)

حالت نشہ میں تم تعزرات نافذ ہوں گے کیونکہ اس کی عقل اس کے عمل کی وجہ سے زائل ہوتی ہے جو کہ گناہ ہے اس لئے
زجر اس کے زوال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ اس دلیل کے ساتھ بھی مکلف ہوگا جس سے اس پر حد قذف لازم ہوجاتی ہے اور
قتل کا جرم اور وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ (النساء ۴۳)

جب تم حالت نشہ میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ (المجوہرہ البیہ ج ۲ ص ۱۷۱، مکتبہ جمادیہ لاہور)

بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ

یہ باب حد قذف کے بیان میں ہے ﴿

باب حد قذف کی فقہی مطابقت کا بیان

حد ماہن محمود پارتی مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے حد قذف کو حد شراب سے مؤخر ذکر کیا ہے کیونکہ حد
شراب میں جرم کا ثبوت یقینی ہے کہ گواہوں نے شہادت دیدی ہے۔ جبکہ حد قذف میں دونوں احتمال ہوتے ہیں۔ اور یقین کو
جمال سے مقدم حاصل ہے۔ کیونکہ قذف ایک خبر ہے جس میں سچائی و جھوٹ دونوں کا احتمال ہے۔ اور اس طرح حد قذف کے جرم
سے حد شراب کا جرم بڑا ہے۔ البتہ کوڑوں کی سزا کی موافقت واضح ہے۔ (عن بیان شرح الہدایہ، بتصرف ج ۷ ص ۲۵۴، بیروت)

قذف کا فقہی مفہوم

عربی لغت میں قذف کا مطلب تیر پھینکنا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں قذف سے مراد ہے کسی پاک دامن مومن مرد یا مومن
عورت پر واضح الفاظ میں زنا کی تہمت لگانا یا اسے بارے میں ایسی بات کہنا جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ زنا کار ہے۔ حد اس سزا کو کہتے
ہیں جو بطور حد اللہ تعالیٰ مقرر کی گئی ہو یا پھر وہ سزا جو کسی انسان کی حق تلفی یا ایذا دہی کی پاداش میں مجرم کو دی جائے۔ ایسی سزا وہ
کو حد یا حدود اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود سے ایسے جرائم اور انکی سزائیں متعین کر دی ہیں اور کسی کو ان میں کی بیش
یا تجاوز کا اختیار حاصل نہیں، چنانچہ یہ حدود اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہیں اور ان کو عبور کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن و سنت میں کم و بیش
اس ایسے جرائم کو گناہ گنے ہیں جو حدود اللہ کے زمرے میں آتے ہیں اور شریعت اسلامیہ نے انکی سخت سزائیں مقرر کر دی ہیں۔

قرآن مجید کے لیے قذف کے لیے ربی کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ قذف کے مترادفات میں سے ہے۔ لفظ ربی کا مطلب
نشہ نہ لگنا یا تھیرنا ہے۔ حج کے موقع پر شیطان کو تنگ کرنا مارنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ان آیات سے پہلے حد زنا
کا حکم ہے اور بعد میں قانون انہوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ قانون انہوں سے مراد یہاں اور یہی کہ ایک دوسرے پر زنا کا اقرار یا زہرنا
ہے۔ آیت کے سابق و لاحق سے یہ پلٹ وضاحت ہوجاتی ہے کہ یہاں تہمت سے مراد زنا کار کی تہمت مراد ہے۔

محسن یا محسنہ پر تہمت لگانے والے پر حد کا بیان

(وَإِذَا قِيلَ الرَّجُلُ الرَّجُلُ مُحْصَنٌ أَوْ امْرَأَةٌ مُحْصَنَةٌ بِصُرِيحِ الزَّوْنِ، وَعَلَا بَ الْمَقْدُوفِ
بِأَلْحَدِ عَدَّةِ الْحَاكِمِ ثَمَانِينَ سَوْطًا إِنْ كَانَ حُرًّا، لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالَّذِينَ يَزْمُونَ
الْمُحْصَنَاتِ) إِنْ أَنْ قَالِ (كَأَجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً) الْآيَةِ، وَالْمُرَادُ بِالزَّمْنِ بِالزَّوْنِ

بِالْإِحْسَانِ ، وَلَقَدْ لَاحِظَ إِشَارَةَ إِلَهِهِ وَهُوَ أَشْرَفُ أَطْرَافِ الشَّهَادَةِ إِذْ هُوَ مُخْتَصَرٌ
بِالزُّنَا ، وَيُخْصَرُطُ مَطَالِبَةُ الْمَقْدُوفِ لِأَنَّ فِيهِ حَقَّهُ مِنْ حَيْثُ دَفَعَ الْعَارَ وَإِحْصَانُ
الْمَقْدُوفِ لِمَا تَلَوَّنَا .

قَالَ (وَتُرْفِقُ عَلَى أَغْصَانِهِ) لِمَا مَرَّ فِي حَدِّ الزُّنَا (وَلَا يُجَزَّدُ مِنْ تَبَايِهِ) لِأَنَّ سَبَبَهُ غَيْرُ
مَقْطُوعٍ فَلَا يُقَامُ عَلَى الشَّدَةِ ، بِخِلَافِ حَدِّ الزُّنَا (غَيْرَ أَنَّهُ يُنْزَعُ عَنْهُ الْقَرُّ وَالْحَشْوُ)
لِأَنَّ ذَلِكَ يَمْنَعُ إِبْصَالَ الْأَلَمِ بِهِ (وَإِنْ كَانَ الْقَادِفُ عَجْلاً جِلْدَ أَنْ يَبْعِنَ سَوْطًا لِمَكَانِ
الرَّقِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے شرابی شدہ مرد یا شرابی شدہ عورت پر زنا کی تہمت صراحت کے ساتھ لگائی اور مقتدوف نے حد کا مطالبہ
کردی تو حکم حد کے طور پر زنا کوئی کوڑے مارے گا جب کہ قذف آزد ہو۔ کیونکہ قرآن مجید نے ' (وَالَّذِينَ يَسْمُرُونَ
الْمُخَصَّصَاتِ) اَلْیَ اَنْ قَالَ (فَاصْبِرْ لَهُمْ نَعْمًا مِّنْ خِلْدَةٍ) کے بعد ایسی کوڑے مارے گا حکم دیا ہے اور بیت میں دی ہے
مرد یہ عقاب زنا کی تہمت ہے اور میں اس کی حکم کی طرف اشارہ ہے کیونکہ چاروں ہوں کی شرط بھی لگائی گئی ہے اور یہ گواہوں کے
ساتھ خاص ہیں۔ اور مقتدوف کا مطالبہ کرنا شرط ہے کیونکہ اس میں رکود رکھنے کیے مقتدوف کا حق ہے اور مقتدوف کا حصہ ہونا
شرط ہے ایسی آیت مبارکہ کے سبب جو ہم نے تلاوت کر چکے ہیں۔

فرمایا کہ قذف کے جسم کے مختلف حصوں میں کوڑے مارے جائیں گے۔ ایسی دیں گے۔ سبب جو زنا کے سبب یا جب گزر چکی ہے
اور اس کے کپڑے نہ تارے جائیں گے۔ کیونکہ حد قذف کا سبب بھی نہیں ہوتا لہذا اقل جلی کے ساتھ اس حد کو قائم نہیں کیا جائے گا
جبکہ حد زنا میں ایسا نہیں ہے البتہ اہم اس سے سچپن اور سوسے پکڑے اندر والے۔ کیونکہ ان کے سبب ہر ایک کا تکلیف پہنچانی ہے
ہے۔ اور جب مقتدوف خدام ہو تو رقت کے سبب اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔

شرح

علامہ ابن قیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں اور یہ کبیرہ گنہ ہے۔ اسی طرح
صواعق کی تہمت بھی کبیرہ گنہ ہے مگر لواطت کی تہمت لگائی تو حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور زنا کی تہمت لگانے والے پر حد ہے۔ حد قذف
آزاد پر آس کوڑے مارے اور غلام پر چالیس ہے۔ زنا کے علاوہ اور کسی گناہ کے بہت ہی قذف نہ کیوں گے نہ اس پر حد ہے البتہ بعض
صورتوں میں تعزیر ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے۔ (بخاری ص ۱۱۱، کتاب الحدود)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قذف کا ثبوت دوسروں کی گواہی سے ہوگا یا اس تہمت لگانے والے کے اقراء

ہے۔ اور اس جگہ عورتوں کی گواہی یا شہادہ علی الشہادہ کافی نہیں بلکہ ایک قاضی نے اگر دوسرے قاضی کے پاس کھینچا کہ میرے
درد کی قذف کا ثبوت ہو چکا ہے اور کتاب القاضی کے شرائط بھی پائے جائیں جب بھی یہ دوسرا قاضی حد قذف قائم نہیں
کر سکا۔ اصل گواہ قاضی کے پاس حاضر نہ ہو سکے وہ کسی دوسرے سے کہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں تم میری طرف سے
قاضی کے دربار میں یہ گواہی دے دینا۔ اسی طرح اگر قاضی نے قذف سے انکار کیا اور گواہوں سے ثبوت نہ ہوا تو اس سے صف نہ
نہیں ہے اور اگر اس پر حلف رکھا گیا اور اس نے قسم کھائی تو اسے انکار کر دیا تو حد قائم نہ کرینگے اور اگر گواہوں میں باہم اختلاف ہوا
ایک گواہ قذف کا چھتہ بتاتا ہے اور دوسرا گواہ دوسرا وقت کہتا ہے تو یہ اختلاف مستعین بھی حق حد جاری کرینگے۔ اور اگر ایک نے
قذف کی شہادت دی اور دوسرے نے اقرار کیا یا ایک کبیرہ ہے مثلاً دوسری زبان میں تہمت لگائی اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ اگر میں تو
حد نہیں۔ جب اس قسم کا دعویٰ قاضی کے یہاں ہو اور گواہ ابھی نہیں لیا ہے تو تین دن تک قاذف کو تینوں جگہوں میں گھرے اور اس شخص سے
گواہوں کا مطالبہ ہوگا اگر تین دن کے اندر گواہ لا لیا یا قبول نہ کرے گا۔ (درمختار کتاب الحدود)

مقتدوف کی شرائط کا بیان

وَالْإِحْصَانُ أَنْ يَكُونَ الْمَقْدُوفُ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُّسْلِمًا غَفِيًّا عَنْ فِعْلِ الزُّنَا) أَمَّا
الْحُرِّيَّةُ فَلِأَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْإِحْصَانِ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى
الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) أَيْ الْحَرَائِرُ ، وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ لِأَنَّ الْعَارَ لَا يَلْحَقُ بِالصَّبِيِّ
وَالْمُسْنُونِ لَعَدَمِ تَحَقُّقِ فِعْلِ الزُّنَا وَمُهِمَّا ، وَالْإِسْلَامُ لِتَقَرُّبِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) مِنْ
أَشْرَكَ بِاللَّهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ) وَالْعِفَّةُ لِأَنَّ غَيْرَ الْعَفِيفِ لَا يَلْحَقُهُ الْعَارُ ، وَكَذَا الْقَاضِفُ
صَادِقٌ فِيهِ .

ترجمہ

اور احسان کا معنی ہے کہ مقتدوف آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو اور زنا کے فعل سے پاک ہو۔ حریت کی شرط اس
لئے ہے کہ اس پر احسان کا لفظ بولا جاتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ
الْعَذَابِ" اس میں محصنات کے مراد آزاد مرد ہیں اور عقل و بلوغ کی شرط اس لئے ہے کیونکہ بچے اور جنون میں شرمندگی نہیں ہوتی
۔ اور ان سے آزاد نہیں ہوتا اور مسلمان ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے ساتھ شرک
کی دھن نہیں ہے اور عفت اس سبب سے ہے کیونکہ غیر عفت کو شرمسور نہیں ہوتی البتہ غیر عفت تہمت میں قذف قرار دینا
جائے گا کیونکہ اس میں وہ سچا ہے۔

تذرف کے ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

یہ حکم صرف اسی صورت میں نافذ ہوگا جب کہ الزام لگانے والے نے مضمین یہ مضمعات پر الزام لگایا ہو کسی غیر مضمین پر الزام لگانے کی صورت میں اس کا طلاق نہیں ہو سکتا۔ غیر مضمین کے بردگاری میں معروف ہوتا تو اس پر الزام لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کے خلاف بلا شہادت الزام لگانے والے کے لیے قاضی خود مبرا تجویز کر سکتا ہے، یا ایسی صورتوں کے لیے جسے شرعی حسب ضرورت قانون بنا سکتی ہے۔

کسی فعل تذرف کے التزام ہونے کے لیے صرف یہ بات کافی نہیں ہے کہ کسی نے کسی پر بدگاری کا بلا شہادت الزام لگایا ہے، بلکہ اس کے لیے کچھ شرطیں قذف (الزام لگانے والے) میں اور کچھ مقتضوف (الزام کے پدف بنائے جانے والے) میں اور کچھ خود فعل تذرف میں پائی جانی ضروری ہیں۔

قذف میں جو شرطیں پائی جانی چاہئیں وہ یہ ہیں: اور یہ کہ وہ باغ ہو۔ پچا اگر قذف کا مرتکب ہو تو اسے تعزیری کی جا سکتی ہے مگر اس پر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

دوم یہ کہ وہ عاقل ہو۔ مجنون پر حد قذف جاری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حرام ہونے کے سوا کسی دوسری نوعیت کے نشے کی حالت میں، مثلاً کھور دارم کے ذریعہ الزام لگانے والے کو بھی مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

سوم یہ کہ اس نے اپنے آزاد ارادے سے (فقہاء کی اصطلاح میں طحا) یہ حرکت کی ہو۔ کسی کے جبر سے قذف کا ارتکاب کر کے دانا جرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

چہم یہ کہ وہ مقتضوف کا اپنے باپ یا دادا نہ ہو، کیونکہ ان پر حد قذف جاری نہیں کی جا سکتی۔ ان کے علاوہ خلیفہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ ناقص ہو، مگر لوگ اگر اشاروں میں الزام لگاتے تو وہ حد قذف کا مستوجب نہ ہوگا۔ لیکن ام شافعی کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی کا اشارہ بالکل صاف اور صریح ہو جسے دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے تو وہ قاذف ہے، کیونکہ اس کا اشارہ ایک شخص کو بدنام و رسوا کر دینے میں شریعہ بقول سے کسی طرح نہیں ہے۔ اس کے برعکس خلیفہ کے نزدیک محض اشارے کی صراحت اتنی قوی نہیں ہے کہ اس کی بنا پر ایک آدمی کو 80 کلوں کی سزا دے ڈالی جائے۔ وہ اس پر صرف تعزیر دیتے ہیں۔

مقتضوف میں جو شرطیں پائی جانی چاہئیں وہ یہ ہیں: پہلی شرط یہ کہ وہ عاقل ہو، یعنی اس پر بھارت عقل زنا کرنے کا الزام لگایا گیا ہو۔ مجنون پر (خوادہ بعد صلح عاقل ہو گیا ہو نہ ہوا) الزام لگانے والا حد قذف کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ مجنون اپنی عصمت کے تحفظ کا اہتمام نہیں کر سکتا، اور اس پر اگر مرنے کی شہادت قائم بھی ہو جائے تو وہ حد قذف کا مستحق ہوتا ہے نہ اس کی عزت پر حرف آتا ہے۔ لہذا اس پر الزام لگانے والا بھی حد قذف کا مستحق نہ ہونا چاہیے۔ لیکن امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مجنون کا قاذف حد کا مستحق ہے کیونکہ بہر حال وہ ایک شخصیت الزام لگا رہا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بالغ ہو۔ یعنی اس پر ہیئت بلوغ زنا کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا ہو نہ کہ بچہ ہو۔ با جواب پر اس امر کا الزام لگانا کہ وہ بچہ نہ ہو اس فعل کا مرتکب ہوا تھا، حد قذف کا مستوجب نہیں ہے، کیونکہ مجنون کی طرح بچہ بھی اپنی عصمت کے تحفظ کا اہتمام نہیں کر سکتا، نہ وہ حد قذف کا مستوجب ہوتا ہے، اور نہ اس کی عزت مجروح ہوتی ہے۔

لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ نہ بلوغ کے قریب عمر کے لڑکے پر اگر زنا کے ارتکاب کا الزام لگایا جائے تب تو قاذف حد کا مستحق نہیں ہے، لیکن اگر ایسی عمر کی لڑکی پر زنا کرانے کا الزام لگایا جائے جس کے ساتھ مباشرت ممکن ہو تو اس کا قذف حد کا مستحق ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف لڑکی بلکہ اس کے خاندان تک کی عزت مجروح ہو جاتی ہے اور لڑکی کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، یعنی اس پر بھارت اسلام زنا کرنے کا الزام لگایا گیا ہو، مگر اگر یہ مسلم ہے پر الزام کر دہ ہیئت خدائی اس کا مرتکب ہوا تھا، موجب حد نہیں ہے، کیونکہ غلام کی بے بسی اور کمزوری یہ امکان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عصمت کا اہتمام نہ کر سکے۔ جو فرق ان میں بھی غلام کی حالت کو احسان کی حالت قرار نہیں دیا گیا ہے، چنانچہ مسودہ ۷ میں مضمعات کا لفظ وڈی کے بالکل علی استعمال ہوا ہے۔ لیکن داؤد بن ہری اس دلیل کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوڈی اور غلام کا قاذف بھی حد کا مستحق ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ عقیف ہو، یعنی اس کا دامن زنا اور شہرت زنا سے پاک ہو۔ زنا سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر پہلے کبھی جرم زنا ثابت نہ ہو چکا ہو۔ شہرت زنا سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلاخ نہ سدا، یا خلیفہ کلاخ، یا مشتبه ملکیت، یا شبہ کلاخ میں مباشرت نہ کر چکا ہو، نہ اس کے حالات زندگی ایسے ہوں جن میں اس پر بدعتی اور بدعتی کا الزام چسپاں ہو سکتا ہو، اور نہ زنا سے کہ تم درجہ کی بد اخلاقیوں کا الزام اس پر پہلے کبھی ثابت ہو چکا ہو، کیونکہ ان سب صورتوں میں اس کی عفت مجروح ہو جاتی ہے، اور اس کی مجروح عفت پر الزام لگانے والا 80 کلوں کی سزا کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ اگر حد قذف چوری ہونے سے پہلے مقتضوف کے عذف کسی جرم زنا کی شہادت قائم ہو جائے، تب بھی قاذف چھوڑ دینا جائے گا کیونکہ وہ شخص پاک دامن نہ رہا جس پر اس نے الزام لگایا تھا۔

مگر ان پانچوں صورتوں میں حد نہ ہونے کے معنی نہیں ہیں کہ مجنون، یا بچہ، یا کافر، یا غلام، یا غیر عقیف آدمی پر بلا شہادت الزام زنا لگادینے والا مستحق تعزیر بھی نہیں ہے۔

اب وہ شرطیں لیجیے جو خود فعل تذرف میں پائی جانی چاہئیں۔ ایک الزام کو دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز تذرف بنا سکتی ہے۔ یا تو قذف نے مقتضوف پر ایسی دلیلی کا الزام لگایا ہو جو اگر شہادتوں سے ثابت ہو جائے تو مقتضوف پر حد واجب ہو جائے۔ یا پھر اس نے مقتضوف کو دل الزام قرار دیا ہو۔ لیکن دونوں صورتوں میں الزام صاف اور صریح ہونا چاہیے۔ کنایات کا اعتبار نہیں ہے جن سے زنا یا صحت فی السب مراد ہونے کا انحصار قذف کی نیت پر ہے۔ مثلاً کسی کو نفاق، بدکار، بدعین و غیرہ الفاظ سے یاد کرنا۔ یا کسی عورت کو رڈی، کسین، یا چھانل کہنا، یا کسی سید کو پھانل کہنا۔ یہ سب یہ ہیں جس سے صریح تذرف نہیں قرار دیا جا سکتا۔ البتہ تعریض

چنانچہ ہم نے ترجمہ کرنے میں یہی پہلو نظر رکھا ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس معنی میں بھی دوسرے کا یہ موجود ہے۔

فَالْيَسِيرُ الْمُتَقَدِّمُ مِنَ الْآثَرِ: "بمقدور سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اسلوب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، لیکن یہاں یہ بات واضح دینی ہے کہ اس کا معنی جہاں حکم یا اظہار نہ دیکھ کر ہے آتا ہے، وہاں بدعا یا کسی امر کے متعلق نتیجہ کو بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔" اور یہ خیال میں یہاں یہ اسلوب آخری معنی کے لیے اختیار کیا گیا ہے، یعنی گھریب معنی اپنے آپ کو آگ کا مستحق بنائے گا۔

حد قذف کے مخاطبہ کے حقداروں کا بیان

حنیفہ کے نزدیک حد قذف کا مخاطب یا تو خود مقتدوف کر سکتا ہے، یا پھر وہ جس کے نسب پر اس سے حرف آتا ہو اور مخاطب کرنے کے لیے خود مقتدوف موجود نہ ہو، مثلاً باپ، ماں، دادا، دادا اول دکنی، ورنہ مگر امام یا الگ اور امام شافعی کے نزدیک یہ حق قابل تواریث ہے۔ مقتدوف مرہا ہے تو اس کا ہر شریک وارث حد کا مخاطب کر سکتا ہے۔ البتہ یہ عجیب بات ہے کہ امام شافعی بیوی اور شوہر کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ ہے کہ موت کے ساتھ رشتہ زوجیت ختم ہو جاتا ہے اور بیوی یا شوہر میں سے کسی ایک پر الزام "سنے سے دور سے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ حالانکہ یہ دونوں دلیلیں کثرو ہیں۔ مخاطبہ حد کو قابل تواریث ماننے کے بعد یہ کہن کہن کہ یہ حق بیوی اور شوہر کو اس لیے نہیں پہنچتا کہ موت کے ساتھ رشتہ زوجیت ختم ہو جاتا ہے خود قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن نے ایک سے مرنے کے بعد دوسرے کو اس کا وارث قرار دیا ہے۔ رہی یہ بات کہ زوجین میں سے کسی ایک پر الزام آنے سے دوسرے کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا تو یہ شوہر کے معاملہ میں چہ صحیح ہو مگر بیوی کے معاملے میں تو قطعاً غلط ہے۔ جس کی بیوی پر الزام رکھا جائے اس کی تواریث اور اداء نسب مشتبہ ہو جاتا ہے۔ عدوہ بریں یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ حد قذف صرف نسب پر حرف آنے کی وجہ سے واجب قرار دی گئی ہے۔ نسب کے ساتھ عزت پر حرف آنا بھی ایک ایسی اہم وجہ ہے، اور ایک شریف مرد یا عورت کے لیے یہ حکم کہ عزت نہیں ہے کہ اس کی بیوی یا اس کے شوہر کو بدکار قرار دیا جائے۔ لہذا اگر حد قذف کا مخاطب قابل تواریث ہو تو زوجین کو اس سے مستثنیٰ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

شہادت حد میں گواہوں کے اتحاد و مجلس میں فقہی مذاہب

یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ ایک شخص نے قذف کا ارتکاب کیا ہے، جو چیز اسے حد سے بچا سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ چار گواہ ایسے لائے جو عدالت میں یہ شہادت دیں کہ انہوں نے مقتدوف کو قذف مرد یا عورت کے ساتھ یا غلط زمانہ کرتے دیکھا ہے۔

حنیفہ کے نزدیک یہ چاروں گواہ ایک وقت عدالت میں آنے چاہئیں اور انہیں بیک وقت شہادت دینی چاہیے، کیونکہ اگر وہ یکے بعد دیگرے آئیں تو ان میں سے ہر ایک قذف ہوتا چلا جائے گا اور اس کے لیے پھر چار گواہوں کی ضرورت ہوگی۔ لیکن یہ

بیک گزرو بات ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو امام شافعی اور عثمان اللقی نے کہی ہے کہ گواہوں کے بیک وقت آنے اور یکے بعد دیگرے "سنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ دوسرے کے قدمات کی طرح گواہ ایک آئے اور شہادت دے۔" حنفیہ کے نزدیک ان گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر قذف چار قاضی گواہی لے آئے تو وہ حد قذف سے بچ جائے گا، اور ساتھ ہی عقد بھی حد نہ اسے محفوظ رہے گا کیونکہ گواہ عادل نہیں ہیں۔ البتہ کافر، یا اندھے، یا غلام، یا قذف کے جرم میں پہلے کے مزید قذوہ پیش کر کے قذف سزا سے نہیں بچ سکتا۔

مگر امام شافعی کہتے ہیں کہ قاذف اگر قاضی گواہ پیش کرے تو وہ اور اس کے گواہ سب حد کے مستحق ہوں گے۔ اور یہی رائے امام مالک کی بھی ہے۔ اس معاملے میں حنفیہ کی مسکب ہی اقرب الی العوالب معلوم ہوتا ہے۔ گواہ اگر عدول ہوں تو قذف جرم قذف سے بری ہو جائے گا اور مقتدوف پر جرم نہ ثابت ہو جائے گا۔ لیکن اگر گواہ عادل نہ ہوں تو قاذف کا قذف، اور مقتدوف کا فعل زنا، اور گواہوں کا صدق و کذب، ساری ہی باتیں مشکوک قرار پائیں گی اور شک کی بنا پر کسی کو بھی حد کا مستوجب قرار نہ دیا جائے گا۔

جماعت کے قاذف کی حد کا بیان

قذف جماعت کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص بہت سے لوگوں پر بھی الزام لگائے، خواہ ایک لفظ میں یا الگ الگ الفاظ میں، اس پر ایک ہی حد لگائی جائے گی، البتہ یہ کہ حد لگنے کے بعد وہ پھر کسی سے قذف کا ارتکاب کرے۔ اس لیے کہ آیت کے الفاظ یہ ہیں جو لوگ باک دامن موعظوں پر الزام لگائیں اس سے معلوم ہوا کہ ایک فرد ہی نہیں ایک جماعت پر الزام لگانے والا بھی صرف ایک ہی حد کا مستحق ہوتا ہے۔ قیاس سے بھی لگنا نہ کوئی الزام ایسا نہیں ہو سکتا جو کم از کم دو شخصوں پر لگتا ہو مگر اس کے باوجود شارع نے ایک ہی حد کا حکم دیا، عورت پر الزام کے لیے الگ اور مرد پر الزام کے لیے الگ حد کا حکم نہیں دیا۔

بخلاف اس کے امام شافعی کہتے ہیں کہ ایک جماعت پر الزام لگانے والا خواہ ایک لفظ میں الزام لگائے یا الگ الگ الفاظ میں، اس پر ہر شخص کے لیے الگ الگ پوری حد لگائی جائے گی۔ یہ رائے عثمان اللقی کی بھی ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ کا قول، جس میں قسمی اور آزمائی بھی ان کے ہم نوا ہیں یہ ہے کہ ایک لفظ میں پوری جماعت کو زانی کہنے والا ایک حد کا مستحق ہے اور الگ الگ الفاظ میں یہ ایک کو کہنے والا ہر ایک کے لیے الگ حد کا مستحق ہے۔

غصے میں کسی کے نسب کے انکار کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ فِي غَضَبٍ كُنْتُ بَابْنٍ فَلَا يُلِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ يُحَدُّ، وَلَوْ قَالَ فِي غَيْرِ غَضَبٍ لَا يُحَدُّ) لَا يُؤْخَذُ مِنَ الْغَضَبِ يُؤْخَذُ بِهِ حَقِيقَتُهُ سَبًّا لَهُ، وَلَمْ يَغَيِّرْهُ يُؤْخَذُ بِهِ

الْمُعَاتَبَةُ يَنْفِي مُشَابَهَتِهِ أَبَاهُ فِي أَصْبَابِ الْمَوُوءِ (۱) وَلَوْ قَالَ لَسْتُ بِابْنِ فَلَانٍ يَخْنِي جَدَّهُ
لَمْ يُحَدِّ (۲) لِأَنَّهُ صَادِقٌ فِي تَكْلَامِهِ، وَلَوْ تَسَبَّاهُ ابْنِي جَدَّهُ لَا يُحَدِّ أَيضًا لِأَنَّهُ قَدْ يَنْسُبُ إِلَيْهِ
مَجَازًا.

(۱) وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا ابْنَ الزَّائِنَةِ وَأُمُّهُ مَيَّةٌ مُحْصَنَةٌ فَطَالَابُ الْإِبْنِ يُحَدِّهِ حَدُّ الْقَافِ (۲) لِأَنَّهُ
قَدَفَ مُحْصَنَةً بَعْدَ مَوْتِهَا (۳) وَلَا يُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ لِلْمَيِّتِ إِلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَذْفُ فِي تَسْبِيهِ
بِقَوْلِهِ وَهُوَ الْوَالِدُ وَالْوَلَدُ (۴) لِأَنَّ الْعَارَ يَلْتَحِقُ بِهِ لِمَكَانِ الْبُزْرِيَّةِ لِكُونِ الْقَذْفِ مُتَوَاتِرًا
لَهُ مَعْنَى.

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُثْبِتُ حَقُّ الْمُطَالِبَةِ لِكُلِّ وَارِثٍ لِأَنَّ حَدَّ الْقَذْفِ يُوَرِّثُ عِنْدَهُ عَلَى مَا
نُتِبَ، وَعِنْدَنَا وَلَا يَلِيقُ الْمُطَالِبَةُ لِكَيْسَ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ بَلْ لِمَا ذُكِرْنَا، وَلِهَذَا يُثْبِتُ عِنْدَنَا
لِلْمُحْضَرِّ عَنْ الْمَيِّتِ بِالْقَتْلِ، وَيُثْبِتُ يُولَدُ الْيَتِيمِ كَمَا يُثْبِتُ يُولَدُ الْإِبْنِ خِلَافًا
لِلْمُحْصَنَةِ، وَيُثْبِتُ يُولَدُ الْوَلَدِ حَالَ قِيَامِ الْوَلَدِ خِلَافًا لِقَوْلِهِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے دوسرے کو غصے میں کہا کہ تم اس باپ کے بیٹے نہیں ہو جس کے نام سے پکارے جاتے ہو تو چہرہ قدح
جاری کی جائے گی اور جب اس نے غصے کی حالت میں نہ کہا تو حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ غصے کی حالت میں اس کو بطور حقیقت
گالی پر محمول کیا جائے گا اور غصے کی حالت کے سوا کوئی غصا پر محمول کیا جائے گا یعنی اس نے اخلاف و مروت میں اس کے سنا ہے۔ پ
کی نفی کی ہے۔ اور جب اس نے اس طرح کہا کہ تم فردا کے بیٹے نہیں ہو اور اس کی مراد اس کا دادا یا ہوتا اس کو حد نہ لگائی جائے گی۔
کیونکہ وہ شخص اپنے کہنے میں سچا ہے اور اگر وہ فردا کو اس کے دادا کی طرف منسوب کرتا ہے تب حد جاری نہ ہوگی کیونکہ یہ بھی کاذب
طور پر دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا اے زانیہ کے بیٹے، حاکم ان کی ماں فوت ہو چکی ہے اور محمد ہے اور اس کے بیٹے نے حد کا
مطالبہ کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایک محمد پر اس کی موت کے بعد تہمت لگائی ہے اور میت کیلئے حد قذف کا
مطالبہ ہی غصہ کر سکتا ہے جس کے نسب میں میت کے قذف سے شرمندگی لاحق ہونے والی ہے اور وہ والد ہے یا چچا جیسا ہے کیونکہ
جڑیت کے سبب ان کو عار لاحق ہونے والی ہے۔ لہذا ابھی طور پر میت کا قذف ان کو بھی شامل ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک روادرت کو مطالبے کا حق حاصل ہے کیونکہ ان کے نزدیک قذف میں وراثت جاری

ہے جیسا کہ اس کو بیان کر رہا ہے۔

۱۔ رے نزدیک مطالبے کی ولایت ارث کے طور پر نہیں ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی دلیل
کے سبب ۲۔ رے نزدیک ایک کی جگہ سے میراث سے محروم شخص کیسے حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اور لڑکی کے لڑکے کیسے بھی حق ثابت ہوتا
ہے۔ جس طرح بیٹے کے بیٹے کیسے حق ثابت ہوتا ہے۔ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ۳۔ رے کے ہوتے ہوئے بھی اس
کا حق ثابت ہو جائے گا اس میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔

شرح

۱۔ اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں یا اس کے باپ کا نام لے کر کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں حالانکہ اس کی ماں پاک دامن عورت ہے اگر
چہ یہ شخص جس کو کہا گیا کسی کیسائی ہو تو حد ہے جبکہ یہ الفاظ غصہ میں کہے ہوں اور اگر غصہ میں کہے تو حد نہیں کیونکہ اس کے یہ معنی بن
سکتے ہیں کہ تو اپنے باپ سے شایہ نہیں مگر پہلی صورت میں شرط یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی وہ حد کا طالب ہو اگرچہ تہمت لگانے کے
وقت وہاں موجود نہ تھا۔ اور اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں یا تو اُن کی ماں کا نہیں تو حد نہیں۔ (در مختار کتاب اللہ و باب حد قذف)

مقدمہ و محسن کے کافر میں کیلئے حق مطالبہ حد کا بیان

(وَأَذَا كَانَ الْقَذْفُ مِنْ مُحْصَنٍ جَارٍ لِأَبِيهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدُ أَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ) خِلَافًا لِقَوْلِهِ
هُوَ يَقُولُ: الْقَذْفُ يَتَوَاتَرُهُ مَعْنَى لُجُوعِ الْعَارِ إِلَيْهِ، وَلَيْسَ طَرِيقُهُ الْإِرْثِ عِنْدَنَا قَصَارَ
كَمَا إِذَا كَانَ مُتَوَاتِرًا لَهُ صُورَةٌ وَمَعْنَى.

وَلَمَّا أَنَّهُ عَبْرَةُ بِقَذْفٍ مُحْصَنٍ فَيُخَذُّهُ بِالْحَدِّ، وَهَذَا لِأَنَّ الْإِيْحَصَانَ فِي الَّذِي يُنْسَبُ إِلَيْهِ
الرُّتْبَا شَرْطٌ لِيَقَعَ تَعْيِيرًا عَلَى الْكَمَالِ ثُمَّ يَرْجِعُ هَذَا التَّعْيِيرَ الْكَامِلَ إِلَيْهِ وَلَدِهِ، وَالْكَفُّ
لَا يَتَنَفَّى أَهْلِيَّةَ الْإِسْتِحْقَاقِ، بِخِلَافِ إِذَا تَوَاتَرَ الْقَذْفُ نَفْسَهُ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ التَّعْيِيرُ عَلَى
الْكَمَالِ لِقَوْلِهِ الْإِيْحَصَانَ فِي الْمُنْسُوبِ إِلَى الرُّتْبَا (وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ
أُمِّهِ الْحُرَّةِ، وَلَا لِابْنِ أَنْ يُطَالِبَ أَبَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ) لِأَنَّ الْمَوْتَى لَا
يُعَاقَبُ بِسَبِّ عَيْدِهِ، وَكَهَذَا الْآبُ بِسَبِّ ابْنِهِ، وَلِهَذَا لَا يَقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهِ وَلَا السَّيِّدُ
بِعَبْدِهِ، وَلَوْ كَانَ لَهَا مِنْ بَيْنِ غَيْرِهِ لَمْ أَنْ يُطَالِبَ لِتَحْقِيقِ السَّبِّ وَالْعِدَامِ الْمَانِعِ.

ترجمہ

اور اگر مقدمہ و محسن ہے تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اس میں امام زفر علیہ الرحمہ

مختلف ہے وہ فرماتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے یہ تقدف یعنی کوشل ہے کیونکہ شرمندگی اس کی جانب ہونے والی ہے جبکہ مردہ۔
نزدیک میراث کے طریقے پر ثابت نہ ہوگی تو یہ اس طرح ہو جائے گا۔ گویا کہ یہ ظاہر و باطن دونوں طرح سے تقدف ہے کیونکہ شل سے
ہر کی دلیل ہے یہ کہ تقدف نے ایک محسن کو تہمت لگا کر اس کے بیٹے کو شرمندگی پہنچائی ہے۔ پس یہ جہاں حدیثین کا موازنہ
کرے گا کیونکہ یہ زنا کی طرف منسوب کیا گیا ہے البتہ اس کا محسن ہونا شرط ہے تاکہ شرمندگی دلانے کا عمل مکمل طور پر ثابت ہو
ہوئے اس کے بعد یہ عمل تعمیر اس کے لئے کر کے کی جانب منسوب ہو جائے گی۔ اور کفر کسی حق کے قتل ہونے میں من فی نہیں ہے۔ یہ
خلاف اس مسئلہ کے کہ جب تقدف اسکو بذات خود شل ہو کیونکہ جس کو زنا کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس میں انحصار سے منظور
ہونے کے سبب تعمیر مکمل نہ پائی گئی۔ جبکہ غلام کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کی آزادہ پر تہمت سے وہ اپنے قاتل سے حد
تقدف کا مطالبہ کرے اور اندر ہی کہنے کوئے حاصل ہے کہ اس کی آزادہ پر تہمت کے سبب وہ اپنے پاتے سے حد کا مطالبہ کرے کیونکہ
حق کو اس کے غلام کے سبب سزا نہیں دی جاسکتی اور باپ کو اپنے بیٹے کے سبب سزا نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کے
سبب بطور قصاص یا کوئی نہیں کیا جائے گا نہ خود نہ کوئی کرنے کے سبب اس کے قاتل کو قتل کیا جاتا ہے اور جب عورت کے اس
شوہر کے سوا کسی دوسرے شوہر سے کوئی بیٹا ہوا تھا، تو اس کو حد سے حد ہے کاق حاصل ہے کیونکہ سبب جتنی تقدف موجود ہے وہ نہ
معدوم ہے۔

شرح

شیخ امام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب باپ نے بیٹے پر زنا کی تہمت لگائی یہ مولیٰ بنے نہ یہ تو قاتل کے یہ غلام کو مطالبہ کا
حق نہیں۔ اسی طرح ماں پر داد یا دادی سے تہمت لگائی جتنی اپنی اصل سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح غمیری زوجہ پر تہمت لگائی تو
میں مطالبہ نہیں کر سکتا ہاں اگر اس عورت کا دوسرے نہ دوسرے لڑکا ہے تو یہ لڑکا جب عورت کا باپ ہے تو یہ حد یہ کر سکتا ہے۔

(فقہی ہندیہ، کتاب الحدود)

علامہ عبد اللہ بن حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ کرے تو حد کو قتل کر دینے میں جتنی اس
کی زندگی میں دوسرے کو مطالبہ کا حق نہیں مگر چہ وہ موجود ہو کہیں چاہے ہو یہ تہمت کے بعد مگر یہ کہ مطالبہ کے بعد جبکہ چند کوڑے
مارنے کے بعد انتقال ہوا تو باقی کا ساقط ہے۔ ہاں اگر اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے ورثہ میں وہ شخص مطالبہ کرے۔ جس کے نسب پر
اس تہمت کی وجہ سے حرف آتا ہے تو اس کے مطالبہ پر بھی حد قائم کر دی جائے گی مثلاً اس کے دادا یا دادی یا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیٹی پر
تہمت لگائی اور تہمت لگائی مگر چاہے تو اس کو مطالبہ کا حق ہے۔ وارث سے مراد وہی نہیں جسے ترکہ پہنچتا ہے بلکہ محبوب یا محروم
بھی مطالبہ کر سکتا ہے مثلاً میت کا بیٹا اگر مطالبہ کرے کہ تہمت تو پتا مطالبہ کر سکتا ہے اگر چہ محبوب ہے یا اس وارث نے اپنی موت کو مار ڈالا
سے یہ غلام یا کافر ہے تو ان کو مطالبہ کا استحقاق ہے۔ اگر چہ محروم ہیں۔ اسی طرح نو سارہ اور نواسی کو بھی مطالبہ کا حق ہے۔ قریبی رشتہ دار
نے مطالبہ نہ کیا معاف ہو کر تو دور کے رشتہ والے کا حق ساقط نہ ہوگا بلکہ یہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب الحدود)

مقدوف کی بعض شرائط کا بیان

تہمت لگانے والے پر حد واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔ جس پر تہمت لگائی وہ (۱) مسلمان، (۲) بالغ (۳) بالغ، (۴) آزاد، (۵) پارسا اور (۶) تہمت لگانے والے کا نہ لڑکا ہو نہ چٹا اور (۷) نہ گھوٹا ہو، (۸) نہ فحش، (۹) نہ اس کا
عقد نہ صل جڑ سے کن ہو، (۱۰) نہ اس نے نکاح یا حد کے ساتھ وہی کی ہو، (۱۱) نہ عورت پر تہمت لگائی تو وہ ایک نہ دوسرے سے وہی نہ
کی ہو نہ وہ (۱۲) وقت حد تک وہ شخص محسن ہو، ہذا معذ اللہ تقدف کے بعد مرد ہو گیا یا بخون یا برا ہو یا وہی حرام کی ہو گیا
ہو گیا تو حد نہیں۔ (درمختار، کتاب الحدود)

نکرا تقدف میں ایک حد کا فقہی بیان

نکرا تقدف کے بارے میں حنفی اور مجہول فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ تقدف نے سزا پانے سے پہلے یا سزا کے دوران میں خواہ
کتنی ہی مرتبہ ایک شخص پر الزام لگایا ہو اس پر ایک ہی حد پر دی جائے گی۔ اور اگر اجرائے حد کے بعد وہ اپنے سابق الزام ہی کی
تکرار کرتا ہے تو جو حد سے لگائی جائے وہی کافی ہوگی۔ البتہ اگر اجرائے حد کے بعد وہ اس شخص پر ایک نیا الزام نہ عائد نہ کر دے
تو پھر نئے سرے سے مقدمہ قائم کیا جائے گا۔ مغیرہ بن شعبہ کے مقدمہ میں سزا پانے کے بعد ابوبکر کھلے بندوں کہتے رہے کہ میں
جب تہمت لگایا ہوں۔ مغیرہ نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ ان پر پھر مقدمہ قائم کریں۔ مگر چونکہ وہ سابق الزام
ہی کو دوبارہ دہرتے تھے اس لیے حضرت علیؓ نے رائے دی کہ اس پر دوسرا مقدمہ نہیں لایا جاسکتا، اور حضرت عمرؓ نے ان کی رائے قبول کر
لی۔ اس سے بعد فقہاء میں اس بات پر قریب قریب اتفاق ہو گیا کہ سزا یا فتہ تقدف کو صرف نئے الزام ہی پر چکرا جاسکتا ہے، سابق
زمرہ کے اندر سے نہیں۔

مقدوف کے فوت ہو جانے سے سقوط حد کا بیان

(وَمَنْ قَذَفَ غَيْرَهُ فَصَاتِ الْمَقْدُوفُ بَطْلُ الْحَدِّ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَبْطُلُ (وَلَوْ مَاتَ
بَعْدَ مَا أَقِيمَ بَعْضُ الْحَدِّ بَطْلُ الْبَاقِي) عِنْدَنَا خِلَافًا لَهُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ يُؤْرَثُ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا
لَا يُؤْرَثُ، وَلَا خِلَافَ أَنَّ فِيهِ حَقَّ الشَّرْعِ وَحَقَّ الْعُقُودِ فَإِنَّهُ شَرَعَ لِدَفْعِ الْقَارِعِ عَنِ
الْمَقْدُوفِ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَفِعُ بِهِ عَلَى الْخُصُوصِ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ حَقُّ الْعُقُودِ، ثُمَّ إِنَّهُ
شَرَعَ زَاجِرًا وَمِنْهُ سُمِّيَ حَدًّا، وَالْمَقْصُودُ مِنْ شَرْعِ الزَّاجِرِ إِخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْقَسَادِ،
وَهَذَا آيَةٌ حَقُّ الشَّرْعِ وَبُكُلٌ ذَلِكَ تَشْهَدُ الْأَحْكَامُ.

وَأَيُّ تَعَارَضَتْ الْجِهَتَانِ، فَالشَّافِعِيُّ مَالَ إِلَى تَغْلِيْبِ حَقِّ الْعُقُودِ تَقْدِيمًا لِحَقِّ الْعُقُودِ

بِأَعْيَادٍ حَاجَتِهِ وَعَنِ الشَّرْعِ ، وَنَحْنُ صِرْنَا إِلَى تَغْلِيْبِ حَقِّ الشَّرْعِ لِأَنَّ مَا لَلْعَبْدِ مِنَ الْحَقِّ بَيِّنَةٌ مَوْلَاهُ فَيُصْبِرُ حَقَّ الْعَبْدِ مُرْعِيًّا بِهِ ، وَلَا كَذَلِكَ عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَا وَلَايَةَ لَلْعَبْدِ فِي اسْتِيفَاءِ حُقُوقِ الشَّرْعِ إِلَّا بِنَايَةِ عَنْهُ ، وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ الْمَشْهُورُ الَّذِي يَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْفُرُوعُ الْمُخْتَلَفُ فِيهَا مِنْهَا الْإِزْث ، إِذْ الْإِزْث يَجْرِي فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ لَا فِي حُقُوقِ الشَّرْعِ . وَمِنْهَا الْعُقُودُ فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ عَقْدُ الْمَقْدُوفِ عِنْدَنَا وَيَصِحُّ عَقْدُهُ . وَمِنْهَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ إِلَّا عِيَاضُ عَنْهُ وَتَجَرُّ فِيهِ التَّدَاخُلُ وَعِنْدَهُ لَا يَجْعُرِي . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي الْمَقْدُوفِ مِثْلَ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ ، وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ : إِنَّ الْغَالِبَ حَقَّ الْعَبْدِ وَخَرَجَ الْأَخْيَارُ ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے کسی پر ہمت لگائی اور مقدوف فوت ہو گیا تو حد باطل ہو جائے گی۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک حد باطل نہ ہوگی اگر یہ حد تکمیلی کہ مقدوف فوت ہو گیا تو ہماری نزدیک بھی حد باطل ہو جائے گی حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف اور یہ اختلاف دونوں اس حکم پر مبنی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حد میراث سے پوری ہوتی ہے جبکہ ہمارے نزدیک حد میراث سے پوری ہونے والی نہیں ہے۔ اور اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حد تقدف شریعت اور بندے دونوں کا حق ہے۔ اور اس حد کا اجراء مقدوف سے شرمندگی کو در کرنے کیلئے جاری کی گئی ہے۔ اور اس کا فائدہ صرف مقدوف کو حاصل ہے۔ پس اس طرح یہ بندہ کا حق بن جائے گا۔ اس کے بعد اس کو سزا کے طور پر جاری کیا گیا ہے اس سبب سے اس کو حد کہا جاتا ہے اور اگر کوئی شروع کرنا اس سبب سے کہ گردن یا سزا کو دور کیا جائے۔ اور شریعت کا حق ہونے کی یہی علامت ہے اور احکام ان میں سے ہے کہ ایک کے حق میں گواہوں اور جب ان دونوں جہات میں تقاضا واقع ہوا تو امام شافعی علیہ الرحمہ اس وقت بندے کے حق کو مقدم کرتے ہوئے اسی کے ظہیر کی جانب مائل ہو گئے ہیں کیونکہ حجاج بندہ سے شریعت حجاج نہیں ہے۔

ہم احتیاط شریعت کے حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں کیونکہ بندے کا حق مالک اور آقا جوں کا موٹی یعنی اللہ ہی ہے پس شریعت کی طرح بندے کے حق کی بھی رعایت کرنا ہوگی جبکہ اس کے برعکس میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کے حقوق میں وصول کرنے کے اعتبار سے بندے کا حق صرف نجات کرنا ہے اور یہی وہ مشہور قاعدہ ہے جس سے مختلف فیہ فروعات نکلنے والی ہیں۔

ان میں سے ارث ہے۔ کیونکہ ارث حقوق العباد میں جاری ہونے والی ہے جبکہ حق شرع میں نہیں ہے۔ اور اسی میں سے غلو ہے لہذا ہمارے نزدیک مقدوف کا غلو بھی نہیں ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی یہ ہے اور اسی سے یہ سہل سہی ہے کہ ہمارے

نزدیک تقدف کا بدلہ لینا یا نہیں ہے کیونکہ اس میں تدخل جاری ہوتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مطابق اس میں داخل جاری ہونے والا نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا غلو میں امام شافعی علیہ الرحمہ کی طرح قول روایت کیا گیا ہے جبکہ ہمارے اصحاب فقہ میں سے بعض لوگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اس میں بندے کا حق غالب ہے اور اسی کے مطابق جواب دیئے ہیں البتہ قول اول زیادہ ظاہر ہے۔

شرح

کسی کے باپ اور ماں دونوں پر ہمت لگائی اور دونوں مر چکے ہیں تو اس کے مطالبہ پر حد قائم ہوگی مگر ایک ہی حد ہوگی دونوں۔ اسی طرح اگر وہ دونوں زندہ ہیں جب بھی دونوں کے مطالبہ پر ایک ہی حد ہوگی کہ جب چند حدیں جمع ہوں تو ایک ہی قائم کی جائے گی۔ (ورق ثانی کتاب الحدود)

تقدف کا اقرار کرنے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقْرَ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يَقْبَلْ رُجُوعُهُ) لِأَنَّ لِلْمَقْدُوفِ فِيهِ حَقًّا فَيَكُونُ فِيهِ الرَّجُوعُ ، وَيَخَالِفُ مَا هُوَ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ لِأَنَّهُ لَا مُكَذَّبَ لَهُ فِيهِ . (وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبِطِي لَمْ يَعْصَ) لِأَنَّهُ يُرَادُّ بِوِ التَّشْيِيعِ فِي الْأَخْلَاقِ أَوْ عَدِمِ الْقَضَايَةِ ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لَسْتُ بِعَرَبِيٍّ لِمَا قُلْنَا . (وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَادِفٍ) لِأَنَّهُ يُرَادُّ بِوِ التَّشْيِيعِ فِي الْجُودِ وَالصَّفَاءِ ، لِأَنَّ مَاءَ السَّمَاءِ لَقَبٌ بِوِ يَصِفَانِيهِ وَسَخَايِهِ (وَإِنْ نَسَبَهُ إِلَى عُمِّهِ أَوْ خَالَهِ أَوْ إِلَى رُجٍّ أُمُّهُ فَلَيْسَ بِقَذْفٍ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ يُسَمَّى أَنَا ، أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ) وَإِسْمَاعِيلُ كَانَ عَمًّا لَهُ . وَالثَّانِي لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْخَالِ أَبُ) وَالْثَالِثُ لِلتَّشْيِيعِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے تقدف کا اقرار کیا اور اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا تو اس کے رجوع قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کے اقرار کرنے سبب مقدوف کا حق ثابت ہو چکا ہے پس اب رجوع میں وہ مضر کو جھٹلانے والا ہے۔ بخلاف اس حق رجوع کے کیونکہ وہ خاص الدن کا حق ہے کیونکہ اس میں رجوع کرنے والے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے اور جب کسی نے عربی کو باطنی کہا تو

ترجمہ

اور جب کسی نے دوسرے سے کہا اے زانی تو اس نے کہا نہیں بلکہ تو ان دونوں پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں بلکہ تو زانی ہے اس لئے کہ کلمہ عطف سے غلطی کی اصلاح کی جاتی ہے پس پہلے جملے میں جو خبر ذکر ہوئی ہے دوسرے کیلئے بھی ذکر کی گئی ہے۔

شرح

علامہ ابن عجمی مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص نے دوسرے سے کہا تو زانی ہے اس نے جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو دونوں پر حد ہے کہ ہر ایک نے دوسرے پر تہمت لگائی اور اگر آپ نے دوسرے کو نصیحت کہا دوسرے نے کہا نہیں بلکہ ہے تو کسی پر سرائیش کہ اس میں دونوں برابر ہو گئے اور تہمت میں چونکہ حق اللہ غاب ہے لہذا حد ساقط نہ ہوگی کہ وہ اپنے حق کو ساقط کر سکتے ہیں۔ (بحر الرائق، کتاب الحدود)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی پر ایک نے تہمت لگائی اور حد قائم ہوئی پھر دوسرے نے تہمت لگائی تو دوسرے پر بھی حد قائم کریں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحدود)

بیوی کو زانیہ کہنے پر عدم حد کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِمَرْأَتِهِ يَا زَانِيَةً فَقَالَتْ لَا بَلْ أَنْتَ حَدَّثْتَ الْمَرْأَةَ وَلَا لِيَعَانَ) وَلَا تَهْمَا قَاذِفَانِ وَقَدْ هُوَ بِجِبِّ اللَّعَانِ وَقَدْ هُوَ الْحَدَّ. وَفِي الدَّاءِ بِالْحَدِّ إِطْلَانُ اللَّعَانِ؛ لِأَنَّ الْمُعْدُوَّةَ فِي الْقَذْفِ لَيْسَ بِأَهْلٍ لَهُ وَلَا إِطْلَانٌ فِي عَجْمِيهِ أَصْلًا فَيُحْتَاطُ لِلذَّوْرِ، إِذِ اللَّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ (وَلَوْ قَالَتْ زَانِيَتٌ بِكَ فَلَا حَدَّ وَلَا لِيَعَانَ) مَعْنَاهُ قَالَتْ بَعْدَمَا قَالَ لَهَا يَا زَانِيَةً لَوْ فُوعَ الشُّكُّ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ الدُّنَا قَبْلَ النُّجَا فَجِبُّ الْحَدِّ دُونَ اللَّعَانِ لِتَصْدِيقِهَا بِإِيَّاهُ وَانْتِدَائِهِ مِنْهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ زَانِيًا مَا كَانَ مَعَكَ بَعْدَ النُّجَا لِأَنِّي مَا مَكُنْتُ أَحَدًا غَيْرَكَ. وَهُوَ الْمُرَادُ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْحَالَةِ، وَعَلَى هَذَا الْإِعْتِبَارِ يَجِبُ اللَّعَانُ دُونَ الْحَدِّ عَلَى الْمَرْأَةِ لَوْ جُودَ الْقَذْفُ مِنْهُ وَعَدِمَتْ مِنْهَا فِتْنَةٌ مَا قُلْنَا.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا اے زانیہ تو اس نے کہا نہیں بلکہ تو ہے تو عورت پر حد جاری کی جائے گی اور ان

دونوں پر لعان نہ ہوگا کیونکہ میں بیوی دونوں قاذف ہیں اور شوہر کا قذف لعان کو واجب کرنے والا ہے جبکہ بیوی کا قذف حد کو واجب کرنے والا ہے اور حد میں آغاز کرنے سے لعان باطل ہو جائے گا کیونکہ حد و نفی القذف لعان کے قائل نہیں ہوتا۔ جبکہ اسی کے برعکس میں باطل نہیں ہے پس لعان کو دور کرنے کیلئے یہ جملہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ لعان حد کے حکم میں ہے۔

اور جب بیوی نے شوہر کو جواب میں کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہی تو زانیہ کیا ہے تو حد اور لعان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا اور اس کا معنی یہ ہے کہ شوہر کے اس کو زانیہ کہنے کے بعد بیوی نے اس کو یہ کہا ہے پس ان میں سے ہر ایک میں شک پیدا ہو چکا ہے کیونکہ ممکن ہے بیوی نے کلام سے نقل نہ فرما دیا ہو تو صرف حد واجب ہوگی لعان واجب نہ ہوگا کیونکہ بیوی نے شوہر کی تصدیق کی ہے جبکہ خاندانہ اس کی تصدیق نہیں کی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے یہ مراد دیا ہو کہ مرانا تو وہی ہے کلام کے بعد تہمت سے ہوا ہے کیونکہ میں تمہارے سوا کسی کو معصوم نہیں دیا اور ایسی حالت میں اسی قسم کا احتمال مراد دیا جائے گا اور اس کا اعتبار کرنے پر شوہر پر لعان واجب ہوگا اور بیوی پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ قذف شوہر کی طرف سے موجود ہے۔ اور عورت کی جانب سے مفقود ہے تو یہ وہی مسئلہ بیان ہوا جو ہم نے کیا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب شوہر نے عورت کو زانیہ کہا عورت نے جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ تو عورت پر حد ہے مرد پر نہیں اور لعان بھی نہ ہوگا کہ حد قذف کے بعد عورت لعان کے قائل نہ رہی۔ اور اگر عورت نے جواب میں کہا کہ میں نے تیرے ساتھ زانیہ کیا ہے تو حد و لعان کچھ نہیں کہ اس کلام کے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ کلام کے پہلے تیرے ساتھ زانیہ کیا دوسرا یہ کہ کلام کے بعد تیرے ساتھ ہم بستی ہوئی اور اس کو زانیہ کہنا تیرے کلام کا جملہ ہے تو حد ساقط۔ ہاں اگر جواب میں عورت نے تصریح کر دی کہ کلام سے پہلے میں نے تیرے ساتھ زانیہ کیا تو عورت پر حد ہے اور اگر اپنی عورت سے مرد نے یہ بات کہی اور اس عورت نے یہی جواب دیا تو عورت پر حد ہے کہ وہ زانیہ کا اقرار کرتی ہے اور مرد پر کچھ نہیں ہے۔ (در مختار، کتاب الحدود)

شوہر کا اقرار اولد کے بعد نفی کرنے کا بیان

(وَمَنْ أَقَرَّ بِوَلَدِهِ ثُمَّ نَفَاهُ فَإِنَّهُ بِلَاعِنٍ) لِأَنَّ النَّسَبَ لِرِيعَةِ بِإِقْرَارِهِ وَبِالنَّفْيِ بَعْدَهُ صَارَ قَاذِفًا قَبْلَاعِنٍ (وَإِنْ نَفَاهُ ثُمَّ أَقَرَّ بِهِ حَدٌّ) لِأَنَّهُ لَمَّا أَكْثَرَتْ نَفْسُهُ بَطْلَ اللَّعَانِ لِأَنَّهُ حَدٌّ ضَرُورِيٌّ صَبَرَ إِلَيْهِ ضَرُورَةُ النَّكَادِبِ، وَالْأَصْلُ فِيهِ حَدُّ الْقَذْفِ.

قَاذِفًا إِذَا بَطَلَ النَّكَادِبُ بَصَارًا إِلَى الْأَصْلِ، وَفِيهِ خِلَافٌ ذَكَرْنَاهُ فِي اللَّعَانِ (وَالْوَلَدُ وَلَكُذَلِكَ) فِي الرَّجْهِنِ لِإِقْرَارِهِ بِهِ سَابِقًا أَوْ لَاحِقًا، وَاللَّعَانُ يَصِحُّ بِدُونِ قَطْعِ النَّسَبِ كَمَا يَصِحُّ بِدُونِ الْوَلَدِ (وَإِنْ قَالَ لَيْسَ بِنَانِي وَلَا بِأَبْنِكَ فَلَا حَدَّ وَلَا لِيَعَانَ) لِأَنَّهُ انْكَرَ الْوِلَادَةَ وَبِهِ

لَا يَصِيرُ قَاضِيًا.

(وَمَنْ قَذَفَ امْرَأَةً وَمَعَهَا أَوْلَادٌ لَمْ يَعْرِفْ لَهُمْ أَبٌ أَوْ قَذَفَ الْمُلَاعَةَ بَوْلِيدٍ وَالْوَلَدُ حَتَّى
أَوْ قَذَفَهَا نَعْدَ مَوْتِ الْوَلَدِ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِقِيَامِ أَمَارَةِ الزَّانَا مِنْهَا وَهِيَ وَلَا دَعُوهُ وَلَدٌ لَا أَبَ
لَهُ هَفَاتَتْ الْبُعْثُ نَظَرًا إِلَيْهَا وَهِيَ شَرْطُ الْإِخْصَانِ (وَلَوْ قَذَفَتْ امْرَأَةً لَا عَشْتَ بِغَيْرِ وَلَدٍ
فَعَلَيْهِ الْحُدُّ) لَا نَعْدَامِ أَمَارَةِ الزَّانَا.

ترجمہ

اور شوہر نہ بنے گا قرار کرنے کے بعد اس کی نفی مردی تو اس پر ان واجب ہوگا۔ کیونکہ اس کے اقرار کرنے کے سبب اب
واجب ہو چکا ہے اور اقرار کر کے بدلتی کرنے سے وہ قاذف ہو چکا ہے اس لئے وہ جان کرے گا۔ اور اگر اس نے نفی کے پھر قراوی
تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ جب اس نے اپنے آپ کو چھٹا یا ہے تو انان بطل ہو جائے گا۔ لہذا ان ضروری ہوا اور
چھٹا نے کی ضرورت کے سبب اس کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اصل حد قذف ہے پس جب چھٹا یا بطل ہو گیا ہے تو
مسلک طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر ان دونوں صورتوں میں اس کا ہوگا کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے خواہ اس کا اقرار نفی سے قبل ہو
بعد میں۔ حالانکہ ان قطع نسب کے بغیر بھی ہوتا ہے جس طرح بیٹے کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تمہارا ہے تو اس پر حد یا ان کو کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے
دست کا لگا کر یہ دے رہے انداز سے وہ قاذف نہ ہوگا۔

اور جب س نے کسی ایسی عورت پر تہمت لگائی جس کے ساتھ کسی لڑکے ہوں مگر ان کے باپ کو ہم نہ ہو یا پھر کسی شخص نے
لڑکے کے متعلق شوہر سے جان کی ہوئی موت پر تہمت لگائی وہ لڑکا زندہ ہو یا پھر لڑکے کی موت کے بعد اس پر تہمت لگائی تو اس پر
حد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ عورت کی جانب سے زنا کی علامت موجود ہے۔ اور وہ ایسے بچے کی پیدائش ہے جس کا باپ نہیں ہے پس
اس حد موت کو دیکھ لینے کے سبب عفت ختم ہو جائے گی۔ یا تاکہ احصان کی شرط عفت ہے۔ اور جب کسی بندے نے کسی عورت پر
تہمت لگائی جس نے لڑکے کے بغیر ان کی کیا تھا تو قاذف پر حد واجب ہو جائے گی کیونکہ زنا کی علامت ختم ہو چکی ہے۔

شرح

شیخ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس عورت پر حد زنا قائم ہو چکی ہے اس کو کسی تہمت لگائی۔ یا ایسی عورت پر تہمت
لگائی جس میں زنا کی حد مت موجود ہے مثلاً میاں بی بی میں قاضی نے انہی کو پکڑا اور بچہ کا نسب باپ سے منقطع کر کے عورت کی
طرف منسوب کر دیا۔ یا عورت کے بچہ کے نسب کا باپ معلوم نہیں تو اس سبب صورتوں میں تہمت لگانے والے پر نہیں۔ اور اگر
ان بغیر بچہ کے ہوا یا بچہ موجود تھا مگر اس کا نسب باپ سے قطع نہ کیا یا نسب بھی منقطع کر دیا مگر بعد میں شوہر نے اپنا چھٹا ہونا

پان کیا اور بچہ باپ کی طرف منسوب کر دیا گیا تو ان صورتوں میں عورت پر تہمت لگانے سے حد ہے۔ (توقی بندہ یہ کہب اھودو) *

غیر کی ملک میں حرام طے کے سبب عدم حد کا بیان

قَفَّالٌ (وَمَنْ وَطَّأَ وَطْأًا حَرَامًا فِي غَيْرِ مِلْكِهِ لَمْ يُحَدَّ قَاضِيُهُ) لِقَوَاتِ الْعِفَّةِ وَهِيَ شَرْطُ
الْإِخْصَانِ، وَلَئِنْ الْقَاضِيَّ صَادِقٌ، وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ مَنْ وَطَّأَ وَطْأًا حَرَامًا لِعَيْنِهِ لَا يَجِبُ
الْحَدُّ بِقَاضِيهِ؛ لِأَنَّ الزَّانَا هُوَ الْوَطْءُ الْمَحْرُومُ لِعَيْنِهِ، وَإِنْ كَانَ مُحَرَّمًا لِعَيْنِهِ يَحْدُّ لِأَنَّهُ
لَيْسَ بِزَانٍ فَالْوَطْءُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ أَوْ مِنْ وَجْهِ حَرَامٍ لِعَيْنِهِ وَكَذَا الْوَطْءُ
فِي الْمِلْكِ، وَالْحُرْمَةُ مُؤَبَّدَةٌ، فَإِنْ كَانَتْ الْحُرْمَةُ مُوقَّتَةً فَالْحُرْمَةُ لِعَيْنِهِ، وَأَبُو حَيْفَةَ
يَنْشُرُ أَنَّ تَكُونُ الْحُرْمَةُ الْمُؤَبَّدَةُ قَائِمَةً بِالْإِجْمَاعِ، أَوْ بِالْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ لِيَكُونَ
نَاسِئَةً مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ (وَيَبَيَّنُهُ أَنَّ مَنْ قَذَفَ رَجُلًا وَطْءَ جَارِيَةً مُشْرِكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرٍ فَلَا
حَدَّ عَلَيْهِ) لَا نَعْدَامِ الْمِلْكِ مِنْ وَجْهِ (وَكَذًا إِذَا قَذَفَتْ امْرَأَةً وَنَتْ فِي نَصْرِ أَيْتِيهَا)
لِيَحْقِقَ الزَّانَا مِنْهَا شَرْعًا لَا نَعْدَامِ الْمِلْكِ وَلِهَذَا وَجَبَ عَلَيْهَا الْحَدُّ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اپنے غیر کی ملک میں حرام طے کر دیا، اس کے قاذف کو حد نہ لگائی جائے گی کیونکہ عفت نہیں ہے
نہ عفت احصان کی شرط ہے اور یہ دلیل بھی ہے قاذف سے اور اس مسئلہ میں قاعدہ یہ ہے جس نے اس کی دلی کو جو حرام عینہ
ہے تو اس پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ زنا ایسی دلی کو کہتے ہیں جو حرام عینہ ہوا اور جب دلی حرام بغیر ہے تو اس
کے قاذف کو حد لگائی جائے گی کیونکہ یہ زنا نہیں ہے۔ بروہ دلی جو تمام اجاب یا غیر کی ملک میں ہو وہ حرام عینہ ہے اور جو دلی ملک
میں ہو مگر اس کی حرمت ابدی ہے جب حرام عینہ ہے اور جب حرمت موقت ہو تو حرمت لغیر ہوگی۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے
یہ شرط بیان کی ہے کہ حرمت ابدی یا بائد قائم ثابت ہو یا پھر حدیث مشہورہ اس کا ثبوت ہونا چاہیے یا حرمت ملک کے بغیر ثابت
ہو جائے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی شخص نے ایسے بندے پر تہمت لگائی جس نے ایسی باندی سے دلی کی جو اس کے درمیان اور
دوسرے بندے کے درمیان مشترک تھی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ ایک وجہ سے ملکیت معدوم ہے ایسی طرح جب کسی نے ایسی
عورت پر تہمت لگائی جس نے اپنی لڑائیت کے زمانے میں زنا کیا تھا تو اس پر حد نہ لگائی جائے گی کیونکہ اس عورت سے شرعی طور پر
زنا ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ ملکیت معدوم ہے لہذا اسی سبب سے عورت پر حد واجب ہو جائے گی،

شرح

علامہ ابن عبدین مثنیٰ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس عورت سے وہی کی گئی اس میں ملک کا شہید ہوتا تو حد قائم نہ ہوگی اگرچہ اور کرم حرام ہونے کا گمان ہو، اپنی اولاد کی پابندی۔ جس عورت کو اللہ ظن کہ یہ سے طلاق دی اور وہ عدت میں ہو، اگرچہ ممکن طلاق کی نیت کی ہو۔ بائع کا بیع ہوئی لونڈی سے وہی کرنا جبکہ مشتری نے لونڈی پر قبضہ نہ کیا ہو بلکہ بیع اگر فاسد ہو تو قبضہ کے بعد بھی شہر نے نکاح میں لونڈی کا شہر مقرر کیا اور ابھی وہ لونڈی عورت کو نہ دی تھی کہ اس لونڈی سے وہی کی۔ لونڈی میں چند شریک ہیں، ان میں سے کسی سے اس سے وہی کی۔ اپنے رکاب کی کنیز سے وہی کی۔ غلام یا دون جو خود اور اس کا تمام مال و دین میں مستحق ہے، اس کی لونڈی سے وہی کی۔ غنیمت میں جو عورتیں حصہ ہوئیں تیسرے پچھلے دنوں میں سے کسی سے وہی کی بائع کا اس لونڈی سے وہی کرنا جس میں مشتری کو قبضہ رہا یا بی لونڈی سے استبراء سے قبل وہی کی۔ یہ اس لونڈی سے وہی کی جو اس کی رضای بہن ہے یا اس کی بہن اس کے تصرف میں ہے۔ یا اپنی اس لونڈی سے وہی کی جو جو سید ہے۔ یا اپنی زوجہ سے وہی کی جو مہر تہہ ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے حرام ہوئی، مثلاً اس کے بیٹے سے اس کا تعلق ہو گیا یا اس کی ماں یا بیٹی سے اس نے جماع کیا۔ (رہنما، کتاب اللہود)

جو سیدہ باندی سے جماع کرنے والے پر تہمت لگانے کا بیان

(وَلَوْ قَدَفَتْ رَجُلًا أَنَسَىٰ أُفْعَةً وَهِيَ مَجْهُوسَةٌ أَوْ أَمْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ أَوْ مُمْكِنَاتٍ لَّهَ قَعْلَتُهُ الْخُدُّ) لِأَنَّ الْخُدْمَةَ مَعَ قِيَامِ الْمَيْلِ وَهِيَ مُؤَقَّتَةٌ فَكَانَتْ الْخُدْمَةُ لِعَبْرِهِ فَلَمْ يَكُنْ زِنًا وَعَنْ أَبِي يُونُسَ أَنَّ وَطْءَ الْمُمْكِنَاتِ يَنْسُقُ إِلَىٰ حَصَانٍ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ لِأَنَّ الْمَيْلَ وَالزَّلَّ فِي حَقِّ الْوُطْءِ وَلِهَذَا يَنْزِمُهُ الْقَفْرُ بِالْوُطْءِ، وَنَحْنُ نَقُولُ مِلْكُ الدَّائِي بَاقِي وَالْخُدْمَةُ لِعَبْرِهِ إِذْ هِيَ مُؤَقَّتَةٌ.

(وَلَوْ قَدَفَتْ رَجُلًا وَطِئَ أَمْعَةً وَهِيَ أُخْتُهُ مِنَ الرِّضَاعَةِ لَا يُحْدِلُ) لِأَنَّ الْخُدْمَةَ مُؤَقَّتَةٌ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ (وَلَوْ قَدَفَتْ مُمْكِنَاتٍ مَاتَ وَتَرَكَهَ وَفَاءً إِلَّا حَدَّ عَلَيْهِ) لِتَحْنِ الشُّبُهَةِ فِي الْحُرِّيَةِ لِمَكَانِ اخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ.

(وَلَوْ قَدَفَتْ مَجْهُوسًا تَزَوَّجَ بِأَمْعَةٍ ثُمَّ أَسْلَمَ يَحْدِلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ: لَا حَدَّ عَلَيْهِ) وَهَذَا بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّ تَزَوُّجَ الْمَجْهُوسِ بِالْمَحَارِمِ لَهُ حُكْمُ الصَّحَّةِ فِيمَا بَيْنَهُمْ عَنْهُ خِلَافًا لَّهُمَا. وَقَدْ مَرَّ فِي النِّكَاحِ.

(وَإِذَا دَخَلَ الْمَحْرُوبُ دَارَ نَدَامَانٍ فَقَدَفَتْ مُسْلِمًا حَدٌّ) لِأَنَّ فِيهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَقَدْ تَزَوَّجَ

إِسْقَاءَ حَقِّهِ الْوَعْدَ، وَلَأنَّهُ طَمِعَ فِي أَنْ لَا يُؤْذِيَ قَبْلَ أَنْ يُلْتَمَزَ أَنْ لَا يُؤْذِيَ وَمَوْجِبُ أَذَاهُ الْخُدُّ.

ترجمہ

اور جب کسی بندے نے ایسے آدمی پر تہمت لگائی جس نے اپنی باندی یا جو سیدہ سے جماع کیا یا اپنی حائض بیوی یا مہکاتبہ سے وہی کی تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ ملکیت ہونے کے باوجود یہ وہی حرام ہے۔ مگر حرمت موقت ہے اس لئے یہ حرام غیر ہو گا اور نہ نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ رکاب کی وہی احسان کو ساقط کرنے والی ہے۔ اور امام فخر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وہی کے حق میں ملکیت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا وہی کے سبب وہی کرنے والے پر ناجائز وہی کا جرمانہ واجب ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ ملکیت ذات باقی ہے اور اس کی حرمت غیر ہے کیونکہ وہ موقت ہے۔ اور جب کسی بندے نے ایسے آدمی پر تہمت لگائی جس نے اپنی باندی سے وہی کی اور وہ باندی اس کی رضائی بہن تھی تو قاذف پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ اس کی حرمت ابدی ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور جب کسی نے ایسے مکاتب پر تہمت لگائی جو عتق ہو گیا ہے اور کتابت کے بدلے میں مال کی دکانی کو چھوڑ گیا ہے تو قاذف پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ کاتب کی آزادی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہے اور اس وجہ سے شہید پیدا ہو چکا ہے۔

اور جب کسی نے ایسے جو سیدی پر تہمت لگائی جس نے اپنی ماں سے شادی کی تھی اس کے بعد وہ اسلام لے آیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے قاذف کو حد لگائی جائے گی۔

صاحبین کہتے ہیں کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ یہ اختلاف اس صورت مسئلہ کی بناء پر ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک اہل جنس کا نکاح محارم سے درست ہوتا ہے۔ جبکہ اس میں صاحبین کا اختلاف ہے اور کتاب النکاح میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

اور جب کوئی حری امان لیکر دارالاسلام میں آگیا اور پھر اس نے کسی مسلمان پر تہمت لگادی تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ قذف بندے کا حق ہے اور حری مسلمان سے حقوق العبادہ دار کرنے کا عہد کیا ہے کیونکہ حری مسلمان کا تہنیتی کسی کا تکلیف نذری جائے تو وہ اس حکم کو لازم کرنے والا ہو گا کہ وہ خود کسی کو تکلیف پہنچانے والا نہ ہو گا اور نہ تکلیف دہ کوئی کام کرے گا۔

شرح

عہد سائن عبدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس عورت سے وہی کی گئی اس میں ملک کا شہر ہو تو حد تک نہ ہوگی اگرچہ وہ حرام ہونے کا گمان نہ ہو، چنانچہ اپنی اولاد کی باندی۔ جس عورت کو الفاظ نہایت سے طلاق دی اور وہ عدت میں ہو، اگرچہ جس قدر کہ نیت کی ہو۔ بالغ کا بتیل ہو، ورنہ سے وہی کرنا جبکہ شہری نے لونڈی پر قبضہ نہ کیا ہو بلکہ اگر مذہب ہونے قبضہ کے بعد بھی مذہب نے نکاح میں لونڈی کا تہنہ کر کے اور اسکی لونڈی کی عورت کو نہ دیتی تھی کہ اس کی لونڈی سے وہی کی۔ لونڈی میں چند شخص شریک ہیں اور ان میں سے کسی نے اس سے وہی کیا۔ اپنے مکہ جب کی کثرت سے وہی کی۔ غلام ہاؤن جو خود اور اس کا تمام مال دین میں مستغرق ہے، اس کی لونڈی سے وہی کی۔ قیمت میں جو جو شخص حاصل ہو جس قیمت سے پہلے اس میں سے کسی سے وہی کیا جائے گا اس وقت سے وہی کر جس میں شہری کو بیٹھا اپنی لونڈی سے استبراء سے قبل وہی کی۔ یہ وہی ورنہ سے وہی کی جو اس کی رضایہ بہن ہے، اس کی بہن اس کے تصرف میں ہے۔ یا اپنی اور اس کی لونڈی سے وہی کی جو جو سید ہے۔ یا اپنی زوجہ سے وہی کی جو مردہ ہوگی ہے یا نہ کی وجہ سے حرام ہوگی مثلاً اس کے بیٹے سے اس کا قتل ہو گیا یا اس کی ماں یا بیٹی سے اس نے جماع کیا۔ (ریختار کتاب اہود)

تہمت کے سبب مسلمان پر اجراء سے حد کا بیان

(وَإِذَا حَدَّ الْمُؤْمِنُ فِي قَذْفٍ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ تَابَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْبَلُ إِذَا تَابَ وَهِيَ تَعْرِفُ فِي الشَّهَادَاتِ (وَإِذَا حَدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ عَلَى أَهْلِ الذَّمِّ) لِأَنَّهُ لَمْ يَشْهَدْ عَلَى جَنْبِهِ فَنَزَعَتْ شَهَادَتُهُ لِحَدِّهِ (فَإِنْ أَسْلَمَ قَبِلَتْ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ) لِأَنَّهُ هَذِهِ شَهَادَةٌ اسْتَفَادَهَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَلَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الرَّدِّ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ إِذَا حَدَّ حَدَّ الْقَذْفِ لَمْ يُغْنِ حَيْثُ لَا يُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ لَهُ أَصْلًا فِي حَالِ الرِّقِّ فَكَأَنَّ رَدَّ شَهَادَتِهِ بَعْدَ الْغِنِيِّ مِنْ تَمَامِ حَدِّهِ.

(وَإِنْ ضُرِبَ سَوْطًا فِي قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ ثُمَّ ضُرِبَ مَا بَقِيَ جَارَتْ شَهَادَتُهُ) لِأَنَّهُ رَدَّ الشَّهَادَةَ فَتَمَّ لِلْحَدِّ فَكُنْ صِفَةً لَهُ وَالْمَقَامُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ بَعْضُ الْحَدِّ فَلَا يَكُونُ رَدُّ الشَّهَادَةِ صِفَةً لَهُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ تَرَدَّدَ شَهَادَتُهُ إِذَا الْآقِلُ تَابَعَ لِلْآخِرِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

ترجمہ

اور جب کسی پر تہمت کے سبب مسلمان پر حد پڑی ہوگی۔ تو اس بندے کی گواہی ساقط ہو جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ لکھا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قابل قبول ہے۔ یہ مسائل کتاب الشہادت میں بیان کر دیے جائیں

میں اور جب کسی قذف میں کسی کا فر پر حد جاری کی گئی ہے تو اہل ذمہ کے خلاف اس کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔ اس لئے کہ اہل ذمہ کو اگرچہ جس کی ہم جنس پر گواہی کا حق حاصل ہے مگر اس کی حد مکمل کرنے کیلئے یہ گواہی رد کر دی جائے گی۔ اور اگر وہ اس کے بعد مستتر کہ اس کی گواہی اہل ذمہ اور مسلمانوں دونوں کے خلاف قبول کر لی جائے گی۔ کیونکہ اب اس کو قبول اسام قبول کرنے کے بعد ہے۔ بعد ازیں رد ہونے میں داخل نہ ہوگا پر خلاف عدم کے کیونکہ جب اس حد قذف لگائی گئی اور اس کے بعد استبراء کر دیا جائے ہے تب بھی اس کی شہادت قبول نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ حالت غلامی میں اس کے پاس شہادت کا حق بھی نہ تھا جس کی گواہی کے بعد اس کی گواہی کا مردود ہو اس کی حد مکمل کرنے میں سے ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب کسی کا فر کہتہ میں ایک مردہ اور بی بی ہے اور اس کے بعد وہ اسام لے آیا تو اس کے بعد بقید مردہ اس کو مارے جائے گی۔ تو اس کی شہادت پر مردہ کی گواہی نہ ہوگی۔ تہمت کا مردود ہونا حد کو پورا کر دینا ہے جس پر تہمت دیا اس کی صفت بن جائے گی اور اس میں تہمت کرنے کے بعد چونکہ بعض حد کی گواہی نہیں ہوگی اور مردہ یا اس کی صفت نہ بنے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ یہاں اکثر اہل کے تابع ہے مگر پہلو توبہ نہ دے گا۔

شرح

شیخ غلام امدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف تکمیل کی گئی اس کی گواہی کسی معذبتہ مقبول نہیں ہاں عہدات میں قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر کافر پر حد قذف جاری ہوئی تو کافروں کے خلاف بھی اس کی گواہی مقبول نہیں۔ ہاں اگر اسلام لائے تو اس کی گواہی مقبول ہے اور اگر کفر کے زمانہ میں تہمت لگائی اور مسلمان ہونے کے بعد قائم ہوئی تو اس کی گواہی بھی کسی معذبتہ مقبول نہیں۔ اسی طرح غلام پر حد قذف جاری ہوئی پھر آزاد ہو گیا تو گواہی مقبول نہیں۔ اور اگر کسی پر حد قائم کی جائی تھی اور زمانہ میں بھاگ گیا تو اگر بعد میں باقی حد پوری کر لی گئی تو اب اس کی گواہی مقبول نہیں اور پوری نہیں کی گئی تو مقبول ہے۔ حد قائم ہونے کے بعد اپنی چٹائی پر چار گواہ پیش کیے جنہوں نے زنا کی شہادت دی تو اب اس تہمت لگانے والے کی گواہی آئندہ مقبول ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحدود)

تہمت میں تعدد پر ایک حد جاری ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ زَنَى أَوْ ضُرِبَ أَوْ قَذِفَ غَيْرَ مَرَّةٍ فَحَدَّ فَهُوَ لِدَلِّكَ كُلِّهِ) أَمَّا الْأَوَّلَانِ فَلِأَنَّهُ الْمَقْصُودُ مِنْ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَقَابًا لِلَّهِ تَعَالَى الْإِنْفِرَاجَ، وَاحْتِمَالُ حُصُولِهِ بِالْأَوَّلِ قَالِمٌ فَتَمَكَّنَ شُبُهَةً قَوَاتٍ الْمَقْصُودُ فِي الثَّانِي، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنَى وَقَذِفَ وَضُرِبَ وَلَاقِي الْمَقْصُودُ مِنْ كُلِّ جَنْسٍ غَيْرُ الْمَقْصُودِ مِنَ الْآخِرِ فَلَا يَتَدَاخَلُ. وَأَمَّا

النَّكَدُ فَالْمُعْلَبُ فِيهِ عِدَّتَا حَقِّ اللّٰهِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِهِمَا. وَقَالَ السَّافِعِيُّ: إِنْ اِخْتَلَفَ الْمُقْدَرُفُ أَوْ الْمُقْدَرُفُ بِهِ وَهُوَ الزَّيْلَانَا يَتَدَاخِلُ، لِأَنَّ الْمُعْلَبَ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ عِدَّتُهُ.

77

اور جب کسی نے نئی مرتبہ تہمت لگائی یا کسی مرتبہ زنا کیا یا کسی بار شراب پی تو اس شخص پر ایک حد لگ جائے گی تو یہ حد سب کی طرف سے ہو جائے گی۔ البتہ شراب نوشی زنا کا رسی ہے۔ کیونکہ اللہ کا حق ہے جبکہ ہم کا مقصد حاکم کر کے ڈرانا ہے۔ ہذا دلیل بار حد قائم کرنے سے یہ مقصد حاصل ہونے کا امتحان ہے جبکہ دوسری وجہ یہ کہ کرنے کے مقصد کے قوت ہونے کا شہید ہے اور یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے زنا کیا، بہتیاں لگائی، اور شراب بھی پی! ان تو ان میں سے ہر ایک سے وہی مقصد ہے جو دوسرے سے عین حد ہے۔ پس حد میں غلط نہ ہوگا البتہ تصرف تو اس میں ہمارے نزدیک حق اللہ غالب ہے پس یہ بھی زنا اور شراب نوشی سے ملے والی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب مقصد وہ ہو یا مقصد وہ ہو یعنی نہ تا تو پھر حد میں تداخل بھی ہوگا کیونکہ یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مطابق نہ تا میں بندہ کا حق غالب ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی نے اصرار کر لیا کہ تمہیں یہ حق میں ہونا اس لئے تہمت بھی لگائی ہے اور شراب بھی
 پی اور چوری بھی کی اور نہ ابھی تو یہ سب حدیں قائم کی جا سکیں گے مگر ایک سبب تھا قائم نہ کر میں کہ اس میں ہلاک ہو جائے کا خوف
 ہے بلکہ ایک قائم کرنے کے بعد اسے قید میں رکھیں کہ اچھا ہو جائے پھر دوسری قائم کر میں اور سب سے پہلے حد قذف
 جاری کریں اس کے بعد ام کو اختیار ہے کہ پہلے زنا کی حد قائم کرے یا چوری کی بنا پر ہاتھ پہلے کاٹے لیکن ان دونوں میں تقدیر
 کا خیر کا اختیار ہے۔ پھر سب کے بعد شراب پینے کی حد رہے۔ (رجزہ، کتاب الحدود)

اگر اس نے کسی کی آنکھ بھی پھونڈی ہے اور وہ پڑوں چیزیں بھی کی تیں تو پہلے آنکھ پھونڈنے کی سزا دی جائے یعنی اس کی بھی آنکھ پھونڈ دی جائے پھر بعد حروف قائم کی جائے اس کے بعد راجم کر دی جائے انھیں اور باقی حدیں سرقہ و محسن نہ ہو اس طرح عمل کریں۔ اور اگر ایک ہی قسم کی چند حدیں ہوں مثلاً چند شخصوں پر تہمت لگائی یا ایک شخص پر چند بار تو حد تک ہے ہاں اگر پوری حد قائم کرنے کے بعد پھر دوسرے شخص پر تہمت لگائی تو اب دوبارہ حد قائم ہوگی اور اگر ایسا دوبارہ تہمت نہ ہو تو نہیں۔

جو شخص ایسی شہادت پیش نہ کر سکے جو اسے حرمِ مذہب سے بری کر سکی ہو، اس کے لیے قرآن نے تین حکمِ طہارت کے ہیں۔ ایک یہ کہ 80 کوڑے لگائے جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ منافق ہے۔ اس کے بعد قرآن کہتا ہے: **وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا آيَاتِي فَإِنَّهُم مِّنَ الْغَاثِ وَالْغَلَائِقِ** (سوائے ان لوگوں کے جو اس کے

بعدہ پر کریں اور اصلاح کریں کہ اللہ تعالیٰ اور جسم ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فقرے میں تو بارہ اصلاح سے جس معانی کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ان میںوں احکام میں سے کس کے ساتھ ہے۔ فقہ وکما اس پر اہدائی ہے کہ پہلے حکم سے اس کا تعلق نہیں، مگر جی تو ہے۔ یہ سادہ قاعدہ ہوگی اور مجرم کو سزا سے تازیانہ نہ بہر حال دی جائے گی۔ فقہ اس پر بھی منتقل ہیں کہ اس معانی فقہی آخری حکم سے ہے، یعنی تو بارہ اصلاح کے بعد مجرم فاسق نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے عفو کر دے گا۔ (اس میں اختلاف صرف اس پہلو سے ہے کہ آیا مجرم نفس مذمت سے فاسق ہوتا ہے یا عذر یا تنبیہ فیصلہ ہونے کے بعد قاتل قرار پاتا ہے۔

امام شافعی اور یحییٰ بن سعد کے نزدیک وہ نفسِ قذوف سے فاسق ہو چکا ہے اس لیے وہ اسی وقت سے اس کو مردود الشہادت قرار دیتے ہیں۔

اس کے برعکس امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کہتے ہیں کہ عدالتی فیصلہ نافذ ہونا جس کے بعد فاسق ہوتا ہے، اس لیے وہ نافذ حکم سے پہلے تک اس کو بیعتوں، الشہادت سمجھتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ مجرم کا عند اللہ فاسق ہونا نفس ذلک کا نتیجہ ہے اور لہذا اس ذوق ہونا اس پر موقوف ہے کہ عدالت میں اس کا جرم ثابت ہو اور وہ سزا پا جائے۔ ب رہ جا تا ہے سچ کا حکم، یعنی یہ کہ قوف کی شہادت بھی قبول نہ کی جائے۔ فقہاء کے درمیان اس پر جو اختلاف واقع ہو گیا ہے کہ آیا: اَلْأَيْدِيْنَ نَبُوْا کے فقرے کا تحقق اس حکم سے بھی ہے نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اس فقرے کا تحقق صرف آخری حکم سے ہے، شنی شخص تو باہر اصل کر کے لگاؤ عدالت اور عدالت میں فاسق نہ رہے گا، لیکن پہلے دونوں حکم اس کے باوجود برقرار ہیں گئے یعنی مجرم پر عد جاری کی جائے گی اور وہ ہمیشہ کے لیے مرد اور شہادت بھی رہے گا۔

اس گروہ میں قاضی شرف، سعید بن مشب، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابیرہ ثقفی، ابن سیرین، سکول، عبدالرحمن بن زید، ابیہذیفہ، ابی یوسف، زکریا، مجہد بن یوسف، ثوری اور حسن بن صالح جیسے اکابر شامل ہیں۔ دوسرا گروہ کہتے ہیں کہ رَأَى الْإِدْنَيْنِ قَانُولُوْا کا حلقہ پہلے کلمہ سے فوضیل سے گمراہ خری دونوں حکموں سے ہے، یعنی قوے کے بعد توف کے سزا یا توجیم کے شہادت بھی قبول کی جاسکے گی۔ درود دینی جس کی شمار ہوگا۔ اس گروہ میں عطام، طحاوی، مجاہد شعبی، قاسم بن محمد، سلم، زہری، جلالہ، عمر بن الحارث، ابن ابی نجر، یحییٰ، یحییٰ بن زید، منسور، ورق، شفاک، مالک بن انس، یحییٰ بن عثمان، ایوب بن سعید، شافعی، احمد بن حنبل اور ابن جریر بطبری جیسے بزرگ شامل ہیں۔

یہ لوگ اپنی تائید میں دوسرے دہاکل کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہل فیصلے کو بھی پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کے مقدمے میں کہا تھا، لیکن اس کے بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ بعد حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ اور ان کے دونوں مساقیوں نے کہا اگر تم کو ابوبکرؓ (اپنے جھوٹ کا اقرار کرلو) تو میں آج تمہاری شہادت قبول کروں گا ورنہ نہیں۔ دونوں نے اقرار کیا مگر ابوبکرؓ اپنے قول پر قائم رہے۔ بظاہر یہ ایک بڑی قوی تائید معلوم ہوتی ہے، لیکن مغیرہ بن شعبہ کے مقدمے کے جو رواداد ہمیں درج کر چکے ہیں اس پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ظلم سے اس مسئلے میں استدلال کیا جاتا

درست نہیں ہے۔ وہاں نفس متعلق علیہا اور خود مغیرہ بن شعبہ کو بھی اس سے انکار نہ تھا۔

بحث اس میں تھی کہ عورت کو نہ تھی۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے تھے کہ وہ ان کی اپنی بیوی تھی جنہیں یہ لوگ ام جہل سمجھ بیٹھے۔ ساتھ ہی یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ حضرت مغیرہ کی بیوی اور ام جہل یا ہم اس حد تک متباعد نہیں تھے کہ واقعہ عقلی روشنی میں جتنے فیسے سے دیکھا گیا اس میں یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ عورت ام جہل ہے۔ مگر قرآن کے بارے کے بارے مغیرہ بن شعبہ کے حق میں تھے اور خود اسٹائٹ کا بھی ایک گواہ اقرار کر چکا تھا کہ عورت صاف نظر نہ آتی تھی۔

اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کے حق میں فیصلہ دیا اور ابو بکرؓ کو مزاحمت کے بعد وہ بات کہی جو مذکورہ بالا واقعات میں منقول ہوئی ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا شدت واصل یہ تھا کہ ہم لوگ مان کر تو کہتے ہیں کہ بدگمانی کی قسم اور آنکھ کے لیے ایسی بدگمانیوں کی بنا پر لوگوں کے خلاف الزامات عائد کرنے سے تو یہ کدو، ورنہ اندہ بہتہ کی شہادت بھی قبول نہ کی جائے گی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو شخص صریح جھوٹ ثابت ہو جائے وہ بھی حضرت عمرؓ کے نزدیک توہرے مقبول شہادت ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے میں پہلے گروہ ہی کی رائے زیادہ وزنی ہے۔ آدھی کی تو یہ حال غلط کے سوا کوئی نہیں چاہ سکتا تھا۔ ہمارے سامنے جو شخص توہرے کا ہم اس حد تک تو رعایت دے سکتے ہیں کہ اسے فاسق کے نام سے یاد نہ کریں، لیکن اس حد تک رعایت نہیں دے سکتے کہ جس کی زبان کا اعتبار ایک دفعہ چار ہا ہے اس پر پھر محض اس لیے اعتبار کرنے لگیں کہ وہ ہمارے سامنے توہرے کر رہا ہے۔ علاوہ بریں خود قرآن کی عبادت کا اعتراف بیان بھی یہی ہمارا ہر بار ہے کہ رَافِئِیْنِیْ تَنَابَوْا کَافِقِیْنَ سَرَفٌ اَوْ لَیْسَ لَھُمْ الْفِیضُ فَقُوْنِیْ ہے۔ اس لیے کہ عہد میں پہلی وہ باتیں تھیں کہ الفاظ میں فرمائی گئی ہیں: ان کو اسی کوڑنہ، دوہرا ان کی شہادت بھی قبول نہ کرو۔ اور تیسری بات خبر کے الفاظ میں ارشاد ہوئی ہے: وہ خود ہی فاسق ہیں۔

اس تیسری بات کے بعد حصار یہ فرما کر کہ سوائے ان لوگوں کے جو تہرے کر لیں، خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ استثناء آخری فقرہ خبر سے حلق رکھتا ہے نہ کہ پہلے دو فقرے۔ تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ استثناء آخری فقرے تک محدود نہیں ہے تو پھر کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ شہادت قبول نہ کرو کہ فقرے تک پہنچ کر رک جائیں گے، اسی کوڑے مارو کہ فقرے تک بھی کیوں نہ پہنچ جائیں۔

محدود فی القذف کی شہادت نہ قبول کرنے میں فقہ حنفی کی ترجیح

ایک بحث یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں اَلَا الْاِدْنِیْنَ تَنَابَوْا اَمَّا اسْتِثْنَاۃٌ اَمْ اَوْ لَیْسَ لَھُمْ الْفِیضُ فَقُوْنِیْ سے متعلق ہے یا لَا تَغْبِیْطُوْا لَھُمْ شَہَادَۃً اَبَدًا سے۔ دوسری تاویل ماننے کی صورت میں اس بات کی کئی نیل پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر قذف کا مرتکب تو بہ اصلاح کر لے تو اس کی گواہی قابل قبول قرار دے دی جائے، تاہم احناف نے اسے فقہ سے متعلق مانا ہے اور یہ رائے عام کی ہے کہ دنیا میں قذف کے مرتکب کی گواہی قبول کرنے کی کسی حال میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہماری رائے میں کلام میں تین فقرے ایسے ہیں جو احناف کی دلیل کو راجح قرار دیتے ہیں۔

ایک یہ کہ لَا تَغْبِیْطُوْا لَھُمْ شَہَادَۃً اَبَدًا، معین اَبَدًا، کی قید از روئے بلاغت اس کے بعد کسی استہزاء کی گنجائش ماننے

میں نہ ہے۔ اگر قرآن مجید کو یہ کہنا ہوتا کہ تو بہ کے بعد ان کی گواہی قبول نہ کر لی جائے تو اصل حکم میں اَبَدًا کی قید کا اضافہ نہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

دوسرے یہ کہ اَلَا الْاِدْنِیْنَ تَنَابَوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ میں تو یہ کا جو اثر نتیجہ بیان کیا گیا ہے، وہ نہ نیکو سزا سے نہیں، بلکہ خودی سزا سے متعلق ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پورا استہزاء کا دراصل اَوْ لَیْسَ لَھُمْ الْفِیضُ فَقُوْنِیْ کے ساتھ متعلق ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر اس استہزاء کو رد شہادت سے متعلق مانا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تو بہ و اصلاح کے تحقق ہو جانے کا فیصلہ ظاہر میں کیسے کیا جائے گا؟ اگر تو یہ فرض کیا جائے کہ قذف کا ارتکاب کرنے والے افراد لازماً ایسے ہوں گے جو اپنی ظاہری زندگی میں فحش و فجور میں مصروف ہوں تو ان کی تو بہ و اصلاح کا کسی حد تک اعتراف ان کے ظاہری طرز زندگی میں تبدیلی سے کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے قذف کی سزا صرف ایسے افراد کے لیے بیان نہیں کی، بلکہ ظاہر بہت قابل اعتبار اور عقلی افراد بھی اگر کسی بڑے الزام کا ارتکاب کریں اور چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کے لیے بھی یہی سزا ہے۔ ایسے افراد کے ہاں تو بہ اور اصلاح کا ظہور، ظاہر ہے کہ ان کے باطن میں ہوگا جس کا فیصلہ کرنے کا کوئی خارجی معیار موجود نہیں۔ چنانچہ یہ کہنا کہ ایسے لوگ اگر تو بہ و اصلاح کر لیں تو ان کی گواہی قبول نہ کر لی جائے، عملی اعتبار سے ایک بے معنی بات قرار پاتی ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک حد قذف کی صرف دو صورتوں کا بیان

قذف فقط دو صورت میں ہوتا ہے: زنا کی تہمت لگانا یا لواط کا الزام لگانا، باقی دوسرے ناچار الزامات لگانے پر تعزیر (غیر معین سزا) ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ حد قذف کے اپنے حق سے روگردار کرنے سے تعزیر کا حکم جاری نہیں ہوگا مگر یہ کہ حاکم شرع کا تخصیص دے کہ اس طرح کے موارد میں تعزیری سزا کو ترک کرنا معاشرے میں گناہ و فساد کا سبب بنے گا، تب عنوان ثانوی کے اعتبار سے اس کو تعزیر کیا جائے گا۔ (استحسان آیت اللہ شیرازی)

قرآن کے مطابق تعزیر کا بیان

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرَكُمُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا يَسَاءَ مَن
نُسَاءُ عَسَىٰ أَن يَكُونَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا تَمِيزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَابِرُوا بِالْأَلْقَابِ بَشَرٌ
إِلَّا سُمُّهُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (حجرات، ۱۱)

اے ایمان والو! اس مرد و سرور سے مسخرہ نہ بن کر رہو، جب نہیں وہ ان نبیوں سے بہتر ہوں اور نہ غور و نظر سے دور
نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ دو اور نہ لڑائی سے نہ پکارو کہ ایمان کے جذبہ کن کہلاتا پرانا نام ہے اور جو تو بہ نہ
کرے وہی خالہ ہے۔

دہشت گرد اور ہراس پھیلانے والے ناپسندیدہ لوگ

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ہدایت کرنے، تہمت دیکھنے انہوں کو غیروں کو خوفزدہ کرنے، خواہ مخواہ دہشت دہش میں
رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہیے
۔ اے مومنین! حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا وہ ہر ایک تک تجھ
سے ہو سکتا ہے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ان بعد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عوفاب کہہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک
گھر ہے؟ تو قیسی بڑی حرمت وار ہے۔ اس کی قسم! سب سے تجھ میں محمد بن عبد اللہ ہے و مکی چن ہے کہ مومن کی حرمت اس کے س
دراں کی چنانچہ کی حرمت اور اس کے ساتھ تیس گناں کرنے کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ یہ
حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔

گنج بخش شریف میں ہے خصوصاً اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہدایت کرنے سب سے بڑی بھلائی ہے یہ عید نہ نکلے۔
ایک دوسرے کی فوج حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جاؤ کہ خود بخش اور ایک دوسرے سے منہ پھرانے سے بچو سب کو اللہ کے
بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ سب وغیرہ میں سے ایک دوسرے سے روکھ کر نہ بیٹھ جائے کہ ایک دوسرے سے میل
جوس ترک نہ کرے کہ ایک دوسرے کا حسد بخش نہ کرے کہ ایک دوسرے کو لکھ سب کو اللہ کے بندے آجیں میں دوسرے کے بھائی بندوں کو زندگی
گزارے کسی مسلمان کو دل نہیں کاسے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے نہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے۔

طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں مرد جانیں گی قاتل لین، حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا خصوصاً
اللہ علیہ وسلم بھران کا تدارک کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفر کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور
جب شکوں نے خواہ ایک نکلے خواہ دواپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔
ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے

فصل فی التعزیر

یہ فصل تعزیر کے بیان میں ہے

فصل تعزیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود برقی حنفی مدظلہ العالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب مصنف علیہ رحمان اس سزا کے بیان سے ذرا غصے ہوئے ہیں جن کی سزا
قرآن و سنت اور اجماع دہشت شہورہ سے بہت دہشتیں ہیں تو اس کے بعد انہوں نے ان سزائیں کا بیان شروع کیا ہے جن کا تعین میں
سزا کا تعین نہیں ہے بہت دہشتیں اس کی بھی مضبوط ہے اور وہ تعزیر ہے۔ (عن شرح جامع ص ۲۸۰، بیروت)

تعزیر کا فقہی مفہوم

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعمی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تعزیر جابہ غرر و زرع سے معنی غفلت و غارت سے ہے اور روک کے ہیں اور
اصلاح شرح غیر مقرر سزا کو تعزیر کہتے ہیں جو حکام اپنی رائے سے قہراً کرے کہ وہ نہ چاہے کو آپ کا بچوں کو اور سزا دکا
شاگردوں کو سزا دینا تعزیر کہلاتا ہے نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے ڈرانا نہ ڈرنا نتیجہ بخیر کہ سزا دکا اپنے شاگردوں کو
سزا دینا تعزیر ہے نہ کہ بطور حد و عتاب یہ تعزیر واجب ہے کہ کئی طرح سے ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے۔ وہیں تعزیر وہی
جائے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہیں واجب نہیں اور تعزیر مجرم کے خلاف سے دی جاسکتی ہے مجرم کو تعزیر بھی سخت دی
جائے۔ شریف آبادی ثقافت گناہ کریمہ تعزیر معمولی کافی ہے (مرآۃ المناجیح ج ۵ ص ۸۶، فقہی کتب خانہ گجرات)

تعزیر کی اصل ہے غرر جس کے لغوی معنی منع کرنا، باز رکھنا، ملامت کرنا۔ اصطلاح شریعت میں اس تعزیر (تعزیر)
کا استعمال اس سزا کے مفہوم میں کیا جاتا ہے جو حد سے کم درجہ کی ہو اور تنبیہ اور تادیب کے طور پر کسی کو دی جائے اور اس سزا کو تعزیر
اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو اس فعل (گناہ و جرم) کے دوبارہ ارتکاب سے باز رکھتی ہے جس نے وہ سے اسے وہ سزا (تعزیر)
بھگتی پڑی ہے۔

تعزیر کی تعریف اور اسکی سزا کا شرعی تعین

کسی گناہ پر بغیر سزا دے سب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں شرعاً اس کے لیے کوئی مقدار تعین نہیں کی ہے بلکہ اس
کو قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے جیسے موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے تعزیر کا تعلق صرف بادشاہ اسامہ بن زید جیسے شہر پروردگار کو آقا
غلام کو، مال پائی اولاد کو، اس دشمن کو تعزیر کر سکتا ہے۔ (رد المحتار وغیرہ) تعزیر دینے کی بعض صورتیں ہیں۔

(۱) قید کرنا (۲) کوڑے مارنا (۳) گوشاں کرنا (۴) کانوں کو زخمی کرنا (۵) تیش روئی سے اس کی طرف عصیٰ کی نظر کرنا۔

ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے شرم کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کر گئے آپ انہیں اجازت دینے اور وہ افطار کرتے آئے میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپ ہی کے حقیقت میں سے ہیں انہیں بھی آپ اجازت دیتے کہ روزہ رکھ لیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا دو روزے سے نہیں ہیں کیا وہ بھی روزے دار ہو سکتے ہیں؟ جو سبانی گوشت کھائے جاؤ انہیں کو اگر وہ روزہ سے ہیں تو تھے کریں چنانچہ انہوں نے تھے کہ جس میں خون ہے کھانے کے لئے کھڑے لگے اس نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر یہی حالت میں مر جائیں تو آگ کا تہ نہیں اس کی سند ضیف ہے اور میں بھی غریب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے ماسے پیاس کے سر میں ہیں اور یہ دو پہر کا وقت تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مرغی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مر جائیں گی آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا ملائیک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں سے کراس تھے کہ تو اس میں چپ خون جلد وغیرہ نکلی جس سے آدھا مکہ بھر گیا پھر دوسری سے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے ٹکڑے وغیرہ لگے اور ملا کر کھا لیا اس وقت آپ نے فرمایا انہیں دیکھو حلال روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں دونوں چٹہ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد)

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت ماعز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ کہہ پھر پانچویں دفعہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا جانتا ہے نہ کہے سکتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اس طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا قصد کیا ہے؟ یہ آپ نے پوچھا اس کو کہ ہاں تو نے کیا کیا تو نے اس طرح دخول کیا تھا جس طرح سلاخی سردہائی میں اور کبڑی کنویں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے انہیں رحم کرنے جی بھرا کر کہنے کا حکم دیا چنانچہ یہ رحم کر دئے گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے تئیں نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح پھراؤ کی گیا۔ آپ یہ سننے ہوئے چپے رہے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھ کر اسے میں ایک مردہ کا ہڈیاں ہوا ہے فرمایا فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھیں انہوں نے کہا یہ رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بون کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس اللہ کی جس قسم کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص تم نے برا کیا تھا وہ اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے کھا رہا ہے۔ اس کی اسد بھیجے۔

مسند احمد میں ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بہت مزی ہوئی مرداری ہوئی ہوا چلے آپ نے فرمایا جانتے ہو؟ یہ

بوس چڑک رہے؟ یہ بوان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بد بودار ہوا وہ ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان ایک غریب شخص دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے ایک مرتبہ حضرت سلمان سو گئے تھے اور قافلہ گئے چل پڑا اڑا اڑنے کے بعد ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان میں تو اپنے ہاتھوں سے انہیں خیمہ کھڑا کر رہا پڑا اور غصہ سے کہا سلمان تو اس اتنے ہی کام کے کہ بک پکانی کھ لے اور تیرے خیمے میں آکر آرام کر لے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلمان پیچھے ان دونوں کے پاس سامن نہ تھا تو کہا تم جو؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لئے سامن لے آؤ۔ یہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے دونوں ساتھیوں سے بھیجا ہے کہ اگر آپ کے پاس سامن ہو تو دے دیجئے آپ نے فرمایا وہ سامن کا کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سامن کیا۔

حضرت سلمان واپس گئے اور ج کران سے یہ بات کہی وہ اٹھے اور خود حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو سامن نہیں نہ آپ نے بھیجا آپ نے فرمایا تم نے مسلمان کے گوشت کا سامن کھایا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی (یعنی) اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی غیبت کر رہے تھے۔ پھر راویوں میں تقریباً ایسی روایت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا ہی کھا رہا ہوں کہ یہ تو بڑا سونے والا ہے ان دونوں بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کریں۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب اس مردے کا گوشت کھا۔ اب یہ چپے چلائے گا پلے گا پلے کرے گا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کر اس کے احکام سے بھلا اس کی مع کر وہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈر رہا کرو۔ جو اس کی طرف بٹکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو یہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اس کی طرف رجوع کرے وہ اس پر حرم اور ہرانی فرماتا ہے۔ مجبور علماء کرام فرماتے ہیں غیبت کو توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے پہلے جو کر چکا ہے اس پر تادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کر لے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبری نہ ہو اور معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور خبر ہوگی۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن جملوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی سچی معافی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے تو اولاً بدلہ ہو جائے گا۔

مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مومن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک

فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو ان جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مومن پر کوئی ایسی بات کہے جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تعالیٰ پل صراط پر روک دے گا یہیں تک کہ بدلا ہو جائے یہ حدیث ابو داؤد کی ہے ابو داؤد کی ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بیعتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی پروردگار کی اور توہین ہوتی ہو تو اسے لعن اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا (ابوداؤد تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۱)

حدود اور تعزیر میں فرق

جس طرح حدود کا دائرہ حقوق اللہ ہونے کی بنا پر محدود ہے اسی طرح تعزیرات کا دائرہ حقوق العباد ہونے کی وجہ سے وسیع ہے حتیٰ کہ مذکورہ کتب کیرمہ میں بھی اگر کسی معقول وجہ کی بنا پر حدود اللہ جاری نہ ہو سکیں تو چونکہ ان کا تعین حقوق العباد سے بھی ہے اس بنا پر حکومت مختلف سزاؤں کے لئے قانون بنانے کی مجاز ہے۔ جرائم کیسے کر لئے بھی کہ حالات و زمانہ کی رعایت سے تعزیری قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے اور ایسی حد عادت کا قیام ضروری ہے جو ایسے مقدمات کی سماعت کرے جو شخص اس بنا پر خارج کر دیے گئے کہ ان کے لئے حدود کے درجہ کا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکا یا گواہ حضرات معیار پر پورے نہیں اترے اور اگر یہ نظام نہ کیا گیا بلکہ جرائم کیس کی سزا صرف حدود ہی رکھی گئیں تو مذکورہ جرائم کی بہت سی شکایں ایسی پائی جائیں گی جن میں کوئی سزا نہ ہوگی اور جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی۔

تعزیر میں حکومت کے اقتدارات کافی وسیع ہیں تعزیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ بھی حکومت کے سپرد ہے۔ الغرض تعزیرات کے باب میں حکومت کے اقتدارات پر لحاظ سے کافی وسیع ہیں جس قدر حالات بدلتے جاتے ہیں اسی لحاظ سے جرائم کی دفعہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جرائم میں نوع پیدا ہوتا جا رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور سیدہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے اس سلسلہ میں کافی رہنمائی ملتی ہے ان تمام نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکامات و ذمہ کی رعایت کرتے ہوئے بہترین تعزیری قوانین وضع کئے جاسکتے ہیں۔

تعزیری سزاؤں کا فقہی بیان

(وَمَنْ قَذَفَ عَيْدًا أَوْ أَمَةً أَوْ أُمَّ وَلِيدًا أَوْ كَافِرًا بِالْزَنَّا عَزَّوَزَ) لِأَنَّهُ جَنَابَةً قَذَفَ، وَقَدْ افْتَعَلَ وَجُوبَ الْحَلِّ لِقَوْلِهِ الْإِحْصَانُ قَوْلَ جَبِّ التَّعْزِيرِ (وَكَذَلِكَ إِذَا قَذَفَ مُسْلِمًا بِغَيْرِ الزَّوْنِ فَقَالَ يَا قَاتِلُ أَوْ يَا كَافِرُ أَوْ يَا خَبِيثُ أَوْ يَا سَاقٍ) لِأَنَّهُ آذَاهُ وَالْحَقُّ الشَّيْنُ بِهِ، وَلَا مَذْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُودِ قَوْلَ جَبِّ التَّعْزِيرِ، إِلَّا أَنَّهُ يَبْلُغُ بِالْتَّعْزِيرِ عَابَةً فِي الْجَنَابَةِ الْأُولَى لِأَنَّهُ مِنْ جَنْسٍ مَا يَجِبُ بِهِ الْحُدُّ، وَلِئِذَا تَابَ إِلَى الْإِيمَانِ (وَكُلُّ قَالٍ بِحِمَارٍ أَوْ يَا

خَبِيرٌ لَمْ يَعْزُرْ) لِأَنَّهُ مَا الْحَقُّ الشَّيْنُ بِهِ لِلتَّعْزِيرِ بِغَيْرِهِ. وَقِيلَ فِي عَرَفَاتٍ يَعْزُرُ لِأَنَّهُ يَعْزُرُ شَيْئًا، وَقِيلَ إِنَّ كَانَ الْمُسْتَرْبُ مِنَ الْأَشْرَافِ كَالْفَقِهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ يَعْزُرُ لِأَنَّهُ يَلْحَقُهُمُ الْوَحْشَةُ بِذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ مِنَ الْعَامَّةِ لَا يَعْزُرُ، وَهَذَا أَحْسَنُ.

ترجمہ

اور جس شخص نے کسی غلام یا باندی یا ام ولد یا کافر پر نہ تو اس کی تہمت لگائی تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اس کا یہ تہمت لگانا جرم ہے اور احسان نہ کہ نہ ہونے سبب حد کا جواب ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اس میں تعزیر واجب ہوگی۔ اسی طرح جب کسی شخص نے مسلمان پر نہ تو اس کی اور نہ ہی تہمت لگائی اور اس کو باغی، یا کافر یا خبیث کہا، یا سارق کہا کیونکہ کاذب نے اس کو تکلیف پہنچائی ہے اور اس پر جب لگایا ہے۔ اور حدود میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ پس تعزیر واجب ہو جائے گی لیکن پہلی تعزیر میں سخت سزا دی جائے گی کیونکہ یہی جرم ہے جس میں حد واجب ہوتی ہے اور دوسری صورت میں امام کی رائے کے مطابق سزا دی جائے گی۔ اور جب کسی نے دوسرے کو اسے گدھے، یا خنزیر، کہا تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ کہنے والے نے اس پر کوئی عیب نہیں لگایا ہے کیونکہ مخاطب میں اشیاء معدوم ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ یہ گانہ شریک جاتی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو گالی دی گئی ہے اگر وہ شریف لوگوں میں سے ہے جس طرح فقہاء اور علوی خاندان کے لوگ ہیں تو کہنے والے کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ان جملوں سے ان کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جب وہ شخص یعنی جس کو گالی دی گئی ہے وہ عام لوگوں میں سے ہے تو گالی دینے والے کو سزا دی جائے گی۔ اور سب سے اچھا قول یہی ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی دوسرے کو اسے یہودی کہہ کر پکارے تو اسے تیس درے مارو اور جب کوئی اسے عیسوی کہہ کر پکارے تو اسے بھی تیس درے مارو اور جو شخص کسی عجمی عورت سے زنا کرے تو اسے قتل کر دو۔ اس حدیث کو ہم صرف ابراہیم بن اسماعیل کی سند سے جانتے ہیں اور ابراہیم بن اسماعیل کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے براء بن عازب، قرہ بن ایاس حزن سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ یہ حدیث کئی سندوں سے منقول ہے۔ ہمارے اصحاب کا یہی عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جانتے ہوئے کسی عجمی عورت سے جماع کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1504 امام بیہقی نے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اگر ایک شخص دوسرے کو کہے کہ کافر، یا عیسوی، اے قاتل، یا عجمی، تو اس میں کوئی حد مقرر نہیں، حاکم کو اختیار ہے جو مناسب سمجھے سزا دے۔ (السنن الکبریٰ)

للہیفی، کتاب الحدود باب من حد فی الصریض

کسی مسلمان کو قزہ کہ تو تعزیر ہے رہا ہے کہ وہ قائل خود کا فرہوگا یا نہیں اس میں دوسروں میں اگر اسے مسلمان جانتا ہے تو کار نہ ہوا۔ اور اگر اسے کافر اعتقاد کرتا ہے تو خود کا فرہوگا کہے کہ مسلمان کو قزہ نہ دین اسلام کو کفر جانتا ہے اور وہ سن اسلام کو کفر جانتا کفر ہے۔ ہاں اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی بنا پر بخیر ہو سکے، اور اس نے اسے کافر کہا اور کافر جانتا تو قزہ ہوگا۔ (روح بر کتاب الحدود)

یہ اس صورت میں ہے کہ وہ وہ جس کی بات پائے کہ قزہ بخشی ہو یعنی تاویل ہو سکے تو وہ مسلمان ہی کہا جائیگا مگر جس نے اسے قزہ دیا ہوگی کافر نہ ہوا۔ اور اگر اس میں قطعی کفر پیدیا ہے جو کسی طرح تاویل کی گنجی نہیں رکھتا تو وہ مسلمان ہی نہیں اور بیگ وہ کافر ہے اور اس کو کافر نہ مسلمان کو کافر کہہ نہیں بلکہ کافر کو کافر کہنا ہے بلکہ ایسے کو مسلمان جانتا اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

غیر مقتدرین کا تویم اور احرف

دین اسلام سے روئے گرو کی کسی کو گالی نہ لگانے سے برا ہے۔ یہ تو قریر اسز دی جاسکتی ہے۔ عین صائے احناف کے بار کی گواہ دینے جی کہ لہذا یہ تعزیر تک کہہ دینے کی کوئی سزا نہیں ہے نہ ہی حد ہے اور نہ ہی تعزیر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔
ولو قلنا یا حصار او یا عجز لم یعجز (بدلیۃ الہدی ازہرین اندین مرغیانی کتاب الحدود باب حد عتف
نص فی الترمذی ص 124) اور اگر اس نے کہہ دیا "اے گدھے" یا "ختر" تو اسے تعزیر نہیں کی جائے گی۔

تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزایا بیان

التعزیر أَكْثَرُ نِسْفَةٍ وَتَلَائُونَ سَوْطًا وَأَقْلَهُ ثَلَاثُ خَلْدَتٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَنْتَلِعُ
بِالتَّعْزِيرِ خَمْسَةَ وَسِتِّينَ سَوْطًا
وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِي غَيْرِ حَدِّ قَهْوٍ مِنَ الْمُعْتَدِلِينَ)
وَإِذَا تَعَدَّى تَبْيِغُهُ حَدًّا فَأَبُو حَبِيقَةَ وَمُحَمَّدٌ نَظَرَا إِلَى أَذَى الْحَدِّ وَهُوَ حَدُّ الْعَبْدِ فِي
الْقَدْبِ فَصَرَفَاهُ إِلَيْهِ وَذَلِكُمْ أَرْبَعُونَ سَوْطًا فَقَصَا مِنْهُ سَوْطًا.

وَأَبُو يُوسُفَ اعْتَبَرَ أَقْلَ الْحَدِّ فِي الْأَخْرَاجِ إِذَا الْأَصْلُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ ثُمَّ نَقَصَ سَوْطًا فِي
رِوَايَةِ عَنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ زَكْرٍ وَهُوَ الْفَتَا، وَرَأَى هَذِهِ الرِّوَايَةَ نَقَصَ خَمْسَةَ وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ
عَلِيٍّ فَلَقَدْ نَمَّ قَلْدَرُ الْأَذَى فِي الْكِتَابِ بِثَلَاثِ خَلْدَتٍ لِأَنَّ مَا ذُوْنَهَا لَا يَقَعُ بِهِ الزَّجْرُ،

نہیم

اور تعزیر کی سزایا زیادہ سے زیادہ اس میں (۳۹) کوڑے ہے جبکہ کسی کم از کم سزا میں دے ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ
الرحمۃ ہیں کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا پچھتر (۷۵) کوڑے ہیں۔ اور اس کی دلیل بھی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔
لنہی حد کے سوا میں حد سے زیادہ سزادی وہ چھوڑ کر نہ دے والا ہے۔ وقریر حد تک پہنچنا محض حد ہے ہذا طریقین نے حد کی کم از کم
حد کا اندازہ کیا ہے۔ اور وہ قذف میں ایک غلام کی حد ہے۔ پس ان فقہاء نے سزا کو اس طرف پھیر دیا ہے اور یہ مقدار چاہیں
آدھے ہے۔ اور اس میں ایک کوڑا کم کر دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے آزادی کی کم از کم حد کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ آزادی اصل ہے۔ اس کے جدا ایک
دائیت کے مطابق اس میں ایک دوہم کم کر دیا جائے گا۔ امام زفر علیہ الرحمۃ کا قول بھی یہی ہے اور قیاس کا تقاضا بھی اسی طرح ہے اور
تروایت یہاں پر ذکر کی گئی ہے اس میں پانچ دروں سے کم کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا
گیا ہے۔ پس حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ اس کی تہدید کی ہے۔ مگر کتاب میں کم از کم مقدار میں دروں سے بیان کی گئی ہے کیونکہ
نہیں سے کم میں تو کوئی سزا نہیں ہے۔

ہمارے مشائخ فقہاء نے کہ کہ تعزیر کی کم از کم سزا ۱۱۱ کے رائے پر موقوف ہے اور جس سے امام زمانے مقصد پر لینا سمجھے گا وہ
اس بات میں کرے گا کیونکہ احوال عرف کی تبدیلی کے ساتھ انفرادی جارتہ تبدیل ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ جرم
کی مقدار کے مطابق ہوگی اور اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جرم کا جرم
اس سے باب سے متعلق کیا جائے گا پس چھوٹا اور بوسہ لینے کوڑے کے قریب دیا جائے گا اور لڑنے کے سوا قذف کو حد قذف کے قریب
تسمیم کہ جائے گا۔

شرح

اور حضرت ابو بردہ بن دینار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو
حدود مقرر کی ہیں ان میں سے جس کوڑوں سے زیادہ کی سزا دی جائے۔ (بخاری و مسلم)
اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تعزیر جس سے زیادہ کوڑے مارنے کی سزا دینا جائز نہیں ہے لیکن علماء نے لکھا

ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اس بارے میں فقہاء کے اختلافی اقوال ہیں کہ بطور تعزیر زیادہ سے زیادہ کتنے کوڑے مارنے کی سزا دی جاسکتی ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا قول یہ ہے کہ اٹھالیس سے زیادہ نہ ہو، جب کہ حضرت امام ابو یوسف نے فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پچھتر کوڑے ہو سکتے ہیں، ابہت کم سے کم تعداد کے بارے میں تین کوڑے پر سب کا اتفاق ہے، اسی طرح اس مسئلہ پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تعزیر میں جو کوڑے مارے جائیں ان کی تعداد حد میں مارے جانے والی تعداد تک نہ پہنچے لیکن جتنی وحدت میں اس سے بھی بڑھ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حد معنادار الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اگر تعزیر ضرب سے ہو تو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ اوتالیس کوڑے لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس یا نو کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس لگائے یعنی جتنے کی ضرورت محسوس کرنا ہو اس سے کمی نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس یا زیادہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے تو اوتالیس سے زیادہ نہ مارے جائے کی بدولت دوسری سزا کرے مثلاً قید کر دے۔ کم از کم تین کوڑے یہ بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چھو تو تین کی کچھ جت نہیں اور بیس قرین قیاس بھی ہے، اگرچہ کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک ہی جگہ ماریں اور بہت سے مارنے ہوں تو متفرق جگہ مارے جائیں کہ عضو سے کار نہ ہو جائے۔ (در مختار کتاب الحدود)

تعزیر میں قید کرنے کا بیان

قَالَ (وَأَنَّ زَكَاةَ الْإِسْلَامِ أَنْ يُضَمَّ إِلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيرِ الْحَبْسَ فَعَلٌ) لِأَنَّهُ صُلْحٌ تَعْزِيرِيٌّ وَقَدْ وَزَعُ الشَّرْعُ بِهِ فِي الْحُمْلَةِ حَتَّى جَازَ أَنْ يُخَفَّفَ بِهِ فَيَجَازَ أَنْ يُضَمَّ إِلَيْهِ، وَلِهَذَا لَمْ يُشْرَعْ فِي التَّعْزِيرِ بِالنَّهْمَةِ قَبْلَ تَبْوِيهِ كَمَا شُرِعَ فِي الْحَلَةِ لِأَنَّهُ مِنْ التَّعْزِيرِ

ترجمہ

فرمایا: اور جب امام منسوب جائے تو وہ تعزیر میں، مارنے کے ساتھ قید کو بھی شامل کرے۔ اور اس کیلئے اس طرح کرنا صحیح ہے کیونکہ قید تعزیر بننے کے قائل ہے۔ اور شریعت نے بھی اس کو بیان کر کے حتیٰ کہ صرف قید پر اگر اکتفا نہ کیا جائے تب بھی جائز ہے۔ جس اس کو مارنے کے ساتھ نہ بھی جائز ہو گا۔ اسی دلیل کے سبب تعزیر بہت میں اس کے ثبوت سے پہلے قید کرنا مشروع نہیں ہے جس طرح حد میں شروع ہے کیونکہ قید تعزیر میں سے ہے۔

شرح

علامہ عثمان بن علی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں۔ قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشلی کرنا، ڈانٹنا، تڑپ روٹی سے

اس کی طرف غصہ کی نظر کرنا۔ (تبيين الفتاوى، کتاب الحدود)

تعزیر کی سزا قرین حد کی سزا سے کم ہوگی

قرین کی سزا قرین حد کی سزا سے کم ہوگی۔ (الفرق)

دوسری باتیں جو مخصوص جرائم پر اللہ کی طرف سے لازم ہوئی ہیں وہ حدود اللہ ہیں اور اگر ایسا جرم جو قائل حد نہ ہو یا اس جرم کے بارے میں شرعی سزا کا انصاف مستحق نہ ہو تو اس کی سزا کو تعزیر کہتے ہیں یعنی جس طرح دس درہم کی چوڑی پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا لیکن اگر چوڑی شدہ چیز اس سے کم قیمت کی ہو تو چوڑکا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ حد جاری نہیں ہوتی تو اس چوڑیے جو سزا ہوتی ہے تعزیر کہیں گے، اور اس تعزیر کی سزا کے بارے میں یہ قائل ہیں کہ کوڑہ حد کی سزا سے کم ہو کیونکہ اگر وہ قائل حد یا حد کے برابر والا گنہ ہوتا تو ضرور اس کے بارے میں کوئی حد یا حد جیسا حکم نازل ہوتا۔ اور جب شارع علیہ السلام کی طرف سے ایسے جرم پر حد نہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ جرم حد کے جرم سے کم سزا والا ہے اور اس کی نوعیت کم درجہ کے گناہ کی سی ہے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے سوا کسی کوڑے سے زیادہ سزا دی جائے۔ (بخاری ج ۱۱، ۱۰۱۳ مطبوعہ وزارت تعلیم اسلام آباد)

تعزیر کی جرائم اور اس کی سزائیں:

۱۔ اگر کسی شخص کو غیر حرم کے ساتھ جماع کے سوا باقی تمام حرام کاموں کے ساتھ پکڑا جائے تو انہیں تعزیری طور چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔ کیونکہ حد نہ تو جاری نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کا ارتکاب نہیں کیا گیا اور تعزیر کی سزا حد کی سزا سے کم ہوگی۔

شراب پینے والے پر تعزیر:

اگر کسی گھر میں شراب ہو اور وہ شخص فاسق ہو یا پکھو لوگ شراب کی مجلس لگائے بیٹھے ہیں تو ان پر تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ شہادت سے حد ساقط ہو جاتی ہے جبکہ تعزیر ساقط نہیں ہوتی۔ (المصنف ج ۱۳، ۲۵، حیرت)

تعزیر کی قتل کی اباحت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے عرم سے جماع کیا اس کو قتل کر دو۔ (جامع ترمذی ج ۵، ۷۱۴۱ قافی تھان)

اختصار:

اگر تعزیر کی جرم بڑی نوعیت کا ہو اور قرآن و سنت سے قتل جیسی سزا یا اس کے برابر کی سزا کی کوئی نص مل جائے تو اس کو بیان کر دو

نص کے مطابق سزا دی جائے گی۔

الحکمان لینے پر تعزیر:

اگر کسی شخص نے کسی مسلمان پر تلوار یا چھری تان لی یا چاقو لگے یا دھکی مارنے تو خدا اس نے وارنہ کی ہواس پر تعزیر واجب ہے کیونکہ اس نے مسلمان کو زہر یا بے اور اس کے قتل کرنے کا قصد کیا ہے جو ناجائز ہے۔

دفاعی قتال کی اباحت:

اگر زکوٰۃ سے کسی قوم پر ڈکڑا لیس تو ان کیلئے اپنی جانوں اور اپنے اموال کے دفاع میں اس سے قتل کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہو اوائس ہو جائے وہ شہید ہے۔ اگر زکوٰۃ سے مدد طلب کریں تو مسلحہ ہونے سے بڑھ کر نہیں کہ وہ ان ڈکڑوں کی مدد کریں بلکہ ان پر زکوٰۃ سے قتل لازم ہے۔ کیونکہ برائی کو نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اس امت کی اسی بنا پر تعزیر فرمائی ہے (ماہنامہ ص ۳۳۳ ج ۱۰ روبرت)

مشترکہ باندی سے جماع پر تعزیر:

حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص مشترکہ باندی سے جماع کرے اسکو حد سے ایک کوڑا کم کی تعزیر لگائی جائے (شرح نمبر جلد ۱ ص ۱۳۴۸ دار الفکر بیروت)

جدید تہذیب اور تعزیرات:

دور حاضر میں بہت سے جرائم ایسے ہیں جو جرائم کا سبب بنتے ہیں اور ان کی قصاصات اس سے پھیلتے ہیں جس میں نوجوان طلباء اور عورتوں کی تفریحی دور سے اور سرگاہوں اور باندیوں کی طرف سے پائے ہیں کیونکہ اس وجہ سے لڑکیوں کے اغواء اور قتل و عمارت کے گناہ بڑے جرائم قائم کیے گئے ہیں لہذا اس پر تعزیر سزا ہونی چاہیے تاکہ ان بڑے جرائم کا سد باب کیا جاسکے۔

انتہاء:

تعزیر امام وقت کے اجتہاد پر موقوف ہوتی ہے اور وہ قاضی یا جو کسی ریاست و حکومت کی طرف سے ذمہ دار ہوں ان کی طرف سے جہاد کی قوت علی کے ساتھ اس کا تعین کیا جائے گا نہ کہ جہاں اور مگر ان لوگ یا تعصب کرنے والے لوگوں کو اس کا اختیار دیا جائے گا۔

تعزیر میں سخت سزا دینے کا بیان

قَالَ (وَأَشَدُّ الصَّرَبِ التَّعْزِيرُ) لِأَنَّهُ جَزَى التَّخْفِيفُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ فَلَا يُخَفَّفُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفُ كَمَا لَا يُؤَدَّى إِلَى قَوَاتِ الْمَقْصُودِ، وَلِهَذَا لَمْ يُخَفَّفْ مِنْ حَيْثُ التَّفْرِيقِ

عَنِ الْأَعْضَاءِ قَالَ (ثُمَّ حَدَّ الزُّنَا) لِأَنَّهُ قَابِلٌ بِالْكِتَابِ، وَحَدَّ الشَّرْبَ ثَبَتَ يَقُولُ لَصَحَابَةً، وَلَئِنْ أَطْعَمَ جَنَابَهُ حَتَّى شَرَعَ فِيهِ الرَّجْمُ (ثُمَّ حَدَّ الشُّبُوبِ) لِأَنَّ سَبَبَهُ مُتَبَيِّنٌ بِهِ (ثُمَّ حَدَّ الْقَذْفِ) لِأَنَّ سَبَبَهُ مُحْتَمِلٌ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ صَادِقًا وَلَئِنْ جَبَرَى فِيهِ التَّغْلِيطُ مِنْ حَيْثُ رَدُّ الشَّهَادَةِ فَلَا يُعْلَقُ مِنْ حَيْثُ الْوُصْفِ.

ترجمہ

فرمایا تعزیر میں سخت ضرب کے ساتھ تعزیر ہوگی کیونکہ اس میں حد کے اعتبار سے بھولت دی گئی ہے اس لئے کہ یہ آسانی مقصود کے قوت ہونے کا سبب نہ بنے۔ اور اس کی دلیل کے سبب مختلف اعضاء سے بھی آسانی نہیں دی گئی۔ فرمایا: زنا حد ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے اور شراب کی حد کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقرار سے ثابت ہے کیونکہ زنا بزرگرم ہے یہاں تک کہ اس میں شرع شروع کیا گیا ہے اور اس کے شراب کی حد کا بیان ہے کیونکہ اس کا سبب قبیح ہے اس کے بعد حد قذف کا بیان ہے کیونکہ قاذف کے چاہونے کا احتمال سے سبب محتمل ہو جائے گا کیونکہ کوئی کورہ کرنے میں زیادہ سختی بیان کی گئی ہے۔ پس وصف کے اعتبار سے اس میں سختی نہ کی جائے گی۔

شرح

شیخ حکام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ اگر جرم ایسا ہے جس میں حد واجب ہوتی ہے مگر کسی وجہ سے ساقط ہوگئی تو سخت درجہ کی تعزیر ہوگی، مثلاً دوسرے کی لونڈی کو زانیہ کہا تو یہ صورت حد قذف کی تھی مگر چونکہ مصنف نہیں ہے لہذا سخت قسم کی تعزیر ہوگی اور اگر اس میں حد واجب نہ ہو مثلاً کسی کو غیبت کہ تو اس میں تعزیر ہی مقدار اسے قاضی پر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب الحدود)

حد حد علماء والدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب درخصو نے باہم راجعیت کی تو دونوں متحقق تعزیر ہیں اور پہلے اسے سزا دیں گے جس نے ابتدا کی۔ چوپایہ کے ساتھ ہر اکام کیا یا کسی مسلمان کو چھڑا مارا یا زار میں اس کے سر سے گجڑی اوتار لی تو متحقق تعزیر ہے۔ تعزیر کے ذریعے سختی سے مارے جائیں اور زنا کی حد میں اس سے نرم اور شراب کی حد میں اور نرم اور حد قذف میں سب سے نرم۔ جو شخص مسلمان کو کسی فعل یا قول سے ایذا پہنچائے اگر چہ آٹھ یا تھکے اشارے سے وہ متحقق تعزیر ہے۔

(درمختار کتاب الحدود)

حد لگائے شخص کے قوت ہونے کا بیان

(وَمَنْ حَدَّهُ الْإِمَامُ أَوْ عَزَّرَهُ قِمَاتٍ فَلَمْ يَدْمُ هَلْ) لِأَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ بِأَمْرِ الشَّرْعِ، وَلِفَعْلُ الْمَأْمُورِ لَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْفَصَادِ وَالزَّيْغِ، وَيَخْلَافُ الزَّوْجُ إِذَا عَزَّرَ زَوْجَتَهُ لِأَنَّهُ مُطْلَقٌ فِيهِ، وَالْإِطْلَاقَاتُ تَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُورِ فِي الطَّرِيقِ.

وَقَالَ السَّالِفِيُّ: تَجِبُ الذِّبَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّ الْإِتْلَافَ خَطَأٌ فِيهِ، إِذَا تَعَزَّيْتُ لِلتَّوَدُّعِ
غَيْرُ أَنَّهُ تَجِبُ الذِّبَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّ نَفْعَ عَمَلِهِ يَرْجِعُ عَلَى عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَيَكُونُ
الْفَرْمُ فِي مَالِهِمْ.

قُلْنَا لَمَّا اسْتَوْفَى حَقَّ اللَّهِ تَعَالَى بِأَمْرِهِ صَارَ تَحَايَ اللَّهِ أَمَانَةً مِنْ غَيْرِ وَابْطِئَةً فَلَا يَجِبُ
الضَّمَانُ.

ترجمہ

اور جس بٹورے پر حد درجہ کی گئی اور وہ فوت ہو گیا تو اس کا خون معاف ہوگا کیونکہ اہم نے جو کچھ کیا ہے وہ شریعت کے حکم کے مطابق کیا ہے۔ اور مور کا عمل سراسر حق کی شرط کے ساتھ متعین نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح بچپن گلوں یا شترگانے دار ہے یہ خلاف شرع ہے کہ جب اس نے اپنی بوی کو سزا دی کیونکہ اس کیلئے تعزیر کی اجازت ہے البتہ اس طرح اجازت میں سلاحتی کی شرط متعین ہے۔ جس طرح راستے سے گزرتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محدود کی دیت بیت المال پر واجب ہے کیونکہ تعزیر میں ہلاک کرنا یا قتل خطا ہے کیونکہ تعزیر پر واجب سکھانے کیلئے مشروع ہے لہذا اس کی دیت بیت المال پر واجب ہوگی اس لئے اہم کے کام کا نفع عام مسلمانوں کیلئے ہوتا ہے پس اس کا تادان بھی انہی لوگوں کے مال سے واجب ہوگا۔ ہم نے اس کے جواب میں کہا کہ جب امام نے امدت تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا حق وصول کیا ہے لہذا یہ امدت تعالیٰ نے اس کو بلا واسطہ موت دی ہے لہذا اہم پر کوئی حمان واجب نہ ہوگا۔

شرح

ماورکہ عمل سلاحتی کی شرط کے ساتھ متعین نہیں ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کوئی شخص جھگڑنے کے سبب مارا جائے تو اس کا خون معاف ہے اور اس کے خون کی معاف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی موت کسی بھی خاص عہدہ پر قتل کے سبب نہیں ہوئی بلکہ مور سے فعل مقتضی کے سبب ہوئی ہے اس لئے وہ اس کا زاد ودار نہ ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی اس کا سبب حکم تھا جس و دیت نہیں ہے۔

کتاب السرقة

﴿یہ کتاب حدِ سرقت کے بیان میں ہے﴾

کتاب حدِ سرقت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باہر حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چوری کی نعت میں تعریف یہ ہے کہ غیر کی چیز کو خفیہ اور پوشیدہ طریقے سے چھو لینا ہے۔ اور اس سے ہے کہ چوری چھپے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان 'أَلَا مَنِ اسْتَوَقَّ السَّمْعُ' اور شریعت نے اس میں جو زائد اوصاف بیان کیے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ (عن شرح الہدایہ ج ۷ ص ۳۷، بیروت)

سرقت کے معنی کا فقہی مفہوم

سرقت سین کے زبرد اور دار کے زبرد کے ساتھ چوری کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی ملک کسی کے ایسے خزانہ میں سے کچھ یا سب خفیہ طور پر لے لے جس میں تنواں کی ملکیت ہو اور نہ شہر ملکیت ہو۔

علامہ طبری شافعی نے کہا ہے کہ قطع السرقة میں اضافت بخلاف مفعول کی طرف ہے یعنی معنی کے اعتبار سے یہ عنوان یہ ہے کہ قطع اہل السرقة ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی کا قبیض بل حرز سے نکال کر لے جانا بغیر کسی حق ملکیت یا اسے شہ کے سرقت کہلاتا ہے یا سرقت کرنے والے کا دیاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ چوری کے مال کی کم سے کم مالیت نصاب کہلاتی ہے، چنانچہ نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی تو حدِ سرقت کی پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ چوری کے مال کا قبیض ہونا ضروری ہے مختلف فقہاء کے ہاں اس کی مختلف قیمتیں متعین کی گئیں ہیں تاہم کم از کم دس درہم پر مجہود علماء اتفاق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قول مروی ہے کہ اگر چوری چوٹائی دینار کے برابر ہو تو اس پر حد چوری ہوگی، دوسری روایت میں پانچ درہم کی بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر کے زمانے میں ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا، پوچھا کہ ڈھال کی کیا قیمت ہوا کرتی تھی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ پانچ درہم۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک چور نے کپڑا چورایا تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس پر اعتراض کیا گیا کہ اس کی مالیت دس درہم سے کم ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اس کی مالیت دس درہم بتایا گیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اس لئے لیا۔ اسلامی شریعت کا ایک صدقہ اصول ہے کہ بعد والا حکم ناسخ ہوتا ہے اور پہلے والے فیصلے کو منسوخ کر دیتا ہے چنانچہ نصاب کے بارے میں اگرچہ بہت سے اقوال ہیں لیکن دس درہم پر اکثریت کا اتفاق ہے کیونکہ خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں اسی پر

تکرر رہا۔ دس روزم کی فی زائد جو قیمت ہوگی وہ وقت کے کئی دن سے اس زمانے میں چوری کا نصب ہوا کرے گی۔

حدیث کے مطابق چور کیلئے سخت وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت زانی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایمان نہیں رہتا اس طرح سے جو چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان اس کے ساتھ نہیں رہتا اور جس وقت (شرعی) شراب پیتے تو اس وقت ایمان نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص لوٹ مار کرتا ہے کہ جس کی چوب وگد یکمیں تو وہ ایمان دار نہیں رہتا۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1174 حدیث مستوار حدیث مرفوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خداوندوں چور پر سخت کیجیو نہ کہ چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے وہ سب کی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (یعنی معمولی سے مل کے واسطے ہاتھ کاٹ جاتا تو اور سخت کر دیتا ہے جو کہ خلاف قتل ہے)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1177)

مرقۃ المفاتیح کی بیان

كِتَابُ السَّرِقَةِ السَّرِقَةُ فِي اللَّغَةِ أَخَذَ الشَّيْءَ عَنِ الْمَخْزِي عَلَى سَبِيلِ الْخَفِيَّةِ وَالْإِسْتِسْرَارِ ، وَبُنِيَ اسْتِسْرَافُ السَّمْعِ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (إِلَّا مَنْ اسْتَرْقَى السَّمْعَ) وَقَدْ زِيدَتْ عَلَيْهِ أَوْضَافٌ فِي الشَّرْعِ عَلَى مَا يَأْتِيكَ بَيَانُهُ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى . وَالْمَعْنَى اللَّغْوِيُّ مَرَاغَى فِيهَا انْتِدَاءً وَانْتِهَاءً أَوْ انْتِدَاءً لَا غَيْرَ ، كَمَا إِذَا نَقَبَ الْجِدَارَ عَلَى الْإِسْتِسْرَارِ وَأَخَذَ الْمَالَ مِنَ الْمَالِكِ مُكَابَرَةً عَلَى الْجَهَارِ . وَفِي الْكُتُبِ : اغْنَى قَطْعُ الطَّرِيقِ مُسَارَقَةً غَنِ الْمَالِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَدَّى لِحِفْظِ الطَّرِيقِ بِأَعْوَانِهِ . وَفِي الصُّغَرَى : مُسَارَقَةُ غَنِ الْمَالِكِ أَوْ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ .

ترجمہ

یہ کتاب مرقۃ ہے اور مرقۃ المفاتیح میں یہ ہے کہ چوری کی چھپو کسی دوسرے کی چیز کو اٹھالینا ہے۔ اور اسی سے استراق سمع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سوائے اس شیطان کے جو چوری چھپے ہے اور مرقۃ المفاتیح میں شرعی طور پر جو اوصاف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ من قریب ان کو بیان کریں گے۔ اور شرعی میں قتل ابتدائی طور پر اور انتہائی طور پر دونوں طرح سے لغوی معنی کا اعتبار کیا گیا ہے یہ صرف انتہائی طور پر لغوی معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ جس طرح کسی نے چوری چھپو دیوار میں نصب کیا اور مالک سے لڑائی کرتے ہوئے سرعام مل لے گیا۔ جبکہ بڑی چوری یعنی دیکھتے میں گران (حکمران) کی آنکھ سے چوری کرنا ہے کیونکہ

حکمران ہی سپاہیوں کے ساتھ راستوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ جبکہ چھوٹی چوری میں مالک یا اس کے نائب کی آنکھوں سے چوری کرتے ہوئے مال کو چاٹا ہے۔

شرح

إِلَّا مَنْ اسْتَرْقَى السَّمْعَ فَلَتَمَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ (الححر: 18)

فرتقوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کے لئے جنت اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور اس طرح ایک پر ایک ہوتا ہے۔ راوی حدیث حضرت صفوان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتایا کہ وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لی۔ شعلہ اس سننے والے کا کام بھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے سانچے کے کان میں کہہ دے۔ اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اس سے اور دور اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آجائے اور جو دیگر پاکیزہ کان اس سے آشنہ ہو جائیں پھر خود اس کے ساتھ سمجھوتہ ملا کر لوگوں میں پھیلا دیتا ہے۔ جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان سے اسے اٹھ کا پہنچائی گئی تھی صحیح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ یہ کونسا فلاں نے لہر۔ دن یہ ہاتھ بٹک کر جی نکلا۔

شہاب تبیین کے لغوی معنی شعلہ روشن کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں اس کے لیے شہاب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی رجب کو چھینڈنے والا شعلہ۔ اس سے مراد ضروری نہیں کہ وہ ٹوٹنے والا تار ہی ہو جسے ہری زبان میں اصطلاحاً شہاب یا تاب کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اور کسی قسم کی شمع میں ہوں، مثلاً کانگائی شعلیں (یا ان سے بھی شدید کوئی اور قسم جو انہی ہمارے علم میں نہ آئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کسی شہاب یا تاب مراد ہوں جنہیں کبھی کبھی ہماری آنکھیں زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ زمانہ حال کا مشہور حادثہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دو زمین سے دکھائی دینے والے شہاب یا تاب جو جوفضائے بیضا سے زمین کی طرف آتے نظر آتے ہیں، ان کی تعداد کا اوسطاً کھرب روزانہ ہے، جن میں سے دو کروڑ کے قریب ہر روز زمین کے بالائی فضا میں داخل ہوتی ہیں اور بیشتر زمین کی سطح تک پہنچتے ہیں۔ ان کی رفتار بالائی فضا میں کم و بیش ۲۶ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے اور بسا اوقات ۲۶ میل فی سیکنڈ تک دیکھی گئی ہے۔ بارہا یہ بھی ہوا ہے کہ ہر چند آنکھوں سے بھی ٹوٹے والے ۲۶ روں کی غیر معمولی بارش دیکھی ہے۔ سیل فی سیکنڈ تک دیکھی گئی ہے۔ بارہا یہ بھی ہوا ہے کہ ہر چند آنکھوں سے بھی ٹوٹے والے ۲۶ روں کی غیر معمولی بارش دیکھی ہے۔ چنانچہ یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے کہ ۱۳ نومبر ۱۸۳۳ء کو کئی امریکہ کے مشرقی علاقے میں صرف ایک مقام پر نصب شب سے لے کر صبح تک لاکھ شہاب یا تاب گرتے ہوئے دیکھے گئے (اسٹینلیو پیرا بارنیکا۔ ۱۹۳۶ء۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۲۸)۔ ہوسکتا ہے کہ یہی بارش عالم بالا کی طرف شیعہ میں کی پرواز میں مانع ہوئی ہو، کیونکہ زمین کے بالائی حدود سے گزر کر فضا کے بیضا میں ۱۰ کھرب روزانہ کے اوسط سے ٹوٹنے والے تاروں کی برسات ان کے لیے اس فضا کو بالکل ناقابل تصور بنا دیتی۔

اس سے کچھ ان محفوظ قلعوں کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ بظاہر فضا بالکل صاف شفاف ہے جس میں کہیں کوئی دیوار یا چھت بنی نظر نہیں آتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی فضا میں مختلف جنوں کو کچھ ایسی غیر مرئی فیصلوں سے گھیر رکھا ہے

وزن کا متنب کر جائے گا کیونکہ کثیر شہوں میں مشہور ہے۔ اور ماہن کا کہنا کہ "أَوْسًا يَسْلُجُ فَيَسْتَعِثُّ عَشْرَةَ قَرَاهِمَ" میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ غیر درہم کا اعتبار درہم کی قیمت کے ساتھ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ سونا ہی ہوں۔ اور چوری کرنا ایسے محفوظ مقام سے ہو جس میں شہ نہ ہو۔ کیونکہ شہر حد کو ختم کرنے والا ہے۔ جس کو ہم بعد میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

حدود کا شہر سے ساقط ہونے کا بیان

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، مگر غلطی سے معذرت نہ لینی سزا دینے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1461)

عبداللہ بن حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم آج میں حدود کو معاف کر دیا کرو لیکن جو حد مجھ تک پہنچی تو بیشک وہ واجب ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 982)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حد شرقی مجھ پر لاق ہو چکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ پر جاری فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو سامنے سے آئے تھا تو تھے وضو کیا تھے؟ فرمایا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ہمارے ساتھ نماز پڑھی جب تم نے نماز پڑھی کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ چلے جاؤ بیشک اللہ نے (خوشوار نماز کے غلطی) تیرے گن معاف فرما دیے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 987)

حدود و شہادت سے ساقط ہوجاتی ہیں قاعدہ فقہیہ

الحدود تدارء بالشہادۃ۔ (الاشباح ص ۶۳) حدود و شہادت سے ساقط ہوجاتی ہیں اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شک و شبہ سے شرعی حدود اٹھائی جاتی ہیں۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حدود کو ساقط کرو جب تم ان میں ساقط کرنے کی گنجائش پاؤ۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

چوری کی حد کے لیے شرائط کا بیان

چوری پر سزا کی عقیبت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ مال مسروق مال منقول ہو (یعنی چوری کا مال منقول ہونے کے قابل ہو)۔

۲۔ مال بحال منقول ہو (یعنی قیمت رکھنے والا مال ہو)۔ مال حرز ہو (جو مال حفاظت میں ہو)۔

۳۔ بقدر نصاب ہو (یعنی جس مال پر نصاب پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہو)۔ (الشریع الجنائی 543/2) یعنی وہ مال جس کو کھانے کی حاجت رکھنے ہوئے قیمتی بھی ہو اور جس کے بچنے پر ناکدہ بھی ہو سکے اور چوری کرتے وقت وہ مال بحال ہو، کسی بازاریہ شاہد مکان یا چوکیدارہ میں نہ ہو، ان میں سے اگر ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائیگی۔

علاوہ ابراہیم بن جریجی لکھتے ہیں۔

۴۔ مال کو بھی دیکھنا چاہیے کہ چوری کا مال ایسا مال قیمت نہ ہو جس میں چور کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو۔ اس لیے کہ بیت مال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت (زمین سے نکلے ہوئے خزانہ اور مال غنیمت) میں چوری کرنے والے کے لیے قاتل کاٹنے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ اور اشعار فرمایا کہ آئیں اور کبھی حصہ ہے۔ ۵۔ جبر کی صورت میں بھی سارق کا قتل موجب حد نہیں تصور ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذہب الامریہ۔ 5/155)

داہنے ہاتھ اور دو بائیں چوری پر پائیاں پاؤں کاٹنے کا بیان

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ قُطِعُوا أَيْدِيُهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (المائدہ: ۳۸)

اور جو مرد یا عورت چور ہو۔ تو انکا ہاتھ ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ نہ ظلمت وارا ہے۔

(کنز الایمان)

اور اس کی چوری دومرتبہ کے اقرار یا دومرتبہ کی شہادت سے حاکم کے سامنے ثابت ہو اور جو مال ہٹا دیا ہے وہ اس دومرتبہ کے حکم کا ثبوت ہے۔ (جس طرح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے)۔ یعنی وہاں اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں "اَيْدِيَهُمَا" آیا ہے۔ پہلی مرتبہ کی چوری میں داہن ہاتھ کاٹا جائے گا پھر دوبارہ اگر کرے تو بائیں پاؤں، اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ دوبارہ کرے۔ چور کا ہاتھ کاٹنا تو واجب ہے اور مال مسروق موجود ہو تو اس کا واپس کرنا بھی واجب اور اگر وہ ضائع ہو گیا ہو تو ضمان واجب نہیں۔ (تفسیر احمدی بخزانة العرفان ج ۳۸)

چوری کی سزا قطعید ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود کی قراءت میں (فَاقْطَعُوا اَيْمَانَهُمَا) ہے لیکن یہ قراءت شاذ ہے گوئل اسی پر ہے لیکن وہ عمل اس قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے دلائل کی بناء پر ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا طریقہ اسلام سے پہلے بھی تھا اسلام نے اسے تفصیل و اوارو منظم کر دیا اسی طرح قسامت دیتے فرائض کے مسائل بھی پہلے تھے لیکن غیر منظم اور اوارو سے۔ اسلام نے انہیں ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ یہ قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے دیک نامی ایک خزانہ شخص کے ہاتھ چوری کے الزام میں قریش نے کاٹنے تھے اس نے کہنے کا

خلاف چرایا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چہرہ لے اس کے پاس رکھ دیا تھا۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ چہرہ کی چیز کی کوئی حد نہیں تو سزا ہی ہو یہ غیر محفوظ جگہ سے بہر صورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔

انہی محسوسے مروی ہے کہ یہ آیت عام ہے تو ممکن ہے اس قول کا یہی مطلب ہو اور دوسرے مطالب بھی ممکن ہیں۔ ایک دلیل ان حضرات کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چہرہ پر ہفت کرے گا اگر اچھا ہے اور باہتھ کھاتا ہے۔

خداوند سبحان میں خدا بہت فقیہ دکھایا ہیں

جہوہ عا کا مذہب یہ ہے کہ چہرہ کے ہال کی حد مقرر ہے۔ گو اس کے مقرر میں اختلاف ہے۔ امام مالک کہتے ہیں تین درم تک اسے نہ لیں یہ ن کی قیمت نہ وہ کی کوئی چیز چنانچہ صحیح بخاری سلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ڈھال کی چہرہ پر ہاتھ کاٹا مروی ہے اور اس کی قیمت اتنی ہی تھی۔ حضرت عثمان نے اس طرح کے چہرے کا ہاتھ کاٹنے سے یکبارہ دین درم کی قیمت کا تھا۔ حضرت عثمان کا کل گویا صحابہ جماع سکوتی ہے اور اس سے بھی گئی ثابت ہوتا ہے کہ پھل کے چہرے کا ہاتھ بھی کاٹنے سے جائز ہے۔

حنفیہ اسے نہیں مانتے اور ان کے نزدیک چہرہ کے ہال کا دین درم کی قیمت کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں شافعیہ کا اختلاف ہے یا وہ دینار کے مقرر ہیں۔

مام شافعی کا فرمان ہے کہ پاؤں دینار کی قیمت کی چیز ہو یا اس سے زیادہ۔ ان کی دلیل بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چہرہ کا ہاتھ پاؤں میں پھر جو اس سے اوپر ہو اس میں کاٹنا جائے مسلم کی ایک حدیث میں ہے چہرہ کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر پاؤں کا ہاتھ اگر اس سے اوپر ہو۔ پس یہ حدیث اس کے ساتھ کھانسی فیصلہ کر دیتی ہے اور جس حدیث میں تین درم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ کاٹنے کو فرمانا مروی ہے وہ اس کے خلاف نہیں اس سے کہ اس وقت دینار بارہ درم کا تھا۔ پس اصل چوٹائی دینار ہے نہ کہ تین درم۔ حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان بن عفان حضرت علی بن ابی طالب بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز دینار و شافعی اسحاق بن راہویہ ابو داؤد بن علی بن ابی ہریرہ کا بھی یہی قول ہے۔

ایک روایت میں امام اہل بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ خود ربیع دینار ہونوہ تین درم دو دینار ہی ہاتھ کاٹنے کا مذہب ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے چوٹائی دینار کی چہرہ پر ہاتھ کاٹ دوسرے سے کم میں نہیں۔ اس وقت دینار بارہ درم کا تھا تو چوٹائی دینار تین درم کا ہونا نہی میں ہے چہرہ کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم نہ کاٹا جائے۔ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا پاؤں دینار۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے متابعینوں سے کہا ہے کہ جس ڈھال کے ہارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چہرہ کا ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت نو درم تھی چنانچہ ابو بکر بن شیبہ میں موجود ہے و عبد اللہ بن عمر سے۔ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمرو علقمہ

کہتے رہے ہیں اور حدود کے ہارے میں اختیار پر عمل کرنا چاہئے اور اتنا زیادتی میں ہے اس لئے دین درم نصاب ہم نے مقرر کیا ہے۔

خاندان کثیر شرافتی بعض فقہی مذاہب کے تائیدی دلائل ڈاکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ دین درم یا ایک دینار حد ہے علی ابن مسعود ابراہیم نخعی ابو بکر باقر سے یہی مروی ہے۔ سعید بن جبیر (رہ) نے چار پانچ نہائی جائیں مگر پانچ دینار پچاس درم کی قیمت کے برابر کے مال کی چہرہ میں۔ ظاہر یہ کہ مذہب ہے کہ ہر تو سزا بہت چیز کی چہرہ پر ہاتھ کاٹنے کا نہیں جہوہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اولاد کو یہ اطلاق منسوخ ہے لیکن یہ جواب ٹھیک نہیں اس لئے تاریخ نسخ کا کوئی ثبوت نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کاٹنے سے مراد اولہ کا اٹا ہے اور کسی سے مراد ستیوں کے قیمتی سے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ فرمان یا اعتبار نتیجے کے ہے یعنی ان چھوٹی چھوٹی معمولی سی چیزوں سے چہرہ شروع کرتا ہے آخر قیمتی چیز پر آئے گا۔ چارے اور ہاتھ کاٹنا ہے تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور نفوس کے اوپر چہرہ کاٹ دینا کرنے کے فرما رہے ہیں کہ کسرا ذلیل اور بیخوف انسان ہے کہ معمولی چیز کیلئے ہاتھ بھی قیمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مذکور ہے کہ ابو العلام محری جب بغداد میں آیا تو اس نے اس بارے میں بڑے اعتراض شروع کئے اور اس کے جی میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ میرے اس اعتراض کا جواب کسی سے نہیں ہو سکتا تو اس نے ایک شخص کا کہ اگر ہاتھ کاٹ ڈال جائے تو دین میں پانچ سو دینار اور پھر اسی ہاتھ کا پاؤں دینار کی چہرہ پر نکلا دیں یہ ایسا ناقص ہے کہ ہماری سمجھ میں تو آئی نہیں خاموش ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مال ہمیں جہنم سے بچائے۔ لیکن جب اس کی یہ کواں مشہور ہوئی تو علماء کرام نے اسے جواب دینا چاہا تو یہ بھاگ گیا پھر جواب بھی مشہور کر دیئے گئے۔

قاضی عبدالوہاب نے جواب دیا تھا کہ جب تک ہاتھ میں تھکن یعنی قیمتی تھا اور جب یہ خاکن ہو گیا اس نے چہرہ کو توڑ کر قیمت گھٹ گئی۔ بعض بزرگوں نے اس قدر سے تفصیل سے جواب دیا تھا کہ اس سے شریعت کی کامل حکمت ظاہر ہوتی ہے اور دنیا کا اس و اماں قائم ہوتا ہے، جو کسی کا ہاتھ بیچو کاٹ دینے کا حکم دیا کہ چہرہ کا دروازہ اس خوف سے بند ہو جائے۔ پس یہ تو تین حکمت ہے اگر چہرہ میں بھی اتنی رقم کی قید لگائی جاتی تو چہرہ کا اسلحا نہ ہوتا۔ یہ بدلہ ہے ان کے کڑوت کا مناسب مقام یہی ہے کہ جس عضو سے اس نے دوسرے کو نقصان پہنچایا ہے، اسی عضو پر سزا ہو۔ تاکہ انہیں کافی عبرت حاصل ہو اور دوسروں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔ اللہ اپنے انتقام میں غالب ہے اور اپنے اکام میں حکیم ہے۔ جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اللہ کی طرف جھک جائے، اللہ اسے اپنا غنا معاف فرما دیتا ہے۔ اس کو مال چہرہ میں کسی کا لے لیا ہے چونکہ وہ اس شخص کا حق ہے لہذا اس صرف توبہ کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ مال جس کا ہے اسے نہ بچائے یا اس کے بدلے پوری پوری قیمت ادا کرے۔ جہوہ کہہ کر کوئی قبل ہے کہ صرف امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ "جب چہرہ پر ہاتھ کاٹ گیا اور مال تلف ہو چکا ہے تو اس کا بدلہ دینا اس پر ضروری نہیں"۔

دارقطنی وغیرہ کی ایک مسئلہ حدیث میں ہے کہ "ایک چور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑا گیا، جس نے چادر چلا لی تھی، آپ نے اس سے فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی ہوگی، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چوری کی ہے تو آپ نے فرمایا اسے لے جا اور اس کا ہاتھ کاٹ دو جب ہاتھ کاٹ چکا اور آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا تو بے کرد، انہوں نے تو بیکر، آپ نے فرمایا اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی" (رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ میں ہے کہ "حضرت عمر بن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہتے ہیں کہ مجھ سے چوری ہوگئی ہے تو آپ مجھے پاک کیے بغیر، قبیحے والوں کا نکتہ میں نے چرایا ہے۔ آپ نے اس قبیحے والوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ یہ امر اذیت و ضرر ہو گیا ہے۔ آپ نے حکم دیا اور ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا وہ ہاتھ کٹنے پر کہنے لگے، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے میرے جسم سے الگ کر دیا تو نے میرے سارے جسم کو جہنم میں لے جانا چاہتا تھا" (رضی اللہ عنہ)

ابن جریر میں ہے کہ "ایک عورت نے پتھر پھینک دیا، ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے پیش کیا، آپ نے اس کا دہانتا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، جب کہ پتھر تو اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم تو ایسی پاک صاف ہو گئیں کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی"۔ اس پر آیت (فمن تاب) نازل ہوئی۔

مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ اس وقت اس عورت والوں نے کہا ہم اس کا فدہ بیٹے کو تیار ہے لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عورت مخمور قبیلے کی تھی اور اس کا پوتہ بنو دہریہ کا موجود ہے کہ چونکہ یہ بڑی گھرانے کی عورت تھی، مگر وہیں بڑی خوش چلی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں کچھ کہیں سنیں، وہ اپنے غزوہ فحش میں ہوا تھا، بالآخر بیٹے ہوا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے ہیں، وہ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں، حضرت اسامہ نے جب اس کی سفارش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھنا اور غصہ سے فرمایا "اسامہ تو کبھی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے؟ اب تو حضرت اسامہ بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خدشہ ہوئی، میرے لئے آپ استغفر کیجئے۔ شام کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خلیفہ بنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی خصلت پر چاہے اور بڑا ہو گئے کہ ان میں سے جب کوئی شریف شخص بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی معمولی آدمی ہوتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اس اللہ کی قسم جس کے

ہاتھ میں میری جان ہے اگر ظالم نہ ہو جس نے اس اللہ علیہ وسلم کی چوری کریں تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دوں۔ پھر حکم دیا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں پھر اس بڑی صاحبہ نے توبہ کی اور پوری اور پختہ توبہ کی اور نکاح کر لیا، پھر وہ میرے پاس اپنے کسی کام کا مجھے آئی تھیں اور میں اس کی حاجت آٹھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دی کہ تھی" (رضی اللہ عنہما)

"مسلم میں ہے ایک عورت لوگوں سے اسباب احوال پر تھیں، پھر انکار کر جایا کرتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا" اور روایت میں ہے یہ بڑا دربار یعنی تھی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم حضرت بدال کو ہوا تھا۔ کتب الاحکام میں

کی بہت سی حدیثیں وارد ہیں جو چوری سے تعلق رکھتی ہیں۔ فائدہ اللہ۔ مجمع ملوک کا، ایک ساری کائنات کا قحطی کا دشوار، چچا حکم، اللہ ہے۔ جس کے کسی حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کے کسی ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا، جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے۔ ہر چیز پر وہ قادر ہے اس کی قدرت کہ دل اور اس کا قبضہ چاہے۔ (تیسرا ابن کثیر، ج ۲۸)

چوری کی سزا اور اس کا نصاب

یہ بات تو عنوان ہی سے معلوم ہوگی کہ اسلامی قانون چوری کی سزا قطع ہے ہاتھ کاٹ دینا ہے لیکن اس بارے میں فقہاء کا باجم اختلاف ہے کہ کتنی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے؟ چند چھ حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نصاب سرقہ مال کی وہ مقدار جس پر قطع ہے کی سزا دی جائے گی کم از کم دس درہم تقریباً ساڑھے سات اش چاندی ہے اس سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا سنائی دی جائے گی اور حضرت امام شافعیؒ چوٹائی دینا سونا تین درہم چاندی اور اس قیمت کی کسی بھی چیز کو نصاب سرقہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں چوٹائی دینا چرانے والے کو قطع ہے کی سزا دینا مذکور ہے اور اس وقت چوٹائی دینا تین درہم کے برابر تھا اور ایک دینار مالیت بارہ درہم کے برابر تھی۔ امام عظیم ابوحنیفہؒ دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ: **«لَا قَطْعَ إِلَّا فِي دِينَارٍ أَوْ عَشْرَةِ دِرَاهِمٍ»**

"ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری پر قطع نہیں ہے۔"

نیز حدیث کے قول کے مطابق اس بارے میں "نقل" "پر عمل کرنا" "اقتل" "پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ معاملہ ایک انسانی عضو کے کاٹنے کا ہے اور" "اقتل" "میں جہنم کا شیعہ ہو سکتا ہے۔"

واضح رہے کہ فقہاء کے اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ایک ذوالکبر چوری پر دی گئی تھی چنانچہ حضرت امام شافعیؒ کی طرف سے توبہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت ذوالکبر کی قیمت تین درہم تھی جب کہ ذوالکبر صرف بے شنی تھتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس کی قیمت دس درہم تھی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابن العاصؓ سے ابن ابی شیبہؒ نے بیان نقل کیا ہے نیز کافی میں بھی یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس ذوالکبر کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی تھی تو اس کی قیمت دس درہم تھی۔

نصاب سرقہ میں امام شافعیؒ کی مستدل حدیث

حضرت عائشہؓ بنی عمر صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چور کا ہاتھ اسی صورت میں کاٹ جائے جب کہ اس نے چوٹائی دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت کی چوری کی ہو۔"

(بخاری و مسند مشکوٰۃ و شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 744)

یہ حدیث حضرت امام شافعیؒ کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ چوٹائی دینار سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گویا ان

کے نزدیک نصاب سرتقہ کی کم سے کم مقدار چوتھائی دینا رہے مطلق قاری نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے تحت بڑی تفصیل برکھ دی ہے اور اس مسئلہ میں علم کے جو اختلافی اقوال ہیں ان کو نقل کر کے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو بڑی مضبوط دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

نصاب سرتقہ میں امام مالک کی متداول حدیث

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرنے پر جس کی قیمت تین درہم تھی، چمڑکا دیا تھا۔ "بخاری و مسلم و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 745)

علاء شری کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس روایت کے من و دھن ہے جو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی حضرت ابن عباس اور عمر و ابن شعیب سے بھی اسی طرح منقول ہے نیز شیخ ابن ہم نے بھی ابن عمر اور ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور شیخ نے ہدایہ کے حاشیہ میں بھی یہی لکھ دیا ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ قطع یہ کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی جس نے کم سے کم دس درہم کے بقدر اس کی چمڑی کر دی ہو اس سے کم مالیت کی چمڑی پر یہ سزا نہیں دی جائے گی جہاں تک ابن عمر کی روایت کا تعلق ہے جس سے اس ڈھال کی قیمت تین درہم متعین کی جا سکے حقیقت میں وہ ڈھال دس درہم کی مالیت کی تھی جیسا کہ اکثر روایتوں سے ثابت ہوا اس موقع پر شیخ عبدالحق اور عارفی قاری نے اپنی اپنی شرح میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم ان کی کتابوں سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

نصاب سرتقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی متداول حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا ڈھال کی چمڑی کرنے کی وجہ سے جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی (یہ حدیث دلیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ کی امام ابو داؤد اور ترمذی نے اسے کہاں حدیث کو محمد بن مسلمہ اور سعدان بن یحییٰ نے ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 993 حدیث مرفوعہ)

نصاب سرتقہ میں احناف کے موقف کی ترجیح کا بیان

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چھ یا تیس ڈھال کی قیمت سے کم میں چمڑکا ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں (ڈھالیں) قیمت والی ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1119) صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم چمڑی پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ لہذا چمڑی کا نصاب کم از کم ڈھال ٹھہرا کیونکہ اس سے کم نصاب میں عدم حد کے سبب شہید ہوا ہو گیا ہے اور قانون یہ ہے کہ شہر سے حدود سقلہ ہو جاتی ہیں۔ لہذا احناف کے موقف کے مطابق نصاب سرتقہ کم از کم دس درہم ہے۔

نصاب سرتقہ میں بعض احادیث و آثار کا بیان

یہ حکم، جب کہ واضح ہے، ایک اصولی نوعیت کا حکم ہے اور قرآن نے اپنے اسلوب کے مطابق اس کی اطلاقی تفصیلات مثلاً یہ کہ چمڑے کے دونوں ہاتھ کاٹنے کا نہیں کیا گیا، اور اگر ایک تو کون سا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ سے صراحتاً تعرض نہیں کی، تاہم حکم کے غلطہ و اس کو غلط سمجھنے قرائن اس کو الٹے سے پوری رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی روشنی میں اپنے عمل کے ذریعے سے ان پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔

عقل عام اور اخلاقیات قون کے مسئلہ قصومات کے تحت ظہر میں اس صورت کے لیے بیان کی ہے جب کہ قعدہ منصوبہ بندی کر کے، ایک کی حفاظت اور دگرانی میں پڑے ہوئے کسی ماں کو چرایا جائے۔ اٹھ قاصد یا کھرکی غیر محفوظ چیز کا ڈھال لینا سرے سے اس کے دائرہ اطلاقی ہی نہیں آتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص راستے میں چلتے ہوئے کسی کے باغ سے کچھ پھل توڑ لے یا کسی کھلی جگہ پر بغیر حفاظت کے پڑے ہوئے غلے میں سے کچھ لے لے یا راہ پیچھے کسی کو نوکر کو بلانے جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔

اہم فقہی سے حکم کو محدود عقلی قرائن کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ اسے قائم کی ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑی کی مذکورہ صورتوں کا قطع یہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہوتا تو قرآن مجید کے لحاظ ہرگز دسے ہر اس شخص کا ہاتھ کاٹنا لازم ہوتا جس نے سرتقہ کا نصاب کیا ہو حالانکہ ہماری بیان کردہ وجہ سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ استثنا قرآن کے عموم میں کوئی تخصیص نہیں انہیں کرتا، بلکہ درحقیقت سرتقہ کا قطع مصداق کی تعین و توضیح کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر آپ کی تصریحات موجود نہ ہوتیں تو بھی قانونی دلائل ان صورتوں کو قرآن کی بیان کردہ سزا سے لازماً مستثنیٰ قرار دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہانے اس استثنا کو مخصوص صورتوں تک محدود رکھنے کے بجائے اسے ایک عمومی ضابطے پر محمول کیا ہے اور اس کی روشنی میں چمڑی کی بہت سی دیگر صورتوں کو بھی قطع یہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اس ضمن میں چمڑی کی سزا کے نذر کے لیے سرتقہ مال کی مقدار کا مسئلہ بالخصوص طوطب ہے۔ قرآن نے یہاں کسی مخصوص نصاب کی شرط کی تصریح نہیں کی، لیکن یہ شرط حکم کے پس منظر میں موجود ہے، اس لیے کہ قانون کا موضوع جرم کی اسی صورت کو بنایا جاتا ہے جسے عقلاً و عرفاً کسی بقاعدہ قانونی سزا کا مستوجب سمجھا جائے، جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ معمولی اور تجریدوں کی چمڑی سے صرف نظر کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں قون کو بالعموم حرکت میں نہیں لایا جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میں مضمر اسی شرط کو واضح کرتے ہوئے چمڑکا ہاتھ کاٹنے کے لیے ایک ڈھال کی قیمت کو معیار قرار دیا اور آپ کے دور میں عمومی طور پر اسی عمل ہوتا رہا۔ امام ابوحنیفہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چمڑکا ہاتھ ایک زرہ یا ڈھال سے کم قیمت کے مال میں نہیں کاٹا گیا۔

یہاں متعلقہ طلب سوال یہ ہے کہ کیا ڈھال کو معیار قرار دینے کا حکم شرعی حیثیت رکھتا ہے اور ہر زمانے میں ہر معاشرے کے

لیے اس کو واجب الاتباع معیار کی حیثیت حاصل ہے؟ فقہانے ڈھال کی قیمت کی تعیین میں اختلاف کے باوجود اصولی طور پر اصل ہی کو شریعت کا مقرر کردہ غیر متبدل نصاب سرقہ قرار دیا ہے، تاہم اگر صحابہ اور تابعین کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں مقرر کردہ معیار، یعنی ڈھال کی قیمت کو نہیں، بلکہ اس کے پیچھے کا رقم یا اصول، یعنی قیمتی اور غیر قیمتی چیز میں فرق کو اصل اہمیت کا حامل سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام الحرمین کا شعر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

لم تقطع يد سارق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم في ادلى من ثمن المجن تروس او حصة و كان كل واحد منهما ذا ثمن. (بخاری، رقم ۲۶۹۶)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چور کا ہتھوڑہ یا ڈھال سے کم قیمت چیز میں نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں چیزیں قیمتی تھیں۔"

ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں: لم یکن یقطع علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشئ، النافه. (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۱۱۳)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمولی چیز کی چوری پر ہتھوڑیں کاٹا جاتا تھا۔"

اسی طرح حلیل القدر تابعی عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: كان السارق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم يقطع في ثمن المجن وكان المجن يومئذ له ثمن ولم يكن يقطع في الشئ النافه. (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۱۱۰)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چور کا ہتھوڑہ ایک ڈھال کی قیمت میں کاٹا جاتا تھا، کیونکہ اس وقت ڈھال ایک قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی کسی معمولی چیز کی چوری پر ہتھوڑیں کاٹا جاتا تھا۔"

صحابہ کے قرائن اور فیصلوں کے مطالعہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے مختلف مقدمات میں، مقدمے کی نوعیت کے لحاظ سے، کسی مخصوص نصاب کی پابندی کیے بغیر قطع دیے کی سزائیں دی ہیں اور قیمتی اور غیر قیمتی اشیاء میں اپنے اپنے فرق اور صواب دیکر کے لحاظ سے فرق قائم کیا ہے:

حضرت سعید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے لوہے کا ایک خود چرانے پر جس کی قیمت ایک چوتھائی دینار تھی، چور کا ہتھوڑہ کاٹ دیا۔

حضرت امام الحرمین کا شعر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چور کا ہتھوڑہ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز چرانے پر کاٹ جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی چیز کی چوری کی چور کا ہتھوڑہ کاٹ دیا جس کو میں پانچ یا تین درہم بھی لینا پسند کرتا۔

حضرت عروہ بیان کرتی ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مقدمے میں تین درہم کا ایک لمبوں چرانے پر چور کا ہتھوڑہ کاٹ دیا۔ لیکن ایک دوسرے مقدمے میں ایک آدمی کو جس نے کپڑے چرائے تھے، حضرت عمر کے پاس لایا گیا تو انھوں نے اس کا ہتھوڑہ کاٹنے کا حکم دیا، تاہم حضرت عثمان نے کہا کہ اس کیلئے یہ قیمت س درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی پس حضرت عمر نے اس کا ہتھوڑہ کاٹا۔

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے چار درہم سے کم کی چوری میں ہتھوڑہ کاٹنے کو درست قرار نہیں دیا۔

حضرت سعید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ پانچ انگلیوں کا ہتھوڑہ پانچ درہم چرانے پر ہی کاٹا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو قوں کا ایک جوڑا چرانے پر چور کا ہتھوڑہ کاٹ دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکے کے راستے میں لوگوں کے چپ بکڑیاں کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر دو درہم لے کر ایک کی تو میں تمھارے ہتھوڑہ کاٹ دوں گا۔

ابن پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو راویوں میں فقہ کے ایک گروہ نے ڈھال یا اس کی قیمت کو معیار ہانے یا صحابہ سے منقول قروی و فیصلوں میں سے کسی کو اختیار کرنے کے لیے یہی قیاس کے اصول پر ایک دوسرا معیار پیش کیا اور کہا کہ چونکہ مکہ کیوں کی زکوٰۃ کا نصاب س سے کم چالیس ہکریاں ہے اس لیے چور کا ہتھوڑہ کاٹنے کے لیے بھی کم اگر کم چالیس درہم کو نصاب قرار دینا چاہیے۔

دو دوسرے مآخذ نے اسی بنیاد پر یہ سارے اقتدار کی ہے کہ قلیں یا کثیراں کی حد بندی اور اس کی بنیاد پر نصاب سرقہ کی تعیین کا مدار اصدا عرف و عادات پر ہے۔ امام رازوی، ان کے استدلال کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نحو لا نوجب القطع فی سرقۃ اللبۃ الواحدة ولا فی سرقۃ البنتۃ الواحدة بل فی اقل شء یجری فیہ الشح و لبۃ و لذلك لان مقادیر القلۃ و الکثرۃ غیر مضبوطۃ فرما استحققر الملك الکبیر آلافا موفقة و ربما استعظم الفقیر سوطا و لما كانت مقادیر القلۃ و الکثرۃ غیر مضبوطۃ و جب بناء الحكم علی اقل ما یسمی

مدا. (رازوی، مفتاح الغیب ۱۴۸/۶)

"ہم ایک دانے یا ایک تنکے کی چوری پر نہیں، بلکہ اس سے کم مقدار پر قطع یا کولا نام نہا کرتے ہیں جس کے بارے میں انسان اپنے اندر رکھل اور بوجھ محسوس کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قلت اور کثرت کی کوئی متعین مقدار سے نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ ایک عظیم بادشاہ ہزاروں لاکھوں کی رقم کو حقیر سمجھ سکتا ہے، جبکہ ایک فقیر مگر یہ کہ ایک سوط کبھی بہت بڑی چیز خیال کرے۔ چونکہ قلت اور کثرت کی کوئی متعین مقدار سے نہیں کی جاسکتی، اس لیے قطع یا حکم کا مدار اس کم سے کم مقدار پر رکھنا پڑے گا جسے مال کہا جاسکتا ہو۔"

اب اگر سرقہ میں نصاب مقرر کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ معمولی چیزوں کی چوری پر سزا دی جائے، بلکہ کسی ایسی چیز کی

چوری پر قطع یہ کہ سزا نافذ ہو جو عقداً و عرفاً کسی خاص قدر و قیمت کی مال ہو تو خدا پر ہے کہ ہر معاشرے کا عرف مختلف ہوتا ہے اور اس میں قدر و قیمت رکھنے والی چیزیں بھی ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ عرب کے بدوی معاشرے میں؛ حائل و غیرہ کو ایک قیمتی چیز کی حیثیت حاصل تھی اور اس بنا پر اس کو معیار مقرر کرنا بھی درست تھا، لیکن خدا ہرے کے دوسرے معاشروں میں صورت حال اس سے مختلف ہے۔ اس بات کو درست مان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ ڈھال کو تمام معاشروں اور قوموں کے لیے معیار قرار دینے کے بجائے اس کا تعین ہر علاقے اور ہر دور کے اہل عمل و عقد کی صواب دہ پر چھوڑ دیا جائے جو اپنے اپنے عرف، ضروریات اور حالات کے لحاظ سے حد درجہ کے لیے نصاب متعین کریں۔

سرتہ بیضہ والی حدیث کے نسخہ و اصل کا بیان

حضرت ابو ہریرہؓ نے کرمیصل اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور پر اشد تعزیر کی گئی ہے، ہو کہ وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور درجہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 746)

ماہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بلا تعین کوہنگاموں پر سخت بھیجنے کا نزع ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشادیت (اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِیْنَ) سے بھی ثابت ہے ہاں کسی شخص کو سخت کر کے یعنی اس کا نام لے کر اس پر سخت بھیجنے کا نزع نہیں ہے۔

نصاب سرتہ کے مسئلے میں یہ حدیث اس امر پر دلائل کرتی ہے کہ چوتھائی دینار یا تین درہم سے بھی کم مالیت کی چوری پر قطع یہ کی سزا جاری ہو سکتی ہے جب کہ چاروں ائمہ میں سے کسی کے بھی ملک میں چوتھائی دینار یا تین درہم سے کم میں قطع یہ کی سزا نہیں ہے اس اعتبار سے یہ حد بیضہ تمام ائمہ کے ملک کے خلاف ہے لہذا اس سب کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں بیضہ سے بیضہ آبن مراد ہے کہ جسے خود کاٹا جاتا ہے اور جس کو بجا ہوا اور فوجی اپنے سر پر پہننے ہیں اسی طرح رسی سے کشی کی دسی مراد ہے جو بڑی قیمتی ہوتی ہے علاوہ ازیں بعض حضرات سے بھی کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اغڑے اور رسی کے چرانے پر قطع یہ کی سزا دی جاتی تھی مگر بعد میں اس کو منسوخ قرار دے دیا گیا،

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ اس کو چوری کی عادت اسی عادت اسی طرح پڑتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی اور کتر چیزیں چراتے چراتے بڑی بڑی اور قیمتی چیزیں چراتے لگتا ہے جس کے نتیجے میں اس کو قطع یہ کی سزا پہنچتی پڑتی ہے۔

نصاب سرتہ میں فقہی مذاہب اور ابو

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا ایک دھال چوری کرنے کے بدلے میں جس کی قیمت تین درہم تھی۔ اس باب میں حضرت مسند، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، ابو ہریرہ، امام ابن مسعود سے بھی روایات

منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح کے بعض صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے حضرت ابو بکر بھی ان میں شامل ہیں انہوں نے پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا۔ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید سے منقول ہے کہ پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ بعض فقہاء تابعین کا اس پر عمل ہے۔

امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دینار یا اس درہم سے کم کی چیز میں ہاتھ نہ کاٹا جائے یہ حد بیضہ مرسل ہے اسے قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے لیکن قاسم کا ابن مسعود سے سماع نہیں۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1487)

قطع میں آزاد و غلام کی برابری کا بیان

قَالَ (وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِي الْقَطْعِ سَوَاءٌ) لِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يُقْصَلْ، وَلَئِنْ التَّصْصِيفُ مُتَعَدِّرٌ فَتَكْمَلُ صَيَانَةُ الْأَعْوَالِ النَّاسِ.

ترجمہ

فرمایا: چوری کی حد میں آزاد اور غلام برابر ہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق نص میں کوئی تفصیل بیان نہیں ہوئی ہے۔ لہذا سزا کا نصف ہونا ناممکن ہے۔ پس لوگوں کے اموال کی حفاظت کے سبب چوری کا حد جاری ہوگی۔

غلامی خون کی عصمت میں موثر نہیں جبکہ اس کی قیمت میں موثر ہوتی ہے قاعدہ فقہیہ

غلامی خون کی عصمت میں موثر نہیں جبکہ اس کی قیمت میں موثر ہوتی ہے۔ (الحسانی) لہذا انھوں نے احناف کے نزدیک یہی قاعدہ ہے کہ اگر کسی شخص نے غلام کو قتل کر دیا تو غلام کے قصاص میں اس آزاد کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ خون کی عصمت میں اس مساوات ہیں جس میں غلامیت کا کوئی اثر نہیں لہذا جس طرح آزاد شخص کے قصاص ہے اسی طرح غلام کے خون پر بھی قصاص ہوگا جبکہ غلام کی کاثر دیت میں ضرور ہوتا ہے کہ غلام کی دیت دس درہم ہوگی۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

ترجمہ: اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔ (البقرہ ۹۰)

اس آیت میں عموماً حکم بیان کیا گیا ہے جس میں ہر آزاد و غلام جرم و گور مت سب داخل ہیں۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آزاد کی غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

(معنف ابن ابی شیبہ، ج ۹، ص ۳۷۷ دار الفکر ان کراچی)

قرآن سے وجوب قطع کا بیان

(وَجِبَ الْقَطْعُ بِالْإِفْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يَفْطَعُ إِلَّا بِالْإِفْرَارِ مَرَّتَيْنِ) وَرَوَى عَنْهُ أَنَّهُمَا فِي مَجْلِسَيْنِ مُحْتَلِفَيْنِ لِأَنَّهُ إِحْدَى الْحُجَّتَيْنِ فَيُغَيَّرُ بِالْأُخْرَى وَهِيَ الْبَيِّنَةُ كَذَلِكَ اغْتَبَرْنَا فِي الزَّيْنِ وَلَهُمَا أَنَّ السَّرِقَةَ قَدْ ظَهَرَتْ بِالْإِفْرَارِ مَرَّةً فَيَكْفِي بِهِ كَمَّا فِي الْفُضَايِ وَحَدِّ الْقَذْفِ وَلَا اغْتِبَارَ بِالشَّهَادَةِ لِأَنَّ الزَّيْنَةَ تَقْبِلُ فِيهَا تَقْلِيلُ تَهْمَةِ الْكُذِبِ وَلَا تَقْبِلُ فِي الْإِفْرَارِ شَيْئًا لِأَنَّهُ لَا تَهْمَةَ. وَتَأْتِي الْمَرْجُوعُ فِي حَقِّ الْحَدِّ لَا يَنْسُدُ بِالْمُتَكَرِّرِ وَالْمَرْجُوعُ فِي حَقِّ الْعَمَالِ لَا يَنْصَحُ أَصْلًا لِأَنَّ صَاحِبَ الْعَمَالِ يَكْذِبُهُ، وَاشْتَرَاطُ الزَّيْنَةِ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَضِي عُلَى مَوْرِدِ الشَّرْحِ.

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنے سے قطع ہو جاتا ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صرف دومرتبہ اقرار کرنے سے حد ساقط ہوگی۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ درودوں، اقراؤں کیلئے مجلس کا مختلف ہونا زنی ہے کیونکہ دونوں دیوبندوں میں سے ایک دلیل ہے۔ پس اس کو دوسرے پر قیاس نہ کیا جائے گا اور وہ گواہی ہے اس طرح ہم نے زمانہ میں قیاس کیا ہے۔

طریقہ کی دلیل یہ ہے ایک اقرار کرنے سے چوری ظاہر ہو چکی ہے پس ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہوگا۔ جس طرح قصاص اور حد قذف میں ہے اور اس کو شہادت پر قیاس نہ کیا جائے گا اس لئے گواہی میں جھوٹ کی تہمت کو کم کرنے کیلئے زیادہ گناہ سے منہ ہوتی ہے۔ جبکہ اقرار میں زیادتی کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے کیونکہ یہاں تہمت معدوم ہے اور متعدد مرتبہ اقرار کرنے کا وجود جرح کرنے کا دروازہ بند نہ ہوگا کیونکہ مال کے حق میں جرح کرنا صحیح ہی نہیں ہے اس لئے مال و دارا رجوع کرنے والے کو چھوڑنے والا ہے جبکہ زمانہ میں زیادتی کی شرط یہ خلاف قیاس ہے کہ وہ شریعت کے حکم تک محدود نہ رہنے والی ہے۔

شرح

حضرت ابویوسف بخاری بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا جس نے اپنے جرم کا صریح اعتراف و اقرار کیا لیکن (چوری کے مال میں سے) کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "میرا خیال نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہے" اس نے کہا کہ "ہاں! میں نے چوری کی ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یحییٰ بن یزید کہا (کہ میرا خیال نہیں ہے کہ تم نے چوری کی ہے) مگر وہ ہر بار یہ اعتراف و اقرار کرتا تھا (کہ میں نے چوری کی ہے) آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کیا پھر کتنے کے بعد اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "(ابو یحییٰ بن یزید! اللہ نے اسے بخشش طلب کر دیا اور اپنے دل کے ذریعہ) اس کی طرف متوجہ ہو۔" اس نے "جا میں اللہ سے بخشش" مانگی اور اس کی طرف متوجہ ہوا (یعنی تو یہ کہتا ہوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یحییٰ بن یزید فرمایا "اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔"

(ابوداؤد سنن ابی یحییٰ دارمی بحکوة شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 761)

اور صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ (میں نے اس روایت کو ان چاروں اصل سن کر) ابویوسف، ابویحییٰ، ابوداؤد، ابویحییٰ، ابن ماجہ، دارمی میں جمع اور اصول میں پہنچی کہ شعب الایمان میں، اور خطابی کی معارف السنن میں اس طرح یعنی ابویوسف سے منقول دیا ہے لیکن مصدح کے بعض نسخوں میں اس روایت میں ابورشد (ہمزہ زائد) کی بجائے راسکورد اور ثبات شمس کے ساتھ) منقول ہے مگر حضرت شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت کا ابورشد سے منقول ہونا غلط ہے، اور ابورشد اگرچہ صحابی ہیں لیکن یہ روایت ان سے منقول نہیں ہے۔

"اس ارشاد میں، میں نہیں کرتا" "اسے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ وہ شخص اپنے اعتراف سے رجوع کرے تاکہ اس پر حد ساقط ہو جائے اور اس کا ہاتھ نہ کاٹ جائے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ اقرار کرنے والوں کے سامنے اس طرح کے جملے ارشاد فرماتے تھے جن کا مقصد "تقین عذر" ہوتا تھا۔ یہ حضرت امام شافعی کے دونوں میں سے ایک قول ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس طرح کی "تقین عذر اور تقین رجوع" صرف زمانہ کی حد کے ساتھ مخصوص ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جو استغفر کا حکم دیا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص پر حد جاری ہوئی ہے اس کو حد وہ نکل (یعنی تمام گناہوں سے) پاک نہیں کرتی بلکہ اس کے گناہ کو ختم کرتی ہے جس کی وجہ سے اس پر حد جاری ہوئی ہے کہ حد جاری ہو جائے کہ بعد وہ پروردگار کی جانب سے اس کے سبب دوبارہ عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

عبدالرحمن بن عبد، حضرت عمرو بن مسعود بن حبیب بن عبد شمس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں فلاں قبیلہ کا افندہ چوری کر بیٹھا آپ مجھے پاک کر دیجئے نبی نے ان کو بلا بھیجا انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا نام ہوا ہے نبی نے حکم دیا تو ہم کو کھاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت فقیر فرمایا کہ جب ان کا ہاتھ کاٹ کر گرفتاری ہو گیا تو ہاتھ کاٹ کر ہرے سے تمام تہمتیں اللہ کے لیے جس نے (اے ہاتھ) تجھے مجھے پاک کر دیا تیرا وارادہ تھا کہ میرے پورے جسم کو درود میں مبتلا کرے۔

(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 746)

حدسرقہ کے وجوب میں دو گواہوں کا بیان

قَالَ (وَيَجِبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ) لِحَقِّقِ الظُّهُورَ كَمَا فِي سَائِرِ الْحُقُوفِ، وَيَتَّبِعِي أَنْ يَسْأَلَهُمَا الْإِمَامُ عَنْ كَيْفِيَةِ السَّرِقَةِ وَمَاهِيَّتِهَا وَزَمَانِهَا وَمَكَانِهَا لِزِيَادَةِ الْإِخْتِاطِ كَمَا مَرَّ فِي الْحُدُودِ، وَيَجِبُ عَلَيَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الشُّهُورِ لِلتَّهْمَةِ.
(قَالَ وَإِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِي سَرِقَةٍ فَاصْطَبَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشْرَةُ ذَرَاهِمٍ قُطِعَ، وَإِنْ أَصَابَهُ أَقْلٌ لَا يَقْطَعُ) لِأَنَّ الْمَوْجِبَ سَرِقَةَ النَّصَابِ وَيَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِجَنَائِيهِ فَيَعْتَبَرُ كَمَا لَ النَّصَابِ فِي حَقِّهِ

ترجمہ

فرمایا: دو گواہوں کی شہادت سے حدسرقہ واجب ہو جائے گی کیونکہ اس سے چوری ظاہر ہو چکی ہے جس طرح دوسرے حقوق میں ہوتا ہے اور امام کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ زیادہ احتیاط کے پیش نظر گواہوں سے چوری کی کیفیت، اس کی ہیئت، اس کے وقت اور محل وقوع کے بارے میں پوچھے جس طرح حد و دس بیان کیا جا چکا ہے اور چور پر تہمت کے سبب گواہوں کا حال معلوم کرنے تک امام اس کو قید میں رکھ سکتا ہے۔

فرمایا: درج چوری میں ایک جماعت شامل ہو اور ان میں سے ہر ایک کو دس ذراہم تک سے ہوں تو ہر ایک کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور جب انہیں دس ذراہم سے کم ملے ہیں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ قطع سے زیادہ وجوب نصاب سرقہ ہے اور ہر ایک پر اس جرم کے سبب واجب ہوگا پس ہر ایک کے حق میں مکمل نصاب کا اقرار کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن قیم مصری مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب چند شخصوں نے ملکر چوری کی اگر ہر ایک کو بقدر دس ذراہم تک سے حد ملتا تو سب کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں خواہ سب نے مل کر یا ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ کر کے۔ (بخاری، مسند احمد)

علامہ علاؤ الدین مفتی عبدالرحیم لکھتے ہیں کہ چوری کے ثبوت کے دوطریقے ہیں ایک یہ کہ چور خود اقرار کرے اور اس میں چند بار کی حد نہیں صرف ایک بار کی ہے دوسرا یہ کہ دوسرا گواہ دیں اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو قطع نہیں مگر مال کا تاوان دیا جائے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے تو یہ گواہی قابل اعتبار نہیں گواہ کا آزاد ہونا شرط نہیں۔ قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے کہس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی، اور کس کی چیز چورائی، جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کے تمام شرائط پائے جائیں تو قطع کا حکم ہے۔ پہلے اقرار کیا پھر اقرار سے پھر گواہ یا چند شخصوں نے چوری کا اقرار کیا تھا ان میں سے ایک اپنے اقرار سے پھر گواہ یا گواہوں نے ان کی شہادت دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے اور

چورائی کرتا ہے کہتا ہے میں نے اقرار نہیں کیا ہے یا کچھ جواب نہیں دیتا تو ان سب صورتوں میں قطع نہیں مگر اقرار سے رجوع کی تو تاوان لازم ہے۔ (در مختار کتاب الحدود)

چور کا ہاتھ کاٹ کے گئے میں لڑکا نے کا بیان

فصل۔ بن عبید سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن عبید سے چور کا ہاتھ اس کی گردن میں لڑکا نے کے متعلق پوچھا کہ آیا یہ سنت ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ یہ ہاتھ اس کی گردن میں لڑکا دیا جائے یہ حد بیٹ حسن غریب ہے ہم اسے صرف عمر بن علی قتدی کی حد بیٹ سے جانتے ہیں عمر بن علی، حاتم بن ارحاۃ سے نقل کرتے ہیں عبدالرحمن بن حجاج، عبداللہ بن حجاج، یزید شامی ہیں۔ ج ۱ مترجمی: جلد اول: حد بیٹ نمبر 1488

عَلَيْهِمَا مَا ذَكَرْنَا .

ترجمہ

ہر وہ معمولی چیز جو دارالسلام میں مباح طریقے سے مل جاتی ہو جس طرح ککڑی، گھس، بانس، مچھلی، پرندہ، شکاری جانور، گیدوا، چننا ان پر ہاتھ نہ لگانے کا۔ کیونکہ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں حقیر کی چوری پر قطع نہ تھا۔

ہر وہ چیز جس کی جنس مباح ہو اور اس میں غربت نہ ہو تو وہ حقیر ہے کیونکہ اس میں دلچسپی کم ہے اور اس کو دینے میں طبیعت نکل کرنے والی نہیں ہے اور مالک کیلئے ناگوار بھی نہیں ہے۔ لہذا اسی دلیل کے سبب نصاب سے کم چوری پر حد واجب نہیں ہے کیونکہ ان اشیاء میں حفاظت ناقص ہوتی ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ ککڑی دروازوں کے باہر رکھی ہوتی ہے اور گھر میں حقیر کی کاموں کیلئے جاتے ہیں جبکہ اس میں کوئی اہم چیز نہیں ہے۔ پرندے اڑ جاتے والے ہیں اور شکاری جانور بھاگ جاتے والے ہیں لہذا جب یہ اشیاء اپنی اصلی حالت پر ہوں اور ان میں لوگوں کی شرکت ہو تو ان کی یہ شرکت مباح ہونے کا شبہ پیدا کرنے والی ہے۔ اور شبہ سے حدود ہونے والی ہے۔

اور خشک مچھلی اور تازہ مچھلی یہ دونوں مک میں داخل ہیں اور لفظ طیر میں مرغی، بٹخ، اور کبوتر داخل ہیں اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو اسی مطلق ہونے کے سبب کہ پرندوں میں قطع یہ نہیں ہے۔ امام جوہر علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ترمذی، مشک مئی اور گوہر کے سوا ہر چیز میں قطع یہ ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول اسی طرح ہے۔ جبکہ ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف حجت ہے۔

عرف میں غیر محفوظ چیزوں کی چوری پر عدم حد کا بیان

عدم حد مچھلی، عظمیٰ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حقیر چیز کی جو عودۃ محفوظ نہ رکھی جاتی ہوں اور باعتبار اصل کے مباح ہوں اور ہنوز ان میں کوئی کمی صنعت بھی نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے قیمتی ہو جائے ان میں ہاتھ نہیں لگانا چاہیے معمولی ککڑی، گھاس، بٹرکل، مچھلی، پرند، گیدوا (از مٹی)، چننا، کوئے، نمک، مٹی کے برتن، پکی انتیں۔ اسی طرح شیشہ اگر چھیتی ہو کہ جلد نوت جاتا ہے اور ٹوٹنے پر قیمتی نہیں رہتا۔ اسی طرح وہ چیزیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت، ترازو، خربزہ، ککڑی، کبیرا، ساگ، ترکاریاں اور تیار رکھنا جیسے روٹی، کلمہ قطف کے زمانہ میں قلمبندیوں، چاول، دھو وغیرہ بھی اور تر مٹوس جیسے انگوٹھ، سیب، ناشپاتی، بجلی، انار اور خشک میوے میں ہاتھ لگانا چاہیے اخروٹ، بادام وغیرہ جبکہ محفوظ ہوں۔ اگر درخت پر سے نکل تو نہ پا کھیت کاٹ لے گا تو قطع نہیں، اگر چہ درخت مکان کے اندر ہو یا کھیت کی حفاظت ہوتی ہو اور پھل تو ذکر یا کھیت کاٹ کر حفاظت میں رکھا اب پورا سے کام تو قطع ہے۔ (بہار شریعت، کتاب الحدود)

بَابُ مَا يَقْطَعُ فِيهِ وَمَا لَا يَقْطَعُ

یہ باب قطع پر اور عدم قطع پر کے بیان میں ہے

باب قطع و عدم قطع پر کی فتنی مطبقت کا بیان

مصنف میر احمد بن سمرق کی تحریف اور اس کے نصاب و رد و اہوں کے بیان سے ذرا غ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے حد سرقہ میں تین چیزوں کا بیان شروع کیا ہے جن کی چوری پر حد سرقہ واجب ہوگی اور اشیاء جن کی چوری پر حد واجب نہ ہوگی۔ فتنی مطبقت سرخ واضح ہے کہ معرفت سرقہ و نصاب سرقہ کے بعد ان اشیاء پر وجوب حد یا عدم وجوب حد کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ تعلقات ہمیشہ بعد میں ذکر کیے جاتے ہیں پس، بہت سرقہ کے بعد اہمیت سرقہ کے تعلقات کو مصنف علیہ الرحمہ ذکر کر رہے ہیں۔

معمولی اشیاء کی چوری عدم حد کا بیان

(وَلَا يَقْطَعُ فِيْهَا يُجَدُّ فِيْهَا مَبَاحًا فِي الدَّارِ الْاِسْلَامِ كَالْخَسْبِ وَالْحَشِيشِ وَالْقَصَبِ وَالسَّمَكِ وَالطَّيْرِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْدِيْعِ وَالْمَرْقَةِ وَالنُّوْرَةِ) وَالْأَصْلُ فِيْهِ حَدِيْثُ (عَائِشَةُ قَالَتْ : كَانَتْ الْيَدُ لَا يَقْطَعُ عَلَيَّ عَهْدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الشَّيْءِ النَّاقِلِ) ، أَيْ الْحَقِيْرِ ، وَمَا يُوجَدُ حُسْنُهُ مَبَاحًا ، فِي الْأَصْلِ بِضَوْرِيَّتِهِ غَيْرُ مَرْغُوْبٍ فِيهِ حَقِيْرٌ تَقِيْلُ الرَّغَبَاتِ فِيهِ وَالطَّبَاْعُ لَا تَمَسُّ بِهِ ، فَلَقَدْ مَا يُوجَدُ أَخْذُهُ عَلَيَّ كَرُوْهُ مِنَ الْمَالِكِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى شَرْعِ الزَّاجِرِ ، وَلِهَذَا لَمْ يَحِبَّ الْقَطْعُ فِي سَرَقَةِ مَا ذُوْنَ النُّصَابِ وَلَا فِي الْعِجْرَةِ فِيْهَا نَاقِصٌ ، أَلَّا يَرَى أَنَّ الْخَسْبَ يُلْقَى عَلَيَّ الْأَبْوَابِ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ فِي الدَّارِ لِلْعِمَارَةِ لَا لِلْخَوَازِ وَالطَّيْرِ يَطِيْرُ وَالصَّيْدُ يَمُرُّ وَكَذَا الشَّرْكَةُ الْعَامَّةُ الَّتِي كَانَتْ فِيهِ وَهُوَ عَلَيَّ تِلْكَ الصَّفَةِ تَوَرَّثَ الشُّهَّةُ ، وَالْخَدُّ يَنْدِرُ بِهَا .

وَيَدْخُلُ فِي السَّمَكِ الْمَالِكِ وَالطَّيْرِ ، وَفِي الطَّيْرِ الدَّجَاجُ وَالْبَطُّ وَالْحَمَامُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِبَاطِلَاقِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَقْطَعُ فِي الطَّيْرِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَحِبُّ الْقَطْعَ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا الطَّيْنَ وَالتَّرَابَ وَالسَّرِيْقِينَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ ، وَالْحُجَّةُ

چور کو قید میں رکھنے کا بیان

محمد بن یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ ایک غلام نے ایک آدمی کے باغ میں سے گھجور کا پودا چرایا اور اسے اپنے آقا کے باغ میں بودیا اور وہ باغ دار اپنے پورے کوشاں کرنا ہوا نکلتا تو اسے اس کے باغ میں پایا۔ اس نے مروان بن حکم جو مدینہ کے امیر تھے سے اس معاملہ میں مدد چاہی تو مروان نے غلام کو قید کر لیا اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو غلام کا، مکہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اسے بتایا کہ نبیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ کسی چھل یا پھول کے خوشہ کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا تو اس آدمی نے کہا کہ مروان نے میرے غلام کو قید کر لیا ہے اور وہ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ مروان کے پاس چلیں اور اسے بتائیں کہ جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو حضرت رافع بن خدیج اسی کے ساتھ چلے گئے ہیں تاکہ نبی کا مروان کے پاس آگئے اور اس سے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ کسی چھل یا پھول کے خوشہ کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ تو مروان نے غلام کے بارے میں حکم دیا تو اسے چھوڑ دیا گیا امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ کثر کے معنی ہیں خوشہ کے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 994)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (درخت پر) لٹکے ہوئے پھل کے متعلق سوال کیا گیا (کہ) اسے توڑا جا سکتا ہے کہ نہیں بغیر اجازت کے) تو فرمایا کہ جس حاجت مند نے اسے (توڑ کر) کھالیا اور دامن میں انہیں جمع نہیں کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور جو (باغ میں سے) کچھ پھل وغیرہ (جمع کر کے) لے نکلے تو اس کے اوپر اسے پھل کھا دینا ہے اور سزا ملے ہوگی اور جس نے پھل کو اس جگہ سے جہاں انہیں جمع کیا جاتا ہے (کھانے وغیرہ سے) چوری کر لیا اور اس کی مقدار ذرا حال کی قیمت کے برابر ہوگی تو اسے ہاتھ کاٹنے جائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 996)

جلد خراب ہونے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان

قَالَ: (وَلَا قَطْعَ فِيمَا يَسْتَرْعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَالثَّنِيِّ وَاللَّحْمِ وَالْفَوَاحِشِ الرَّطْبَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا فِي ثَمَرٍ) وَكَثُرَ الْجُمَارُ، وَقِيلَ التَّوَدُّى. وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي الطَّعَامِ) وَالْفَرَادُ وَالْكَهْلُ أَعْلَمُ مَا يَسْتَرْعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَمَا نُمِيزُ لِلْأَخْلِ مِنْهُ وَمَا فِي مَعْنَاهُ كَاللَّحْمِ وَالثَّمَرِ لِأَنَّهُ يَفْطَعُ فِي الْوَحْطَةِ وَالشَّجَرِ إِجْمَاعًا.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقْطَعُ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثْرٍ فَإِذَا

أَوَاهُ الْجَرَيْنِ أَوْ الْجِرَانِ قُطِعَ) قُلْنَا: أَخْرَجَهُ عَنْ وَفَاقِ الْمَادَّةِ، وَالَّذِي يُرْوَاهُ الْجَرَيْنُ فِي عَادَتِهِمْ هُوَ الْيَاسُ مِنَ الثَّمَرِ وَفِيهِ الْقَطْعُ. قَالَ: (وَلَا قَطْعَ فِي الْفَاحِشَةِ عَلَى الشَّجَرِ وَالزَّرْعِ الَّذِي لَمْ يَخْصَصْ) لِقَوْلِهِمُ الْإِحْرَازُ

ترجمہ

فرمایا اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں جس طرح دودھ، گوشت اور تازہ پھل ہیں ان کو چرانے پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاتھ اور شراب کٹر میں قطع نہیں ہے۔ اور کثر گھجور کے درخت کا گوند ہے اور ایک قول یہ ہے کہ گھجور کے چھوٹے پودے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ طعام (کھانے) میں قطع نہیں ہے اور اس سے مراد وہ چیز ہے جو جلد خراب ہو جانے والی ہے جس طرح کھانے کیلئے نوری طور پر تیار شدہ چیز ہے اور وہ اشیاء جو اس کے حکم میں ہیں جس طرح گوشت اور پھل ہے اسی دلیل سے سب گندم اور شکر میں با اتفاق قطع نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کران چیزوں میں بھی قطع یہ نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطع میں یہ نہیں ہے۔ مگر جب اس کو کھیت میں رکھے تو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اشتہاء عرف کے مطابق ہے اور اہل عرب خشک گھجور کھیتوں میں رکھتے کے عادی تھے۔ جبکہ خشک پھلوں میں ہمارے نزدیک بھی حد واجب ہے۔ فرمایا: درخت پر واقع پھل کو کھیت کی کھائی کے بغیر چوری پر قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ یہ محفوظ نہیں ہوتے۔

میوے کی چوری پر عدم حد میں فقہی غماہب

حضرت رافع ابن خدیج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت پر لگے ہوئے میوے اور گھجور کے سیدھا گھنے کی چوری میں قطع یہ کی سزا نہیں ہے۔

(ماک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 747)

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پھلوں اور گھجوروں کے خوشہ کی چوری کرنے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ یعنی راوی، یحییٰ بن سعید سے وہ محمد بن یحییٰ بن حسان سے وہ اپنے بچا واضح بن حسان سے وہ رافع سے اور وہ نبی کریم سے اسی حدیث کے مثل نقل کرتے ہیں ماک بن انس اور نبی راوی یہ حدیث یحییٰ بن سعید سے وہ محمد بن یحییٰ بن حسان سے وہ رافع بن خدیج سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اور اس میں واضح بن حسان کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1490)

یہ حدیث حضرت امام عظیم البیہقی مستدل ہے وہ اس کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ ترمذی پھل چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

خواہ وہ میوہ، مرغز ہو یا غیر مرغز۔ غیر مرغز کی تعریف پیچھے دیکھیں گے۔ ہر گوشت و دودھ اور ان چیزوں کو بھی کھیا گیا ہے جو درہم ہو اور جس کی خراب و فاسد ہو جاتی ہو۔ کسان کی چوری میں بھی کچھ نہیں کھا جائے گا امام اعظم دودھ و دوسروں نے ان سب چیزوں کی چوری میں قطع کر دی ہے۔ اگر کوئی کھائے یا پیے چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں جو بہت معمولی اور حقیر ہوں اور جو دارالسلام میں ہر شخص کے لئے مباح کے درجہ میں ہوں جیسے کھانسی لکڑی، نرسل، چھل، پرندہ، ہتڑا، اور چڑیا وغیرہ ان کی چوری کرنے والا بھی قطع کیا جائے گا سزاوائیں ہوگا۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے دے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمر ابن العاص سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت پر گئے ہوئے پھلوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان پھلوں میں سے کچھ اس وقت چرائے جب ان کو درختوں سے توڑ کر مع کر لیا گیا ہو اور ان (چرائے ہوئے پھلوں) کی قیمت ایک ڈھال کی قیمت کے برابر ہو تو وہ قطع کیا جائے گا سزاوائیں ہوگا۔ (ابوداؤد، نسائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ درخت پر گئے ہوئے پھل کی چوری میں قطع نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ مرغز نہیں ہے۔ ہاں جب وہ پھل درخت پر سے توڑ لئے گئے اور ان کو خشک ہونے کے لئے کھلیاں میں جمع کر دیا گیا تو ان کی چوری میں قطع کر دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں وہ مرغز ہو گئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے سوا ہر عالم کی دلیل ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ تو فرماتے ہیں کہ پھل جب تک خشک نہیں ہوئے ہیں اس کی چوری پر ہاتھ نہیں لگانے جائیں گے خواہ وہ پھل مرغز ہو یا غیر مرغز۔ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ حدیث میں "جب کسان کو توڑ کر جمع کر لیا گیا ہو" کی قید کا تحقق نہیں پھلوں کے خشک ہونے کے بعد سے ہے جیسا کہ عرب میں رواج تھا (کہ جس طرح درخت سے پھلوں کو توڑ کر خشک ہونے کے لئے کھلیاں وغیرہ میں پھینک دیا جاتا تھا اس طرح پھلوں کو ان کے خشک ہونے کے بعد کسی جگہ جمع بھی کر دیا جاتا تھا) اور حنفیہ کے نزدیک بھی ان پھلوں کی چوری میں قطع کر دیا جائے گا کیونکہ خشک ہونے کے بعد کھلیاں وغیرہ میں جمع کئے گئے ہیں۔ پھل جب تک خشک نہ ہوں اس وقت تک ان کی چوری میں قطع کر دیا جائے گا کیونکہ وہ مرغز ہوئے ہوں گے اور وہ درخت پر گئے ہوئے ہوں یا تو توڑ کر کھلیاں وغیرہ میں جمع کر دیا گیا ہو جیسا کہ "عمر" (ناز، پھل) سے بارے میں پھل کی حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

دودھ اور زکریہ بات مد نظر رکھتی ہے۔ یہ حدیث نہ صرف پھلوں کی حدیث (لا قطع فی ثمر والاکنس) کے مطابق مفہوم کے معنی میں ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد حدیث (لا قطع فی الطعام) (کھانے کی چوری میں قطع کر دیا جائے گا) کی سزا نہیں ہے (۱) کہ جس معنی میں وہ قطع کر دیا جائے گا کیونکہ حدود کے باب میں ضروری ہے کہ مسلمان کی جان اور اس کے اعضاء کے تحفظ کے پیش نظر چوہ جادی کرنے میں حتی الامکان احتیاط و رعایت کے تمام گوش کو ملحوظ رکھا جائے اور ہر ایسے نکتہ و پہلو کو ترجیح دی جائے جس سے غلاظت حدیث سے کم قابل عمل رہے اس لئے ان احادیث کے تعرض کی صورت میں اس حدیث کو ترجیح دی جانی چاہئے جس کا مفہوم پھل کی چوری کے مسئلے میں بالکل مطبق ہے اس موقع پر بھی مدافعی قدری نے اپنی کتاب مرقعات میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم

ان کی کتاب سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

معمولی چیز کی چوری پر عدم حدیث مذہب اربعہ

چند نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ لگائے جائے۔ ایک ڈھال کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ دس درہم، بروایت ابن عمرؓ دس درہم، بروایت انس بن مالکؓ پانچ درہم اور بروایت حضرت عائشہؓ ایک چوتھائی دینار ہوتی تھی۔ اسی اختلاف کی بنا پر فقہائے درہم ان میں سے کم سب سرقہ میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سرقہ کا نصف دس درہم ہے اور امام مالکؒ کا نصف دس درہم کے نزدیک سرقہ کی چوتھائی دینار۔ (پھر بہت کی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی چوری میں ہاتھ لگانے کی سزا ندی جائے گی۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ لا قطع فی ثمره ولا کنو (پھل اور کار کی چوری میں ہاتھ نہ لگائے جائے)۔ لا قطع فی طعام (کھانے کی چوری میں قطع نہیں ہے)۔ اور حضرت عائشہؓ حدیث ہے کہ لم یکن قطع السارق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشہ النافہ (حقیر چیزوں کی چوری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھ نہیں لگایا جاتا تھا)۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا کہ لا قطع فی الطیر (پرندے کی چوری میں ہاتھ لگانے کی سزا نہیں ہے)۔ نیز تیسرا عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بیت المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا اور اس معاملہ میں بھی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ ان مآخذ کی بنیاد پر مختلف ائمہ فقہ نے مختلف چیزوں کو قطع یا نہ قطع کرنے سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترکاریاں، پھل، گوشت، ہکا ہوا کھانا، غلط جس کا ابھی کھلیاں نہ کیا گیا ہے، کھیل اور گانے بجانے کے آوات وہ چیزیں ہیں جن کی چوری میں قطع کر دیا جائے گا سزا نہیں ہے۔ نیز جنگل میں پڑتے ہوئے جانوروں کی چوری اور بیت المال کی چوری میں بھی وہ قطع کر دیا جائے گا کہ نہیں ہیں۔ اسی طرح دوسرے ائمہ نے بھی بعض چیزوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان چیزوں پر سے کوئی سزا ندی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ ان جرائم میں ہاتھ نہ لگائے جائے گا۔

جمع شدہ جگہ سے پھلوں کی چوری پر حد کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (درخت پر) لٹکے ہوئے پھل کے متعلق سوال کیا گیا (کہ اسے توڑا جا سکتا ہے کہ نہیں بغیر اجازت کے) تو فرمایا کہ جس حاجت مند نے اسے (توڑ کر) کھالیا اور دامن میں نہیں جمع نہیں کیا تو اس پر کوئی عرصہ تنبیہ (اور جو) (بائش میں سے) کچھ پھل وغیرہ (جمع کر کے) لے لے لے تو اس کے اوپر اتنے پھلوں کا ملنا ہے اور سزا مالک ہوگی اور جس نے پھلوں کو اس جگہ سے جہاں انہیں جمع کیا جاتا ہے (کھانے وغیرہ کے لیے) چوری کر لیا اور اس کی

مقدار احوال کی قیمت کے برابر ہوگی تو اسے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ (سنن ابوداؤد، جلد سوم، حدیث نمبر 996)

بایت میں شہید پیدا کرنے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعُ فِي الْأَشْيَاءِ الْمُطَيَّرَةِ لِأَنَّ السَّارِقَ يَتَأَوَّلُ فِي تَأْوِيلِهَا الْبَرَاءَةَ، وَلَا نَ بَعْضَهَا كَيْسَ بِسَالٍ، وَفِي مَالِيَةِ بَعْضِهَا اخْتِلَافٌ فَتَحَقُّقُ شَبْهَةِ عَدَمِ الْمَالِيَةِ قَالَ (وَلَا فِي الثُّبُورِ) لِأَنَّهُ مِنَ الْمَعَارِفِ (وَلَا فِي سَرِقَةِ الْمُصْحَفِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ حِلْيَةٌ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقَطِّعُ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ حَتَّى يُحَوِّرَ بَيْعُهُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ مِنْهُ. وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّهُ يَنْقُطُ إِذَا بَلَغَتْ الْحِلْيَةُ نِصَابًا لِأَنَّهَا كَيْسَتْ مِنَ الْمُصْحَفِ فَتُعْتَبَرُ بِانْفِرَادِهَا. وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ التَّاجِدَ يَتَأَوَّلُ فِي أَخْذِهِ الْفِرَاءَ وَالنَّظَرَ فِيهِ، وَلِأَنَّهُ لَا مَالِيَّةَ لَهُ عَلَى اغْتِيَارِ الْمَكْتُوبِ وَإِخْرَاقُهُ لَا خِلَافَ لِلْجَلِيدِ وَالْأَوْرَاقِ وَالْحِلْيَةِ وَإِنَّمَا هِيَ تَوَابِعٌ وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالنَّصِّ، كَمَنْ سَرَقَ آيَةً فِيهَا خَمْرٌ وَرَقْمَةُ الْآيَةِ تَرْتَبُ عَلَى النَّصَابِ.

(وَلَا قَطْعُ فِي أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ) لِعَدَمِ الْإِخْرَاقِ قِصَارَ كِتَابِ الدَّارِ بَلْ أَوَّلَى، لِأَنَّهُ يُحَوِّرُ بِبَابِ الدَّارِ مَا فِيهَا وَلَا يُحَوِّرُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ مَا فِيهِ حَتَّى لَا يَجِبَ الْقَطْعُ بِسَرِقَةِ مَتَاعِهِ.

ترجمہ

اور اسی طرح نشہ آور چیزوں کی چوری پر بھی عدم حد واجب نہ ہوگی کیونکہ چوران کو لینے میں بہانے تاویل کرنے والا ہے کیونکہ بعض مسکر شراب مل نہیں ہے اور بعض کی مالیت میں اختلاف ہے جس اس میں مل نہ ہوئے گا شہید پیدا ہو چکا ہے۔

فرمایا: ستار میں قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ یہ کھینک کا آلہ ہے۔ اور قرآن مجید چوری کرنے پر قطع یہ نہ ہوگا اگرچہ اس پر سونے کا چڑھایا ہوا چنڑا ہوا اشیائیں کیوں نہ ہوں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطع یہ ہوگا کیونکہ وہ مل متقوم ہے یہاں تک کہ اس کو بچنا جائز ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور آپ علیہ الرحمہ سے دوسری روایت یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب قرآن پر موجود علیہ نصاب مرتب کی مقدار کو کھینچنے والا ہے تو حد ہوگی۔ کیونکہ طبع مصحف میں سے نہیں ہے لہذا اس کا اعتبار مسجد و کیا جائے گا۔ طبر روایت کے مطابق دلیل یہ ہے کہ لینے والا اس کو بڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی تاویل کرے گا کیونکہ تکسب کے اعتبار سے مصحف کوئی مالیت نہیں ہے بکتاب ہی کے سبب اس کی حفاظت کی جاتی ہے جبکہ اس کی جلد، اس کے اوراق اور اس کے طبع کے

میں سے نہیں ہے تمام اشیاء متوالیہ ہیں اور تابع کا کوئی اثر نہیں کیا۔ (کیونکہ حدود ابدال سے ثابت نہیں ہوتیں، تو عدہ غیبیہ) جس طرح جب کسی شخص نے کوئی برتن چوری کر لیا اور برتن کی قیمت نصاب مرتب سے زیادہ ہے۔

مسجد پر عام کے دروازوں کو چرانے پر قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ پس یہ گھر کے دروازے کی چوری کے حکم میں ہو جائے گا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھتے والا ہے کیونکہ گھر کے دروازے کے سبب گھر میں موجود اشیاء کی حفاظت کی جاتی ہے جبکہ مسجد حرام کے دروازے سے مسجد حرام کی اشیاء کی حفاظت نہیں کی جاتی لہذا مسجد کے سامن کی چوری پر قطع واجب نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن عابدین رضی اللہ عنہما علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے شراب چرائی تو قطع نہیں ہاں اگر شراب قیمتی برتن میں تھی کہ اس برتن کی قیمت دس درم ہے اور صرف شراب نہیں بلکہ برتن چوران بھی مقصود تھا، مثلاً بلیک ہر دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ برتن بیش قیمت ہے تو قطع ہے۔ لہذا جب کسی چیز میں جیسے دھول، طبلہ، ساگر، وغیرہ ہر قسم کے باجے اگرچہ چیل جنگ، چوریا یا گھنٹن کا نہ جائیگا۔ اسی طرح سونے چاندی کی صلیب بایت اور شہر خیز نزد چوران میں قطع نہیں اور روپے اشرفی پر تصویر ہو جیسے آج کل ہندوستان کے روپے یا شرفی تو قطع ہے۔ مکان کا بیرونی دروازہ اور مسجد کا دروازہ بلکہ مسجد کے دیگر اسباب جھانڈاؤں۔ ہانڈیاں۔ قلعے۔ گھڑی۔ جانہز وغیرہ اور نرزیوں کے جوئے چورانے میں قطع نہیں مگر جو اس قسم کی چوری کرتا ہو اسے پوری سزا دی جائے اور قید کر دیاں تک کہ جی تو کر لے بلکہ ہر ایسے چور کو جس میں کسی شہید کی بنا پر قطع نہ ہو تو تیری جائے۔ (رواۃ کتاب الحدود)

شیخ نظام الدین رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے تھپی کے دانست یا اس کی مٹی ہوتی چیز چورانے میں قطع نہیں اگرچہ صنعت کی وجہ سے بیش قیمت قرار پاتی ہو اور اونٹ کی ہڈی کی بیش قیمت چیز جی تو قطع ہے۔ شیر، چیتا وغیرہ دندہ کو ذبح کر کے ان کی کھال کا بچھونا یا بڑا نما بنا لینا ہے تو قطع ہے ورنہ نہیں اور باز، بکرا، گنا، چیتا وغیرہ جانوروں کو چور یا تو قطع نہیں۔ مصحف شریف چور یا تو قطع نہیں اگرچہ سونے چاندی کا اس پر عام ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب الحدود)

مساجد کی حفاظت پر مامور پولیس

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں یہ محکمہ اسی حالت میں قائم رہا لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں زیادہ اس نے اس صیغہ کو نہایت ترقی دی، اس نے چار ہزار آدمی پولیس میں بھرتی کئے جن کے افسر عبداللہ بن حسن تھے یا چچو آدمی خاص طور پر مسجد کا پہرہ دیتے تھے اور وہاں سے کسی بھی شخص نے جس اس انتظام کا مقصد یہ تھی کہ کیوں نہ ہوتا ہم اس کی وجہ سے ملک کے امن و امان میں اس قدر قوت برتی کہ کوئی شخص اگر راستہ میں کوئی بڑی چیز چاچا تھا تو لا کر براہ راست اس کے مالک کے حوالے کرتا تھا، زیادہ خود کو تھا کہ اگر کوئی اور شہر اس کے درمیان ایک رسی بھی تم ہو جائے تو بھی کو اس کے لینے والے کے نام کی خبر ہو جائے گی، ایک دن اس نے ایک گھر میں گھنٹے کی آواز سنی پوچھا تو معلوم ہوا کہ لوگ بد روئے رہے ہیں بولا اس کی ضرورت نہیں اگر کوئی چال چائیگا تو میں اس کا سامن ہوں۔ اس کے زمانہ میں عشا کی نماز کے بعد اگر کوئی شخص گھر

سے لکھا تھا تو نقل کر دیا جاتا تھا۔ (تاریخ طبری ج ۱، ص ۷۷)

سوئے کی صلیب چرانے پر عدم حد کا بیان

فَن (وَلَا الصَّلِيبُ مِنَ الذَّهَبِ وَلَا الشُّطْرُوحُ وَلَا التُّرْدُ) لِأَنَّهُ يَتَأَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا الْكُثَيْرُ نَهْنًا عَنْ الْمُسْكِرِ ، بِخِلَافِ الذَّهَبِ الَّذِي عَلَيْهِ الشُّغْلَانُ لِأَنَّهُ مَا أَعْدَّ لِلْبَعَادَةِ فَلَا تَنْبُتُ شَيْئُهُ إِبَاحَةَ الْكُثَيْرِ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ إِنْ كَانَ الصَّلِيبُ فِي الْمُصَلَّى لَا يَقْطَعُ نَدَمُ الْحِرْزِ ، وَإِنْ كَانَ فِي تَيْبٍ آخَرَ يُقْطَعُ لِكَمَالِ الْمَالِيَةِ وَالْحِرْزِ .

ترجمہ

فیوض: اور سوئے کی صلیب چرانے یا شطرنج اور تورد چرانے پر قطع نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کو توڑنے والا برائی سے روکنے کی بات کرنے والے ہوگا بخلاف اس درہم کے جس پر تصویری برائی ہوئی ہے اس لئے کہ وہ حدت کیسے نہیں بنائی گئی۔ پس اس کو توڑنے کی حدت کا شہید ثابت کرنے والا نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اگر صلیب گرجا گھر میں ہے تو عدم حرز کے سبب قطع یہ نہ ہوگا اور جب وہ کسی دوسرے گھر میں ہے تو حدت اور حفاظت کے سبب اس کی چوری پر قطع ہوگا۔

شرح

ابو ولعب کی چیزیں جیسے دھول، غلبہ، سارنگی، وغیرہ برہم کے ہوتے اگر چہ ٹیل جنگ، چورایا یا تھمہ نہیں کا، نہ بیگا۔ اسی طرح سوئے چاندی کی صلیب یا مت اور شطرنج تورد چرانے میں قطع نہیں اور روپے اثرنی پر تصویر ہو جیسے آج کل ہندوستان کے روپے اثرنی اس وقت ہے۔ مکان کا قیر و دی دروازہ اور مسجد کا دروازہ بلکہ مسجد کے دیگر اسباب جھارٹا ٹالوس۔ ہاٹریاں۔ قیسے۔ گھڑی، چ نماز وغیرہ۔ دروازوں کے جوئے چورانے میں قطع نہیں کر جو اس قسم کی چوری کرتا ہو اسے پو کی سزا دی جائے اور قید کر کے یہاں تک کہ گتہ تو پر کرے بلکہ ہر ایسے چور کو جس میں کسی شہید کی بنا پر قطع نہ ہو تو قری کی جائے۔ (دھنر کا کتاب الحدود)

آزاد سوئے کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعٌ عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْمُحْرَ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ خُلْيٌ) لِأَنَّ الْمُحْرَ لَيْسَ بِمَالٍ وَمَا عَلَيْهِ مِنَ الْخُلْيِ تَبَعٌ لَهُ ، وَلَئِنَّهُ يَتَأَوَّلُ فِي أَخِيذِهِ الصَّبِي إِسْكَاتَهُ أَوْ حَمَلَهُ إِلَى مُرْضِعَتِهِ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يُقْطَعُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ خُلْيٌ هُوَ نَصَابٌ لِأَنَّهُ يَجِبُ الْقَطْعُ بِسَرِقَتِهِ وَخُذْلَةٍ فَكَذَا مَعَ غَيْرِهِ ، وَعَلَى هَذَا إِذَا سَرَقَ إِنَاءٌ فِضَّةً فِيهِ نَيْدٌ أَوْ تَرِيْدٌ . وَالْخِلَافُ فِي

الصَّبِيِّ لَا يَمُشِي وَلَا يَتَكَلَّمُ كَيْ لَا يَكُونَ فِي يَدِ نَفْسِهِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے آزادی کو چوری کر لیا تو اس پر قطع واجب نہ ہوگا خواہ اس پر زور ہو کیونکہ آزاد ہونا مال نہیں ہے اور زور اس کے تابع ہے کیونکہ بچہ لینے میں چور اسے خاموش کرنے یا اس کی دودھ پلانے والی تک پہنچانے کی تاویل کرنے والا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب اس بچے کا زور نہ صواب سرقت کو پہنچنے والا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ صرف زور کے چوری کرنے کے سبب سے واجب ہوا ہے۔ لہذا دوسری چیز کے چوری کرنے کے سبب بھی قطع یہ واجب ہوگا۔ اور یہ اختلاف اس بنیاد پر ہے کہ جب کسی نے چاندی کا یا سارترن چوری کیا ہے جس میں نیند یا ٹریڈ ہے اور اس سے پہلا اختلاف اس بچے کے بارے میں ہے جو نہ چلا نہ ہوتا ہو کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے آزادی کو چورایا اگر چہ زور پہنچے ہوئے ہے یا تھمہ نہیں کا تا جائے گا۔ اسی طرح اگر بڑے غلام کو جو اپنے کو بتا سکتا ہے چورایا تو قطع نہیں، اگر چہ سوئے یا بیوش یا جنوں کی حالت میں اسے چورایا ہو اور اگر نہ سمجھ غلام کو کچھ ایسا تو قطع ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحدود)

بڑے غلام کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعٌ فِي سَرَقَةِ الْعَبْدِ الْكَبِيرِ) لِأَنَّهُ عَصَبٌ أَوْ خِدَاعٌ (وَيُقْطَعُ فِي سَرَقَةِ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ) لِحَقِيقَتِهَا بِحَدِّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَعْتَرِ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ هُوَ الْبَالِغُ سَوَاءٌ فِي اغْتِيَابٍ يَدِهِ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يُقْطَعُ وَإِنْ كَانَ صَغِيرًا لَا يَقْبَلُ وَلَا يَتَكَلَّمُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهُ آدَمِيٌّ مِنْ وَجْهِ مَالٍ مِنْ وَجْهِ ، وَلَهُمَا أَنَّهُ مَالٌ مُطْلَقٌ لِكُرْبِهِ مُتَّفَعًا بِهِ أَوْ بِعَرَضٍ أَنْ يَصِيرَ مُتَّفَعًا بِهِ إِلَّا أَنَّهُ انْظُمَ إِلَيْهِ مَعْنَى آدَمِيَّةٍ .

ترجمہ

اور بڑے غلام کی چوری پر قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ یہ عصب ہے جبکہ چھوٹے غلام کی چوری پر قطع یہ ہوگا کیونکہ اس میں سرقت اپنی مکمل تعریف کے ساتھ پایا جاتا ہے اس جب وہ اپنی ترجمانی کرنے والا ہے کیونکہ ایسا غلام اور بالغ یعنی دونوں ایسے اختیار میں برابر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا قطع یہ واجب نہ ہوگا اگرچہ غلام چھوٹا ہی کیوں نہ ہو جو نہ سمجھ سکتا ہو اور نہ بول سکتا ہو

اور اتھابن کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ ایک طرح آدمی ہے اور ایک طرح سے مال ہے۔

طریقین کی دلیل یہ ہے کہ غلام مطلق طور پر مال ہے۔ کیونکہ اس سے قاذمہ حاصل ہونے والا ہے اگرچہ اس میں آدمیت کا معنی بھی مل گیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے آزادی کے کچھ ایسا کر چڑیور پٹے ہوئے ہے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر بڑے غلام کو بچہ کو بتا سکا ہے چورایا تو قلعہ نہیں، اگر چہ سونے یا بیہوشی یا جنون کی حالت میں اسے چورایا ہو اور اگر بتا سکا کہ چورایا تو قلعہ ہے۔ (فتاویٰ ہند، کتاب الحدود)

سارق غلام کی حد میں مذہب اور اجریہ

حضرت ابویریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر غلام چوری کرے تو اس کو بیچ دو اگرچہ لٹکے کے بدلے میں اس کو بیچنا پڑے۔ (ابوداؤد سنائی، امان بابیہ)

نخنون کے زبردور شین کے ساتھ نصف اور قیہ یعنی شین درہم کو کہتے تھے مراد یہ ہے کہ چوری کرنے والے غلام کو بیچ دو اگرچہ اس کو کتنی ہی کم قیمت میں کیوں نہ بیچنا پڑے کیونکہ چوری کا ارتکاب کر کے وہ عیب دار ہو گیا ہے اور عیب دار غلام کو اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت ام مالک، حضرت ام شافعی اور اسحاق اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ اگر غلام چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے خواہ وہ بھگڑا ہو یا غیر بھگڑا۔ اس بارے میں ام اعظم ابوہنیدہ کا قول یہ ہے کہ اگر غلام دینوی بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال چرائے یا کوئی غلام اپنے مالک یا اپنے مالک کی بیوی اور یا اپنی مالک کے خاندان کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ عام طور پر خاندانوی کو ایک دوسرے کے مال پر اور غلام کو اپنے آقا اور اس کے گھر والوں کے مال اور اسباب پر خود ان کی اجازت سے دسترس حاصل ہوتی ہے اس صورت میں حرز کی شرط پوری طرح نہیں پائی جاتی جو قطع بیوی کی مزا کے لئے ضروری ہے۔

رجسز کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعُ فِي الدَّقَاتِرِ كُلِّهَا) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مَا فِيهَا وَذَلِكَ لَيْسَ بِمَالٍ (إِلَّا فِي دَقَاتِرِ الْحِسَابِ) لِأَنَّ مَا فِيهَا لَا يُقْضَدُ بِأَلَاخِذٍ فَكَانَ الْمَقْصُودُ هُوَ الْكَوَاغِدَةُ قَالَ (وَلَا فِي سَرِقَةِ كَلْبٍ وَلَا فَهْدٍ) لِأَنَّ مِنْ جَنْسِهَا يُوجَدُ مَبَاحُ الْأَصْلِ غَيْرَ مَرْغُوبٍ فِيهِ وَلَا أَنْ إِلَّاخِيَلَاتٍ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ عَاهِدِي مَالِيَةِ الْكَلْبِ فَأَوْرَثَتْ شُبُهَةً.

(وَلَا قَطْعُ فِي ذُبٍّ وَلَا عَيْلٍ وَلَا بَرَبِطٍ وَلَا يَمَزَامٍ) لِأَنَّ عِنْدَهُمَا لَا قِيمَةَ لَهَا وَعِنْدَ أَبِي

حَبِیْقَةُ آخِلُهَا يَتَأَوَّلُ الْكُسْرُ فِيهَا. (وَقُطِّعَ فِي السَّاجِ وَالْقَنَا وَالْأَبْنُسِ وَالصَّنْبَلِ) لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ مُخْزَرَّةٌ لِيُغَوِّطَهَا عَزِيزَةٌ عِنْدَ النَّاسِ وَلَا تَوْجَدُ بِصُورَتِهَا مَبَاحَةً فِي ذَاكِ الْإِسْلَامِ.

ترجمہ

اور جسز زور کا جس کی چوری پر قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ دفاتر سے ان کی تحریریں مقصود ہوتی ہیں اور تحریرات مال نہیں ہیں۔ البتہ حساب کے رجسز کی چوری حد کو واجب کرنے والی ہے کیونکہ حساب والے رجسزوں کی چوری سے غافل مقصود ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ اور چیتے کی چوری پر بھی حد واجب نہ ہوگی کیونکہ ان کے جس سے وہ پائے جاتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے مباح ہیں۔ جن میں کوئی دیکھ نہیں ہوتی کیونکہ کسے کی لیت میں علماء کا اختلاف کی گجھ نہ رہے اور اس اختلاف کے سبب شبہ پیدا ہو چکا ہے۔

دفع، طبلہ، پاجہ اور بالسر کی چوری پر قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ صاحبین کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی بلکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کو لینے والا تو لوٹنے کی تاویل کرنے والا ہے۔

ساکہ، تیز کے پھل، انبوس اور صندل چوری کرنے میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ یہ محفوظ مال ہے اور لوگوں کے نزدیک عزیز ہے اور یہ اپنی اصلی صورت کے اعتبار سے دارالاسلام میں مباح نہیں ہے۔

شرح

لہو وحب کی چیزیں جیسے ذھول، طبلہ، ساہنگی، وغیرہ ہر قسم کے بانبے اگرچہ طبل جنگ، چورایا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ اسی طرح سونے چاندی کی صلیب یا بت اور شرج کر دچر جائے میں قطع نہیں اور روپے اشرفی پر مقصور ہو جائے آج کل ہندوستان کے روپے اشرفیوں کو قطع ہے۔ مکان کا بیرونی دروازہ اور مسجد کا دروازہ بلکہ مسجد کے دیگر اسباب جھارڈانوس، ہاٹریاں، قلعے، گھڑی، جامناز وغیرہ اور نمازیوں کے جوتے چورائے میں قطع نہیں مگر جو اس قسم کی چوری کرنا ہوا ہے پوری سزا دی جائے اور قید کریں یہاں تک کہ کچھ تو پر کرے بلکہ ہر ایسے چور کو جس میں کسی شبہ کی بنا چھٹن نہ ہو تو حرم کی جائے۔ (رجزہ کتاب الحدود)

سبز گینوں کی چوری پر حد کا بیان

قَالَ (وَقُطِّعَ فِي الْقُصُوصِ الْمُخْضِرِ وَالْيَاقُوتِ وَالزَّبَرْجَدِ) لِأَنَّهَا مِنْ أَعْرَ الْأَمْوَالِ وَأَنْفُسِهَا وَلَا تَوْجَدُ مَبَاحَةً إِلَّاخِلَ بِصُورَتِهَا فِي ذَاكِ الْإِسْلَامِ غَيْرَ مَرْغُوبٍ فِيهَا فَصَارَتْ كَالذَّهَبِ وَالْفِصَّةِ.

(وَإِذَا أَخَذَ مِنَ الْحَسَبِ أَوَالِيَّ وَأَبْوَابًا قُطِّعَ فِيهَا) لِأَنَّهُ بِالصَّنْعَةِ اتَّخَذَ بِأَمْوَالٍ

السَّيِّئَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَحَرُّوْ بِخِلَافِ الْحَصْرِ لِأَنَّ الصَّنْعَةَ لِيَهْ كَمْ تَغْلِبَتْ عَلَى الْجَنْسِ حَتَّى يَسْطُو فِي غَيْرِ الْحَرْزِ ، وَفِي الْحَصْرِ التَّعْدَادِيَّةِ قَالُوا يَجِبُ الْقَطْعُ فِي سَرِقَتِهَا لِعَلْبَةِ الصَّنْعَةِ عَلَى الْأَصْلِ وَإِنَّمَا يَجِبُ الْقَطْعُ فِي غَيْرِ الْمُرَكَّبِ ، وَإِنَّمَا يَجِبُ إِذَا كَانَ خَفِيفًا لَا يُنْقَلُ عَلَى الْوَاحِدِ حَمْلُهُ لِأَنَّ الْفَقِيلَ مِنْهُ لَا يُرْعَبُ فِي سَرِقَتِهِ

ترجمہ

دوسرے جگہوں میں اور یہ قوت، زبردستی کی چوری پر حد جاری کی ہے کیونکہ یہ قیمتی اموال ہیں اور یہ دارالاسلام میں اپنی اصلی صورت میں مباح نہیں ہیں۔ اور ان کی چوری میں عدم دیکھنا کسی سبب سے ہونے اور چاندی کی طرح ہو جائیں گے۔ اور جب کسی نے نکلنے سے دروازے پر رکتا ہوا ہے تو ان پر قطع ہے کیونکہ ہانے کے سبب یہ ہاتھ مال کے ساتھ لائق ہونے والے ہیں کہ آپ ان کی خدمت کو نہیں دیکھتے۔ برخلاف حصر کے کیونکہ چٹائی میں بدوٹ اس کی جنس پر غالب نہیں ہوتی حتیٰ کہ غیر محفوظ جگہ پر بھی ڈی جاتی ہے اور بعد ازاں چٹائی کے بارے میں مشافہہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی چوری میں قطع ہے کیونکہ اس میں بدوٹ اصل پر غالب ہے۔ اور ہاتھ کا ٹان دروازوں میں ہوتا ہے جو دیوار کے ساتھ فٹس کیے ہوئے نہ ہوں اور ہلکے ہوں کہ ایک آدمی کیلئے اٹھانا بھی بھاری نہ ہو اس لئے کہ بھاری دروازوں کی چوری میں رخصت نہیں ہوتی۔

شرح

ذکرہ اویشا و قیمتی ہیں اور حد مرہ کی شرائط کے پائے جانے سبب حد جاری ہوگی اس کی دلیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

خان کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعُ عَلَى خَائِنِي وَلَا خَائِنِي) لِقُصُورِ فِي الْحَرْزِ (وَلَا مُنْتَهِي وَلَا مُخْتَلِسٍ) لِأَنَّهُ يُجَاهِرُ بِفِعْلِهِ ، كَيْفَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعُ فِي مُخْتَلِسٍ وَلَا مُنْتَهِي وَلَا خَائِنِي)

ترجمہ

اور خائن اور خائن کے ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں گے۔ کیونکہ ان کی حفاظت میں نقص ہے۔ ذکر اور چھیننے والے پر بھی قطع ہے نہ ہوگا کیونکہ یہ سرعام اپنا کام سرانجام دیتے والا ہے تو ان پر قطع یہ کہ اطلاق کیسے کی جاسکتا ہے۔ کیونکہ خانیہ کی قطع ہے نہ فرمایا۔ خائنیت کرنے والے ہونے والے اور اپنے کا ہاتھ کاٹنا شروع نہیں۔ (جامع ترمذی)

خان کے قطع پر فقہی مذاہب کا بیان

حضرت پر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خائنیت کرنے والے، موٹے والے اور اپنے کا ہاتھ کاٹنا شروع نہیں۔" (ترمذی سنن، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم: حدیث نمبر 750)

اور صاحب مصابیح نے شرح اسناد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ (ایک دن) حضرت صفوان ابن امیہ بن جعفر شریف لائے اور مسجد میں سر کے پیچھے پانی چادر رکھ کر سوئے اسی (دوران) ایک چور آیا اور اس نے ان کی وہ چادر (آہستہ سے کھینچ لی) (اور یہاں گنچا ہوا) مگر صفوان نے اس کو پکڑ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے (اور واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود مجرم کے) اقرار پر گواہوں کے ذریعہ چوری ثابت ہو جانے پر) اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، (یہ فیصلہ سن کر) حضرت صفوان (کو رحم آگیا۔ اور انہوں نے کہا کہ "اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر میرا یہ ارادہ نکلتا تھا (کہ صرف میری چادر کی وجہ سے اس کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں اس لئے میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف فرمادیں) میں نے اپنی چادر اس کو قصود نہ کر دی۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر اس کو میرے پاس لائے سے پہلے یہ تم نے اپنی چادر اس کو قصود کیا نہ کر دی تھی اور اس کو معاف کیوں نہیں کر دیا تھا۔" اسی طرح کی روایت ابن ماجہ نے عبد اللہ ابن صفوان سے اور انہوں نے اپنے والد (حضرت صفوان سے) اور دارمی نے حضرت ابن عباس سے نقل کی۔"

"خان" اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کوئی چیز بطور عاریت کے یا امانت رکھنے کے لئے دی جائے اور وہ اس کی چیزیں کچھ یا سب ہضم کر جائے اور یہ دہی کرے کہ وہ چیز ضائع ہوگی ہے یا سرے سے اس کا انکار کر دے یعنی یہ کہے کہ وہ چیز مجھے نہیں دی گئی ہے۔ اگرچہ ایسا شخص بہت گنہگار ہوتا ہے مگر قطع پر کام مستوجب نہیں ہوتا کیونکہ خائن چیز کو چھینتا ہے وہ پوری طرح "محرز" یعنی محفوظ مال کے حکم میں نہیں ہوتی چاہے میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح نیر سے اور اپنے کو بھی قطع کی سزا اس نے نہیں دی جاتی کہ وہ غیر مال کا چھپ چھپ کر نہیں لیتے جیسا کہ بچھل حدیث کی تشریح میں اس کی وضاحت کی گئی۔ ابن امام کہتے ہیں کہ چاروں ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

"سر کے نیچے چادر رکھنے" کے بارے میں حدایہ میں لکھا ہے کہ صحیح تہذیب یہ ہے کہ کسی چیز کا اپنے سر کے نیچے رکھنا "حرز" ہے حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اس کو پہلے ہی کیوں نہ معاف کر دیا تھا اور اپنا حق کیوں نہیں چھوڑ دیا تھا اب جب تم اس کو میرے پاس لے آئے اور اس کا جرم ثابت ہو جانے پر میں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو گیا ہے اب اس معاملہ میں تمہارا کوئی حق باقی نہیں رہ گیا ہے بلکہ یہ اندک حق ہو گیا ہے لہذا تمہارے معاف کرنے سے اس کا جرم معاف نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ چور جب حاکم کے سامنے پیش ہو جائے اور اس کا جرم ثابت ہو جائے تو پھر اسے کوئی بھی سزا نہیں بجا سکتا، خود مال کا جرم معاف کرنے سے بھی اس کی سزا معاف نہیں ہوگی، ہاں حاکم کے پاس قصہ پہنچنے سے پہلے اس کو معاف کر دینا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو چوری کی وجہ سے اس کے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے اور پھر اسے چوری کی ہوئی چیز کو اس کا ملک اس شخص (چور) کو سپرد کر کے اس کے سپرد کردہ سے یا اس چیز کو اس کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس صورت میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن ام ذرہام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور حضرت امام ابو یوسف کا بھی ایک قول ہیں ہے اور حضرت صفوان کی مذکورہ حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے چنانچہ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت میں تو یہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح یہاں نقل کی گئی لیکن حکم وغیرہ کی روایت میں اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اضافہ و زیادتی کے ساتھ ہے۔ لہذا اس اضافہ و زیادتی کی وجہ سے اضطراب واقع ہو گیا اور اضطراب حدیث کے ضعیف ہونے کا موجب ہو جاتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب سرقہ، شریف)

کفن چور پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ عَلَى النَّبَاشِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْقَطْعُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ نَبَشَ قَطْعَانَهُ) وَلَأنَّهُ مَالٌ مُتَقَدِّمٌ مُخَوَّرٌ يُخَوَّرُ مِنْهُ فَيُقَطَّعُ فِيهِ. وَلَكِنْ مَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ عَلَى الْمُخَنَّفِ) وَهُوَ النَّبَاشُ بَلْغَةً أَهْلُ الْمَدِينَةِ، وَلَأنَّ الشُّبُهَةَ تَمَكَّنَتْ فِي الْمَلِكِ لِأنَّهُ لَا مَلِكَ لِلْمَيِّتِ حَقِيقَةً وَلَا لِلْوَارِثِ لِتَقَدُّمِ حَاجَةِ الْمَيِّتِ، وَقَدْ تَمَكَّنَ الْحَلْفُ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ الْإِنْزِجَارُ لِأنَّ الْحَيَاةَ فِي نَفْسِهَا دَاوِدَةُ الْوُجُودِ وَمَا رَدَّ غَيْرَ مَرْفُوعٍ أَوْ هُوَ مَحْشُورٌ عَلَى السَّيَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ الْفَتْرُ فِي بَيْتٍ مُقَفًى فَيَوَّرَ عَلَى الْخِلَافِ فِي الضَّحِيحِ لِمَا قُلْنَا وَكَذَا إِذَا سَرَقَ مِنْ ثَابُوتٍ فِي الْقَائِلَةِ وَفِيهِ الْمَيِّتُ لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

اور کفن چور کے ہاتھ کو نہ کاٹا جائے گا۔ یہ حضرت امام عظیم اور امام محمد علیہما السلام کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما السلام نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کفن چرایا ہم اس کو ہاتھ کاٹیں گے۔ کیونکہ کفن مقوم مال ہے اور مقوم مال کی طرح حفاظت میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مراد اسی ہے کہ چھینے والے پر قطع یہ نہیں ہے اور مال بے دیندگی زبان میں مخفی کفن چور کہتے ہیں۔ کیونکہ ملکیت میں شہید پیدا ہو چکا ہے اس لئے میت کے حق میں کوئی ملکیت نہیں ہے اور وارث کو بھی کوئی ملکیت حاصل نہیں ہوتی جبکہ میت کی ضرورت مقدم ہے اور اس کے مقصود یعنی ذائقہ و لذت میں بھی غفل پیدا ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح کی

جائزات بڑا تا اور موجود ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث غیر مرفوع ہے یا مجرد سیاست محمول کی جائے گی اور جب قبر بند تاملے میں ہو تب صحیح قول کے مطابق، خندق ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اسی طرح جب کسی نے قافلہ میں تابوت میں رکھی ہوئی میت کا کفن چوری کر یہ تب بھی یہی اختلاف ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

امت میں خیانت کی یا باں لوٹ نہ آیا اور چھک لیا تو قطع نہیں۔ اسی طرح قبر سے کفن چور نے میں قطع نہیں اگر قبر متعلق مکان میں ہو بلکہ جس مکان میں قبر ہے اُس میں سے اگر غلاؤ کفن کے کوئی اور پکڑا وغیرہ چور یا جب بھی قطع نہیں بلکہ جس گھر میں میت ہو وہاں سے کوئی چیز چور کی تو قطع نہیں، ہاں اگر اس فعل کا عادی ہو تو بطور سیاست ہاتھ کاٹ دیں گے۔ ذی رحم کرے یہاں سے چور یا تو قطع نہیں اگر چہ وہ مال اس کا اور کا ہوا ورنہ رقم حرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چور یا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولیٰ یا مولیٰ کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع نہیں۔ اسی طرح تاجروں کی دوکانوں سے چور نے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ یہی حدیث چوری کی کر اس وقت لوگوں کو ہاں جانے کی اجازت ہے۔ (در مختار، کتاب الحدود)

حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سے فرمایا "اے ابو ذر" میں نے عرض کیا "میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ اور فرمانبردار ہوں، فرمایا کیا ارشاد ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس وقت کیا کرو گے جب لوگوں کو موت (یعنی کوئی بڑا اپنی لپیٹ میں لے لے گی) کیا اس وقت تم موت سے بھاگ کھڑے ہو گے یا مہر واستقامت کی راہ اختیار کرو گے؟" اور اگر بعض تبرک کی جگہ ایک غلام کے برابر ہو جائے گی (یعنی اس وقت وہ تاجر سے اتنی سگرت سے اسوات ہوں گی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کی قیامت کے برابر خریدی جائے گی میں نے عرض کیا اس کے بارے میں اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں (یعنی میں نہیں جانتا کہ اس وقت میرا کیا ہوگا، یا یا میں میرا استقامت کی راہ اختیار کروں یا اپنا مسکن چھوڑ کر بھاگ کر آؤں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس وقت تم پر میرا زہم ہے" حضرت حماد ابن سلمہ کہتے ہیں کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے کیونکہ وہ میت کے گھر میں داخل ہوا ہے۔ (ابوداؤد و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 757)

حضرت حماد ابن ابی سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بظاہر بڑا خلیفہ پیدا اور یہ استدلال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ قبر کو گھر "کہا ہے اس طرح گھر کی طرح قریبی "حرز" ہوئی جیسے اور کوئی شخص گھر میں سے کوئی چیز چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا تاہم ایسے ہی اگر کوئی شخص قبر میں سے کفن چرائے گا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت حماد کا یہ استدلال مضبوط نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جگہ "حرز" کے معنی میں ہوں، جس پر "گھر" کا اطلاق ہوتا ہو مثال کے طور پر فرض کیجئے اگر کوئی شخص کسی ایسے گھر میں سے کچھ مال چراتا ہے جس کا دروازہ بند نہ ہو یا جس میں کوئی نگہبان

موجود نہ ہو تو حقوق طور پر تمام مالہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹنا چاہئے گا کیونکہ اگرچہ اس نے ایک گھر کے اندر سے مال چوری کیا ہے مگر اس گھر کے عدم محفوظ ہونے کی وجہ سے وہ "حرز" نہیں رہا اور جب اس صورت میں "حرز" کی شرط نہیں پائی گئی تو اس پر قطع ہر کی سزا بھی نافذ نہیں ہوگی۔ تنجیک اسی طرح "قبر" کو اگرچہ "گھر" قرار دیا گیا ہے لیکن چونکہ وہ "حرز" یعنی محفوظ نہیں ہے اس لئے اس میں سے کفن چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت امام عظیم یوسفیہ اور حضرت امام محمد کا مسک یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا مکلف چور پر نافذ نہیں ہوگی جب کہ تینوں ائمہ احناف میں سے حضرت امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

بیت المال کے سارق پر عدم حد کا بیان

(وَلَا يَفْطَعُ السَّارِقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ) لِأَنَّهُ مَالُ الْعَامَةِ وَهُوَ مِنْهُمْ. قَالَ (وَلَا مِنْ مَالٍ لِلْسَّارِقِ فِيهِ شِرْكَةٌ) لِمَا قُلْنَا.

(وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرٍ دَرَاهِمٌ فَسَرَقَ مِنْهُ مِنْهَا لَمْ يَفْطَعْ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ يَحْفَظُهُ) ، وَالْحَالُ وَالْمَوْجِبُ فِيهِ سَوَاءٌ اسْتَحْصَانًا لِأَنَّ النَّاجِلَ لِلْمُغَيِّرِ الْمُطَاكِئَةِ ، وَكَذَا إِذَا سَرَقَ زِيَادَةً عَلَى حَقِّهِ لِأَنَّهُ بِمَقْدَارِ حَقِّهِ يَبْقَى شَرِيكَ فِيهِ (وَإِنْ سَرَقَ مِنْهُ غَرُوضًا فَطُغِ) لِأَنَّهُ كَيْسَ لَهُ وَلَا يَدَّ إِلَّا اسْتِيفَاءً مِنْهُ إِلَّا بَيْعًا بِالرَّاضِي. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَفْطَعُ لِأَنَّهُ أَنْ يَأْخُذَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ قَضَاءٌ مِنْ حَقِّهِ أَوْ رَهًا يَحْفَظُهُ.

قُلْنَا: هَذَا قَوْلٌ لَا يَسْتَدِلُّ بِإِذْنِ ظَاهِرِهِ قَلًا يَبْتَعَرُ بِدُونِ اتِّصَالِ الدَّعْوَى بِهِ ، حَتَّى لَوْ ادَّعَى ذَلِكَ ذِرَاءَ عَنْهُ الْحَذَرَ لِأَنَّهُ عَلَنٌ فِي مَوْضِعِ الْخِلَافِ ، وَلَوْ كَانَ حَقُّهُ دَرَاهِمٌ فَسَرَقَ مِنْهُ ذَنَابِيرٌ قِيلَ يَفْطَعُ لِأَنَّهُ كَيْسٌ لَهُ حَقٌّ الْاِخْذِ ، وَقِيلَ لَا يَفْطَعُ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ مَجْمُوسَةٌ وَاجِدٌ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے بیت المال سے چوری کر ڈالی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے گا کیونکہ وہ لوگوں کا مال ہے اور چور بھی عوام میں داخل ہے اور اسی طرح ایسے مال پر بھی چور کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے گا جس مال میں چور خود شریک ہو۔ اسی دلیل کے سبب کہ جس بیان کر چکے ہیں۔

اور جب کسی کے دوسرے پر کچھ درہم باقی ہیں تو درہم والے نے اسے درہم اس کے چوری کر لئے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے گا کیونکہ وہ اپنا حق وصول کرنے والا ہے اور اس میں دلیل اس حق کے مطابق نقد اور دھار دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ حد میں

تین مطالبہ سب سے ہوتا ہے اور اگر حق والے نے اپنے حق سے زیادہ چوری کر ڈالی جب بھی قطع ہر ہوگا کیونکہ اپنے حق والے مال میں چوری کی شکل میں وہ شرکت کرنے والا بن جائے گا۔ اور قرض خواہ نے مقررہ مال کا سامان چوری کر لیا تو اس پر قطع ہر ہوگا کیونکہ قرض خواہ کیلئے صرف قرض دار کی خوشنودی کے ساتھ حق کے طور اس سے وصولی کا حق ہے۔

حضرت ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس صورت میں بھی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک قرض دار سے اپنا قرض وصول کرنا چاہئے اگرچہ وہ حق لینے کیلئے یا دین کے طور پر لے۔ ہم کہیں گے کہ یہ ایسا قول ہے جس کو کسی ظالمی دلیل کی طرف منسوب نہیں کیا گیا حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دعویٰ لئے والا نہ ہوگا تب تک اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا یہاں تک کہ جب چور نے دعویٰ کیا تو اس سے حد کو ختم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ خلاف جگہ میں ایک گمان ہے۔ اور جب قرض خواہ کا قرض درہم میں ہو اور اس نے چوری دانیہ کی کر ڈالی تو ایک قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ اس کو لینے کا حق نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ ساری نقدیوں کی جنس تو ایک ہی ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود باہر بنی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیت المال یہ عام مال ہے جس میں چور کا حق بھی ہے اور سقوط حد کا سبب یا دلیل وہی ہے جس کو معتض نے بیان کر دیا ہے۔ (عناہ بن عمر ص ۳۳۳، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے دوسرے پر دس درہم آتے تھے قرض خواہ نے قرضدار کے یہاں سے روپے یا اشرفیوں چوری کر لیں تو قطع نہیں اور اگر اسباب چور یا اور کہتا ہے کہ جس نے اپنے روپے کے معاوضہ میں لیا یا بطور رکن اپنے پاس رکھنے کے لیے لیا تو قطع نہیں ہے۔ (الذہبی ہندی، کتاب الحدود)

چوری میں تعدد پر حد مرتبہ کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ غَنًا فَقُطِعَ فِيهَا فَرْدًا ثُمَّ عَادَ فَسَرَقَهَا وَهِيَ بِحَالِهَا لَمْ يَفْطَعْ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَفْطَعُ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ ، يَقُولُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَإِنْ عَادَ فَافْطَعُوهُ) مِنْ غَيْرِ فَضْلٍ ، وَلَازِمُ النَّاسِيَةِ مُتَكَامِلَةٌ كَمَا لَوْ كَلَى بَلْ أَتَى لَفَقْدِمُ الزَّاجِرِ ، وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَهُ الْمَالُ مِنَ السَّارِقِ ثُمَّ اسْتَعْرَاهُ مِنْهُ ثُمَّ كَانَتْ السَّرِقَةُ.

وَلَكِنَّا أَلْفَقَعُ أَوْ جَبَّ سَقُوطَ عِصْمَةِ الْمُحَلِّ عَلَى مَا يُعْرَفُ مِنْ بَعْدِ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ، وَبِالْبَرَّةِ إِلَى الْمَالِكِ إِنْ عَادَتْ حَقِيقَةُ الْعِصْمَةِ بَعَثَتْ شُبُهَةَ السَّقُوطِ نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِ الْمِلْكِ وَالْمَحَلِّ ، وَقِيَامِ الْمَوْجِبِ وَهُوَ الْقَطْعُ فِيهِ ، بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدْ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ سَبَبِهِ ، وَلَازِمُ تَكَرُّرِ الْجُنَايَةِ مِنْهُ نَادِرٌ لِتَحْتَمِلُهُ مَشَقَّةُ الزَّاجِرِ فَتَعْرَى

الْبَاقِيَةُ عَنْ الْمَقْصُودِ وَهُوَ تَقْيِيلُ الْحَايَةِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا قَلَّدَ الْمَخْدُودُ ذِي قَلْدٍ الْمَقْدُودَ الْأَوَّلَ.

فَالْبَاقِيَةُ تَكْتِسِرُ عَنْ حَالِهَا وَمِنْ أَنْ يَكُونَ عَرَضًا فَسَرَقَهُ وَقَطَعَ قَرْدَهُ ثُمَّ نُسِجَ قَعَادُ فَسَرَقَهُ قَطِيعٌ لِأَنَّ الْعَيْنَ قَدْ تَبَدَّلَتْ وَلِهَذَا يَمْلِكُهُ الْغَاصِبُ بِهِ، وَهَذَا هُوَ عَلَامَةُ التَّبَدُّلِ بِسِيَ كُلِّ مَحَلٍّ، وَإِذَا تَبَدَّلَتْ انْتَفَتْ السُّبُطَةُ النَّاشِئَةُ مِنَ اتِّحَادِ الْمَحَلِّ، وَالْقَطْعُ فِيهِ فَوَجِبَ الْقَطْعُ لَابِتًا، وَآلَهُ أَكْثَرُ بِالضَّرَاطِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی سامان چرایا اور اس چوری میں اس کا ہتھکٹ دیا گیا تھا اس کے بعد وہ مال مالک کو واپس کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد چوری دوبارہ دوسری مال پھر چوری کر لی اور وہ مال اسی حالت میں موجود بھی ہے تو اب چور کا ہتھکٹ کاٹ جائے گا جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہتھکٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت اسی طرح ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر چور دوبارہ چوری کرے تو اس کے ہتھکٹ کاٹ دو۔ اور اس ارشادِ گرامی میں کوئی تفصیل ذکر نہیں ہوئی ہے پس دوسری جنابت کی طرح کامل ہے۔ بلکہ قہم کے سزا کے اعتبار سے پہلی سے زیادہ بری ہے اور یہی اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مالک نے چور کو ڈکائی، مان فروخت کر دیا اور اس کے بعد مالک نے اس سے دوبارہ سامان خرید لیا اور اس کے بعد اس چور نے وہ سامان پھر خریدا تو دوسری دہائی دیکھ کر یہ شخصیت کے مقام کو ساقط کر دیا ہے جس طرح بعد میں ان شاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔

مالک کی طرف مان واپس کرنے کے سبب اگرچہ عصمت واپس لوٹنے والی ہے مگر ملکیت، قیام موجب قبیح کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ سقوٹ عصمت کا شہید برقرار ہے۔ برخلاف اس صورت کے جس کو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ تبدیلی سبب کے سبب ملکیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ چور کا دوبارہ چوری کرنا شاذ و نادر ہے۔

اس لئے کہ وہ زجر کی مشقت کو برداشت کر چکا ہے پس اس پر حد قائم کرنا مستفہد سے خالی ہوگا جبکہ مقصد جنایت کو کم کرنا ہے یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح محدودی اقتدار والے نے دوبارہ پہلے مقتدر و ثبوت پر تہمت لگائی۔

فرمایا: اور جب چوری شدہ مال اپنے اسی حالت سے بدل گیا ہے یعنی وہ موت تھا اس کو کسی نے چوری کر لیا اور چور کا ہتھکٹ کاٹ دیا تو وہ مال مالک کو واپس کر دیا اس کے بعد اس کو اس چور نے چوری کر لیا تو اب اس کا ہتھکٹ دیا جائے گا کیونکہ میں بدل چکا ہے۔ پس موت کو قصف کرنے والا بننے کے سبب اس کا مالک ہو جائے گا اور ہر مسئلہ میں تبدیلی کا یہی قانون ہے۔ (قاعدہ تھبیر) اور جب عمل بدل چکا ہے تو عمل کے متحد ہونے اور اسی عمل میں قبیحہ کے پائے جانے

کے سبب شہد ختم ہو چکا ہے پس دوبارہ قطع پر واجب ہو جائے گا۔

سبب ملکیت کی تبدیلی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے، قاعدہ

تبدل الملك بوجوب تبدل لاقی العين. (نور الانوار)

سبب ملکیت کی تبدیلی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے سبب ملکیت میں تبدیلی پڑے یعنی وہ سبب جس کی وجہ سے ملکیت ختم ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس کی ذات میں تبدیلی ہو جائے گی اور حکم بھی تبدیل ہو جائے گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت صدقہ دیا گیا تھا انہوں نے وہ رسول اللہ ﷺ کو دے دیا آپ نے فرمایا: یہ گوشت بریرہ کیلئے صدقہ تھا اور ہمارے لئے نہیں ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۵) فقہی سبب خاندان گرامی کیونکہ جب تم نے اسے حاصل کیا تو وہ تمہارے لئے صدقہ تھا اور جب تمہاری ملکیت میں آگیا اور پھر تم نے میں سے دیا تو وہ میرے لئے نہیں ہوگا کیونکہ ملکیت کی تبدیلی میں یعنی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے۔ (نور الانوار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کی کٹافہ دیکھے اور پھر اسے خرید کر آزاد کر دے۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۹۵) فقہی سبب خاندان گرامی

فقہی احکام فرماتے ہیں کہ ہر ذی رحم محرم جب ملکیت میں آئے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے باعوم فرمایا: بغض اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۸۱) فقہی سبب خاندان گرامی (ادبیات فقہیہ ج ۳ ص ۳۹۹) فقہی سبب غلامیت سے زیادہ قوی ذی رحم محرم پر ملکیت حاصل ہونے پر وہ سبب جو عام غلاموں میں ہوتا ہے وہ تبدیل ہو گیا کیونکہ سبب غلامیت سے زیادہ قوی سبب ذی رحم محرم ہونا ہے اور قوی سبب کے ہوتے ہوئے ضعیف سبب ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو ذی رحم محرم ہوں گے وہ اپنے رشتہ دار کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائیں گے۔

لوٹنے والے پر عدم قطع یہ کیا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے سزا قبیح نہیں ہے اور جو شخص لوگوں کو لوٹنے وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی ہمارے ساتھ ہونے سے راستے پر چلنے والا نہیں ہے)۔ (سنن ابوداؤد، کتاب اللہ ورو)

فقہی (لوٹنے والا) اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کا مال زبردستی حاصل کرے اس طرح لوگوں کا مال لوٹا اگرچہ چوری چھپے مال اڑانے سے بدتر ہے لیکن ایسے شخص پر چور کا اطلاق نہ ہونے کی وجہ سے اس کو قطع یہ کی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ چور اس شخص کو کہتے ہیں جو چھپ چھپا کر لوگوں کا مال اڑائے۔

فصل فی الحِرِّ وَالْأَحْمَةِ

یہ فصل مال کے حرز اور اس سے سرقت کے بیان میں ہے ﴿

فصل حرز و سرقت کی فقہی مطابقت کا بیان

۱۔ سائن محمود برقی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ سرقت کا ثبوت مال سرقت پر موقوف ہے یعنی اگر وہ مال محفوظ ہے تو سرقت ثابت ہو جائے گی۔ مصنف علیہ الرحمہ جب موصوف سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس حرز کا آغاز شروع کیا ہے جس سے وہ وصف حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس میں شرط حد سرقت کی علت ہے اور وہ قربت والا ہے اور اس میں دو اسباب ہیں (۱) کسی مال کا تمام حرز میں ہونا ہے (۲) کسی مال کا زخم حرم حرز ہونا ہے۔ (عیاب ۷، ۳۳۹، بیروت)

چوری میں شرط حرز کا فقہی بیان

حرز حد سرقت کی دوسری شرط ہے۔ حرز سے مراد وہ کم سے کم انتظامات ہیں جو مال کی حفاظت کے لیے کیے گئے ہوں۔ بغیر کسی حفاظتی تخیل کے موجود مال یا سروسامان کے تنصیب لینے پر حد سرقت جاری نہیں کی جائے گی۔ حرز کا تعین عرف و رواج کے مطابق ہوگا کیونکہ دیہات میں معمولی اور چھوٹی دیوار کو بھی ملکیت کے ثبوت کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے جبکہ شہر میں اس سے زیادہ انتظام کی ضرورت ہوتی ہے، چاکور کو ہاتھ دھوا اور دیگر سوا دیوار کو نکال لگا کر حرز ہوتا ہے، بصورت دیگر سروسامان اور مال کو لا وارث سمجھ لیا جاتا ہے۔

مکان کی چار دیواری حرز ہے اور اس سے مال نکال کر لے جانا سرقت کی ذیل میں آتا ہے، کھونٹے سے بندھی ہوئی کشتی اور جہاز، تال گئی سواری بھی حرز کے اندر شمار ہوں گے اور انہیں کھول کر لے جانے والا سرقت کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ مال کی نظر میں موجود سے بھی حرز میں سمجھی جاتی ہے جیسے انھیں کسی سواری گھاس چوری ہوا اور کسی کھونٹے سے بندھی ہو، لیکن مال کے اس پر نظر رکھی ہو تو اس سواری کو لے جانے والا حد سرقت کا مرتکب سمجھا جائے گا سونے والے کے بچہ دی ہوئی پیرچی حرز میں ہوگی لیکن اگر حرز نہیں ہوگی اور کھنڈ لٹائے والا حد سرقت کی ذیل میں نہیں آئے گا کیونکہ مردہ مال بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کھلے ہوئے چورہ کھلی ہوئی سواریاں اور ہمسرکھوں، چار دیواریاں اور دیواروں پر موجود سروسامان و مال و اسباب پر چارہ قبضہ کرنے والے حد سرقت کے اگر چہ مرتکب نہیں ہوں گے تاہم انہیں کوئی تعزیری جاسکتی ہے جو حد سرقت یعنی ہاتھ کاٹنے سے شدید تر جرمی ہو سکتی ہے۔

شوہر بچانے پر اگر چہ سروسامان چھوڑ کر بھاگ جائے تو قہراً اور اگر محتاجت کرے تو اس کے خلاف جوابی کارروائی کرنا جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قول منقول ہے کہ چور کو گرفتار کر کے مار دینا جائز نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حد سرقت کے زمرے میں صاحب بن ابی بلتعہ اپنے غلاموں کو کھانے کو نہیں دیتے تھے جس پر ان غلاموں نے ایک شخص کی اونٹنی ذبح کر کے کھائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاموں کے ہاتھ کاٹنے کی بجائے ان کے آقا صاحب بن ابی بلتعہ سے اونٹنی کی قیمت سے دو گنا تاوان وصول کیا۔ فقہ کے زمرے میں ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اونٹنی کی چوری کی شکایت دیا کہ اس کی اونٹنی چوری کر کے ذبح کر لی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دو انتظامات دے دیے ایک اور ساتھ کہا کہ ہم فقط کے زمرے میں حد سرقت جاری نہیں کیا کرتے۔ جبکہ مال سے چوری کرنے پر بھی حد جاری نہیں ہوگی جیسے جس آدمی کچھ مال کے مشترک مال ہیں اور ان میں ایک آدمی اس مال کا کچھ حصہ چوری کر لیتا ہے تو اس پر حد سرقت جاری نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس مال میں اس کے حصے کا بھی حق ہے۔ مال چھیننے والے پر حد سرقت جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ چوری نہیں ہے اور اگر راست روک کر مال چھینا گیا ہے تو حد تراجہ جاری ہوگی، اسی طرح امانت میں خیانت کرنے والے پر اور عارضاً چھیننے والے پر حد سرقت جاری نہیں ہو سکتی اور یہ لوگ تعزیر کے مستحق ہوں گے۔

بعض فقہاء بیرونیوں اور پھلوں کے کھلے لینے کا اور چاندروں کے دودھ دہہ کر لے لینے کو بھی چوری نہیں سمجھتے لیکن یہ کہ صرف کھانے پینے کے بقدر ہی لیے گئے ہوں جتنی سب فرد یا سروسامان کی باغ سے بغیر ذات پھل توڑ کر کھالے یا بغیر اجازت چاکور کا دودھ دہہ کر لے لے تو حد سرقت جاری نہیں کی جائے گی لیکن اگر کپڑے اور برتن بھر بھر کر لے جائے لیں تو پھر جملہ شرائط چوری ہونے پر پھلوں اور بھریوں اور چاندروں کے دودھ چوروں پر بھی حد جاری ہوگی۔ چور کے پاس سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو اسے مال کو واپس کر دینا لازم ہے۔ سامان کی برآمدگی، اقرار جرم اور گواہان چور کا جرم ثابت کرنے کے طریقے ہیں۔

ذی رحم حرم کی چوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ مِنْ آبُوئِهِ أَوْ وَلَدِهِ أَوْ ذِي رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يَقْطَعْ) فَلَاؤُلَ وَهُوَ الْوَلَدُ لِلْبُسُوطةِ فِي الْمَالِ وَفِي الدُّخُولِ فِي الْحِرِّ. وَالْقَانِیَ لِلْمَعْنَى الْقَانِیَ، وَلِهَذَا أَبَاحَ الشَّرْعُ النَّظَرَ إِلَى مَوَاضِعِ الرِّبَاةِ الظَّاهِرَةِ مِنْهَا، بِخِلَافِ الصِّدِّیقِ لِأَنَّهُ عَادَاةً بِالسَّرِقَةِ. وَفِي الْقَانِیِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ أَحَقَّهَا بِالْقَارِئَةِ الْبَعِيدَةِ، وَقَدْ بَيَّنَّا فِي الْعَتَاقِ (وَلَوْ سَرَقَ مِنْ بَنَاتِ ذِي رَحْمٍ مَحْرَمٍ مَتَاعَ غَيْرِهِ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَقْطَعْ، وَلَوْ سَرَقَ مَالَهُ مِنْ بَنَاتِ غَيْرِهِ يَقْطَعْ) اغْتِيَابًا لِلْحِرِّ وَعَلَمِيَةً (وَأَنْ سَرَقَ مِنْ أُمِّهِ مِنَ الرِّضَاعَةِ قُطِعَ) وَعَنْ أَبِي يُسُوفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَقْطَعْ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ وَحُسْمَةٍ، بِخِلَافِ الْأَخْبِثِ مِنَ الرِّضَاعِ لِأَنَّهُ لَا يَنْعَدُّ هَذَا الْمَعْنَى فِيهَا عَادَةً.

وَجْهَ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا قَرَابَةَ وَالْمَحْرُومِيَّةَ يُلْزِمُهَا لَا تُحَرِّمُ كَمَا إِذَا كَبَتْ بِالرَّأْيِ وَالْتَفِيلِ
عَنْ شَهْوَةِ، وَأَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْأُخْتُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، وَهَذَا لِأَنَّ الرِّضَاعَ فَلَمَّا يَشْتَهَرُ فَلَا
بُسُوطَةَ تَحَرُّرًا عَنْ مَوْقِفِ التَّهْمَةِ بِخِلَافِ النَّسَبِ.

ترجمہ

اور جس نے والدین یا اپنی اودہ دیا پھر اپنے ذی رحم حرم کے مال کو چوری کر لیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اس میں پہلی قسم کا مال
تو اولاد کے رشتے کے سبب آپس میں لین دین ہوتا رہتا ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے کے خالق ہی مقام پر مآلے دالے ہیں اور
دوسری قسم یعنی ذی رحم حرم تو اس میں بھی دخول پایا ہے تاہی طرح کے سب کے پیش نظر شریعت نے ذی رحم حرم کے ظاہری رجب
وزینت کو دیکھنا حرام رکھا ہے۔ جبکہ رشتہ میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ رشتہ چوری کے سبب دشمنی میں تبدیل ہونے والے ہیں۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے ذی رحم حرم کی چوری پر اختلاف کیا ہے کیونکہ انہوں نے ذی رحم حرم والی قرابت کو دور
و نزدیک کے ساتھ ملا کر دیا ہے اور اس کو ہم کتاب خالق میں بیان کر چکے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے ذی رحم حرم کے کمرے کے دوسرے شخص کا سامان چوری کر لیا ہے تو بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ ہاں
جب اس نے کسی دوسرے شخص کے کمرے سے ذی رحم حرم کا سامان چوری کیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں پر مخالفت
معدوم ہو چکی تھی۔ اور جب اس نے کسی رضاعی ماں کا سامان چوری کیا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جبکہ حضرت امام ابو یوسف
علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ بندہ اجازت و بغیر کسی جیل و حجت کے رضاعی ماں کے گھر جانے والا ہے یہ
خلاف رضی، بہن کے کیونکہ اس میں عرف کے مطابق یہ معمول معدوم ہے۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی کوئی قرابت نہیں ہے۔ اور قرابت کے بغیر حرم ہونا ثابت نہ ہوگا جس طرح
زنا یا برص شہوت کے سبب قرابت حاصل ہوتی ہے جبکہ رضاعی بہن کا محرم ہونا اس سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ رضعت کی شہرت
کم ہوتی ہے بل جنت سے ہی وکیلے زیادہ نہیں ملتا چاہے جبکہ نسب میں ایسا نہیں ہے۔

شرح

علامہ ابن الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ذی رحم حرم کے یہاں سے چرایا تو قطع نہیں اگر چہ وہ مال کسی اور
کا ہو، اور ذی رحم حرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چرایا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر
کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولیٰ یا مولیٰ کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع
نہیں۔ اسی طرح تاجروں کی دوکانوں سے چورانے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ ایسے وقت چوری کی کہ اس وقت لوگوں کو وہاں جانے
کی اجازت ہے۔ (درمختار کتاب الحدود)

زوجین کی آپس کی چوری کا بیان

(وَإِذَا سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الْآخَرِ أَوْ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهِ أَوْ مِنْ أَمْرَأَةٍ مِنْ سَيِّدِهِ أَوْ مِنْ زَوْجِ
سَيِّدَتِهِ لَمْ يَنْقُطْ) لِوُجُودِ الْإِذْنِ بِالْأَحْوَاجِ عَادَةً، وَإِنْ سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنْ حِزْبِ
الْآخَرِ خَاصَّةً لَا يَسْكُنَانِ فِيهِ فَكَذَلِكَ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَجِمَهُ اللَّهُ لِيُسَوِّطَهُ بَيْنَهُمَا
فِي الْأَمْوَالِ عَادَةً وَذَلَالَةً وَهُوَ نَظِيرُ الْحَالِفِ فِي الشَّهَادَةِ.

ترجمہ

اور جب شوہر اور بیوی نے ایک دوسرے میں سے کسی کی چوری کر ڈالی یا پھر غلام نے اپنے آقا کا مال چوری کر لیا یا اس نے
اپنے آقا کی بیوی کا سامان چوری کر لیا یا اس نے اپنی مالکہ کے شوہر کا مال چوری کر ڈالا تو ان پر قطع بندہ ہوگا کیونکہ عرف کے مطابق
ان کو گھر میں داخلگی کی اجازت ہوتی ہے۔ ہاں جبکہ زوجین کی حد جبکہ ایسے مخلوق مقام سے چوری کی کہ وہاں وہ اکٹھے نہ رہتے
تھے تب بھی قطع بندہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک عادت اور دلالت کے اعتبار سے ان دونوں
کے درمیان فرق ہے اور ان کا یہ اختلاف شہادت والی مثال کے موافق ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ذی رحم حرم کے یہاں سے چرایا تو قطع نہیں اگر چہ وہ مال کسی اور
کا ہو، اور ذی رحم حرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چرایا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر
کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولیٰ یا مولیٰ کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع
نہیں۔ اسی طرح تاجروں کی دوکانوں سے چورانے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ ایسے وقت چوری کی کہ اس وقت لوگوں کو وہاں جانے
کی اجازت ہے۔ (درمختار کتاب الحدود)

جب آقا نے مال رکاب سے چوری کی تو حد کا بیان

(وَلَوْ سَرَقَ الْمُؤْمِنُ مِنْ مَكَاتِبِهِ لَمْ يَنْقُطْ) لِأَنَّ لَهُ فِي أَكْسَابِهِ حَقًّا، وَكَذَلِكَ السَّارِقُ
مِنَ الْمُتَعَمِّقِ) لِأَنَّ لَهُ فِيهِ نَيْسَبًا، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ذُرًّا وَتَعْلِيلًا

ترجمہ

اور آقا نے اپنے رکاب سے چوری کیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ رکاب کی کٹائی میں آقا کا حق ہے اور مال غنیمت کی

چوری کرنے والے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ مال غنیمت میں ہر سہائی کا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرنے اور حد کو ختم کرنے کے سبب نقل کیا گیا ہے۔

شرح

حد مطلقاً واعدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ذی رحم محرم کے یہاں سے چرہا تو قطع نہیں اگر چہ وہ دل کسی اور آدمی کی ذی رحم محرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چرہا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولیٰ کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع نہیں۔ اسی طرح تاجروں کی دکانوں سے چرانے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ ایسے وقت چوری کی کہ اس وقت لوگوں کو وہاں جانے کی اجازت ہے۔ (در مختار، کتاب الحدود)

حرز کی اقسام کا فقہی بیان

وَقَالَ (وَالْحِرْزُ عَلَى نَوْعَيْنِ حِرْزٌ لِمَعْنَى فِيهِ كَالْبُيُوتِ وَالْأُتُورِ وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: الْحِرْزُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّهُ لَا مَسْتَرَاةَ لَا يَتَحَقَّقُ ذُوْنَهُ، لَمْ يَكُنْ يَحْكُمُ بِإِلْمَانٍ وَهُوَ الْمَمْلُوكُ الْمُعْتَدِلُ لِإِخْرَاجِ الْأَمْعِيَةِ كَالْأُتُورِ وَالْبُيُوتِ وَالصُّنْدُوقِ وَالْحَانُوتِ، وَقَدْ يَكُونُ بِالْحَافِظِ كَمَنْ جَلَسَ فِي الطَّرِيقِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ مَتَاعُهُ فَهُوَ مُحَرَّرٌ بِهِ، وَقَدْ قَطَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَقَ رِذَاءَ صَفْوَانَ مِنْ تَخْتِ رَأْسِيهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ (وَفِي الْمُحَرَّرِ بِالْمَمْلُوكِ لَا يُغْتَبَرُ الْإِخْرَاجُ بِالْحَافِظِ هُوَ الصَّحِيحُ) لِأَنَّهُ مُحَرَّرٌ بِذَوْنِهِ وَهُوَ الْبَيْتُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَابٌ أَوْ كَانَ وَهُوَ مَفْتُوحٌ حَتَّى يُفْطَعَ السَّارِقُ مِنْهُ، لِأَنَّ الْإِنَاءَ لِقَصْدِ الْإِخْرَاجِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْقَطْعُ إِلَّا بِالْإِخْرَاجِ مِنْهُ لِقِيَامِ يَدِهِ فِيهِ قَبْلَهُ.

بخلاف الْمُحَرَّرِ بِالْحَافِظِ حَيْثُ يَجِبُ الْقَطْعُ فِيهِ، كَمَا أَخَذَ لِرِوَايَةِ الْمَالِكِ بِمُحَرَّرٍ الْأَخِذِ قِسْمَ السَّرْفَةِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْحَافِظُ مُسْتَقِظًا أَوْ نَائِمًا وَالْمَتَاعُ تَحْتَهُ أَوْ عِنْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ لَمْ يَعُدَّ النَّائِمُ عِنْدَ مَتَاعِهِ حَافِظًا لَهُ فِي الْعَادَةِ.

وَعَلَى هَذَا لَا يَضْمَنُ الْمُؤَدِّعُ وَالْمُسْتَعِيرُ بِغِيْلِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَضْيِيعٍ، بِإِخْلَافِ مَا اخْتَارَهُ فِي الْفَتَاوَى.

ترجمہ

حرز کی دو اقسام ہیں۔ (۱) وہ مال جو اپنے حکم کے اعتبار سے محفوظ ہو جس طرح کوئی مال گھر یا کمرے میں ہو۔ (۲) وہ حفاظت جو کسی گمراہ کے سبب سے حاصل ہو۔

صاحب کتاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرز ضروری ہے کیونکہ حرز کے بغیر خفیہ طور پر مال کو اٹھ لینا بہت نہ ہوگا۔ اس کے بعد حرز بھی مکان کے سبب سے ہوتا ہے اور یہ وہ مکان ہے کہ جس کو سامانوں کے تحفظ کیلئے بنایا گیا ہے۔ جس طرح گھر، کمرہ، صندوق اور دکان ہے۔

اور حرز بھی محافظ یعنی گمراہ سے حاصل ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص راہ میں بیٹھا ہے یا مسجد میں بیٹھا ہے اور اس کا سامان اس سے پاس موجود ہو تو حفاظت اس شخص کے سبب سے ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس چور کا ہاتھ کٹوا دیا تھا جس نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے سر کے نیچے سے چادر چوری کی تھی۔ اور حضرت صفوان مسجد میں سو رہے تھے۔ اور مکان میں حفاظت کو محافظ سے حفاظت کرانے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا اور نہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مکان حفاظت کے بغیر بھی محفوظ ہے۔ وہ گھر ہے اگرچہ اس کا دروازہ نہ ہو یا دروازہ ہو لیکن کھلا ہوا ہے تو چرانے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ مکان حفاظت کیلئے بنایا گیا ہے۔ کیونکہ وہ چور نکالنے سے قبل وہ مالک کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ یہاں اس چیز کے جو گمراہ کی حفاظت میں ہو کیونکہ اس سے لینے یا قطع پر واجب ہوگا کیونکہ صرف لینے یا لینا ہی مالک کو قبضہ کو ختم کرنے والا ہے اور یہی مکمل ہونے والی ہے۔ اور اس کا فرق نہ کیا جائے گا کہ گمراہ چائے والا ہے یا سونے میں خوبہ اور سامان اس کے نیچے ہو یا اس کے اوپر ہو یہی صحیح ہے کیونکہ سامان کو اپنے پاس ہونے کے سبب عرف میں اس کو سامان کا محافظ ہی نہ جانتا ہے۔ اور نہ یاد رکھتا ہے کہ اس صورت مسئلہ میں مستعیر اور مؤدع ضامن نہ ہوں گے کیونکہ یہ ضامن گناہ میں ہے۔ بخلاف اس قول کے جس کو کوڑاؤں میں اختیار کیا گیا ہے

شرح

حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی تیس درہم کی مالیت والی چادر پر سو رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور اسے ایک کمرے لے گیا مجھ سے۔ وہ آدمی پکڑا گیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ہاتھ تیس درہم کی وجہ سے کاٹنے میں اس چادر کو اس کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور اس کی قیمت تاخیر سے ملے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ میرے پاس لانے سے قبل ہی کیا ہوتا۔

اہم ایہود اور ذمہ ہیں کہ اس حد کو زائد نہ نہ ساکنین حید بن حجر سے روایت کیا ہے۔ اس میں فرمایا کہ صفوان سو گئے اور اسے صفوان وٹاؤں نے روایت کیا کہ صفوان سو رہے تھے کہ ایک چور آیا اور اس نے ان کے سر کے نیچے سے چادر چالی۔ اور ابوہریرہ بن عبد الرحمن نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اس چور نے ان کے سر کے نیچے سے چادر کھینچ لی تو

عقون بن عبد اللہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ عوفان مسجد میں سو گئے اور اپنی چار روٹکیں بنامیں پس ایک چور آیا اور اس نے چادر کو چر لیا پھر چور کچڑا گیا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

(مشن ابوداؤد: جلد سوم، حدیث نمبر 999)

مالک کی حفاظت سے چوری کرنے پر حد کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَرَقَ شَيْئًا مِنْ حِرْزٍ أَوْ مِنْ غَيْرِ حِرْزٍ وَصَاحِبُهُ عَنْدَهُ يَحْفَظُهُ قَطْعٌ) لِأَنَّهُ سَرَقَ مَالًا مُحَرَّرًا بِأَعْيَادِ الْحِرْزَيْنِ (وَلَا قَطْعٌ عَلَى مَنْ سَرَقَ مَالًا مِنْ حِمَامٍ أَوْ مِنْ تَبْتِ أُونٍ لِنَسَابٍ فِي دُخُولِهِ) لِإِجْرَاءِ الْعَادَةِ أَوْ حَقِيقَةِ فِي الدُّخُولِ فَاعْتَلَّ الْحِرْزُ وَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ حَرَابَةُ الشَّجَرِ وَالْخَنَاطُ ، إِلَّا إِذَا سَرَقَ مِنْهَا لَيْلًا لِأَنَّهَا يُنَبِّئُ بِالْخَرَابِ الْأُمُومِ ، وَإِنَّمَا الْبُذْنُ يُنْقَضُ بِالْهَرَابِ (وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهُ عَنْدَهُ قَطْعٌ) لِأَنَّهُ مُحَرَّرٌ بِالْحَالِ لِأَنَّهُ الْمَسْجِدُ مَا يُبْنَى بِالْخَرَابِ الْأُمُومِ فَلَمْ يُخْنِ الْمَالُ مُحَرَّرًا بِأَلْمَكَانِ ، بِخِلَافِ الْحِمَامِ وَالتَّبْتِ الَّتِي أُونٍ لِنَسَابٍ فِي دُخُولِهِ حَيْثُ لَا يَقْطَعُ لِأَنَّهُ يُبْنَى بِالْخَرَابِ فَكَانَ الْمَكَانُ حِرْزًا فَلَا يُعْتَبَرُ الْخَرَابُ بِالْحَالِطِ .

(وَلَا قَطْعٌ عَلَى الضَّيْفِ إِذَا سَرَقَ مِنْ أَصَافَةٍ) لِأَنَّ التَّبْتِ لَمْ يَنْبَغِ حِرْزًا فِي حَقِّهِ لِكَوْنِهِ مَأْذُونًا فِي دُخُولِهِ ، وَلَأنَّهُ يَمْنَعُ أَهْلَ الدَّارِ فَيَكُونُ فِعْلُهُ حَيَاةً لَا سَرِقَةً .

ترجمہ

فرمایا: اور جس بندے نے کسی محرز یا غیر محرز مقام سے کوئی چیز چوری کر لی اور اس کا مالک اس کے پاس حفاظت کر رہا تھا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ اس نے اس طرح کا مال چوری کیا ہے جو دو حفاظتوں میں سے ایک حفاظت میں تھا۔

اور اس شخص پر قلعہ نہ ہوگا۔ جس نے ہم ایسے کمرے سے مال چوری کیا ہے جہاں ہم نوکوں کو داخل کی اجازت تھی کیونکہ عرف کے مطابق حمام میں ہم نوکوں کو اجازت ہوتی ہے۔ ہاں پھر اس میں داخل ہونے کی اجازت حقیقت میں حاصل ہے پس حفاظت میں خلل پیدا ہو چکا ہے۔ اور ایسی میں حمار کی دوکانیں اور سرائے بوقت بھی داخل ہیں۔ البتہ جب کسی نے ان جگہوں سے رات کے وقت چوری کی تو قلعہ یہ ہوگا کیونکہ یہ جگہیں مالوں کی حفاظت کیلئے بنائی جاتی ہیں۔ اور ان میں داخل ہونے کی اجازت دن کے ساتھ خاص ہے۔

اور جب کسی نے مسجد سے کوئی چیز چوری کی اور اس کا مالک سامان کے پاس موجود تھا تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ یہ

مال کی حفاظت کرنے والے کے سبب محفوظ ہے۔ ہاں مسجد مال کی حفاظت کیلئے نہیں بنائی جاتی۔ پس یہاں محرز نہ ہوگا۔ خدوہم کے اور اس گھر کے جس میں داخلے کی اجازت دئی گئی ہو۔ تو قلعہ یہ نہ ہوگا کیونکہ یہ اجازت کیلئے بنائے جاتے ہیں کیونکہ مکان محرز ہوگا پس حراز یہ حافظ کا اختیار نہ کیا جائے گا۔

اور مہمان چور کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا جس نے اپنے میزبان کا مال چوری کیا کیونکہ مہمان گھر میں داخل ہونے کی اجازت ملی ہے لہذا گھر اس کے حق میں محرز نہ رہا۔ کیونکہ مہمان گھر میں رہنے والوں کے حکم میں ہے پس اس کا یہ عمل خیانت ہوگا چوری نہ ہے گا۔

شرح

جانابہ ابی اسمیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ہسرن ارطاؤس کے ساتھ سمدر میں سفر کر رہے تھے کہ تو ایک چور جس کا نام، محمد، تھا اور اس نے اونٹ چوری کر لیا تھا لایا گیا تو حضرت ہسرن نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ، سفر کے دوران چور کے ہاتھ نہیں کاٹنے جائیں گے اور اگر یہ نہ ہوتا تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹتا۔ مشن ابوداؤد: جلد سوم، حدیث نمبر 1013

چور کا سامان گھر سے باہر نہ لانے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً فَلَمْ يُخْرِجْهَا مِنَ الدَّارِ لَمْ يَقْطَعْ لِأَنَّ الدَّارَ كُنْهًا حِرْزٌ وَاحِدٌ فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِخْرَاجِ مِنْهَا ، وَلَأنَّ الدَّارَ وَمَا فِيهَا فِي يَدِ صَاحِبِهَا مَعْنَى قَسَمِكُنْ شَهْدَةً عَدَمِ الْأَخِيذِ فَإِنْ تَنَاسَتْ دَارٌ فِيهَا مَقَاصِيرٌ فَأَخْرِجْهَا مِنَ الْمَقْصُورَةِ إِلَى صُخْرِ الدَّارِ قَطْعٌ) لِأَنَّ كُلَّ مَقْصُورَةٍ بِأَعْيَادٍ سَاحِبِهَا حِرْزٌ عَلَى جِدَّةٍ (وَإِنْ أَعَارَ إِنْسَانٌ مِنْ أَهْلِ الْمَقَاصِيرِ عَلَى مَقْصُورَةٍ فَسَرَقَ مِنْهَا قَطْعٌ) لِأَنَّ بَيْتًا .

ترجمہ

اور جس شخص نے کوئی سامان چرایا گھر اس کو گھر سے باہر نہ نکال سکا تھا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ مکمل حراز گھر سے نکالنا ہے اور اب تک وہ حراز نہ پایا گیا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ گھر اور اس کے سامان کا حکم صاحب گھر کے قبضہ میں ہوتا ہے پس اس میں نہ لینے کا شبہ پایا گیا ہے۔ اور جب گھر ایسا ہے کہ جس میں کسی کمرے ہیں۔ اور چور ایک کمرے سے چوری کرتے ہوئے مال کو گھنٹک لے آیا تو قلعہ یہ ہوگا کیونکہ ہر کمرہ اپنے رہنے والے کیلئے الگ حفاظت ہے۔ اور جب کمروں میں رہنے والوں میں کسی نے دوسرے کے کمرے سے جلد بازی کرتے ہوئے سامان چوری کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا ایسی دلیل کے سبب جو کوہم بیان کر چکے ہیں۔

شرط حراز کے معدوم پر عدم حد کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں مسئلہ بیان کرتے ہوئے دلیل یہ ذکر کی ہے کہ حد شرط کیلئے شرط ہے کہ مالک کا مال کسی طرح

خفاقت میں ہو جس کا دھڑے سے شریعہ میں اطلاق خفت یا محفوظ مقام پر ہونے سے کیا جائے۔ اور جب چوروں سے مال نہ نکال سکے تو اشیاء کے سب اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

نقب زنی سے چوری کرنے والے کا بیان

(وَإِذَا نَقَبَ اللَّصُّ النَّبْتَ قَدْ خَلَّ وَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوِلُهُ آخَرَ حَارِجَ النَّبْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا) لِأَنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ الْإِخْرَاجُ لِغَيْرِ إِخْرَاجٍ يَدٍ مُعْتَبَرَةٍ عَلَى الْمَالِ قَبْلَ خُرُوجِهِ. وَالثَّانِي لَمْ يَوْجَدْ مِنْهُ هَبُّ الْحِزْبِ فَهُوَ نَسَبُ السَّرْقَةِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ. وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنْ أَخْرَجَ الدَّاحِلُ سَهْلًا وَبَدَأَ الْخَارِجُ فَالْقَطْعُ عَلَى الدَّاحِلِ، وَإِنْ أَدْخَلَ الْخَارِجُ يَدَهُ فَتَنَاوَلَهَا مِنْ يَدِ الدَّاحِلِ فَعَنِيهمَا الْقَطْعُ. وَهِيَ بَيَاءٌ عَلَى مَسْأَلَةٍ تَأْتِي بَعْدَ هَذَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

(وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الطَّرِيقِ وَخَرَجَ فَلَا خَذَةَ قَطْعُ) وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَقْطَعُ لِأَنَّ الْإِلْقَاءَ عَيْنٌ مُوجِبٌ لِلْقَطْعِ كَمَا لَوْ خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْ، وَكَذَا الْأَخْذُ مِنَ السَّكَّةِ كَمَا لَوْ أَخَذَهُ غَيْرُهُ.

وَلَمَّا أَنَّ الرَّمْيَ حِسْلَةٌ يَمْنَعُهَا الشَّرَاقُ لِيَتَعَدَّى الْخُرُوجُ مَعَ الْمَنَاعِ، أَوْ لِيَتَقَرَّرَ لِقِتَالِ صَاحِبِ الدَّارِ أَوْ لِلْفِرَارِ وَلَمْ تَعْرِضْ عَلَيْهِ يَدٌ مُعْتَبَرَةٌ فَاعْتَبِرَ الْكُلُّ فِعْلًا وَاحِدًا، فَإِذَا خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْ فَهُوَ مُضَيِّعٌ لَا سَارِقٌ.

ترجمہ

اور جب کسی چور نے نقب زنی کی اور گھر میں داخل ہو گیا اور مال چوری کر لیا اور گھر کے باہر سے اس سے کسی دوسرے نے لے لیا تو دونوں میں کسی پر بھی قطع نہیں ہوگا کیونکہ سپہی کی جانب گانے کا حکم نہیں پڑا کیونکہ مال نکالنے سے پہلے اعتبار کردہ قبضہ چھڑا جا رہا ہے۔ جبکہ دوسرے شخص پر خرچہ کرنے کا سبب نہ پایا گیا پس سرتہ دونوں میں سے کسی پر بھی چوری نہ ہوئی۔

حضرت امام ابو یوسف خلیفہ الرصد سے روایت ہے کہ چور نے ہاتھ نکال کر باہر والے کو مال دیا تو قطع ہوگا اور اگر باہر والے نے ہاتھ گھر میں داخل کر کے یا تو دونوں پر قطع ہوگا اور اس مسئلہ کی نایاب دوسرا مسئلہ ہے جس کو ان شاء اللہ اس کے بعد بیان کر دیں گے۔

اور جب داخل نے سامان کو باہر نکالا اور باہر نکال کس کو لے لیا تو اس پر قطع یہ واجب ہوگا جبکہ امام زفر خلیفہ الرصد فرماتے ہیں کہ قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ شخص اللہ حد کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح وہ کوئی سامان لیے بغیر باہر چلا جائے اور اسی طرح کل

سے لینے والے کا حکم ہے جس طرح نکالنے والے کے سوا کوئی دوسرا اٹھالے جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے چوری کی یہ عادت ہے کہ وہ سامان نکالنے میں مشکل سے بچے کیلئے پھینکے گا زریعہ اپناتے ہیں۔ یا پھر اس نے اس طرح کرتے ہے کہ گھر والے سے بھاگنے یاڑنے کیلئے وہ خالی ہوں۔ اور اس میں قبضہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پس یہ پورا ایک عمل شمار کریں گے۔ مگر جب وہ کل گیا اور اس نے پھینکا ہوا سامان نہ لیا تو وہ ضائع کرنے والا ہے چور نہ ہوا۔

چوری پر چوری کو شبہ پر محمول کرنے کا بیان

یہاں بیان کردہ مسئلہ میں جو شخص گھر سے باہر نہیں لایا یا ہذا اس میں مال پر ایک ملکیت باقی رہی اور جب باہر والے نے باہر سے لیا ہے تو اندر داخل ہونے والا نہ ہو بلکہ حرز سے سرتہ نہ ہو بلکہ ادوٹوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔

چور کا سامان گدھے پر لا کر لے جانے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِنْ حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ فَسَاقَهُ وَآخَرَ جَهَ) لِأَنَّ سِيرَهُ مَصَافٍ إِلَيْهِ لِسَوْقِهِ.

(وَإِذَا دَخَلَ الْحِزْبُ جَمَاعَةً فَتَوَلَّى بَعْضُهُمُ الْأَخْذَ قِطْعُوا جَمِيعًا) قَالَ الْعَلَدُ الضَّعِيفُ:

هَذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ يُقْطَعَ الْحَامِلُ وَخَذَهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: لِأَنَّ الْإِخْرَاجَ وَجَدَ مِنْهُ فَتَمَّتِ السَّرْقَةُ بِهِ.

وَلَمَّا أَنَّ الْإِخْرَاجَ مِنَ الْكُلِّ مَعْنَى لِلْمُعَاوَنَةِ كَمَا فِي السَّرْقَةِ الْكُبْرَى، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُعَايَدَ فِيمَا بَيْنَهُمْ أَنْ يَحْمِلَ الْبَعْضُ الْمَتَاعَ وَيَتَشَمَّرَ الْبَاقُونَ لِلدَّفْعِ، فَلَوْ امْتَنَعَ الْقَطْعُ لِأَذَى إِلَى سَدِّ بَابِ الْعَدَا.

ترجمہ

فرمایا: اور اسی طرح جب کسی شخص نے سامان گدھے پر لا دیا اور اس کو ایک کر کے لیا تو بھی قطع یہ ہوگا کیونکہ گدھے کا پلٹا ہٹانے کے سبب سے اس چور کی طرف مضاف ہے اور جب متعدد لوگ مخلوط جگہ میں داخل ہوئے اور ان میں سے کسی ایک مال چوری کر لیا تو سب کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم احسان کے پیش نظر ہے جبکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام زفر خلیفہ الرصد کا قول بھی اسی طرح ہے کہ مال کو لینا اس کی جانب ثابت ہے پس اسی سے چوری مکمل ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کے اعتبار سے ہر ایک کی جانب سے سامان نکالنا ثابت ہو جائے گا کیونکہ چوری میں سب کی مدد شامل ہے جس طرح وہ قیق میں ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ چوروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ایک چور سامان اٹھانے والا ہوتا

ہے جبکہ دوسرے اس کے دفاع کیسے تیار رہتے ہیں۔ پس عدم قطع کے سبب سے حدود و ازاں کو بند کرنا لازم آئے گا۔

اضافت نفل کے سبب حکم کا بیان

جب کسی شخص نے چوری کا مال سواری لے لیا اور اس کا ملک کر گھر حُرز سے بہر لایا یہ چوری کرنے والے پر حد ہوگی کیونکہ اس میں حد سرقہ کا حکم پایا چرہ ہے اور البتہ سواری کو چھانے کا مسئلہ تو اس کی اضافت چھانے والے کی طرف کی جائے گی۔ کیونکہ اس محرک دہی ہے۔ لہذا سقوط حد کا کوئی اشتباہ نہ ہوگا۔

نفل زنی کرنے والے کا باہر سے چوری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَقَبَ النِّيتَ وَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَأَخَذَ شَيْئًا لَمْ يَفْطَعْ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي الْإِبْلَاءِ أَنَّهُ يَفْطَعُ لِأَنَّهُ أَخْرَجَ الْمَالَ مِنَ الْجُزْءِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ فَلَا يُشْتَرَطُ الدُّخُولُ فِيهِ ، كَمَا إِذَا أَدْخَلَ يَدَهُ فِي صُنْدُوقِ الصَّبْرِيِّ فَأَخْرَجَ الْفِطْرِيْفِي .
وَلَسْنَا أَنْ هَكَذَا الْجُزْءُ يُشْتَرَطُ فِيهِ الْكَمَالُ تَحَرُّرًا عَنْ شَهِيَةِ الْعَدَمِ وَالْكَمَالِ فِي الدُّخُولِ ، وَقَدْ أَمَكُنْ اغْتِنَاؤُهُ وَالِدُّخُولُ هُوَ الْمُعْتَادُ .
بِحِلَافِ الصُّنْدُوقِ لِأَنَّ الْمُتَمَكِّنَ فِيهِ إِدْخَالَ الْيَدِ دُونَ الدُّخُولِ ، وَبِحِلَافِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ حَمْلِ النُّعْصِ الْمَتَاعِ لِأَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْمُعْتَادُ .

ترجمہ

اور جب کسی نے کمرے میں نفل زنی کی اور باہر سے ہاتھ ڈال کر چوری کر ڈالی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس میں اس طرح روایت کیا گیا ہے کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس نے محفوظ جگہ سے مال چوری کیا ہے اور اس کا مقصد بھی نیکی تھا۔ پس گھر میں داخلہ شرط نہ ہوگا جس طرح اس نے نہ رکے صندوق میں اپنا ہاتھ داخل کر کے اس سے غنیمت کا درم کمال۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مکمل حُرز میں جسک شرط ہے تاکہ حُرز نہ ہونے یا پھر کامل طریقے سے داخل نہ ہونے کا شہید نہ ہو اور اس کا اعتبار کرنا ممکن بھی ہے جبکہ دخول متاخر ہے۔ یہ خلاف صندوق کے کیونکہ اس میں ہاتھ ڈالنا ہی ممکن ہوتا ہے اور اس میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور یہ خلاف اس ایک آدمی کے سامان نکالنے کے کیونکہ پوری جماعت کی چوری میں مقتدر طریقہ یہی ہے۔

شرح

شخص ہمہ دین مخفی دیکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں بھی دو وجوہ جہد کے سبب متاخر حد کے حکم کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان جب محفوظ ہے

تو اس کی ضرورت نہیں کہ وہاں کوئی حد مقرر ہو اور مکان محفوظ نہ ہو تو حفاظت کے بغیر حفاظت نہیں ملتا۔ سب سے کسی کی کوئی چیز چرائی تو قطع نہیں مگر جبکہ اس کا مال وہاں موجود ہو مگر چور ہوا ہو یعنی ملک اس کی جگہ ہو کہ مال کو وہاں سے دیکھ سکے۔ یوں میدان یا رستہ میں مگر مال ہے اور حفاظت وہاں پر نہیں ہے تو قطع ہے درہم نہیں ہے۔ جو جگہ ایک شخص کی حفاظت کے لیے ہے وہ دوسری چیز کی حفاظت کے لیے بھی قرار پائے گی مثلاً اٹھیل سے اگر روپے چوری کئے تو قطع ہے اگرچہ اٹھیل روپے کی حفاظت کی جگہ نہیں۔ (قادی بندہ یہ کتاب الحدود)

چور کا آستین کی پھلی کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَأَنَّ طَرَّ صُرَّةً خَارِجَةً مِنَ الْكُمِّ لَمْ يَفْطَعْ ، وَإِنْ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْكُمِّ يَفْطَعُ) لِأَنَّ فِي الْوَحْيِ الْأَوَّلِ الرِّبَاطَ مِنْ خَارِجٍ ، فَيَلْطَرُّ يَتَحَقَّقُ الْأَخْذُ مِنَ الظَّاهِرِ فَلَا يُوْجَدُ هُنَاكَ الْجُزْءُ .
وَفِي السَّانِي الرِّبَاطَ مِنْ دَاخِلٍ ، فَيَلْطَرُّ يَتَحَقَّقُ الْأَخْذُ مِنَ الْجُزْءِ وَهُوَ الْكُمُّ ، وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الظَّرِّ حَلَّ الرِّبَاطِ ، ثُمَّ الْأَخْذُ فِي الْوُجْهِ يَنْعَكِسُ الْجَوَابُ لَا يَنْعَكِسُ الْعِلَّةُ .
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَفْطَعُ عَلَى كُلِّ حَالٍ لِأَنَّهُ مُحَرَّرٌ إِنَّمَا بِالْكَمِّ أَوْ بِصَاحِبِهِ .
فَلَا الْحُرَّ هُوَ الْكُمُّ لِأَنَّهُ يَفْعِدُهُ ، وَإِنَّمَا قُضِدَهُ قَطْعُ الْمَسَافِقَةِ أَوْ الْإِسْتِرَاحَةِ فَاشْتَبَهَ الْجُزْءُ الْوَحْيَ .

ترجمہ

اور جب چور نے کوئی ایسی پھلی کاٹ دیا جو آستین سے باہر تھی تو قطع نہ ہوگا اور جب اس نے آستین میں ہاتھ ڈال کر پھلی کو کاٹ دیا تو قطع ہوگا۔ اس لئے کہ پہلی حالت میں پھلی کا ہاتھ نہ تھا نہ اس کی جانب ہوگا جس کے کاٹنے سے ظاہری طور پر بیہوش ثابت ہوگا اور حفاظت کی بے حتمی نہیں پائی جائے گی اور دوسری حالت میں پھلی کا اندر کی جانب نہ تھا نہ اس کے ہاتھ اب کاٹنے سے حُرز یعنی آستین سے بیہوش ثابت ہوگا اور جب اس کے کاٹنے کی جگہ یا نہ ہونے کی گروہ ہو اور اس کے بعد چور نے اس کو لیا ہو تو دونوں حالتوں میں حکم اس کے خلاف ہوگا کیونکہ اصل بدل چکی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ہر حالت میں قطع نہ ہوگا کیونکہ وہ مال آستین کے سبب یا آستین والے کے سبب سے محفوظ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حُرز آستین ہی ہے کیونکہ ملک نہ کسی پر امتداد کی ہوا ہے اور اس کا ارادہ مقرر کرنا یا آزاد کرنا ہے لہذا یہ مٹھوئی کے مشابہ ہو جائے گا۔

اونٹوں کی قطار سے چوری کرنے کا بیان

(وَإِنْ سَرَقَ مِنَ الْقَطَارِ بَعِيرًا أَوْ حِمْلًا لَمْ يَقْطَعْ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَحْرُزٍ مَقْصُودًا فَتَمَكَّنَ شُبُهَةُ الْعِلْمِ ، وَهَذَا لِأَنَّ السَّابِقَ وَالْقَائِدَ وَالرَّاكِبَ يَقْصِدُونَ قَطْعَ الْمَسَافَةِ وَنَقْلَ الْأَمْنِيَةِ ذَوْنَ الْحِفْظِ .

حَتَّى لَوْ كَانَ مَعَ الْأَحْمَالِ مَنْ يَنْتَهِي لِلْحِفْظِ قَالُوا يَقْطَعُ) وَإِنْ شَقَّ الْحِمْلُ وَأَخَذَ مِنْهُ قُطِيعٌ لِأَنَّ الْجَوْلِيَ فِي مِثْلِ هَذَا جَرَزٌ لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بَوَاضِعَ الْأَمْنِيَةِ فِيهِ صَيَانَهَا كَأَنَّكُمْ لَوْ جَدَّ الْأَخْذَ مِنَ الْجَزْرِ قَطِيعٌ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اونٹوں کی قطار میں سے کسی اونٹ کو یا اونٹ سے سامان چور کر لیا تو قطع یہ نہ ہوگا کیونکہ ایسا حراز کے طور پر محفوظ نہیں ہے، اور عدم حراز کا شبہ پایا جائے گا۔ اور حکم اس وقت ہے جب سارق، قائد اور سوار سفر کرنے اور سامان منتقل کرنے کا راہ روکتے ہوں حفاظت کرنے کا راہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ جب سامان کے ساتھ پیچھے سے کوئی حفاظت کرنے والا ہو تو مشارع نہ تھا۔ نے کہا ہے کہ قطع یہ ہوگا کیونکہ اس حالت میں گھوڑی محفوظ ہے کیونکہ استین کی طرح اس میں سامان رکھ کر اس سے حفاظت مقصود ہے۔ پس یہاں مقام محفوظ سے حراز پایا جا رہا ہے لہذا قطع یہ واجب ہوگا۔

گھوڑی چوری کرنے کا بیان

(وَإِنْ سَرَقَ جَوْالِقًا فِيهِ مَتَاعٌ وَصَاحِبُهُ يَحْفَظُهُ أَوْ نَائِمٌ عَلَيْهِ قُطِيعٌ) وَمَعْنَاهُ إِنْ كَانَ الْحُجُولِيُّ إِلَى مَوْضِعٍ هُوَ لَيْسَ بِجَرَزٍ كَالطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ حَتَّى يَكُونَ مَحْرُزًا بِصَاحِبِهِ لِكُونِهِ مَرْصُودًا لِحِفْظِهِ ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُعْتَبَرُ هُوَ الْحِفْظُ الْمُتَعَادِلُ وَالْجُلُوسُ عِنْدَهُ وَالنَّوْمُ عَلَيْهِ يَعْدُ حِفْظًا عَادَةً وَكَذَا النَّوْمُ بِقُرْبٍ مِنْهُ عَلَى مَا اخْتَرْنَا مِنْ قَبْلُ .

وَلَا يَكْفِي بَعْضُ النَّسَخِ ، وَصَاحِبُهُ نَائِمٌ عَلَيْهِ أَوْ حَيْثُ يَكُونُ حَافِظًا لَهُ ، وَهَذَا يُؤْخَذُ مَا قَدْ مَنَاهُ مِنَ الْقَوْلِ الْمُخْتَارِ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایک گھوڑی چرائی کہ اس میں سامان تھا اور اس کا مالک اس کی حفاظت کرنے والا تھا۔ یا وہ اس کے پاس

سویا ہوا تھا تو اس کا ہتھکات دیا جائے گا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ گھوڑی ایسی جگہ پر ہو جو حراز نہ ہو جس طرح رات وغیرہ یہاں تک کہ وہ مال مالک کے سبب محرز بن جائے۔ کیونکہ مالک اس مال کی حفاظت کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب ہے کہ حفاظت میں مقدار کا اعتبار کیا گیا ہے اور سامان پر بیٹھنا یا اس پر سونا یہ عرف کے مطابق حفاظت شمار کیا جاتا ہے ہاں سامان کے قریب سونا بھی حفاظت میں داخل ہے جس طرح اس سے پہلے ہی اس کو اختیار کر چکے ہیں۔ اور جامع صغیر کے بعض نسخوں میں اس طرح ہے کہ وَصَاحِبُهُ نَائِمٌ عَلَيْهِ أَوْ حَيْثُ يَكُونُ حَافِظًا لَهُ " اس قول کے سبب ہمارے بیان کردہ اہل قول کی تاکید ہوتی ہے۔ اللہ ہی سب زیادہ صحیح جانے والا ہے۔

شرح

حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی تیس درہم کی مایت والی چادر پر سورا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اسے ایک کرے لے گیا مجھ سے۔ وہ آدمی پکڑا گیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ہاتھ تیس درہم کی وجہ سے کاٹتے ہیں میں اس چادر کو اس کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور اس کی قیمت تاخیر سے لے لوں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہ میرے پاس لانے سے قبل حق کیا ہوتا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو راوی نے اس کا معنی بن عید بن حجر سے روایت کیا ہے۔ اس میں فرمایا کہ صفوان سو گئے اور اسے صفوان و طاؤس نے روایت کیا کہ صفوان سو رہے تھے کہ ایک چور آیا اور اس نے ان کے سر کے نیچے سے چادر چرائی۔ اور ابوسہد بن عبدالرحمن نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اس چور نے ان کے سر کے نیچے سے چادر چھین لی تو صفوان بن عبداللہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ صفوان مسجد میں سو گئے اور اپنی چادر کو گلیہ ہالیا پس ایک چور آیا اور اس نے چادر کو چھین لیا پھر چور پکڑا گیا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 999)

بِهَا وَيَسْتَحْيِي بِهَا وَرَجُلًا يَمْشِي عَلَيْهَا ، وَبِهَذَا حَاجَ بَقِيَّةَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
فَحَتَمَهُمْ فَأَنْقَضَ إِجْمَاعًا ، وَلَأنَّهُ إِهْلَاكُهُ مَعْنَى لِمَا فِيهِ مِنْ تَقْوِيَتِ جَنْسِ الْمُتَقَبِّحَةِ وَالْحَدِّ
وَأَجَرٍ ، وَلَأنَّهُ نَادِرُ الْوُجُودِ وَالزَّجْرُ فِيمَا يَغْلِبُ وَقُوْعُهُ بِعِلَاقِ الْفَصَاصِ لِأنَّهُ حَتَّى الْغَدِيدِ
كَيَسْتَوْفَى مَا أَمْكَنَ جَبْرًا لِحَقِّهِ ، وَالْحَدِيثُ عَلَنَ لِيهِ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْ نَحْمِلُهُ
عَلَى السِّيَاسَةِ

ترجمہ

فرمایا بھائی ہے چور کا دایہ ہاتھ کاٹ جائے گا اور اس کو داغ دیا جائے گا۔ البتہ کاٹنے کا ثبوت اس آیت مبارکہ سے ہے۔
جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور دائیں ہاتھ کاٹنے کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات سے ہے
اور پہنچے سے کٹاؤں کے لئے ہے کہ کٹنا یہ نفل تک کا نام ہے لہذا یہ جو یقینی طور پر اس کو شل ہوگا اور یہ کیڑا یہ بت ہوگا حالانکہ اس کا
ثبوت صحیح روایت کے ساتھ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہنچے سے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور داغ کا حکم نبی کریم ﷺ کے
ارشاد کرامی سے ثابت ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اس کو داغ دو کیونکہ اگر اس کو داغ نہ دے تو وہ ہر گز اس کی طرف لے جانے والا ہو
گا حالانکہ حد سزا کا دینا ہے نہ کسی کو ضائع کرنا ہے۔

اور اگر چور دوسری بار چوری کرے تو اس کا بائیں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر وہ تیسری بار چوری کرے تو اب کٹاؤں ہوگا بلکہ
اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اور یہ امتحان ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور مشائخ نے بھی اس طرح ذکر کیا
ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیسری بار اس کا بائیں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور چوتھی بار اس کا دائیں پاؤں کاٹ دیا
جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص چوری کرے اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر وہ بارہ چوری کرے تو پھر کٹ دو اور اگر وہ
تین بار چوری کرے تب بھی کٹ دو اور یہ حد تیسری حد ہے اس تیسرے کے ساتھ بیان ہوئی ہے جو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے
کیونکہ تیسری بار چوری کرنا جانت میں پہلی چوری کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے پس اس میں حد کی مشروعیت کا
زید وہ ہے۔

ہمارے یعنی فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں چور کا ایک ہاتھ بھی نہ چھوؤں کہ
جس سے کھ سکے اور استیفاء کر سکے۔ اور ایک پاؤں بھی نہ چھوؤں کہ جس کے سہارے پر دو چل سکے۔ اسی قول سے پیش نظر ہم پر کرام
رضی اللہ عنہم نے ان سے بحث کی لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دلیل کی قوت میں ان پر غائب آگئے۔ اور پھر اسی قول پر اجماع
مشعور ہو گیا۔

فصل فی کیفیت القطع والاعان

یہ فصل قطع ید کے طریقے اور اس کے اثبات کے بیان میں ہے

فصل کیفیت قطع کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ہر حد مرتبہ کی تعریف و احکام اور ثبوت مرتبہ کے ثواب ذکر کرنے کے بعد ہر اس فصل میں یہ احکام
بیان کر رہے ہیں کہ ہر مرتبہ کا حق کچھ کچھ اس سے اور کس طرح کا جائے گا۔ اس کی فقہی مطابقت وضع ہے کہ قطع ید تب ہی ہوگا جب کسی
پر حد ثابت ہو جائے گی۔ ہذا حد مرتبہ کا مضمون سمجھئے اور اس کے وجوب کے احکام کو پانچ حصے کے بعد اس کی ضرورت پیش آئے گی کہ
اس ثابت ہونے والی حد کا ذمہ قطع ید کی کیا جائے۔ اس فصل میں ہاتھ کو کٹنا اور پھر پاؤں کو اور اس طرح خلاف کے حکم کے
مطابق جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کلی اجراء کا طریقہ کر بیان کیا جائے گا۔

چور کے ہاتھ کو کہاں سے کاٹا جائے گا

قَالَ (وَيُقَطَّعُ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ وَيُحْصَمُ) فَلَا يَقْطَعُ لِمَا تَكُونَاهُ مِنْ قَبْلِ ، وَالْيَمِينُ
يَقْرَأُ عَ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمِنْ الزَّنْدِ لِأَنَّ الْأَسْمَ يَتَنَزَّلُ أَلَيْدَ إِلَى الْيَبِيطِ
، وَهَذَا الْمَفْصِلُ : أَعْنِي الرُّسْعَ مَقْصُوفَهُ ، كَيْفَ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ ، وَالْحُصْمَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَاقْطَعُوهُ وَأَحْصِمُوهُ) ،
" وَلَأنَّهُ قَوْلُهُ يَحْصِمُ يُفْضَى إِلَى التَّلْبِيفِ وَالْحَدِّ وَاجِرٌ لَا مُتَلَفٍ (فَإِنْ سَرَقَ ثَانِيًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى ، فَإِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ يَقْطَعْ وَخَلَّدَ فِي السَّجْنِ حَتَّى
يَمُوتَ) وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَيُعْزَرُ أَيْضًا ، ذِكْرُهُ الْمَسَائِخَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : فِي السَّائِلَةِ تَقْطَعُ يَدُ الْيُسْرَى ، وَفِي الرَّابِعَةِ تَقْطَعُ رِجْلُهُ
الْيُمْنَى لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوهُ ، فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ ، فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ) وَيُرْوَى مُفَسَّرًا كَمَا هُوَ مَذْهُبُهُ ، وَلَأنَّ الثَّانِيَةَ مِثْلَ الْأُولَى فِي كَوْنِهَا جِنَايَةً
بَلْ قَوْلُهَا فَتَكُونُ أَدْعَى إِلَى شَرْعِ الْحَدِّ .

وَلَسْنَا قَوْلَ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيهِ : إِنِّي لَا أَسْتَحْيِي مِنَ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ لَا أَدْعَ لَهُ يَدًا يَأْكُلُ

اور دوسری دین ہے کہ (مذکورہ انواں میں جس سارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں) یہ ہلک کرتا ہے کیونکہ اس میں نفع کی جہل کا ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حدسز دینا بے اور اس لئے بھی کہ یہ تدارک وقوع ہے جبکہ سزا اکثر الواقعہ میں ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ قصاص میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ قصاص بندے کا حق ہے پس اس کا حق پورا کرنے کیلئے جلی الامکان قصاص وصول کی جائے گا جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کی بین کردہ حدیث میں امام ابو علی علیہ الرحمہ نے ظن کیا یا پھر اس کو ہم سبست دینیہ پر محمول کریں گے۔

قطع ید میں امام شافعی کی مسئلہ حدیث اور اس کا محمل

حضرت ابو سعید حضرت ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہارے میں فرمایا کہ "جب وہ چوری کرے تو اس کا (دایاں) ہاتھ کاٹا جائے، پھر اگر چوری کرے تو اس کا (بایاں) ہاتھ کاٹا جائے اور پھر اگر چوری کرے تو اس کا (دایاں) پیر کاٹا جائے۔" (شرح السنۃ مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 752)

پہلی مرتبہ چوری کرنے پر دایاں ہاتھ کاٹا جائے اور پھر دوسری بار چوری کرنے پر بایاں ہاتھ کاٹا جائے، لیکن حضرت امام اعظم مرتبہ چوری کرنے پر بایاں ہاتھ کاٹے اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹا جائے، لیکن حضرت امام اعظم وضو کا مسک یہ ہے کہ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید خانہ میں ڈال دینا چاہئے گا تا نکہ وہ اس میں مچے۔ یہ تو ہے کہ امام اسلم کے اس مسک کی دلیل یہ ہے کہ دس تو اس بات پر بھی کیا اجر و ثواب ہو گیا تھا، دوم یہ کہ کسی شخص کو جس کے چاروں ہاتھ ہی سے محروم کر دینا گویا اس کو اپنے وجود کی بقا کے سارے ذرائع و اسباب سے محروم کر دینا ہے جو اس نفع میں "مزا" ہے "بڑا حد ایک قسم کی" "زیادتی" ہے جہاں تک اس حدیث کا سوال ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ اصل میں یہ حدیث تہجد پر دوسیا کی مصاحف پر محمول ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ محدثین نے اس کے صحیح ہونے میں کلام کیا ہے۔

چنانچہ چنچاؤی نے اس حدیث پر ان الفاظ میں ظن کیا ہے کہ میں نے کسی سے بہت سارے آثار و نقایا (اور فقہاء و فضیلے) دیکھے ہیں جنہاں تلاش کے وجود میں اس حدیث کی کوئی بناؤ نہیں مل سکی، علاوہ انہیں میں نے بہت سے خلفاء حدیث سے ملاقات کی وہ سب اس حدیث (کی واقفیت) سے انکار کرتے تھے۔

علامہ ابن امام ہام فرماتے ہیں کہ پیر کاٹنے کے بارے میں اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ گھٹنے کے پاس سے پاؤں کاٹا جائے۔

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کولایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا (دایاں) ہاتھ کاٹ دو، چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، وہ دہراں کو بچھرا لیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (اس کا) بایاں پاؤں) کاٹ دو، چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، تو فرمایا کہ (اس کا دایاں پیر) کاٹ دو، چنانچہ (اس کا دایاں پیر) کاٹ دیا گیا، اور پھر جب یہ چور اس کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو مار دو، اور چنانچہ ہم اس کو (چکڑ) لے گئے اور مار ڈال، اس کے بعد ہم اس کی لاش کو کھینچتے ہوئے لائے اور کنوئیں میں ڈال کر اوپر سے پتھر پھینک دیئے (ابوداؤد و ترمذی) اور لغوی

نے شرح السنۃ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان نقل کیا ہے کہ "اس کا ہاتھ کاٹو اور پھر اس (ہاتھ کو داغ دو)۔"

"اور پھر اس کو داغ دو" کا مطلب یہ ہے کہ جس ہاتھ کو کاٹا گیا ہے اس کو گرم تیل یا گرم گھس سے داغ دو تا کہ خون بند ہو جائے اگر داغ نہ جائے گا تو جسم کا تمام خون بہہ جائے گا اور پھر ہلاک ہو جائے گا۔

خطابی فرمے ہیں کہ میرے علم میں ایسا کوئی فقہیہ دعائم نہیں ہے جس نے چور کو مار ڈالا مباح رکھ ہو خواہ وہ کتنی ہی بے چوری کیا نہ کرے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی حدیث (داخل دم امرہ والا باحدی شت) کے ذریعہ منسوخ ہے،

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کو مار ڈالنے کا حکم دیا وہ سیاسی و انتظامی مصالک کی بناء پر تھا چنانچہ امام وقت (حکم) کو یہ حاصل ہے کہ وہ مفسد پر داندوں، چور، چکنوں اور لوٹنے والوں کے مجرموں کی توبہ میں اپنی رائے واجتہاد عمل کرے اور جس طرح چاہے ان کو سزا دے۔ ابوض علیہ السلام یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا ہوگا کہ یہ شخص مرد ہو گیا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح کر دیا اور اس کا مار ڈالنے کا حکم دیا۔

اسی طرح بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو اس بات پر محمول کرنا اونی ہے کہ وہ شخص چوری کو حلال جانتا تھا اس لئے بار بار اس کا انکباب کرتا تھا یہ وجہ اس کو اس وقت سزا دی گئی بہر کیف ان تاویلات میں سے کسی بھی ایک تاویل کو اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کو مار ڈالنے کے بجائے اس کی لاش کو اس طرح کھینچ کر کنوئیں میں ڈال دینا ہر گز مباح نہ ہوتا

ہاتھ کو کھانی سے کاٹنے کا بیان

علامہ عبد الرحمن بن یزید علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ تمام ائمہ و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب چوری کرنے والے پر حد مرتد واجب ہو جائے اور یہ جرم اس سے پہلے مرتبہ سرزد ہو اور اس کے اعضاء صحیح و سالم ہوں تو سب سے پہلے اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کے جواز کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے اگلے ہونے پانی سے اس کا خون بند کر دیا جائے۔ اس حکم کا سبب یہ ہے کہ چوری ہاتھ ہی سے کرتی ہے جو کھانی اور پیچھے پر قائم ہے۔ (مذہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر و نجف)

چور کے ہاتھ کا قلع زودہ ہونے کا بیان

(وَإِذَا كَانَ الْمُسَارِقُ أَشْلَىٰ أَلْيَدِ الْيُسْرَىٰ أَوْ أَقْطَعَ أَوْ مَقْطُوعَ الرَّجُلِ الْيُمْنَىٰ لَمْ يَفْطَعْ) لَأَن فِيهِ تَقْوِيَةٌ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ بَطْنًا أَوْ مَشِيًا، وَكَذَا إِذَا كَانَتْ رِجْلُهُ الْيُمْنَىٰ شَلَاءَ لِمَا قُلْنَا) وَكَذَا إِذَا كَانَتْ إِبْهَامُهُ الْيُسْرَىٰ مَقْطُوعَةً أَوْ شَلَاءَ أَوْ الْأَصْبَعَانِ مِنْهَا يَسُو الْإِبْهَامِ) لَأَنَّ قِيَامَ الْبَطْنِ بِالْإِبْهَامِ) فَإِنَّ كُنَّتِ أَصْغَرُ وَاحِدَةً يَبْهَوِي الْإِبْهَامِ مَقْطُوعَةً أَوْ

شَلَاءً لَطِيفٌ) لِأَنَّ قَوَاتِ الْمَوَاحِدَةِ لَا يُوجِبُ خَلًّا ظَاهِرًا إِلَى الْبَطْشِ ، بِخِلَافِ قَوَاتِ الْأَصْبَعِ لِأَنَّهَا تَنْزِلَانِ مَنَازِلَ الْإِنْبَاءِ فِي نَقْصَانِ الْبَطْشِ .

ترجمہ

اور جب چور کا ہاں ، تھو فوج زدہ ہو یا کتہ ہوا ہو یا اس کا دایاں پاؤں کتہ ہوا ہو تو حد قطع نہ ہوگی کیونکہ اس میں بکڑنے کی جگہ کی جس منفعت ختم ہو چکی ہے ۔ اسی طرح جب اس کا دایاں پاؤں فوج زدہ ہو تو اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر چکے ہیں ۔ اسی طرح جب اس کا ہاں انگوٹھا کتہ ہوا ہو یا فوج زدہ ہو یا پائیں انگوٹھے کے سوا باقی باقی کتہ ہوا لگیاں کئی ہوئی ہوں یا فوج زدہ ہوں کیونکہ کچڑنا انگوٹھے کے سبب مکمل ہوتا ہے اور جب انگوٹھے کے سوا ایک انگلی کی ہوئی ہو یا فوج زدہ ہو تو حد قطع واجب ہوگی کیونکہ ایک انگلی کے کٹنے کے سبب بکڑنے میں غاہر کی طور پر کوئی فعل انداز میں نہیں ہوتی ۔ جبکہ در الہ کیوں کے کٹ جانے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہاتھ کی نقصان کے اعتبار سے در الہ کیوں کو انگوٹھے کے قائم کر دیا گیا ہے ۔

شرح

قال الدارقطني - رحمه الله : نا القاضي أحمد بن كامل نا أحمد بن عبد الله الفرسى نا أبو نعيم النخعي نا محمد بن عبيد الله العزمي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال كان صفوان بن أمية بن خلف ناظما في المسجد ، ثيابه تحت رأسه ، فجاء سارق فاختذها فأتى به النبي - صلى الله عليه وعلى آله وسلم - فافق السارق ، فأمر به النبي - صلى الله عليه وعلى آله وسلم - أن يقطع ، فقال صفوان : يا رسول الله أيقطع رجل من العرب في ثوبه ؟ فقال رسول الله - صلى الله عليه وعلى آله وسلم - : (أفلا كان هذا قبل أن تجيء به ؟) ثم قال رسول الله - صلى الله عليه وعلى آله وسلم - : (اشفعوا ما لم يتصل إلى الوالى ، فإذا أوصل إلى الوالى لعفا فلا عفا الله عنه) ثم أمر بقطعه من المفصل .

حداد کا عدا بایاں ہاتھ کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِلْحَدَّادِ أَقِطْ يَمِينَ هَذَا فِي سَرَقَةٍ سَرَقَهَا فَقَطَعَ يَسَارَهُ عَمْدًا أَوْ خَطَأً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى ، وَقَالَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْخَطَأِ وَتَضَمَّنَ فِي الْعَمْدِ) وَقَالَ زُكْرُ رَحِمَهُ اللَّهُ : تَضَمَّنَ فِي الْخَطَأِ أَيْضًا وَهُوَ الْفَيْئَاسُ

، وَالْمُسْرَادُ بِالْخَطَأِ هُوَ الْخَطَأُ فِي الْأَجْتِهَادِ ، وَأَمَّا الْخَطَأُ فِي مَعْرِفَةِ الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ لَا يُجَعَلُ عُقُوبًا ، وَقِيلَ يُجَعَلُ عُقُوبًا أَيْضًا ، لَكِنَّهُ قَطَعَ يَدًا مَغْضُومَةً وَالْخَطَأُ فِي حَقِّ الْعِبَادَةِ غَيْرُ مُؤْضِعٍ لِكَيْفَمَّا .

قُسْنَا إِنَّهُ أَخْطَأَ فِي اجْتِهَادِهِ ، إِذْ كَسَرَ فِي النَّصِّ تَعْيِينَ الْيَمِينِ ، وَالْخَطَأُ فِي الْأَجْتِهَادِ مُؤْضِعٌ ، وَلَكِنَّهُ قَطَعَ طَرَفًا مَغْضُومًا بِغَيْرِ حَقٍّ وَلَا تَأْوِيلٍ لِأَنَّهُ تَعَمَّدَ الظُّلْمَ فَلَا يُعْنَى وَإِنْ كَانَ فِي الْمُضْتَهَدَاتِ ، وَكَانَ يُبْهِي أَنْ يُجِبَ الْقِصَاصُ إِلَّا أَنَّهُ افْتَعَلَ لِلشُّبْهِةِ . وَلَا يَسِي خَيْفَةً وَرَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ اتَّفَقَ وَأَعْتَفَ مِنْ جَنَسِهِ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَلَا يُعَدُّ إِتْلَافًا كَمَنْ شَهِدَ عَلَى غَيْرِهِ بِشَيْءٍ مَالِيَةً يَبْغُلُ فِيمَنَّهُ ثُمَّ رَجَعَ ، وَعَلَى هَذَا لَوْ قَطَعَهُ غَيْرُ الْحَدَّادِ لَا يَضْمَنُ أَيْضًا هُوَ الصَّحِيحُ ، وَلَوْ أَخْرَجَ السَّارِقُ يَسَارَهُ وَقَالَ هَذِهِ يَمِينِي لَا يَضْمَنُ بِالْإِتِّفَاقِ لِأَنَّ قَطْعَهُ بِأَمْرِهِ ، ثُمَّ فِي الْعَمْدِ عِنْدَهُ عَلَيْهِ ضَمَانُ الْمَالِ لِأَنَّهُ لَمْ يَقْعُ حَدًّا وَفِي الْخَطَأِ كَذَلِكَ عَلَى هَذِهِ الطَّرِيقَةِ ، وَعَلَى طَرِيقَةِ الْأَجْتِهَادِ لَا يَضْمَنُ

ترجمہ

قریب اور جب حکم نہ صادر ہے کہ اس شخص کا دایاں ہاتھ ایک چوڑی میں کاٹ دو تو حداد نے جان بوجھ کر یا بھول کر اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حداد پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا ۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک خطہ کی صورت میں اس پر ضمان نہیں لیکن عمر کی حالت میں وہ ضمان ہوگا ۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خطہ میں بھی وہ ضمان ہوگا کیونکہ قیاس کا تقاضا یہی ہے اور خطہ سے اجتہاد کی غلطی مراد ہے جبکہ یمن و یسار کی پہچان میں غلطی کو معاف نہیں کیا جاسکتا ۔ ایک قول یہ ہے کہ اسے بھی عذر قرار دیا جائے گا ۔ امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے معصوم ہاتھ کاٹ دیا ہے اور بندوں کے حق میں خطہ ناجائز نہیں ہے پس حداد اس ہاتھ کا ضمان ہوگا ۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے کیونکہ نفس میں یمن کا تعین موجود نہیں ہے اور خطہ اجتہاد میں ثابت ہے ۔

ہے۔

طریقین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ناحق عضو کو کاٹ دیا ہے اور یہاں کوئی تاویل بھی نہیں کی جاسکتی ۔ کیونکہ اس نے ارادے کے طور پر ظلم کیا ہے اور اگر چہ اجتہاد میں امور میں ہوا ہے لہذا اس پر قصاص واجب ہونا چاہیے تھا جبکہ شبہ کے سبب قصاص واجب نہ ہو گا ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قبیضی طور پر اس نے ایک ہاتھ کو بلاک کر ہے گرای کہ جس دوسرا ہاتھ چھوڑ دینے کا نئے ہوئے ہاتھ سے بہتر ہے پس اس کو ناف شہ نہ کیا جائے گا جس طرح کسی نے دوسرے کے خلاف مٹنی قیمت پر اس بچے کی شہادت دی اور اس کے بعد وہ شہادت مکر گیا۔

اسی طرح جب عدالت کو اس کی دوسرے نے چور کا ہاتھ کاٹ دیا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا درجج یہی ہے اور جب چور نے اپنا دایاں ہاتھ نکال کر کہا کہ یہ میرا ہاتھ ہے تو اس صورت میں کاٹنے والا باحق ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے چور کے حکم سے اس کو کاٹا ہے اس کے بعد عدالت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق ساق پر مال ضامن واجب ہے کیونکہ حد چوری نہیں ہوئی ہے اور خطا و میں بھی اسی طرح مال واجب ہوگا جبکہ طریقہ اجتہاد پر وہ ضامن نہ ہوگا۔

کی چیز کی ضمانت ان میں اسباب پر ہے

کسی چیز کی ضمانت ان میں اسباب میں سے کسی ایک پر موقوف ہوتی ہے۔ (الفروق)

(۱) براہ راست مال کو ضائع کرنا (۲) زبردستی قبضہ کرنا (۳) تباہ کرنے کا ذریعہ یا سبب بننا۔

اس کی ثبوت یہ روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے غلام خرید لیا (جو مدت تک اس کے پاس رہا) پھر اس نے اس میں کوئی عیب دیکھا اور وہ مٹانے لگا فروخت کرنے والے نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کیا تو آپ نے اس غلام کو لوٹا دیا پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے میرے غلام کو استہمال کی تھا آپ نے فرمایا: پیر اداری کا تلف و مرداری کی وجہ سے ملتا ہے۔ (مسند ابن ماجہ ص ۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ پیر اداری کا تلف و مرداری کی وجہ سے ہوتا ہے تو ہمذا نقصان کی ضمانت بھی ذمہ داری کی وجہ سے ہوگی۔

۱۔ براہ راست کسی چیز کو ضائع کرنا:

اگر کسی شخص نے براہ راست کسی کی کوئی چیز کو ضائع کر دیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا، جیسے کھانے کو کھالیا جائے یا جانور کو قتل کر دیا جائے یا کپڑے کو جلا دیا جائے۔

۲۔ زبردستی قبضہ کیا جائے:

اگر کسی نے کسی چیز پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اگرچہ قبضہ کرنے والے نے کسی کی امانت ہی کو کیوں نہ چھین لیا ہو۔

حدسہ کیلئے سجدہ کے مطالبے کا بیان

(وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ إِلَّا أَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوقُ مِنْهُ قِطَالِبٌ بِالسَّرِقَةِ) لِأَنَّ الْخُصُومَةَ

سَرَقًا لِيُطْهَرَهَا، وَلَا فَرَقَ بَيْنَ الشَّهَادَةِ وَالْإِفْرَادِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي الْإِفْرَادِ، لِأَنَّ الْجَنَائَةَ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ لَا تَطْهَرُ إِلَّا بِخُصُومِيَّةٍ، وَكَذَا إِذَا عَابَ عَبْدٌ الْقَطْعَ عِنْدَنَا، لَا أَنْ لَا يَشْتِفَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فِي بَابِ الْحُدُودِ

ترجمہ

اور چور کا ہاتھ اس وقت تک نہ کاٹا جائے جب تک مسروق نہ حاضر ہو کہ اس کا مطالبہ نہ کرے۔ اس لئے کہ چوری خاہر کرنے سے بچنے کا شرط ہے۔ اور نہ ایک اقرار اور شہادت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بہتہ قرار میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کیونکہ مجتہد نے بغیر دوسرے کے مال پر چنایت حد نہ ہوئی۔ اور اسی طرح جب مسروق موقع کے وقت غائب ہو جائے تو قلعہ دین ہوگا کیونکہ قاضی کا حکام قضاہ میں سے حد کو چار کرنا ہے اور یہ باب اللہ و دین سے ہے۔

شرح

۱۔ منہ، والذین جنی حید رحمہم کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کی شرط یہ ہے کہ جس کا مال چوری گیا ہے وہ اپنے مال کا مطالبہ کرے، خود واپس نہ چوری کی ثبوت ہو یا چور نہ خود اقرار کیا، اور یہ بھی شرط ہے کہ جب واپہ کو ای: میں اس وقت وہ حاضر ہو اور جس وقت ہاتھ کاٹ جائے اس وقت بھی موجود ہو یا نہ ہو اگرچہ چوری کا اقرار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے قلعہ جو غائب ہے اس کی چوری کی ہے یا کہتا ہے کہ یہ روپ ہے جس نے چورائے میں مگر معلوم نہیں کس کے ہیں یا میں نہیں بتاؤں گا کہ کس کے ہیں تو قلعہ نہیں لے۔ اور مل صورت میں جبکہ غائب حاضر ہو کہ مطالبہ کرے تو اس وقت قلعہ قس کریں گے۔ جس شخص کا مال پر قبضہ ہے وہ مطالبہ کر سکتا ہے جیسے امین و صاحب و مکتول اور پ اور و سی اور سود خوار جس نے سودی مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور سود دینے والا جس نے سود کے روپ ادا کر دیے اور یہ روپ چوری گئے تو اس کے مطالبہ پر قلعہ نہیں ہے۔ (در مختار، کتاب اللہ و دین)

ودیعت والوں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان

(وَلِلْمُسْتَوْذَعِ وَالْعَاصِبِ وَالرَّهْنِ أَنْ يَقْطَعُوا السَّارِقَ مِنْهُمْ) وَلِكَبَرِ الزُّدِيَّةِ أَنْ يَنْقُطَعُ أَيْضًا، وَكَذَا الْمَغْصُوبُ مِنْهُ وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ: لَا يُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْعَاصِبِ وَالْمُسْتَوْذَعِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْمُسْتَعِيرُ وَالْمُسْتَأْجِرُ وَالْمُضَارِبُ وَالْمُسْتَضْعُ وَالْقَائِضُ عَلَى سَوَاءٍ الشَّرَاءِ وَالْمُرْتَهَنُ وَكُلُّ مَنْ لَهُ يَدٌ خَافِظَةٌ بِسَوَى الْمَالِكِ، وَيُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْمَالِكِ فِي السَّرِقَةِ مِنْ هَؤُلَاءِ إِلَّا أَنَّ الرَّاهِنَ إِنَّمَا يُقْطَعُ بِخُصُومِيَّةٍ خَالَ قِيَامَ الرَّهْنِ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَا

حَقَّ لَهُ فِي الْمَطَالِكَةِ بِالْعَيْنِ يَدْوِيهِ . وَالشَّافِعِيُّ بَنَاهُ عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ لَا خُصُومَةَ لِهَذَا فِي
الِاسْتِرْدَادِ عِنْدَهُ . وَقَالَ يَقُولُ : وَلَا يَلَايَةُ الْخُصُومَةِ فِي حَقِّ الْإِسْتِرْدَادِ ضَرُورَةُ الْحِفْظِ فَلَا
تَظْهَرُ فِي حَقِّ الْقَطْعِ لِأَنَّهُ فِيهِ تَقْوِيَتُ الصِّيَالَةِ .

وَلَا أَنَّ السَّرِقَةَ مُوجِبَةً لِلْقَطْعِ فِي نَفْسِهَا ، وَقَدْ ظَهَرَتْ عِنْدَ الْقَاضِي بِحُجَّةٍ شَرْعِيَّةٍ
وَهِيَ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَقِيبِ خُصُومَةٍ مُعْتَرِضَةٍ مُطْلَقًا إِذَا الْإِعْتِبَارُ لِحَاجَتِهِمْ إِلَى الْإِسْتِرْدَادِ
فَيَسْتَوْفِي الْقَطْعَ . وَالْمَقْصُودُ مِنَ الْخُصُومَةِ إِخْيَاءُ حَقِّهِ وَسُقُوطُ الْعِصْمَةِ ضَرُورَةُ
الِاسْتِيفَاءِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِشُبْهَةِ مَوْهُومَةِ الْإِعْتِرَاضِ كَمَا إِذَا حَضَرَ الْمَلِكُ
وَعُشَابُ الْمُؤْتَمَنِ فَإِنَّهُ يُقْطَعُ بِخُصُومَتِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَإِنْ كَانَتْ شُبْهَةُ الْإِذْنِ فِي
ذُحُولِ الْحُجُزِ قَائِمَةً .

ترجمہ

ودایت کرنے والے یا غصب کرنے والا اور سودا کے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اپنے چمروں کا ہاتھ کاٹ دیں اور صاحب
ودایت کو بھی ہاتھ کاٹنے کا اختیار ہے اور غصب نہ کو بھی اختیار حاصل ہے۔

حضرت امام زعفران اور مشافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ غصب اور سودا کے جھگڑے سے قطع نہ ہوگا۔ کیونکہ مستغیر، ممتاز
بعض رب، مستغیر، ہرم، شراہ پر قاضی، مرتجن اور ملک کے سوا ہر شخص جو حفاظت کے ارادے سے کسی چیز پر قابض ہو ان سب کا
حکم اسی اختلاف پر ہے۔ لہذا ان لوگوں کے ہاں چوری کرنے پر اصلی مالک کے جھگڑے سے بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا مگر راجن
کے جھگڑے پر ہاتھ کاٹا جائے گا جب قرض کے بعد راجن باقی رہے ہو۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی کے بغیر راجن کو
مرہونہ کے مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف ان کی اس دلیل پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک ان لوگوں کو یہ مہ واپس لینے کیلئے
جھگڑنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت امام زعفرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مال واپس لینے کے حق میں جھگڑنے کی روایت ضرورت حفاظت
کے سبب سے بھی نہیں ہے ولایت قطع یہ کہ حق میں ظاہر نہ ہوگی کیونکہ اس میں حفاظت ختم ہو جائے والی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ چوری بذات خود حد کو واجب کرنے والی ہے اور قاضی کے رد پر دشمنی دلیل کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے
یعنی اسی ادا، حق جھگڑنے کے معتر ہونے کے بعد گواہوں نے چوری کی شہادت دی ہے۔ پس ان لوگوں کے واپس لینے کی
ضرورت کا کوئی قہر نہ ہوگا پس قطع یہ کہ حکم کامل حاصل ہونے والا ہے۔ اور خصوصیت کا مقصد مالک کے حق میں ایسا ہے اور سقوط

عصمت کا ہون حق کی مکمل و جنگ کی ضرورت میں سے ہے پس اس سقوط کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس شہرہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا
بس کہ آنے کا وہم جو اس طرح یہ ہے کہ جب مالک حاضر ہو جائے اور مرتجن غائب ہو جائے تو ظاہر الروایت کے مطابق مالک کی
خصوصیت پر قطع یہ ہوگا۔ اگرچہ سقوط مقام پر داخل ہونے کی اجازت کا شہید بھی اپنی جگہ موجود ہے۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مدعی گواہ پیش کرے گا چور پر حلف رکھ اس نے حلف لینے سے انکار کیا تو وہ ان
روایہ کے طرف نہیں۔ چور کو یہ بیعت کرنا قرار دیا جائے کہ یہ صورت نہ ہو تو گواہوں سے چوری کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ ہاتھ
کاٹنے کا قاضی نے حکم دیا یا وہ مدعی کہتا ہے کہ یہ مال اسی کا ہے یا میں نے اس کے پاس نہ لے رکھا تھا یا کہتا ہے کہ گواہوں نے
جھوٹی گواہی دی ہے اس نے بعد اقرار کیا تو اب ہاتھ کاٹنا جائز ہوگا۔ گواہوں کے بین میں اختلاف ہوا ایک کہتا ہے کہ گواہ قسم
کا کپڑا تھا اور دوسرا کہتا ہے فلان قسم کا تھا تو قطع نہیں۔ (بجرائق، کتاب الحدود)

علامہ سعد الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اقرار و شہادت کے جزئیات کثیر ہیں چونکہ یہاں حدود پر مدعی نہیں ہیں لہذا بیان
کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ کاٹنے کے وقت مدعی اور گواہوں کا حاضر ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر غائب ہوں یا مر گئے ہوں جب بھی
ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (درمئی، کتاب الحدود)

قطع یہ میں سارق اول کے عدم حق کا بیان

(وَأَنَّ قُطِعَ سَارِقٌ بِسَرِقَةٍ فَسَرِقَتْ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَا لِزَوْجِ السَّرِقَةِ أَنْ يَقْطَعَ السَّارِقُ
الْثَّانِي) لِأَنَّ الْمَالَ غَيْرَ مَقْشُورٍ فِي حَقِّ السَّارِقِ حَتَّى لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الصَّمَانُ بِالْهَلَاكِ
فَلَمْ تَعْقِدْ مُوجِبَةً فِي نَفْسِهَا ، وَلِلْأَوَّلِ وَلَا يَلَايَةُ الْخُصُومَةِ فِي الْإِسْتِرْدَادِ فِي رِوَايَةٍ
لِحَاجَتِهِ إِذَا زُودَ وَاجِبٌ عَلَيْهِ (وَلَوْ سَرَقَ الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يَقْطَعَ الْأَوَّلُ أَوْ بَعْدَ مَا دُرِيَ
الْحَدُّ بِشُبْهَةِ يَقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّ سُقُوطَ التَّقْوَمِ ضَرُورَةُ الْقَطْعِ وَلَمْ يُوْجِدْ
فَصَارَ كَمَا لَغَايِبِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص کا چوری کے سبب ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ سرودتہ مال اس کے ہاں سے بھی چوری ہو گیا تو
پہلے چور اور اصلی مالک کو حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دوسرے چور کے ہاتھ کو اس کی نیکو یہ مال پہلے چور کے حق میں اس مقوم نہ رہا حتی
کہ اس کی ملکیت پر غنہ نہ بھی نہیں ہے پس یہ چوری بذات خود قطع کو واجب کرنے والی نہ ہوئی اور ایک روایت کے مطابق
سارق اول کو مال واپس لینے کے بارے میں خصوصیت کرنے کی ولایت حاصل ہے اس کو واپس لینے کی ضرورت ہے لہذا اس پر رد

واجب ہو جائے گا۔

اور جب دوسرے چور نے سارق اول کے قطع پر یا کسی شہید سے حدود ہونے کے بعد چوری کی ہے تو سارق اول کی خصوصیت کے سبب اس کا ہتھکڑیا دیا جائے گا۔ کیونکہ چوری شدہ مال میں مقوم کا سقوط قطع پر کی ضرورت کے سبب سے تھا حالانکہ قطع پر نہیں پڑے گی تو یہ نہ سبب نہ طرح ہو جائے گا۔

قطع پر کیلئے مال مقوم ہونے کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے اس کی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ سارق ثانی کیلئے مال مقوم کے نہ ہونے کے سبب حد کا سقوط کیا گیا ہے۔ اسی طرح فقہاء نے ہمیشہ مال مقوم کو بیان کیا ہے۔

علامہ غلام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو چیز مال مقوم نہیں وہ ہمیشہ ہو سکتی اور ہر مثل واجب ہوگا مثلاً مہر پر شہرہ اگر کہ تازہ دوسرے عورت کی سے بھرتہ خدمت کر گیا یا کہ قرآن مجید پر علم دین پر حادہ گایہ ج و غرہ کر دے گا یا مسلمان مرد کا کراخ مسلمان عورت سے ہو اور ہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر یا یا یہ کہ شہرہ پرانی بکلی بی کو طلاق دے دے تو ان سب صورتوں میں میر مثل واجب ہوگا۔ (در مختار، کتاب النکاح)

مال کی تعریف

اسی "قادی شامی" میں اصول فقہی معبر کتاب "کوٹھ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "مال وہ چیز ہے جسے وقت حاجت کے لئے جمع کیا جائے اور مال کے لئے اس کا تعلق والد ہونا ضروری ہے۔" (رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب: فی تعریف المال والملک المقوم)

اور اسی "قادی شامی" میں "بحر الرائق" اور "الدری القدسی" کے حوالے سے منقول ہے کہ "آدی کے علاوہ ہر وہ چیز مال کہلاتی ہے جسے آدی کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہو اور اسے حفاظت سے رکھا جائے یا ممکن ہو اور آدی اسے اپنی مرضی سے استعمال کر سکے۔" (رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب: فی تعریف المال والملک المقوم)

نوٹ کے جزیئے کا بیان

محقق علی اصحاق مدد ابن اہم "فتح القدیر" (۱) میں فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی بچہ کا نڈکا ایک گواہ ہوا تو بچے میں بیچو یہ بیچ بلا کراہت جائز ہے۔" (فتح القدیر، کتاب اللقائے)

حاکم کے پاس معاملہ جانے سے پہلے مال واپس کرنے کا بیان

(وَعَنْ سَرَقٍ سَرَقَ سَرِقَةً فَرَدَّهَا عَلَى الْمَالِكِ قَبْلَ الْإِذْتِمَاعِ) إِلَى الْحَاكِمِ (لَمْ يَفْطَحْ) وَعَنْ

أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَقْطَعُ اغْتِيَارًا بِمَا إِذَا رَدَّهَا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ.

وَجْهَ الظَّاهِرِ أَنَّ الْخُصُومَةَ سَرَطُ الظُّهُورِ السَّرِقَةِ، لِأَنَّ الْبَيْتَةَ إِنَّمَا جُعِلَتْ حُجَّةَ ضَرُورَةٍ قَطْعِ الْمَنَازِعَةِ وَقَدْ انْقَطَعَتِ الْخُصُومَةُ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ لِانْتِهَاءِ الْخُصُومَةِ لِاحْتِصَالِ مَقْصُودِهَا فَتَقْبَلُ تَقْدِيرًا

ترجمہ

اور جب کسی چور نے چوری کی اور معاملہ حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی چور نے وہ مال واپس کر دیا ہے تو اس کا ہتھکڑیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کا ہتھکڑیا دیا جائے گا۔ انہوں نے اس کی اس صورت پر قیاس کیا ہے کہ جب معاملہ قاضی کے پاس لے جانے کے بعد مال کو واپس کیا جائے۔ جبکہ ظاہر الروایات کے مطابق چوری کے ظہور کیلئے خصوصیت شرط ہے کیونکہ قطع پر کو سمجھنے کے کی ضرورت کے سبب سے شہادت کو حجت قرار دیا گیا ہے اور جب بظہور ظنم ہو چکا ہے کہ خداف اس کے کہ جب معاملہ حاکم کے ہاں لے جایا گیا ہو کیونکہ خصوصیت کا مقصد حاصل ہو جانے پر خصوصیت اپنے اختتام کو پہنچا ہے۔ البتہ تقدیر کی طور پر وہ باقی رہنے والی ہے۔

حد قطع کے بعد مال ہیر ہونے سے سقوط حد کا بیان

(وَأَذَا أَقْبَضَى عَلَى رَجُلٍ بِقَطْعٍ فِي سَرِقَةٍ قَوَّهَتْ لَهُ لَمْ يَفْطَحْ) مَعْنَاهُ إِذَا سُلِّمَتْ إِلَيْهِ

وَكَمَذَلِكَ إِذَا بَاعَهَا الْمَالِكُ إِيَّاهُ) وَقَالَ زُفَرٌ وَالشَّافِعِيُّ: يَقْطَعُ، وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي

يُوسُفَ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ قَدْ تَمَّتْ ائْتِقَادًا وَظُهُورًا، وَهَذَا الْمَعَارِضُ لَمْ يَبَيِّنْ قِيَامَ الْمِلْكِ

وَقَدْ تَمَّتِ السَّرِقَةُ قَلًا شَهْنَةً.

وَلَا أَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فِي هَذَا الْبَابِ لَوْ فُورَاحِ الْإِسْتِفْعَاءِ عَنْهُ بِالْإِسْتِفْعَاءِ، إِذْ

الْقَضَاءُ لِلْبَاطِلِ وَالْقَطْعُ خَلْفَ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ ظَاهِرٌ عِنْدَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَسْتُرُطُ

قِيَامُ الْخُصُومَةِ عِنْدَ الْإِسْتِفْعَاءِ وَصَارَ كَمَا إِذَا مَلَكَهَا مِنْهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ. قَالَ (وَكَذَا إِذَا

نَقَضَ قِيَمَتَهَا مِنَ النَّصَابِ) يَعْنِي قَبْلَ الْإِسْتِفْعَاءِ بَعْدَ الْقَضَاءِ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَقْطَعُ

وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ اغْتِيَارًا بِالنَّقْضَانِ فِي الْعَيْنِ. وَلَكِنَّ كَمَالَ النَّصَابِ لَمَّا كَانَ

سَرَطًا يَسْتُرُطُ قِيَامَهُ عِنْدَ الْإِمْضَاءِ لَمَّا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ النَّقْضَانِ فِي الْعَيْنِ لِأَنَّهُ

مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَكَمَّلَ النَّصَابَ عَيْنًا وَدَيْنًا، كَمَا إِذَا اسْتَهْلَكَ كُلَّهُ، أَمَّا نَقْضَانُ السَّعَرِ

فَعَزَّوْا مَعْضُومًا فَاقْتَرَفَا .

ترجمہ

درب کسی چوری کے سبب چور پر قطع کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اس کے بعد وہ مال چور کو ہیرہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی وہ مال چور کے سپرد کر دیا گیا ہے یا پھر مال لگنے وہ مال اس چور کو بیچ دیا ہے تو حد قطع نہ ہوگی۔

حضرت ام مازنؓ اور ام شافعیؓ رحمہما علیہما کہتے ہیں کہ حد قطع ہوگی۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اس طرح ایک روایت ہے کیونکہ انھیں داؤد اور طبرہ بنوئے کے اعتبار سے چوری محسوس ہو چکی ہے اور بیع وغیرہ کے ارے کے وقت چوری میں ملکیت کے قیام کا طبرہ ان محسوس پڑا گیا کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

دہی دہل کے مطابق جب احد میں حد جاری کرنا بھی قضاء میں شامل ہے کیونکہ حد کو چور کرنا حد کے بعد قطع کا پورا کرنے سے ہو جاتا ہے کیونکہ قطع صرف انہما کے طور پر ہے اور حد قطع اللہ کا حق ہے اور یہ قطع اللہ کے نزدیک طبرہ ہے اور جب حالت اس مرتب کی ہے تو حد قطع کے وقت خصوصیت شرط ہے اور یہی اس طرح ہو جائے کہ جس طرح فیصلے سے پہلے ہی چورہ کہہ کر جواب سے اس کا ایک من چکا ہے۔

فرمایا اور یہی طرح جب قاضی کے فیصلے سے کہ بعد حد قطع سے پہلے چوری شدہ مال کی قیمت خراب سرقہ سے حموزی ہو گئی جب بھی حد قطع نہ ہوگی۔

حضرت امام رحمہ علیہ رحمہما سے روایت ہے کہ حد قطع ہوگی ام زفر اور ام شافعی علیہما رحمہما کہ قول بھی اس طرح ہے اور یہ فقہاء مسلحہ کی یہی کہتے ہیں۔ جبکہ دہی دہل یہ ہے کہ حد قطع میں خرابی کا مکمل ہونا شرط ہے تو یہ بوقت حد بھی شرط ہوگا اسی دلیل کے سبب سے کسی کو ہمیت نہ کر چکے ہیں۔ پھر ظافری اسل مال کے جس میں چور پر پناہ نہ ہوتا ہے۔ پس بین اور دین دونوں کو مل کر خراب چور کیا جائے جس طرح اس حالت میں ہے کہ جب چور مال ہذا کہہ کر دے۔ جبکہ ریٹ کم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ جن میں نہیں ہے پس ریٹ کم ہونے اور اصل مال کم ہونے میں فرق کیا جائے گا۔

چور کو چوری کا مال ہیرہ کر دینے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضرت صفوان بن امیہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا وہ سوئے ہوئے تھے اس شخص نے ان سے سر کے نیچے سے پوچھا تو ان کی آنکھ کھلی تو اس کے پیچھے سے ادراس پڑا لیا اور نہ اس نے کبھی ان کو ملنے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں مسجد میں سوئے ہوا قاضی شخص آیا اور اس سے میرے سر کے نیچے سے چادر نکلتی۔ میں نے اس کے پیچھے چکر کر کو چڑھائی جی ان کو ملنے کی خدمت میں اس شخص کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے جی ان کو ملنے کی خدمت میں اس شخص کی یہ درود قاضی جی نہیں ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جی

اگر عمل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات تم نے اس کو میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ سوچی۔

(سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 155)

مال سرقہ میں چور کے دعویٰ کے سبب سقوط حد کا بیان

(وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ يُقِمَّ بَيِّنَةً)

مَعْنَاهُ بَعْدَ مَا شَهِدَ الشَّاهِدَانِ بِالسَّرِقَةِ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا يَسْقُطُ بِمَجْرَدِ الدَّعْوَى لِأَنَّهُ لَا يَعْجُزُ عَنْهُ سَارِقٌ قِيْلَ إِلَى سَدِّ تَابِ الْحُدِّ .

وَلَمَّا أَنَّ الشُّبْهَةَ دَارِيَّةٌ وَتَتَحَقَّقُ بِمَجْرَدِ الدَّعْوَى لِلِاخْتِمَالِ ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِمَا قَالَ بَلْبَلِيلٍ صِغَةِ الرَّجُوعِ بَعْدَ الْإِفْوَازِ . (وَإِذَا أَقْرَبَ زُلْجَانٍ بِسَرِقَةٍ لَمْ قَالَ أَخَذَهُمَا هُوَ مَالِي لَمْ يُقْطَعًا) لِأَنَّ الرَّجُوعَ عَامِلٌ فِي حَقِّ الرَّاجِعِ وَآمُورٌ لِشُبْهَةِ فِي حَقِّ الْآخَرِ ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ تَثْبِتُ بِإِفْوَازِهِمَا عَلَى الشَّرِكَةِ .

(فَإِنْ سَرَقَا ثُمَّ عَابَ أَحَدُهُمَا وَشَهِدَ الشَّاهِدَانِ عَلَى سَرِقَتِهِمَا قُطِعَ الْآخَرُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ الْآخَرُ وَهُوَ قَوْلُهُمَا) وَكَانَ يَقُولُ أَوْلَا : لَا يُقْطَعُ ، لِأَنَّهُ لَوْ حَضَرَ رَجُلًا يَدَّعِي الشُّبْهَةَ وَجَّهَ قَوْلِهِ الْآخَرَ أَنَّ الْعَيْنَ تَمْنَعُ ثُبُوتِ السَّرِقَةِ عَلَى الْغَائِبِ لَيَقْبَلُ مَعْدُومًا وَالْمَعْدُومُ لَا يُوْرَثُ الشُّبْهَةَ وَلَا مُعْتَبَرٌ بِتَوَهُّمِ خُلُوبِ الشُّبْهَةِ عَلَى مَا تَرَى

(وَإِذَا أَقْرَبَ الْعَبْدُ الْمَخْجُورَ عَلَيْهِ بِسَرِقَةٍ عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ بَعْنَهَا فَإِنَّهُ يُقْطَعُ وَتُرَدُّ السَّرِقَةُ إِلَى الْمَسْرُوقِ مِنْهُ) وَهَذَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ . وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ يُقْطَعُ وَالْعَشْرَةُ لِنَمُوْلَى . وَقَالَ مُحَمَّدٌ : لَا يُقْطَعُ وَالْعَشْرَةُ لِلْمَوْلَى وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ . وَمَعْنَاهُ إِذَا كَتَبَهُ الْمَوْلَى .

ترجمہ

اور جب چور نے مال سرقہ میں بی دعوئی کر دیا کہ وہ اس کا پناہ لے ہے تو اس سے حد قطع ساقط ہو جائے گی۔ اگر چہ وہ گواہ پیش نہ بھی کرے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو گواہ اس کے خلاف چوری کی گواہی دیدیں۔

حضرت ام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ صرف دعویٰ سے حد قطع ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس طرح ہر چور دعویٰ کرنا پھرے گا جس

ساتھ بھی سمجھ نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کے اسان ہونے کے، طے اس کا، قرا صحیح ہے اس کے بعد یہ اقرار مال کی طرف متعدی ہونے والا ہے اور مال ہونے کے سبب صحیح ہوگا کیونکہ اقرار میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اقرار ضرورت پر مشتمل ہے اور ایسی طرح کا اقرار دوسرے کے حق میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

حضرت امام محمد بن عبد الرحمن دہلوی مجموعہ غلام علیہ میں ہے کہ اس مال کا قرا باطل ہے کیونکہ اس کی جانب سے غصب کا اقرار درست نہیں ہے پس وہ ق کا مال باقی رہنے والا ہے اور مال کا مال چوری کرنے پر غلام حد قطع نہیں ہے۔ جس کی تائید اس دلیل سے ہے کہ چوری میں، اصل مال ہے اور حد قطع اس کے تابع ہے یہاں تک کہ اس میں حد قطع کے بغیر ضرورت کو سنا جاتا ہے اور حد قطع کے بغیر بھی مال ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس کے عکس میں ضرورت نہیں کی جاتی ورنہ ہی مال ثابت ہوتا ہے اور جب اصل میں اقرار باطل ہو گیا ہے تو تابع میں بھی اقرار باطل ہو جائے گا۔ جبکہ مزید ذن میں ایسا نہیں ہے کیونکہ جو مال اس کے قبضہ میں ہے اس کے بارے میں اس کا اقرار صحیح ہے پس حد قطع کے حق میں بطور تابع اس کا اقرار صحیح ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف عبد الرحمن دہلوی ہے کہ غلام نے جب وہ پیر کا قرا کیا ان میں سے ایک حد قطع کا ہے تو یہ اس کی ذات پر اقرار ہے پس یہ اقرار درست ہوگا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا قرا اس نے مال کا کیا تو یہ اقرار اس سے ق کا سے متعلق ہے پس ق کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا اور دل کے بغیر بھی حد قطع ثابت ہو جائے گی جس طرح کسی زاویہ میں سے نکال کر جو زیہ کے پاس ہے اس کو کس نے مٹا دیا ہے چوری کیا ہے جبکہ یہ کہتا ہے کہ وہ پیر ایسا ہے تو اقرار دل سے قطع ہوگا اگرچہ کپڑے کے تین سے اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی یہاں تک کہ وہ کپڑا زیہ سے چھینا نہیں جاسکتا۔

حضرت امام اعظم ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ غلام کا اقرار حد قطع درست ہے اس دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس اس کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا اقرار یہ بھی درست ہوگا کیونکہ اقرار حد قطع جلاء سے ساتھ ہوا ہے اور احکامات بقا میں دل حد قطع کے تابع ہوتا ہے حتیٰ کہ قطع کے سبب سے عصمت مال ساتھ ہوتی ہے۔ اور ہلک کرنے کے بعد بھی حد قطع ہوتی ہے۔ جبکہ زاد کے مسئلہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ حد قطع یہ ق کا ہے چوری کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔ مگر غلام ق کا مال چوری کرنے پر حد قطع واجب نہ ہوگی جس یہ دونوں مسائل ایک دوسرے سے الگ ہونے والے ہیں اور جب ق کا غلام کی تصدیق کردی ہے تو اب ان تمام احوال میں اس پر حد قطع واجب ہوگی۔ کیونکہ ماخوذ ختم ہو چکا ہے۔

اگر غلام اپنے مالک کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کو روئے کے پاس اپنے غلام کو لے کر آیا اور کہا کہ اس کے ہاتھ کو کاٹ دیجئے کیونکہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چھینا ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ قطع یا کرنا مستوجب نہیں ہے کیونکہ یہ تہاراً غلامت کا رہے اور

تہاراً ہی چیز اس نے لی ہے۔ (موطا امام مالک، کتاب اللہود)

گویا حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلہ کے ذریعہ اس پر قطع یا کرنا نافذ نہ کرنے کی علت وجہ کی طرف اشارہ کیا اور وہ اذن (حق) اجازت) کا پتہ جاتا ہے کہ تہاراً سے خادم ہونے کی حیثیت سے جب اس کو تہاراً سے ساتھ رہنے سے تہاراً سے مال و اسباب کی دیکھ بھال کرنے کی اجازت حاصل ہے اور اس اعتبار سے تہاراً سے اور تہاراً سے مگر مال خود تہاراً مرضی سے اس کی دوسری میں ہے تو اس صورت میں اجازت جی مال کا بغیر کی دوسری سے محفوظ ہوتا نہ رہا اور جب احراز نہ رہا تو پھر یہ قطع یا کرنا سزاوار ہی نہیں ہوگا چنانچہ خلیفہ اور حضرت امام احمد کا بھی مسلک ہے جب کہ دوسرے علماء کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔

چور کا ہاتھ کاٹنے اور سر و قدم مال کی واپسی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِي يَدِهِ وَدَثَّ عَلَى صَاحِبِهَا) لِقَائِهَا عَلَى مَلِكِهِ (وَأِنْ كَانَتْ مُسْتَهْجَةً لَمْ يَضْمَنْ) وَهَذَا الْإِطْلَاقُ يَشْمَلُ الْهَلَكَ وَالْإِسْهَلَكَ، وَهُوَ رِوَايَةُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ وَهُوَ الْمَشْهُورُ. وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْهُ أَنَّهُ يَضْمَنْ بِالْإِسْهَلَكَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنْ فِيهِمَا لِأَنَّهُمَا حَقَانِ قَدْ اخْتَلَفَتْ سَبَابُهُمَا فَلَا يَمْتَنِعَانِ فَالْقَطْعُ حَقُّ الشَّرْعِ وَسَبَبُهُ تَرْكُ الْإِنْتِهَاءِ عَمَّا نَهَى عَنْهُ. وَالضَّمَانُ حَقُّ الْعَبْدِ وَسَبَبُهُ اخْتِادُ الْمَالِ فَضَارَ كَأَسْهَلَكَ صَدِيقٌ مَمْلُوكٌ فِي الْحَرَمِ أَوْ شَرِبَ خَمْرٌ مَمْلُوكٌ لِدَيْهِ.

وَلَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا عَزْمَ عَلَى السَّارِقِ بَعْدَمَا قُطِعَتْ يَمِينُهُ) وَلَا نَ حُوبَ الضَّمَانِ يَنْبَغِي الْقَطْعُ لِأَنَّهُ يَمْلِكُهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مُسْتَبَدًّا إِلَى وَقْتِ الْأَخْذِ، فَبَيَّنَ أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَلِكِهِ قَبْلَتِي الْقَطْعَ لِلشُّبْهِهِ وَمَا يُؤَدِّي إِلَى إِنْفَائِهِ فَهُوَ الْمُتَنَفِّي، وَلَا نَ الْمَحَلَّ لَا يَنْتَفِي مَعْصُومًا حَقًّا لِعَبْدٍ، لِأَنَّهُ بَقِيَ لَكَانَ مُبَا حًا فِي تَفْسِيهِ قَبْلَتِي الْقَطْعَ لِلشُّبْهِهِ فَيَصِيرُ مُحَرَّمًا حَقًّا لِلشَّرْعِ كَالْمَمْنَةِ وَلَا ضَمَانَ فِيهِ إِلَّا أَنَّ الْوَضْعَةَ لَا يَظْهَرُ سُقُوطُهَا فِي حَقِّ الْإِسْهَلَكَ لِأَنَّهُ فَعَلَ آخَرَ غَيْرِ السَّرِقَةِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي حَقِّهِ، وَكَذَا الشُّبْهُهُ نَعْتَرُ بِمَا هُوَ السَّبَبُ دُونَ غَيْرِهِ. وَوَجْهَ الْمَشْهُورِ أَنَّ الْإِسْهَلَكَ إِنَّمَا الْمُسْقُودُ فَتُعْتَبَرُ الشُّبْهُهُ فِيهِ، وَكَذَا يَظْهَرُ سُقُوطُ الْوَضْعَةِ فِي حَقِّ الضَّمَانِ لِأَنَّهُ مِنْ صَرَوَاتٍ سُقُوطُهَا فِي حَقِّ الْهَلَكَ لِإِنْفَاءِ الْمُمَالَكَةِ.

ترجمہ

فرمایا اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور چوری شدہ مال بھی اس کے پاس موجود ہے تو وہ مال مالک کو واپس کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ مال ابھی تک مالک کی ملکیت پر باقی ہے۔ اور اگر وہ مالک ہلاک ہو چکا ہے تو چور اس مال کا ضمان نہیں ہے۔ اور اطلاق مال کے ہلاک ہونے اور پر ہونے دونوں کو شامل ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور مشہور بھی یہی ہے۔

حضرت امام حسن علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں بھی چور ضامن ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں چور ضامن ہوگا۔ کیونکہ قطع اور ضمان دونوں حق ہیں۔ اور ان دونوں کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ پس یہ دونوں متفق نہ ہوں گے۔ لہذا قطع شریعت کا حق ہے اور اس کا سبب منع کی چیز کو چھوڑ دینا ہے۔ جبکہ ضمان بندے کا حق ہے اور اس کا سبب مال لینا ہے پس یہ حرم میں ملوکہ چیز کا شکار کرنے کی طرح ہو جائے گا یا بھریے مسئلہ ذمی کی ملوکہ شراب کی طرح ہو جائے گا۔

ہامی دلیل بھی کریمہ فیضی کی یہ حدیث مبارکہ ہے جب چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے تو اس پر تادان نہیں ہے۔ کیونکہ ضمان کا وجوب قطع کے منافی ہے۔ کیونکہ ادائے ضمان کے سبب وہ وقت اخذ کی طرف منسوب ہوتے ہوئے اس مال کا مالک ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ چوری اسی چور کی ملکیت پر واقع ہوئی ہے۔ جس شے کے سبب قطع ختم ہو جائے گا۔ اور جو چیز قطع کو ختم کر دے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عمل بندے کا حق نہیں مگر معصوم نہیں رہا۔ کیونکہ اگر یہ معصوم رہتا ہے تو یہ خود بخود مہربان ہو جائے گا اور قطع شے کے سبب ختم ہو جائے گا۔ پس وہ مردار کی طرح حق شرع بن کر خرم ہوگا اور اس میں کوئی ضمان نہ ہوگا۔ لہذا اہل اہک کے حق میں سقوط عصمت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ بدعت چوری کے سوا دوسرے عمل ہے۔ لہذا اس کے حق میں سقوط عصمت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور البتہ شہر بھی جب ہی میں معتبر ہو کر آتا ہے۔ اور غیر سبب میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

اس کی مشہور دلیل یہ ہے کہ ہلاک کرنے سے مقصود چوری کو مکمل کرنا ہے پس اس میں شہر معتبر ہوگا البتہ ضمان کے حق میں بھی عصمت کا سقوط ظاہر ہوگا۔ کیونکہ چوری شدہ مال اور ضمان میں برابر معدوم ہے۔

متعدد چوریوں میں ایک مرتبہ ہاتھ کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَرَقَ سَرَقَاتٍ فَقَطَعَ فِي إِحْدَاهَا فَهِيَ لِجَمِيعِهَا ، وَلَا يَضْمَنُ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ : يَضْمَنُ كُلَّهَا إِلَّا الْإِلَى قَطْعِهَا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا حَضَرَ أَخَذَهُمْ ، فَإِنْ حَصَرُوا جَمِيعًا وَقَطَّعَتْ يَدُهُ لِيُخْصَوْمَتِهِمْ لَا يَضْمَنُ شَيْئًا بِإِلْتِمَاعِي لِي

السَّرَقَاتِ كُلِّهَا. لِهَذَا أَنَّ الْخَاضِرَ لَيْسَ بِبَائِبٍ عَنِ الْعَائِبِ .

وَلَا بُدَّ مِنَ الْخُصُومَةِ لِيُظْهَرَ السَّرَقَةَ فَلَمْ تَظْهَرْ السَّرَقَةُ مِنَ الْعَائِبِينَ فَلَمْ يَقْعُ الْقَطْعُ لَهَا فَيَقْبَلُ أَمْوَالَهُمْ مَعْصُومَةً . وَلَهُ أَنَّ الْوَاجِبَ بِالْكُلِّ قَطْعٌ وَاحِدٌ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى لِأَنِّي مَسَى الْخُدُودَ عَلَى السَّادِخِ وَالْخُصُومَةُ سَرَطٌ لِلظُّهْرِ عِنْدَ الْقَاضِي ، فَإِذَا اسْتَوْقَى فَلَا مَسْئُوفَى كُلِّ الْوَاجِبِ ، أَلَا يَرَى أَنَّهُ يَرْجِعُ نَفْعُهُ إِلَى الْكُلِّ فَيَقْعُ عَنِ الْكُلِّ ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَتْ النُّصْبُ كُلُّهَا لِوَاحِدٍ فَخَاصَمَ فِي الْبَعْضِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے متعدد چوریاں کیں ہوں اور ایک چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے تو سب چوریوں کی طرف کافی ہوگا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک چور ضامن نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک چور پرے مال کا ضامن ہوگا۔ البتہ جس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس میں ضامن نہ ہوگا اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ جب سرحد منہم میں سے ایک شخص حاضر ہو اور اگر تمام وہ لوگ جن کا مال چوری ہوا حاضر ہوں تو پھر یہ اتفاق وہ چور تمام چوریوں میں ضامن نہ ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر غائب کا نائب نہ ہوگا کیونکہ چوری کو ظاہر کرنے کیلئے جھگڑا ضروری ہے۔ لہذا جن کا مال چوری ہوا جب وہ غائب ہیں تو چوری ظاہر نہ ہوگی پس ان چوریوں کی طرف سے قطع واقعی نہ ہو۔

۱۔ اور پھر حاضر رہنے والوں کے اموال معصوم و مقرر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تمام چوریوں کی جانب سے ایک ہی قطع اللہ کا حق بن واجب ہوا ہے کیونکہ حدود کا مدار تراض پر ہوتا ہے۔ اور خصوصیت کرنا تو یہ قاضی کے پاس چوری ظاہر کرنے کیلئے شرط ہے۔ البتہ وجوب قطع یہ جنایت کے سبب ہے۔ پس جب ایک شخص ہو گیا تو یہ تمام واجب کو وصول کرنے والا ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ قطع کا نفع تمام کی طرف نونے والا ہے پس وہ قطع کل کی طرف سے واقع ہو گیا۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے جب سارے نصاب کا مالک ایک ہی شخص ہو اور اس نے ایک ہی مال کی طرف جھگڑا کیا ہو۔

بَابُ مَا يُجْزِئُ السَّرِقَ فِي السَّرِقَةِ

﴿یہ باب مال مسروقہ میں تغیر و تبدل کے بیان میں ہے﴾

باب مال مسروقہ میں تبدیلی کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود و برقی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ سرقہ کے احکام اور حد قطع یہ کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس باب کو شروع کیا ہے جس میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب اشتہار پیدا ہو جائے تو سارق سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اور شہادت سے سقوط حدود کا اصول اور اس پر حدیث میں ہم کتاب الحدود کے شروع میں بیان کرتے ہیں۔ (عیاض شرح الہدایہ، معترف، ج ۷، ص ۴۹۷، بیروت)

مسروقہ چیز میں تغیر و تبدل کرنے کا بیان

وَمَنْ سَرَقَ ثَوْبًا فَسَقَّهُ فِي الدَّارِ يَضْمِنُ ثُمَّ أَخْرَجَهُ وَهُوَ يَسَاوِي عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ قُطِعَ
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَقْطَعُ لَأَنَّهُ لَيْسَ بِسَبَبِ الْمِلْكِ وَهُوَ الْحَرْقُ الْفَاحِشُ فَإِنَّهُ يُوجِبُ
الْقِيَمَةَ وَتَمْلِكُ الْمُضْمُونُ وَصَارَ كَالْمُسْتَعْرِ إِذَا سَرَقَ مِيعَةً فِيهِ خِيَارٌ لِلْبَائِعِ (وَلَهُمَا
أَنَّ الْأَخَذَ وَضَعَ سَبَبًا لِلضَّمَانِ لِلْمِلْكِ، وَإِنَّمَا الْمِلْكُ يُبْطِلُ ضَرُورَةَ أَدَاءِ الضَّمَانِ
كَمَا لَا يَجْزِيهِ التَّكْلَانِ فِي مِلْكٍ وَاحِدٍ، وَمَثَلُهُ لَا يُوَرِّثُ) الشُّبْهَةُ كَنَفْسِ الْأَخِيذِ،
وَكَمَا إِذَا سَرَقَ الْبَائِعُ مِيعَةً بَاعَهُ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرَ؛ لِأَنَّ النَّبْعَ مَوْضُوعٌ لِلْإِقَادَةِ الْمِلْكِ،
وَهَذَا الْخِلَافُ يَحْتَاجُ إِذَا اخْتَارَ تَضْمِينَ النَّقْضِ وَأَخَذَ الثَّوْبَ، فَإِنْ اخْتَارَ تَضْمِينَ
الْقِيَمَةِ وَتَرَكَ الثَّوْبَ عَلَيْهِ لَا يَقْطَعُ بِالاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهُ مَلَكُهُ مُسْتَعِدًّا إِلَى وَقْتِ الْأَخْذِ قَصَارَ
كَمَا إِذَا مَلَكَه بِالْهَبَةِ فَلَوْرَتْ شُبْهَةُ، وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا كَانَ النَّقْضُ فَاحِشًا، فَإِنْ كَانَ
يَسِيرًا يَقْطَعُ بِالاتِّفَاقِ لِإِعْدَامِ سَبَبِ الْمِلْكِ إِذْ لَيْسَ لَهُ اخْتِيَارٌ تَضْمِينَ كُلِّ الْقِيَمَةِ.

ترجمہ

اور جس بندے نے کوئی کپڑا چوری کر لیا اور اس کے بعد گھر میں آکر اس نے اس کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور اس کو پھر نکال کر وہ اس درہم کے برابر ہو گیا۔ تب چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کپڑے میں چور ملکیت کا سبب حاصل ہے۔ اور وہ اس کو ختم طریقے سے پھاڑتا ہے۔ کیونکہ اس پر قیمت واجب کرنے والا وہ خرق ہے لہذا وہ مضمون کپڑے کا ملک بن گیا ہے۔ اور یہی اس طرح ہو جائے گا جس طرح کسی شے نے اس کی بیع چیز کو چوری کر لیا جس میں کوئی اضافہ حاصل تھا۔

طریقین کی دلیل یہ ہے کہ مال کا بینا یہ سبب ضمان ہے سبب ملکیت نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت اسے ضمان کے سبب سے ثابت ہوئی ہے۔ تاکہ ایک شخص کی ملکیت میں دو بدل جمع نہ ہو سکیں۔ اور اس کو اس طرح چلا لینا تو کوئی شبہ پیدا کرنے والا نہیں ہے جس طرح نفس اخذ مورت نہیں ہے۔ اور جس طرح کسی بالغ نے اپنی عیب والی چیز کو فروخت کر دی اور پھر اس نے اس کو چوری کر لیا۔ خلاف اس صورت کے کہ جب بائع کیسے اقرار ہو۔ کیونکہ بیع ملکیت کے فائدے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہے کہ کپڑے کے، ملکیت نقصان کا ضمان لینا اور کپڑا چوری کر لیا۔ مگر جس وقت اس نے ضمان کے طور پر قیمت لینا اور کپڑے کو چور کے پاس چھوڑ دینا پسند کر لیا ہے تو تب یہ تعلق (فتیاء) اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ کپڑے کے وقت کی طرف نسبت کرتے ہوئے چور اس کا ملک ہو جائے گا۔ اور یہی اس طرح ہو جائے گا جس طرح بہرہ کے ذریعے چور اس کا ملک ہو جاتا ہے۔ پس اس نے شبہ پیدا کر لیا ہے۔ اور تمام احکام اس وقت ہیں جب نقصان زیادہ ہو لیکن جب نقصان کم ہو یا اتفاق چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ سبب ملکیت معدوم ہے کیونکہ ملک مکمل قیمت لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

شرح

ملکیت ارادے ضمان کے سبب سے ثابت ہوئی ہے۔ قاعدہ فقہیہ

جس طرح نفس اخذ مورت نہیں ہے۔

بکری چور نے جب بکری کو ذبح کر دیا ہو تو حکم حد

(وَإِنْ سَرَقَ شَاةً فَلَمْ يَبْتَحِمْ تَلَا خُرْجَتَهَا لَمْ يَقْطَعْ) لِأَنَّ السَّرِقَةَ تَمَّتْ عَلَى النَّحْمِ وَلَا

قُطِعَ فِيهِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے بکری چوری کر کے ذبح کر ڈالی پھر اس کو باہر نکال کر توخت نہ ہوگا کیونکہ چور کی چوری گوشت پر مکمل ہو گئی ہے اور گوشت میں قتل نہیں ہے۔

شرح

حد قطع کے مطابق سونا چاندی کو چوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ فَصَنَعَهُ ذَرَاهِمَ أَوْ ذَنَابِيرَ قُطِعَ فِيهِ وَتَرَكَ)

الذَّارِهُمَّ وَالذَّنَانِيرَ إِلَى الْمَسْرُوقِ مِنْهُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ: لَا سَبِيلَ لِلْمَسْرُوقِ مِنْهُ عَلَيْهِمَا) وَأُضِنَهُ فِي الْعَصَبِ فَهَذِهِ صَعَةً مُتَقَوِّعَةً عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ، ثُمَّ وَجُوبُ النُّحَةِ لَا يُشْكِلُ عَلَى قَوْلِهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ، وَقِيلَ عَلَى قَوْلِهِمَا لَا يَجِبُ لِأَنَّهُ مَذْكُورٌ قَبْلَ الْقَطْعِ، وَفِيهِ يَجِبُ، لِأَنَّهُ صَارَ بِالصَّعَةِ خَبْرًا آخَرَ فَلَمْ يَمْلِكْ عَلَيْهِ

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے اتنی مقدار میں سونا، چاندی چوری کر لیا جس میں قطع واجب ہے اور پھر چور اس کے درام یا دنانیر یا ڈالے تو اس میں قطع ہوگا۔ اور درام و دنانیر مالک کو دے دیے جائیں گے۔ یہ حکم امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ان دونوں پر سراقہ نہ کوئی حق نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل کتاب الغصب میں ہے۔
صاحبین کے نزدیک یہ تبدل مقوم ہے جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ اس میں اختلاف ہے۔ لہذا امام اعظم علیہ الرحمہ کے فرمان کے مطابق اس پر حد گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ چوری نہ ہے، نہ مالک نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صاحبین کے نزدیک قطع واجب نہیں ہے کیونکہ قطع سے پہلے چور اس مالک نہیں ہے۔ یہ دوسرا قول یہ ہے کہ قطع واجب ہے کیونکہ صنعت کی وجہ سے وہ دوسری چیز میں بدل چکا ہے۔ لہذا چور اس کے عین (ذات) کا مالک نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل یہی ہے کہ مقدار غصب کے بعد سونے چاندی میں تغیر و تبدل کا اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ چوری کا ثبوت ہو چکا اور اس کا غصب مکمل ہو چکا ہے لہذا اس پر حد جاری کی جائے گی۔ البتہ اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الغصب میں آئے گی۔

چوری شدہ کپڑے سرخ بنانے میں قطع کا بیان

(قَبَانِ سَرَقَ ثَوْبًا فَصَبَّغَهُ أَحْمَرَ لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ الثَّوْبُ وَلَمْ يَضْمَنْ قِيَمَةَ الثَّوْبِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُؤْخَذُ مِنْهُ الثَّوْبُ وَيُعْطَى مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ) اغْتِيَابًا بِالْعَصَبِ، وَالْجَائِعُ يَبْتِئُهُمَا كَوْنُ الثَّوْبِ أَصْلًا قَائِمًا وَكَوْنُ الصَّبْغِ تَابِعًا. وَلَهُمَا أَنَّ الصَّبْغَ قَابِلٌ صَوْرَةً وَمَعْنًى، حَتَّى لَوْ زَادَ أَخَذَهُ مَضُوعًا يَضْمَنْ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ، وَحَقُّ الْمَالِكِ فِي الثَّوْبِ قَائِمٌ صَوْرَةً لَا مَعْنًى؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى السَّارِقِ بِالتَّهْلَاكِ فَتَرَجَحَتْ جَانِبَ السَّارِقِ، وَبِخِلَافِ الْعَصَبِ، لِأَنَّهُ حَقٌّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَابِلٌ صَوْرَةً وَمَعْنًى فَاسْتَوَيْنَا مِنْ هَذَا الْوُجْهِ فَرَجَحْنَا جَانِبَ الْمَالِكِ بِمَا ذَكَرْنَا)

وَأَنَّ صَبْغَهُ أَسْوَدَ أَحَدٌ مِنْهُ إِلَى الْمَلِكِ عَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَجَحَتْ لَهُ هَذَا وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ لِأَنَّ السَّوَادَ زِيَادَةٌ عِنْدَهُ كَالْأَحْمَرِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ زِيَادَةٌ أَيْضًا كَالْأَحْمَرِ وَلَكِنَّهُ لَا يَقْطَعُ حَقَّ الْمَالِكِ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ السَّوَادُ نَقْضَانٌ قَلِيلًا يَجِبُ انْقِطَاعُ حَقِّ الْمَالِكِ.

ترجمہ

شخصین کے نزدیک جب کسی شخص نے کپڑا چوری کر کے اس کو سرخ رنگ میں رنگ لیا تو قطع واجب ہوگا۔ البتہ چور سے وہ کپڑا نہیں لایا جائے گا اور نہ ہی چور اس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک چور سے وہ کپڑا لے لیا جائے گا اور اگر نکلے گا سبب جو اس قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ اس کو دے دیا جائے گا۔ اور اس کو غصب پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اور اصل کپڑا ہے اور وہ موجود ہے جبکہ رنگ تابع ہے۔

شخصین کے نزدیک جب رنگ صورت اور معنی دونوں کے اعتبار سے موجود ہے یہاں تک کہ اگر کپڑے کا مالک کو لینا چاہے تو اس کپڑے کے نکلنے کے سبب جو اس کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے اس کا ضمان دے اور مالک کا حق اس کپڑے میں بطور صورت موجود ہے بطور معنی موجود نہیں ہے۔

کیا آپ غور فرمائیں؟ دیکھتے کہ ہلاکت کے سبب چور اس کپڑے کا ضامن نہیں ہے۔ جس ہم نے جہت سارق کو ترجیح دی ہے بخلاف غصب کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا حق صورت اور معنی دونوں اعتبار سے موجود ہے۔ پس اس اعتبار سے مالک اور غاصب دونوں برابر ہو جائیں گے۔

اور جب چور نے اس کو کالے رنگ میں رنگ دیا ہے تو دونوں غاصب کے مطابق یعنی امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے مطابق اس سے وہ کپڑا لے لیا جائے گا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہاں پر سبکی اور پہلا دونوں کا حکم برابر ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک سرنخی کی طرح سیاہی بھی اضافے کا سبب ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ اگرچہ سرنخی سیاہی کی طرح زیادتی کا سبب ہے لیکن کپڑے سے مالک کا حق ختم نہ ہوا جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیاہی (قیمت کے حق میں) کی کا سبب ہے۔ لہذا یہ مالک کے حق کو ختم کرنے والی نہیں ہے۔

بَابُ قَطْعِ الطَّرِيقِ

یہ باب راستے میں ڈکیتی ڈالنے والوں کے بیان میں ہے ﴿

باب قطع طریق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود برنی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قطع طریق کو سرزد کبریٰ کہہ جاتا ہے۔ اور اس کا نام سرزد کبریٰ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے اموال کی حفاظت سے سوٹ لیے جاتے ہیں اور یہ موقف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور یہ بھی مال کا اسی طرح لوٹا ہے جس طرح کوئی مال محفوظ کو گھروں سے لوٹے ہے۔ یہ وہ جگہ جو گھر کے قلم نہ ہو جتنی محفوظ جگہ ہے وہاں سے لوٹا ہے اس میں بہت کے سبب اس کا نام بھی سرزد کبریٰ اور اس کو بے حد سرزد میں یوں کہہ دیا ہے۔ اور اس کی سزا میں بھی اسی سبب سے زیادہ ہے کہ اس چوری یعنی ڈکیتی میں نقصان کی زیادتی ہے۔ اور اس کا وقوع کثرت کے ساتھ واقع ہونے والا ہے۔ (معانی شرح الہدایہ، ص ۷۱، ۳۹۹، بیروت)

قوت مدافعت والی جماعت کا ڈکیتی کیلئے لگنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا خَرَجَ جَمَاعَةٌ مُّتَعَيِّنِينَ أَوْ وَاحِدٌ يَقْبِذُ عَلَى الْإِمْتِنَاعِ فَقَصَّدُوا قَطْعَ الطَّرِيقِ فَأَخَذُوا قَبْلَ أَنْ يَأْخُذُوا مَالًا وَيَقْتُلُوا نَفْسًا حَبَسَهُمُ الْإِمَامُ حَتَّى يُخْرِدُوا تَوْبَةً ، وَإِنْ أَخَذُوا مَالَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ ، وَالْمَأْخُذُ إِذَا قَسَمَ عَلَى جَمَاعَتِهِمْ أَصَابَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَضَاعِدًا أَوْ مَا تَبْلُغُ قِسْمَهُ ذَلِكَ قَطَعَ الْإِمَامُ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ ، وَإِنْ قَتَلُوا وَلَمْ يَأْخُذُوا مَالًا قَتَلَهُمُ الْإِمَامُ حَدًّا) ، وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ) الْآيَةُ . وَالْمُرَادُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ التَّوْبِيعُ عَلَى الْأَخْوَالِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ : هَذِهِ الثَّلَاثَةُ الْمَذْكُورَةُ ، وَالرَّابِعَةُ نَذْرُهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَئِنْ الْحَنَابِيَّةُ تَنَفَّاثَتْ عَلَى الْأَخْوَالِ فَالْإِلَاقَةُ تَعْلُظُ الْحُكْمَ بِتَغْلِظِهَا . أَمَّا الْحَبْسُ فِي الْأَوَّلَى فَلِأَنَّهُ الْمُرَادُ بِالنَّفْسِ الْمَذْكُورِ لِأَنَّهُ نَفَى عَنْ وَجْهِ الْأَرْضِ بِدْفَعِ شَرِّهِ عَنْ أَهْلِيهَا ، وَيُعْزَرُونَ أَنْبَاءَ لِمَا شَرَّيَهُمْ مُنْكَرَ الْإِخَافَةِ .

وَشَرُّطُ الْقُنُودَةِ عَلَى الْإِمْتِنَاعِ ، لِأَنَّ الْمُحَارَبَةَ لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالصَّنْعَةِ . وَالْحَالَةُ النَّائِبَةُ

كَمَا بَيَّنَّاهَا لِمَا تَلَوْنَاهُ . وَشَرُّطُ أَنْ يَجْعَلَ الْمَأْخُذُ مَالَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ لِيَكُونَ الْعِصْمَةُ مُؤَبَّدَةً ، وَلِهَذَا لَوْ قَطَعَ الطَّرِيقَ عَلَى الْمُسْتَأْمِنِ لَا يَجِبُ الْقَطْعُ . وَشَرُّطُ كَمَالِ النَّصَابِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ عَنِ الْإِسْتِغْنَاءِ عَنْهُ إِلَّا بِتَأْوِيلِهِ مَالَهُ خَطَرٌ ، وَالْمُرَادُ قَطْعُ الْيَدِ الْيُمْنَى وَالرَّجُلِ الْيُسْرَى عَنِ الْيُوقْدِ إِلَى تَقْوِيَةِ جَنْسِ الصَّنْعَةِ . وَالْحَالَةُ النَّائِبَةُ كَمَا بَيَّنَّاهَا لِمَا تَلَوْنَاهُ (وَيُقْتَلُونَ حَدًّا ، حَتَّى لَوْ عَفَا الْأُولَاءُ عَنْهُمْ لَا يُلْتَمَسُ إِلَيْهِ عَقُوبُهُمْ) لِأَنَّهُ حَقُّ الشَّرْعِ .

ترجمہ

اور جب ڈکیتی کیلئے ایسی جہت نکلی جس کو مدافعت کی طاقت حاصل ہے۔ یا کوئی ایسا شخص لگا جوروئے (دفاع کرنے) کی قوت رکھتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ہی ڈکیتی کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور وہ لوگ مال لوٹنے یا کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی پکڑے گئے تو اس میں ان کو قید کر کے جتنی کڑوہ لوگ تو پکڑیں اور اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال لیا ہے اور وہ مال اتنی مقدار میں ہے کہ اس مال کو ڈاکوئیں پر تقسیم کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک دس درہم یا اس سے زیادہ حصہ ملے یا اس قدر ملے کہ اس کی قیمت دس درہم کے برابر ہو جائے تو ان کے دایاں یا چھارہ دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔

اور جب انہوں نے قتل کیا ہے لیکن مال نہیں لوٹ تو ان میں سے جس کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ اس حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بطور دلیل ہے۔ "إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ" (المائدہ، ۳۳)

اس سے حکم یہ مراد ہے کہ احوال کے مطابق سزا دینا ہے اور وہ چار سزائیں ہیں جن میں سے تین یہاں ذکر کی گئی ہیں۔ اور ان سزاؤں میں چوتھی سزا لوگوں کی جان کریم کے۔ کیونکہ اختلاف احوال کے پیش نظر جنابیت بھی تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ لہذا سخت جنابیت کی سزا بھی سخت ہوگی۔ البتہ جنابیت اولیٰ میں قید کی سزا اس لئے ہے کہ کثرت مذکور سے مراد جس سے کیونکہ یہ زمین کے لوگوں سے اس شر کو دور کرنا ہے۔ البتہ ان کو سزا بھی دی جائے گی۔ کیونکہ انہوں نے ڈالنے و بھگانے کا کام سرانجام دیا ہے۔

صاحب قدوری نے دو کئے کی قدرت کی شرط بیان کی ہے کیونکہ اس کے بغیر بڑا واقع نہیں ہوتی۔ جبکہ دوسری صورت کا حکم وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی آیت مبارکہ کے پیش نظر جس کو ہم تلاوت کرتے ہیں۔ اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ جب لوہا مال کسی مسلمان یا ذمی کا ہو تو اگر وہ کسی طور پر عصمت ثابت ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی حربی مستامن پر ڈکیتی ہوتی ہے تو قطع واجب نہ ہوگا اور اسی طرح ہر ڈاکو کے حق میں عمل نصاب کی بھی شرط بیان کی ہے تاکہ ان میں اور قیامت والی چیز کے سبب ڈاکو کا عضو مباح ہو جائے۔ اور "من خلاف" دایاں یا چھارہ دایاں پاؤں کاٹنا ہے تاکہ یہ کاٹنا شمس منفعہ کو فوت کرنے کا سبب نہ بن سکے اور تیسری صورت کا حکم وہی ہے ہماری تلاوت کردہ آیت کے بعد سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور تم ڈاکوؤں کو حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اویامہ مقتول اس کو معاف کر دیں تو بھی ان کی معافی کی پروا نہ کی جائے گی۔ کیونکہ سزا شریعت کا حق ہے۔

اختلاف احوال کے پیش نظر جنایت بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ قہر عدہ فقہیہ

اختلاف احوال کے پیش نظر جنایت بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ (پرواہ)

اس قاعدے کی وضاحت

اس کا ثبوت یہ ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ جِزَاؤُ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ، ۳۳)

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب۔ (کنز الایمان)

حدود الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے لڑنا یہی ہے کہ اس کے اویامہ سے عداوت کرے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، اس آیت میں تقاضا طریق یعنی رجزوں کی سزا کا بیان ہے۔

شب بخود ۶: ۷۰ میں غزینہ کے چند لوگ مدینہ منورہ میں آ کر اسلام لائے اور پھر ہو گئے، ان کے رنگ زرد ہو گئے، پیٹ بڑھ گئے، حضور نے حکم دیا کہ حد تک انہوں کا دودھ اور پیٹاب دکر کچا کریں، ایسا کرنے سے وہ متدرب ہو گئے مگر متدرب ہو کر مر نہ ہو گئے اور پندرہ اہل بیت کے گرد اپنے وطن کو چلتے ہوئے سپہ عہد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طلب میں حضرت یساکو بھیجا ان لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایذا کیں دیتے دیتے شہید کر ڈالا پھر جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گرفتار کر کے حاضر کئے گئے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر احمدی، تفسیر خازن، عرفان)

بدائی کرنے کو، کٹر مفسرین نے اس جگہ بڑی اور ڈبکی مراد لی ہے مگر غلط فہم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے آیت کا جو شان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوا وہ بھی اسی کو متعلق ہے کہ انھوں کو ان کے عہد پر رکھا جائے، اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا، "یا" میں میں فساد اور بدائی پھیلانا اور دلفظ ایسے ہیں جن میں کفر کے جسے ارتداد کا فتنہ، بڑی، دہشت، ناحق قتل و نہب، و مجرمہ سازشیں اور مذبذبانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا

ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور متعلق فہم ہے۔ یعنی دابہا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔ کہیں اور لیجا کر انہیں قید کر دیں کچا ہو مذهب الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے۔ (۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا (۳) مال چھین لیا مگر قتل نہیں کیا (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے اور تباہی کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے۔ چاروں حالتوں میں ہاتھ بتریب یہی چار سزا ہیں جو بیان ہوئیں۔

قتل سے متعلق فقہی احکام کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ فرمان ہے کہ حضرت آدم کے اس لڑکے کے قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فریاد کیا کہ کتاب میں لکھا ہے اور ان کیلئے اس حکم کو حکم شرعی کر دیا کہ "جو شخص کسی ایک کو بلا وجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلا یا تو گویا اس نے تم لوگوں کو قتل کیا، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے اور جو کسی بے قصور شخص سے قتل ہے باز ہے اسے ہزار گنا زیادہ ہے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا، اس لئے کہ یہ سب لوگ اس طرح مسلمان تھے ساتھ رہیں گے۔"

امیر المومنین حضرت عثمان کو جب باغی گھر لیتے ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کیلئے آیا ہوں، آپ ملحد فرما لیں کہ اب پانی سر سے اچھا ہو گیا ہے یہ سن کر مصحوبہ خلیفہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو جن میں ایک میں بھی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نہیں نہیں، فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا یہ برا ہے جیسے سب کو قتل کرنا۔ چودا ہنس لوٹ جاؤ، میری سبکی خواہش ہے اللہ تعالیٰ اجروے اور گناہ نہ دے، یہ سن کر آپ واپس چلے گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا جرم زیادہ بڑا ہے اور اس کی روک ٹوک کی زندگی کا سبب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں "ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے۔" ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے۔"

ابن عباس فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو کو ضبط کرنا دنیا کو زندہ کرنے کے مترادف ہے" (ابن جریر)

ایک اور روایت میں ہے کہ "ایک کو بچو، اللہ اتنے ہی بخشنے والا ہے جتنا تم کو بچا سب کو مار ڈالو۔" مجاہد فرماتے ہیں "مومن کو بچو، شرعی مار ڈالنے والا بخشنے والا ہے، ملعون اور متحقق سزا ہوا ہے، پھر اگر وہ سب لوگوں کو بھی مار ڈالے تو اس سے زیادہ عذاب اسے اور کیا ہوتا؟ جو قتل سے رک جائے گویا کہ اس کی طرف سے سب کی زندگی محفوظ ہے۔"

عبدالرحمن فرماتے ہیں "ایک قتل کے بدلے اس کا خون حلال ہو گیا، یہ نہیں کہ کسی ایک کو قتل کرے، جب ہی وہ قصاص کے

قابل ہو، اور جو اسے زندگی دے یعنی قاتل کے ولی سے درگزر کرے اور اس نے گویا لوگوں کو زندگی دی۔" اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نہ نیک جان بھلی شہزادہ سے کوئی لالچ نہ لیا، بلکہ کوئی بے کسی کو بد کست سے بد لیا۔ مقصد یہ کہ کوئی نافرمان سے روکنا اور لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے دامن پر آباد کرنا ہے۔

حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ "کیا نیک اسرائیل جس طرح اس حکم کے مکلف تھے، ہم بھی ہیں، فرمایا ہاں، فقیدانہ لفظ ایاہو اسرائیل کے خون اللہ کے نزدیک ہر سے خون سے زیادہ بوقت نہ تھے، پس ایک شخص کا یہ سبب قتل سب کے قتل کا وجہ ہے اور ایک کی جان کے بجائے کاٹا سب کو بچانے کے برابر ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت جہزہ بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی بات بتائیں کہ میری زندگی یا رگم گزرے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی کو راز انا تمہیں پسند ہے یا کسی کو بچانا، تمہیں محبوب ہے؟ جواب دیا یہ ہیں، فرمایا "سب اپنی اصلاح میں لگے رہو۔" پھر فرمایا "تاہم ان کے پاس کے ہمارے رسول واضح دینیں اور روشن احکام درگتھے مجھڑتے کر آئے لیکن اس کے بعد بھی اکثر لوگ اپنی سرشتی اور رازدستی سے باز نہ رہے۔" وہ یقیناً حق کے پیرو اور عقیدہ اور خوشنہ اور خیرہ کو یہ کہنے کی خاطر۔ اور مجرمین کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور رازدستی کے بعد پھر قیدیوں کے فدیے دے کر چھڑا دیتے تھے اور مقتول کی دیت ادا کرتے تھے۔ جس پر انہیں قرآن میں بھیجا گیا تھا کہ تم سے عہد یہ کیا گیا تھا کہ نہ تو اپنے والوں کے خون بہاؤ، نہ انہیں دس سے لاکھ لوگوں کی رقم نہ بدو جو پختہ اقرار اور مضبوط عہد ہیں ان کے اس کے خلاف کو فدیے ادا کے لیکن انھیں کچھ تو حرام تھا، اس کے معنی کہ کسی حکم کو نہ تو ادا کرے، ایسے لوگوں کو کفر بھی ہے کہ دین میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت تر عذابوں کا شکار ہوں، اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔ (بخاریہ) کے معنی حکم کے خلاف کرنا، برعکس کرنا، مخالفت پر عمل چاہنا۔ مراد اس سے کفر، و کفر انہی میں، زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی بدامنی پیدا کرنا ہے، یہاں تک کہ مطلق یہ ہے بھی فرمایا ہے کہ سب کو قتل و دینا بھی زمین میں فساد چاہنا ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت میں ہے جب وہ کسی اقتدار کے ایک ہونے میں خوف و پھیلا دیتے ہیں اور کھیت اور نسل کو ہلاک کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب اشیاء انسان کاموں کے بعد مسلمانوں کے انھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی تو یہ حکم کر لے کر پھر اس پر کوئی اخذ نہیں، برخلاف اس کے اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور ہنگام رکھتا رہیں چاہے وہ مشرک سے آزاد نہیں ہوتا۔ ان میں اس فرماتے ہیں "یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتی رہی ہے، پھر ان میں سے جو کئی مسلمان کے ہاتھ آ جانے سے پہلے تو یہ کرے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا ہے وہ قتل نہیں سکتا۔" (تفسیر ابن کثیر، ماہدہ ۳۲)

فساد و قتل و غارت کے احکام کا بیان

حضرت ابی سے مروی ہے کہ اہل کتاب کے ایک گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اسے

توڑ دیا اور فساد مچا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کر دیا کہ اگر آپ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں، چاہیں تو ان کے سیدے ہاتھ پاؤں کاٹوا دیں۔

حضرت سعد فرماتے ہیں "یہ عروہ یہ خراج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" صحیح ہے کہ جو بھی اس فعل کا مرتکب ہوا اس کیسے یہ حکم ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ "قبیلہ عکیل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ، ان کا دودھ اور پیشاب تمہیں سے گا چنانچہ یہ گئے اور جب ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چرواہوں کو مار ڈالا اور انٹ لے کر چلتے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لائیں، چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور انھوں میں گرم سائیاں پھیری گئیں اور وہ سب میں پڑے ہوئے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔" مسلم میں ہے یا تو یہ لوگ عکیل کے تھے یا عریذہ کے۔ یہ پانی نکلتے تھے غریبوں میں پانی نہ دیا گیا نہ ان کے ذمہ دھوئے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی اور قتل بھی کیا تھا، ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ رسول نے فرماتے تھے "انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سائیاں بھی پھیری تھیں، مرنے کی آگ دہوا اس وقت درست تھی، سرسرا سبھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے میں انصاری محوڑ سوا بیٹھے تھے اور ایک کھوٹی تھی، جو نشان قدم دیکھ کر بھری کرنا چاہتا تھا۔ موت کے وقت ان کی پیاس کے بارے میں یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے، دھانی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

بیک مرتبہ کج جان نے حضرت انس سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دی ہو، جواب ان کروڑوں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بحرین سے آئے تھے، بخاری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے تھے اور پیشاب بڑھ گئے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ چرواہوں میں رہو اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ حضرت انس فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ کج جان نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنائی جب تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی؟ اور روایت میں ہے کہ ان میں سے چار شخص تو عریذہ قبیلے کے تھے اور تین عکیل کے تھے، یہ سب تندرست ہو گئے تو یہ مرتد بن گئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ راستے میں انہوں نے بند کر دیئے تھے اور باز کا بھی تھے، جب یہ آئے تو اب سب کے پاس فقیر قبیلہ کو پہنچنے کے کپڑے تک نہ تھے، تیس و غارت کر کے ہنگام کر کے پھر کوہ پر تھے۔ حضرت جری فرماتے ہیں کہ یہ پانی قوم کے پاس پہنچنے والے تھے جو ہم نے انہیں چاہے وہ پانی نکلتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اب تو پانی کے بدلے جنم کی آگ ملے گی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں سائیاں پھیرنا اللہ کو نا پسند آیا، یہ حدیث ضعیف اور غریب ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کفر ان مردوں کے گرفتار کرنے کیسے بھیجا گیا تھا، ان کے سر اور حضرت جری تھے۔ ہاں اس روایت میں یہ فقرہ بالکل منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں سائیاں پھیرنا مکروہ رکھا۔

اس لئے کہ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا، جس کی اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا جو

انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہی ان کے ساتھ کیا گیا واللہ اعلم۔

اور روایت میں ہے کہ یوں ہوا فرارہ کے تھے، اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا کسی کو نہیں دی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام تھا، جس کا نام سیرا تھا چونکہ بڑے اچھے ملازمی تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور اپنے انہوں میں انہیں بھیج دیا تھا کہ یہ ان کی گھرائی رکھیں، انہی کو ان مرتدوں نے قتل کیا اور ان کی آنکھوں میں کانٹے گاڑ کر ان کے کمر بھاگ گئے، چونکہ انہیں گرفتار کر کے لایا تھا، ان میں ایک شاہ زور حضرت کرز بن جابر فری تھے۔ حافظ ابو یزید بن مردیہ نے اس روایت کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا اللہ اعلم جزائے خیر ہے۔

ابو یزید عبدالعزیز کے انہوں کے پیشاب کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ ان حارثین کا قصہ بیان فرماتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ لوگ منفقانہ طور پر ایمان لائے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دینے کی آپ دوا کی تا موافقت کی حکایت کی تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دغا بازی اور قتل و غارت اور ارتداد کا علم ہوا تو آپ نے منادی کرائی کہ اللہ کے لشکر یا اللہ کے ہرے ہو یہ آواز سنتے ہی بدین کھڑے ہو گئے، بغیر اس کے کہ کوئی کسی کا انتقاد کرے ان مرتد ڈاکوؤں اور باغیوں کے پیچھے دوڑے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو روانہ کر کے ان کے پیچھے چلے، وہ لوگ اپنی جانے اس میں تھپتھپے ہی کو تھے کہ صحابہ نے انہیں گھیر لیا اور ان میں سے جتنے گرفتار ہو گئے، انہیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا اور یہ آیت اتری، ان کی جہاد فنی یہی تھی کہ انہیں حکومت اسلام کی حدود سے خارج کر دیا گیا۔ پھر ان کو بھرنا تک سزا دی گئی، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے بھی اعضاء بدن سے جدا نہیں کرانے بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، اور جانوں کو بھی اس طرح کا رننا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلاد یا گیا بعض کہتے ہیں یہ جو تسلیم کے لوگ تھے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں دی وہ اللہ کو پسند نہ آئیں اور اس آیت سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سزا سے روکا گیا ہے۔ جیسے آیت (عصا اللہ عتک) میں اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک کانٹے سے جو ممانعت فرمائی ہے، اس حدیث سے یہ سزا منسوخ ہو گئی لیکن یہ ذرا غور طلب ہے پھر یہ بھی سوال غلب امر ہے کہ تاج کی تاجیری دلیل کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں حدود اسلام مقرر ہوں اس سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا، بلکہ حدود کے تقرر کے بعد کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبد اللہ ہیں اور ان کا اسلام سورہ مائدہ کے نازل ہو چکے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیوں بھیر دی چاہی تھیں لیکن یہ آیت اتری اور آپ اپنے ارادے سے باز رہے، لیکن یہ بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ لفظ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلاخیوں بھر دی تھیں۔

محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سخت سزا انہیں دی، اس کے انکار میں یہ آیتیں اتری ہیں اور ان میں

تج سزایں ان کی گئی ہے جو قتل کرنے اور ہاتھ پاؤں انہی طرف سے کانٹے اور دھن سے نکال دینے کے حکم پر عمل ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اس کے بعد پھر کسی کی آنکھوں میں سلاخیوں بھیر دی گئی تھیں، لیکن "اور اسی کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر آپ کو ڈانٹا گیا ہو، بات یہ ہے کہ انہوں نے جو کیا تھا اس کا وہی بدلہ لیا گیا، اب آیت نازل ہوئی جس نے ایک خاص حکم ایسے لوگوں کا بیان فرمایا اور اس میں آنکھوں میں گرم سلاخیوں بھیرنے کا حکم نہیں دیا۔"

شہر اور غیر شہر کی امتیعی کے ہونے میں مداخلت ہے

اس آیت سے مجہورہ دینے دلیل چوکی ہے کہ راستوں کی بندش کر کے لڑا اور شہروں میں لڑنا دونوں برابر ہے کیونکہ لفظ (و یسعون فی الارض لفساد) کے ہیں۔ مالک، ابو داؤد، ابی یوسف، شافعی، احمد رحمہم اللہ، جہین کا یہی مذہب ہے کہ ہائی لوگ خواہ شہر میں، ایسا قتل جائیں یا بیرون شہر، ان کی سزا ایک ہے بلکہ امام مالک تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اس کے گھر میں اس طرح دھوکہ دے کہ مار ڈالے تو اسے بکڑیا جائے اور اسے قتل کر دیا جائے، اور خود ان کا مومن کو از خود کرے گا، نہ کہ مقتول کے اولیاء کے ہاتھ میں یہ کام ہوں بلکہ اگر وہ درگزر کرتا ہے تو بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ جرم، یہ واسطہ حکومت اسلامیہ کا ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ نہیں، وہ کہتے ہیں کہ "عیار ہائی وقت نہ آئے گا جبکہ شہر کے باہر ایسے فساد کوئی کرے، کیونکہ شہر میں تو ادا کا پچھتاہ ممکن ہے، راستوں میں یہ بات ناممکن ہے" جو سزا ان محمد بن کعب بیان ہوئی ہے اس کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "جو شخص مسلمانوں پر تلوار اٹھائے، راستوں کو فتنہ پھیلے دے، امام المسلمین کو ان تین سزائوں میں سے جو سزا دینا ہے اس کا اختیار ہے"۔ یہی قول اور بھی بہت سے فقہاء کا ہے اور اس طرح کا اختیار ایسی ہی اور انہوں کے حکام میں بھی موجود ہے جیسے عرم اگر شکار کے اس کا بدلہ شکار کے برابر کرنا یا مسکین کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا ہے، بیمار کی دوا کرنا یا مسکین کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈا دینا اور خلاف احرام کام کرنے والے کے ذمے بھی روزے یا عہدہ قربانی کا حکم ہے۔

قسم کے کفارے میں درمیانی درجہ کا کھانا دینا مسکینوں کا یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ جو اس طرح یہاں ان صورتوں میں سے کسی ایک کے پندرہ لینے کا اختیار ہے، اسی طرح ایسے جرم مرتد لوگوں کی سزا بھی یا تو قتل ہے یا ہاتھ پاؤں اٹائی طرح سے کانٹے یا جہاں چل کرنا۔ اور مجہور کا قول ہے کہ یہ آیت کئی احوال میں ہے، جب ڈاکوؤں و غارت دونوں کے مرتکب ہوتے ہوں تو قابل دارا و گردن دینی ہیں اور جب صرف قتل مرتد ہوا تو قتل کا بدلہ صرف قتل ہے اور اگر قتل یا ہوا تو ہاتھ پاؤں اٹانے کے بدلہ قتل دینے چاہئیں گے اور اگر راستے بے خطر کر دیئے ہوں، لوگوں کو خوف نہ کر دیا ہو اور کسی گمہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں اور گرفتار کر لئے جائیں تو صرف جلاؤ فنی ہے۔

ڈاکوؤں کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کا بیان

(وَالرَّابِعُ إِذَا قُتِلُوا وَأُخِذُوا الْمَالُ بِالْجِبَارِ إِنْ شَاءَ قَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ وَقَتْلُهُمْ وَصَلَبُهُمْ، وَإِنْ شَاءَ قَتْلُهُمْ، وَإِنْ شَاءَ صَلَبُهُمْ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُقْتَلُ أَوْ يُصَلَّبُ وَلَا يُقَطَّعُ) لِأَنَّهُ جَنَائِيَّةٌ وَاحِدَةٌ فَلَا تَوْجِبُ حَدَّيْنِ، وَلَا نَ مَا ذُوْنُ النَّفْسِ يَدْخُلُ فِي النَّفْسِ فِي بَابِ الْحَدِّ كَحَدِّ السَّرِقَةِ وَالزَّانِعِ.

وَلِهَذَا أَنَّ هَذِهِ عُقُوبَةٌ وَاحِدَةٌ تَعَلَّطَتْ لِنَقْلِ سَبَبِهَا، وَهُوَ تَقْوِيتُ الْأَمْنِ عَلَى النَّاسِ بِالْقَتْلِ وَأَخِذِ الْمَالِ، وَلِهَذَا كَانَ قَطْعُ الْيَدِ وَالرَّجْلِ مَعَ الْكُفْرِ حَدًّا وَاحِدًا وَإِنْ كَانَ فِي الصُّغَرَى حَدَّيْنِ، وَاللَّاحِظُ فِي الْحُدُودِ لَا فِي حَدِّ وَاحِدٍ. ثُمَّ ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ التَّخْيِيرَ بَيْنَ الصَّلْبِ وَتَرْكِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرَّوَايَةِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَتْرُكُهُ لِأَنَّهُ مَقْصُودٌ عَلَيْهِ، وَالْمَقْصُودُ التَّخْيِيرُ لِيُغَيَّرَ بِهِ عِزُّهُ. وَنَحْنُ نَقُولُ أَصْلُ التَّخْيِيرِ بِالْقَتْلِ وَالْمَبَالِغَةِ بِالصَّلْبِ فَيُخَيَّرُ فِيهِ. ثُمَّ قَالَ (وَيُصَلَّبُ حَيًّا وَيَبْعَثُ بَطْنُهُ بِرُمَحٍ إِلَى أَنْ يَمُوتَ) وَمَثَلُهُ عَنِ الْكُرْخِيِّ. وَعَنْ الصَّحَابِيِّ أَنَّهُ يُقْتَلُ ثُمَّ يُصَلَّبُ تَوْقِيًا عَنِ الْمُثَلَّةِ. وَجْهُ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْأَصَحُّ أَنَّ الصَّلْبَ عَلَى هَذَا النُّجُوحِ أَيْلُغُ فِي الرِّدْعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِهِ. قَالَ (وَلَا يُصَلَّبُ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ) لِأَنَّهُ يَتَغَيَّرُ بَعْدَهَا فَيَتَذَكَّرُ النَّاسُ بِهِ. عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَتَوَلَّى عَلَى خَشَبَةٍ حَتَّى يَقْطَعَ فَيَسْقُطَ لِيُغَيَّرَ بِهِ عِزُّهُ. فَلَمَّا: خَصَلَ الْأَغْيَارُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ وَالنَّهْيَانَةُ غَيْرُ مَطْلُوبَةٍ.

ترجمہ

اور اس مسئلہ کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جب ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور مال بھی لوٹ لیا تو اس کا ہر ایک رقبہ کو وہ چاہے تو ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کا دھتے اور ان کو قتل کر دے یا ان کو سولی پر چڑھا دے اور اگر وہ چاہے تو صرف ان کو قتل کر دے۔ حضرت امیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کو قتل کر دے یا سولی پر چڑھا دے اور قلعہ نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ ایک ہی جنابت ہے۔ لہذا یہ جدول کو ادب کرنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ باب حدود نہیں جو کچھ جان کے سوا ہوتا ہے وہ بھی جان میں شامل ہوتا ہے۔ جس طرح حد درجہ اور ہر عمل میں داخل ہوتا ہے۔

جبکہ شخص غیر الرحمہ کی دلیل ہے کہ یہ یعنی قتل یا ایک ہی سزا ہے۔ جو نہایت سخت ہونے کے سبب سخت ہوگئی ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ ڈاکوؤں نے قتل کرتے ہوئے مال لوٹ کر غیر معمولی طور اس کو ختم کر دیا ہے۔ لہذا اذیت کے ساتھ ساتھ اور پاؤں کاٹنے کو ایک ہی حد شرعاً کر دیا جائے گا اگر چہ سزا کے طور پر یہ دوسرا نہیں ہیں۔ اور اصل بھی متعدد حدود میں ہوا کرتا ہے وہ کسی ایک حد میں نہیں ہوتا۔

امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا سولی پر چڑھانے یا نہ چڑھانے کے متعلق اختیار رکھ دیا گیا ہے اور ظاہر الروایات کے مطابق بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ امام سولی پر چڑھانا ترک نہ کرے کیونکہ نص میں اسی طرح بیان ہوا ہے اور اس کا مقصد مشہور کرتا ہے تاکہ دوسرے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ شہرت کی اصل سے قتل سے حاصل ہوئی جبکہ سولی پر چڑھانا یہ شہرت میں زیادتی کرتا ہے۔ پس اس میں امام کو اختیار ہوگا۔

اس کے بعد امام قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ڈاکو اس طرح سولی پر چڑھا جائے کہ ایک نیز سے اس کا پیٹ چاک کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے اور امام کو بھی اس طرح قتل کیا گیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کو قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ تاکہ شہرہ کرنے سے اس کو پتہ چلا سکے۔ لیکن پیدا قول زیادہ صحیح ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح سزا دینے میں زیادہ مبالغہ ہے اور اس کا مقصد بھی نہیں ہے۔

فرمایا: تین دنوں سے زیادہ اس کو سولی پر نہیں لٹکا دیا جائے گا۔ کیونکہ تین دن کے بعد اس میں تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ جس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کو سولی پر لٹکائی پڑھ چھوڑ دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ کھلے کھلے ہو کر گر جائے۔ اور دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہماری بیان کردہ حالت سے عبرت حاصل ہو جاتی ہے جبکہ بالکل آخری درجے مقصود نہیں ہے۔

شرح

اکثر سلف اور ائمہ کا یہی مذہب ہے پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر اسی طرح چھوڑ دیا جائے کہ چھوڑا جائے یا سمر جائے؟ یا نیز سے قتل کر دیا جائے؟ یا پہلے قتل کر دیا جائے پھر سولی پر لٹکا دیا جائے تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے کے بعد پھر اتار لیا جائے؟ یا اسی طرح چھوڑ دیا جائے لیکن تقریر کا یہ موضوع نہیں کہ ہم ایسے جزئی اختلاف میں پڑیں اور ہر ایک کی دلیلیں وغیرہ وارد کریں۔ ہاں ایک حدیث میں قطعاً یہ سزا ہے، اس کی سند صحیح ہو

تو دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان عمارتوں کے بارے میں حضرت جبرائیل سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "جنہوں نے مال چرایا اور راستوں کو کھلا کر جاننا یا ان کے ہاتھ تو چوری کے بدلے دیتے اور جس نے قتل اور دہشت گردی پھیلانی اور بدکاری کا ارتکاب کیا ہے، اسے سولی پر چاودہ فرمانے کے ذریعے سے گڑھ میں سے الگ کر دیے گئے ہیں۔ یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد کا حکم کیا جائے یا وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے گئے ہیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے شہر انہیں بھیج دیا جاتا ہے یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل باہر خارج کر دیا جائے۔"

فحقی تو نکال ہی دیتے تھے اور عطا فرمائی کہتے ہیں: "ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں بھیجا دیا جائے اسی طرح کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دارالاسلام سے ہر نہ کیا جائے"۔ ابو حنیفہ دوران کے اصحاب کہتے ہیں: "اسے جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔"

ابن جریر کا حقہ بقول یہ ہے کہ: "اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔" ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و ذلیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔ "آیت کا یہ لفظ تو ان لوگوں کی تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہاں سے شریکوں کے بارے میں اتنی ہی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں دوسرے حدیث ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دینے سے عہد لئے جیسے عورتوں سے لئے تھے کہ: "ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، ہانپی اولادوں کو قتل نہ کریں، ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں جو اس وعدہ کو کھائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی گنہگار کے ساتھ آلودہ ہو جائے پھر اگر اسے سزا ہوگئی تو دوسرا گناہ نہ بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے پروردہ پٹی کر تو اس مرکا اللہ ہی عقاب ہے گرجے بے عذاب کرے، اگر چاہے چھوڑ دے۔" اور حدیث میں ہے: "جس کس نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ کی ذات اور اس کا رحم و کرم اس سے بہت بلند ہوتا ہے، معاف کئے ہوئے گناہوں کو دوبارہ کرنے پر اسے دیکھی سزا ملے گی، اگر توبہ کرے تو آخرت کی دھواں میں باقی ہیں جن کا اس وقت صحیح تصور بھی بدل ہے ہاں توبہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے۔" پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے: "تو اس کا انکبار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو شریکوں کے بارے میں نازل شدہ ہونا جائے۔ لیکن جو مسلمان مغرور ہوں اور وہ جیسے میں آنے سے پہلے توبہ کر میں تو ان سے قتل اور سولی اور پاؤں کاٹنا تو بہت جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی بہت جاتا ہے یا نہیں، اس میں غلطی کے دو قول ہیں، آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے، ہاتھ کا بھی اسی پر ہے۔

چنانچہ جابر بن عبد اللہ بن عمر نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ مسیحیوں کی قس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اسے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہہ دیا کہ میں نے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے اور زمین میں فساد کی سزا کی ہے پھر ان آیتوں کی (وقبل ان تصفروا علیہم)

نک عداوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو اس لکھ دوں گا،

حضرت سعید نے فرمایا یہ جابر بن ہریرے، چنانچہ جابر نے اس کے بعد ان کی حد میں اشعار بھی کہے ہیں۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابوسوی اشعری کے پاس کوئی مسجد میں جہنم کے گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا: امیر کو فدا فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تابع ہو گیا ہوں آپ سے بناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابوسوی کمرے ہو گئے اور فرمایا: لوگو! اتم میں سے کوئی آپ اس توبہ کے بعد اس کی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو اللہ اللہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کر دیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بدعت کر گیا، اللہ نے بھی اس کے گم ہوں کے بدلے اسے عارت کر دیا اور یہ، روڈا گیا۔ علی نامی ایک امیدی شخص نے بھی کرگڑا ہوں میں دہشت پھیلادی، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے مکرر قتل کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا: (قل یا عباد اللہ الصبر فوا) ابغ، یہ اسے نہ کرک گیا اور اس سے کہا: اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو نہ کر دہ فرمانا ہے میرے گنہگار بندہ تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، میں سب گناہوں کو بخشے پر قادر ہوں۔ اس شخص نے اس وقت سے اپنی تلوار میمان میں کر لی، اسی وقت چلے دیے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے بدعتیں پڑھ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا چلا ہوا تو لوگوں نے اسے دیکھ کر کہیں کیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مغرور شخص امیدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کر لیں۔ اس نے کہا: سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں،

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ایسے جگہ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مردانہ حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے دینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی امیدی ہیں، توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا، جب جابر بن عبد اللہ بن جابر جماعت رومیوں سے لڑنے کیلئے چلی تو ان جہادوں کے ساتھ یہ بھی ہو لئے، ہمدان میں ان کی کشتی جابری تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آگئیں، یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کیلئے ان کی کشتی میں کود گئے، ان کی آبدار خارا خارا تلوار کی چمک کی تاب دہی نہ لاسکے اور مار ماری سے ایک طرف کو بھاگے، یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چکے۔ مارا بوجھا ایک طرف ہو گیا، اس نے کشتی الٹ لی جس سے وہ مار سے روٹی کفار ہلاک ہو گئے اور حضرت علی امیدی بھی ڈوب کر شہید ہو گئے۔ (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)

ذاکو کے لوٹے ہوئے کی ضمانت بیان

قَالَ (وَإِذَا قُتِلَ الْقَاتِلُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي مَا أَخَذَهُ) اغْتِنَاً وَالسَّرِقَةَ الصَّغْرَى وَقَدْ بَيَّنَّاهُ (فَإِنْ بَايَعَ الْقَتْلَ أَحَدُهُمْ أَجَرَى الْحَدَّ عَلَيْهِمْ بِأَجْمَعِيهِمْ) لِأَنَّهُ جَزَاءُ الْمُحَارَبَةِ ، وَهِيَ تَسْحَقُ بِأَنْ يَكُونَ الْبَعْضُ رِذْءًا لِلْبَعْضِ حَتَّى إِذَا زَلَّتْ أَقْدَامُهُمْ انْحَارُوا إِلَيْهِمْ ، وَإِنَّمَا الشَّرْطُ الْقَتْلُ مِنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَقَدْ تَحَقَّقَ .

قَالَ (وَالْقَتْلُ وَإِنْ كَانَ بَعْضًا أَوْ بِحَصْرٍ أَوْ بِسَيْفٍ فَهُوَ سَوَاءٌ) لِأَنَّهُ بَقِيَ قَطْعًا لِلطَّرِيقِ بَقِيعَ الْمَارَةِ

(وَإِنْ لَمْ يَقْتُلِ الْقَاتِلُ وَلَمْ يَأْخُذْ مَالًا وَقَدْ جَرَحَ قُضْصَ مِنْهُ لِيَمَّا فِيهِ الْقِصَاصُ ، وَأُخِذَ الْأَرْضُ مِنْهُ لِيَمَّا فِيهِ الْأَرْضُ) وَقِيلَ (إِلَى الْأَوْثَرِ) لِأَنَّهُ لَا حَدَّ فِي هَذِهِ الْجَنَائَةِ فَظَهَرَ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ فَيَسْتَوْفِيهِ الْوَلِيُّ (وَإِنْ أَخَذَ مَالًا ثُمَّ جَرَحَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرَجُلُهُ وَتَطْلَعُ الْحَوَاحِثُ) لِأَنَّهُ لَمَّا وَجِبَ الْحَدُّ حَقًّا لَلَّهِ سَقَطَتْ عِصْمَةُ النَّفْسِ حَقًّا لِلْعَبْدِ كَمَا تَسْقُطُ عِصْمَةُ الْمَالِ (وَإِنْ أُخِذَ بَعْدَ مَا تَابَ وَقَدْ قُتِلَ عَمْدًا فَإِنْ شَاءَ الْأَوْثَرُ قَتَلُوهُ وَإِنْ شَاءَ وَاعْفَوْا عَنْهُ) لِأَنَّ الْحَدَّ فِي هَذِهِ الْجَنَائَةِ لَا يُقَامُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِلِاسْتِغْنَاءِ الْمَذْكُورِ فِي النَّصِّ ، وَلِأَنَّ التَّوْبَةَ تَتَوَقَّفُ عَلَى زَلِّ الْمَالِ وَلَا قَطْعَ فِي مِثْلِهِ ، فَظَهَرَ حَقُّ الْعَبْدِ فِي النَّفْسِ وَالْمَالِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الْوَلِيُّ الْقِصَاصَ أَوْ يَعْفُو ، وَجِبَ الضَّمَانُ إِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ أَوْ اسْتَهْلَكَهُ .

ترجمہ

فرمایا اور اگر ذاکو قتل کر دے یا بے تو اس کے لوٹے ہوئے مال پر کوئی ضمان نہ ہوگا کیونکہ یہ حد صغریٰ پر تیس کی تیس کیا ہے۔ اور اس کو بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر ذاکو اس میں سے کسی ایک سے قتل کا مسرا ہی نہ دیا تو ان تمام پر حد جاری ہوگی۔ کیونکہ کشتی کی مسرا ہے۔ اور وہ کشتی اسی طرح ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے مددگار و مدافع ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کو شکست ہونے لگے تو سب مدافعت کرنے والوں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور یہاں اسی چیز کی شروعاتی کار میں سے کوئی ایک قتل کرنے والے کا قصہ پایا جائے اور وہ قتل پایا گیا ہے۔

فرمایا۔ جب وہ پتھر یا کسی یا تلوار کے ساتھ قتل ہوا ہے تو ان کا سب کا حکم برابر ہے۔ کیونکہ مسرا فروع کا راستہ روکنے سے بھی دیکھتی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور جب ذاکو نے کسی کو قتل بھی نہ کیا اور اس کا مال بھی نہ لوٹا بلکہ صرف اس کو زخم کیا تو اس صورت میں جن زخموں کا بدلہ پایا جاتا ہے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔ اور جن میں تاوان لیا جاتا ہے ان میں تاوان بھی پایا جائے گا۔ اور یہ کام اولیاء کے ذمہ پر ہے۔ کیونکہ اس فعل کی جنائت میں حد نہیں ہے لہذا بندے کا قتل سے یعنی قصاص یا تاوان لینا ہے۔ لہذا اس کو دی و وصول کرنے والا ہوگا۔ اور جب ذاکو نے مال لوٹنے کے بعد اس کو زخم کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ زخموں کا عوض باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اللہ کا حق حد میں کسی کو بندے کا قتل یعنی حفاظت نفس و ماله نہ ہو جائے گی۔ جس طرح مال کی عصمت ساقط ہو جائی کرتی ہے۔

اور جب ارادہ قتل کرنے والے ذاکو نے توبہ کر لی اور پھر اس کو کچھ نہ کیا ہے تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس کو عاف کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس جنائت میں توبہ کر لینے کے بعد اس حد جاری نہ ہوگی اسی اشتباہ کے سبب جس کو نفس میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ توبہ کر لینے پر موقوف ہوتی ہے اور اسی طرح مال کی واپس کے بعد حد نہیں ہوتی لہذا نفس دونوں بندے کا قتل میں گننے ہیں پس ولی یا قصاص لینے یا عاف کر دے۔ اور جب ذاکو کے قبضے میں مال ہلاک ہو جائے یا وہ خود پہ خود ہلاک کر دے تو اس پر ضمان واجب ہو جائے گا۔

شرح

امام ابو بکر صامحنی علیہ الرحمہ صلی کتاب "الحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

وقد علم من قرع سمعه هذا الخطاب من أهل العلم ان المعاطبات بذلك هم الائمة دون عامة الناس، فكان تقديره: فليقطع الائمة والحکام ابديهما وليجلدهما الائمة والحکام. (۳۸۳/۲۸۳)
"اہل ہم میں سے جو شخص بھی اس خطاب کو سنتا ہے، فوراً بوجھ دیتا ہے کہ اس کے مخاطب عام مسلمان نہیں، بلکہ ان کے امتداد حکام ہیں۔ چنانچہ اس میں، مثال کے طور پر، تقدیر کلام یہی رہی جاتی ہے: پس چاہیے کہ امر اور حکام ان کے ہاتھ کاٹ دیں اور چاہیے کہ امر اور حکام ان کی پیٹھ پر تازیانے برباد کریں۔"

شریعت میں جن جرائم کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں، وہ یہ ہیں۔ ان کی ادنیٰ صورتوں اور ان کے علاوہ باقی جرائم کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ارباب محل و عقد پر چھوڑ دیا ہے۔ یہی مشورے سے وہ اس معاملے میں جو قانون چاہیں، بنا سکتے ہیں۔ تاہم اہم بات اس میں بھی ملے طے کہ موت کی سزا قرآن کی رو سے قتل اور نفاذ فی الارض کے سوا کسی جرم میں نہیں دی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ نہی اسرائیل اور کثرت شریعت دینی گئی تو اسی وقت لکھتے ہوئے لکھ دیا تھا کہ ان دنوں ہم کو چھوڑ کر فرد ہو کیا حکومت، یہ سن کر کوئی حامل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے در پر ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ مانکہ میں ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَتَنًا فِي الْأَرْضِ، فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا. (۵: ۳۲)

"جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں نفاذ برپا کیا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو

قُلْ لَیْسَ مِنِّیْ اِیْہِیْ جُرَ اَہْمَیْ سے متعلق قرآن مجید کے قصوں کی وضاحت کریں گے۔

مخار بہ اور فساد فی الارض

اِسْمًا جَزَوْا الَّذِیْنَ یَخَارُونُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فِسَادًا اَنْ یُّقْتُلُوْا اَوْ یُضْلِلُوْا اَوْ یُفْطِنُوْا اَوْ یُجْنِبُوْہُمْ مِنْ جُلَاحِیْہِمْ اَوْ یُنْقِضُوْا مِنْ الْاَرْضِ، ذٰلِکَ لَہُمْ حِزْبٌ فِی الْمَدِیْنٰتِ وَلَہُمْ فِی الْاُخْرٰی عَذَابٌ عَظِیْمٌ، اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِیْ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْہِمْ، فَاصْفَحُوا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (المائدہ: ۳۳-۳۴)

"وہ لوگ جو اللہ اور رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد برپا کرنے کے لیے لگے ہو دو گروہ ہیں، ان کی سزا میں یہ ہے کہ عبرت ناک طریقے سے قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے گھر پر توں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا جلا وطن کر دیے جائیں۔ یہ ان کے لیے اس دنیا میں روائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑی سزا ہے مگر جو لوگ توبہ کر لیں، اس سے پہلے کہ تم ان پر کاٹو یا قتل کرو گے تو اللہ مغفرت فرمائے والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔"

اللہ کا رسول دنیا میں موجود ہو اور لوگ اس کی حکومت میں اس کے کسی حکم یا فیصلے کے خلاف سرکشی اختیار کر لیں تو یہ اللہ اور رسول سے لڑی ہے۔ اسی طرح زمین میں فساد پیدا کرنے کی تہذیب ہے۔ یہ اس صورت حال کے لیے آتی ہے، جب کوئی شخص یا گروہ قانون سے بغاوت کر کے لوگوں کی جان و مال، برادری اور عقل و دماغ کے خلاف برسرِ جنگ ہو جائے۔ چنانچہ قتل و دہشت گردی، زنا، باجبرادہ چوری و افکار میں پائے جانے والے لوگ بدکاری، کوشش، جاسوسی، حکم شکنی اور باغی ہو کر تباہی و آوارگی، بدعادت اور فحش بے راہ روی کی بنا پر شیعوں کی عزت و آبرو کے لیے فخر ہو، جن کی یا نظم یا سیاست کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں یا فوجوں، تحریکات، تہذیب اور اس طرح کے دوسرے تنظیمیں جرائم سے حکومت کے لیے امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیں تو وہی اسی فساد فی الارض کے مجرم ہوں گے۔ ان کی سرکوبی کے لیے پانچ سزا ہیں: (۱) قتل، (۲) تعزیر، (۳) تہذیب، (۴) تہذیب، (۵) تہذیب۔

آیت میں سرساز کے لیے اُن یَقْتُلُوْا، کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اور رسول سے مخار بہ یا فساد فی الارض کے یہ مجرم صرف قتل ہی نہیں، بلکہ عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے، اس کی دیکھ لی ہے کہ قتل، یہاں تکمیل کی صورت میں آیا ہے۔ عبرت کے ادا شناس ہونے میں قتل کی تکمیل میں ضرورت نہیں ہے۔ تہذیب اور سزا کے لیے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے تمہیں یہاں نفس قتل کے مفہوم میں ہے، چنانچہ حکم کا تقاضا یہ ہوگا کہ ان مجرموں کو ایسے طریقے سے قتل کیا جائے جو دوسروں کے لیے عبرت انگیز اور سبق آموز ہو۔ درج، یعنی سنگ سہی جی، ہمارے نزدیک اسی سخت دلائل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اسی کے بعض مجرموں کو یہ سزا دی تھی کہ کسی کی بیوی میں دی ہے۔

تعزیر

یہ سزا 'مضبوط' سے، 'تعلیل' میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمادہ ہے: 'اَوْ یُضْلِلُوْا' یعنی ایسے لوگوں کو صرف سولی ہی نہ دی

جائے، بلکہ عبرت ناک طریقے سے سولی دی جائے۔ یہ سولی وہ چوٹی آگ ہے جس پر مجرم کے ہاتھوں اور پاؤں میں مضبوط ٹھونک کر اُسے لٹکا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسی پر لٹکا ہوا جان دے دیتا ہے۔ سزا کی یہ صورت کچھ کم عبرت انگیز نہیں ہے، لیکن آیت میں لفظ تعزیر کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے بھی وہ طریقے اختیار کیے جائیں جو زیادہ دردناک اور زیادہ عبرت انگیز ہوں۔

ماتحتہ پاؤں سے ترتیب کاٹ دینا

اَوْ یُفْطِنُوْہُمْ اَوْ یُجْنِبُوْہُمْ اَوْ یُخْلِفُوْہُمْ مِنْ جُلَاحِیْہِمْ، یہ اس سزا کے لیے قرآن کے الفاظ ہیں۔ اس میں سے ترتیب کاٹ دینے کا حکم بھی صاف واضح ہے کہ عبرت انگیزی ہی کے نقطہ نظر سے ہے اور اس کا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے کسی مجرم کی اگر جان بخشی بھی کی جائے تو اس طرح کی جائے کہ اُسے عبرت کا ایک نمونہ بنا کر اس کی شر انگیزی کے تمام اسلحہ بالکل بے کار کر دیے جائیں۔

لفظی اس سزا کے لیے 'اَوْ یُفْطِنُوْہُمْ' اور 'اَوْ یُجْنِبُوْہُمْ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے یعنی یہ کہ انھیں عاقل و برادر کر دیا جائے۔ فقہاء نے لکھ دیا ہے کہ اس سزا کے لیے اس سزا کے مفہوم میں مبتلا ہونا واجب دیتا ہے، چنانچہ مثال کے طور پر وہ کسی شخص کو دھوکے سے یا دیرانِ جگہ پر لے جا کر قتل کرنے کو بھی جرم میں شمار کرتے ہیں۔

جلیل القدر مالکی فقیر ابو بکر ابن العربی نے کسی خاتون کو اغوا کرنے کو بھی 'حجاب' قرار دیا ہے، بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس جرم پر قرآن کی بیان کردہ سزائوں سے بھی شدید تر کوئی سزا دی جائے تو وہ وہی مجرم کرے۔ یہی نقطہ نظر فقہاء امامیہ نے اختیار کیا ہے اور ابو جعفر الطوسی نے مثال کے طور پر اس جرم کو بھی اس آیت کے تحت داخل قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دے۔ (ابن العربی، احکام القرآن ۲/۵۹۷، الطوسی، تہذیب الاحکام ۲/۲۱۱)

ڈاکوؤں سے سقوط حد کے اسباب کا بیان

(وَ اِنْ سَكَانَ مِنَ الْقَطَاعِ صَبًیٌّ اَوْ مَجْنُوْنٌ اَوْ ذُوْ رَجَمٍ مَّحْرَمٌ مِنَ الْمَقْطُوْعِ عَلَیْہِ سَقَطَ الْحَدُّ عَنْ الْبَاقِیْنَ) فَالْمَدْحُوْرُ فِی الصَّبِّیِّ وَالْمَجْنُوْنِ قَوْلُ اَبِیْ حُوَيْفَةَ وَ زَقَرُ وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ اَنَّہٗ لَوْ بَاسَرَ الْعَقْلَاءَ یُحَدُّ الْبَاقُوْنَ وَعَلٰی هٰذَا السَّرِیْقَةُ الصَّغْرِی۔
لَہٗ اَنَّ الْمُبَاسِرَ اَصْلٌ، وَالزَّادُ تَابِعٌ وَلَا خَلَلَ فِی مَبَاسِرَةِ الْعَاقِلِ وَلَا اَعْتِبَارَ بِالْخَلَلِ فِی النَّسَبِ، وَفِی عَجَبِہٖ یَنْعَکَسُ الْمَعْنٰی وَالْحُكْمُ، وَلَہُمْ اَنَّہٗ جَانِبٌ وَّاحِدٌ قَامَتْ بِالْکُلِّ، فَاِذَا لَمْ یَقْعَ فِعْلٌ بَعْضُہُمْ مُّوجِبًا كَانَ فِعْلُ الْبَاقِیْنَ بَعْضَ الْعِلَّةِ وَیَبِیْثُ الْحُكْمَ قَضَارًا کَالْحَاطِءِ مَعَ الْعَامِلِ۔

وَأَمَّا فَوَ الرَّحِمِ الْمَحْرُومِ فَقَدْ قِيلَ تَأْوِيلُهُ إِذَا كَانَ الْمَالُ مُشْتَرَكًا بَيْنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِمْ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ مُطْلَقٌ لِأَنَّ الْحِسَانِيَّةَ وَاحِدَةً عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ فَلَا مَيْنَاعَ فِي حَقِّ الْبَعْضِ يُوجِبُ الْإِمْتِنَاعَ فِي حَقِّ الْبَاقِينَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ فِيهِمْ مُسْتَأْنَفٌ، لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ فِي حَقِّهِ لِحَلِّهِ فِي الْفُضْصَةِ وَهُوَ يُعْضَضُ، أَمَّا هَذَا الْإِمْتِنَاعُ لِحَلِّهِ فِي الْحِزْرِ، وَالْقَائِلَةُ جَزْرٌ وَاحِدٌ.

ترجمہ

اور جب ڈاکوؤں میں کوئی بچہ ہوا یا بچل ہوا یا مقصود علیہ کا کوئی ذریعہ حرم ہو۔ تو تمام ڈاکوؤں سے حد ساقہ ہو جائے گی۔ کیونکہ بچے اور جنموں کے متعلق حکم یہ ان کر چکے ہیں۔ اور حضرت امام عظیم اور امام زفر علیہما الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر غرض مندوں نے ذہنی قی تو باقی لوگوں کو سزا دی جائے گی اور چوری کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ دلیل ہے یہ کہ مباشر اہل ہوتا ہے اور عقل کی مباشرت میں کوئی ضل انداز نہیں ہوتا کیونکہ تابع کے قتل کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے برعکس میں حکم ہے لہذا حق بدل چاکیں گے۔

حضرت امام عظیم اور امام زفر علیہما الرحمہ کی دلیل ہے یہ کہ یہ ایک جنایت ہے جو سب کی جانب سے ثابت ہے مگر جب ان میں سے بعض لوگوں کا قتل حد کو واجب کرنے والا نہیں ہے تو باقی لوگوں کا قتل حد کا قائل تاقہ کے طور پر ہوا جائے گا اور حدت تاقہ سے حکم ثابت نہیں ہوتا۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح جس طرح عامہ کے ساتھ غامبی کی شرکت ہوتی ہے۔ البتہ ذی رحم مجرم کی تاویل ہے یہ کہ جب مال مقصود ان کے درمیان مشترک ہو۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے کیونکہ جنایت ایک ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا ایک کے قتل میں حد کا رک جانا بقید ڈاکوؤں کے قتل میں روکنے کو لازم ہوگا۔ البتہ یہ حکم اس کے خلاف ہے کہ جب کوئی خربی متساں ہو۔ کیونکہ خربی متساں کے قتل میں حد کا جاری نہ ہونا اس کی عصمت کی قتل انداز کی سب سے ہے اور یہ حکم متساں کے ساتھ خاص ہے جبکہ یہاں حد کا جاری نہ ہونا حفاظت کے قتل انداز ہونے کے سب سے ہے اور مکمل قائلہ جرز واحد ہے۔

شرح

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھا لیا ہے سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور بچل یہاں تک کہ اس کی عقل لوٹ آئے اسی باب میں حضرت عائشہ سے بھی حدیث منقول ہے حضرت علی کی حد بیٹ اس سند سے حسن غریب ہے اور کئی سندوں سے حضرت علی سے ہی منقول ہے جس راوی اس میں بچہ تک بالغ نہ ہو جائے کے الفاظ بھی ذکر کرتے ہیں حضرت حسن کا حضرت علی سے سماع بھی ہرے علم میں

نہیں۔ یہ حدیث عطاء بن سائب سے بھی منقول ہے عطاء بن سائب، ابو ظہیان سے اور وہ حضرت علی سے اسی کی مش معروف انقل کرتے ہیں اہل علم کے نزدیک اسی حدیث پر عمل ہے ابو ظہیان کا نام حسین بن جندب ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1460)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قلم تین آدمیوں سے اٹھا لیا گیا ہے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچوں سے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو جائے، بچہ پر سے یہاں تک کہ بڑا (بالغ) ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1003)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دیوانی عورت کو لایا گیا جس نے زنا کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے۔ اس عورت کے پاس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو فرمایا کہ اس عورت کا کیا معاملہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ عورت بچل ہے اس نے زنا کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا سنگسار کرنے کا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسے واپس لے چلو پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کا حکم نہیں کہ تین قسم کے افراد پر سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، بچوں سے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو جائے، بچہ پر سے یہاں تک کہ بڑا (بالغ) ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر تیرا کیا خیال ہے اس عورت کے بارے میں اسے سنگسار کر دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا پھر کونسی حد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پھر اسے چھوڑ دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور بیکھر گئے (غشی میں کہ ایک بڑی غشی سے اندسہ نہ پایا)۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1004)

مستوط حد کی صورت میں جن قتل و دہشت کی طرف مشتعل ہوئے کا بیان

(وَإِذَا سَقَطَ الْحَدُّ صَارَ الْقَتْلُ إِلَى الْأَرْبَعَاءِ) لِيُظْهِرَ حَقَّ الْعَبْدِ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ فَإِنْ شَاءَ أَوْ اقْتُلُوا وَإِنْ شَاءَ أَوْ عَفُوا (وَإِذَا قُطِعَ بَعْضُ الْقَائِلَةِ الطَّرِيقِ عَلَى الْبَعْضِ لَمْ يَجِبِ الْحَدُّ لِأَنَّ الْحِزْرَ وَاحِدًا فَصَارَتْ الْقَائِلَةُ كَكَلٍّ وَاحِدَةٍ).

ترجمہ

اور جب حد ساقہ ہوگئی تو جن قتل و دہشت کی طرف مشتعل ہو جائے گا۔ کیونکہ بندے کا قتل کا حق نہ ہو چکا ہے۔ اسی وضاحت کے ساتھ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اب اگر وہ تاجاں چاہیں تو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو وہ معاف کر دیں۔ اور جب بعض قائلہ والے ڈاکوؤں نے دوسرے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا تو ان مباشرین پر حد واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کا حرا کیا

ہی ہے۔

اصلی سبب کے ہوتے ہوئے غلطی سبب کا اختیار مسلوب ہو جاتا ہے

(قاعدہ خبیثہ) (اصلی سبب کے ہوتے ہوئے غلطی سبب کا اختیار مسلوب ہو جاتا ہے) (ماخوذ من نور الادوار ص ۲۹۸)

اس قاعدہ کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کا سبب اصلی موجود ہو تو وہ سبب جو اس کے بعد غلطی سے والا ہے وہ اصلی سبب کے وقت بالکل معدوم کی طرح ہے جس طرح اگر کوئی شخص زندہ ہے تو اس کے وارثین اس کی وراثت کو تقسیم نہیں کر سکتے کیونکہ جب تک وہ زندہ ہے اس وقت تک وارثین کیلئے وراثت نہیں ہوگی۔ اور جب وہ شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کے مال و جائیداد میں اختیار وارثین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

تقصاس کا حق

جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو ہلاک کر دیا جس کی وجہ سے قصاص کا حکم لازم ہوا ہے، لہذا مقتول حصول قصاص کیلئے سبب اصلی ہے کیونکہ قتل وہ ہوا ہے اور مطالب قصاص کا صحیح معنوں میں وہی حقدار ہے لیکن وہ قتل ہونے کی وجہ فوت ہو جاتا ہے اور قصاص لینے کی اس میں اہلیت نہیں رہتی، لہذا جس ہیبت کی وراثت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح حکم قصاص بھی اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ ترجیح ہے کہ اگر کوئی شخص زخمی ہوا ہے تو وہ اپنے مد مقابل آدمی کو اگر معاف کر دے اور قصاص کا مطالبہ نہ کرے تو وہ معاف کر سکتا ہے اور معاف کرنے والے کے اقارب اس میں دخل انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ سبب اصلی کے ہوتے ہوئے سبب غلطی کا اختیار سلب ہو جاتا ہے۔

شہر یا قریب شہر میں ذکیق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَطَعَ الطَّرِيقَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فِي الْمِصْرِ أَوْ بَيْنَ الْحُكُوفِ وَالْجَبَرَةِ فَلَيْسَ بِقَاطِعِ الطَّرِيقِ) اِسْتَحْسَانًا. وَفِي الْقِيَاسِ يَكُونُ قَاطِعَ الطَّرِيقِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لَوْ جُودَ حَقِيقَةً. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ لِلْحَدِّ إِذَا كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ إِنْ كَانَ بِقُرْبِهِ لِأَنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ الْقَوْتُ.

وَعَنْهُ إِنْ قَاتَلُوا نَهَارًا بِالسَّلَاحِ أَوْ لَيْلًا بِهِ أَوْ بِالْحَنْسَبِ فَهُمْ قَطَّاعُ الطَّرِيقِ لِأَنَّ السَّلَاحَ لَا يَلْبَسُ وَالْحَنْسَبُ بَطَاءُ اللَّيَالِي، وَنَحْنُ نَقُولُ: إِنَّ قَطَعَ الطَّرِيقَ يَقْطَعُ الْحَارَةَ وَلَا يَحَقُّ ذَلِكَ فِي الْمِصْرِ وَيَقْرُبُ مِنْهُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لِحُوقِ الْقَوْتُ، إِلَّا أَنَّهُمْ يُؤْخَذُونَ بِرَدِّ الْمَالِ أَيْضًا لَا لِلْحَقِّ إِلَى الْمُسْتَحَقِّ، وَيُؤْخَذُونَ وَيَحْسَبُونَ لَا يَهْجَاهُمْ الْحَيَاتَةِ،

وَلَوْ قَاتَلُوا فَأَلَامُوا فِيهِ إِلَى الْأَوَّلَاءِ لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

اور جس شخص نے شہر میں دن کو یا رات میں ذکیق کی یا اس نے کوئی یا مقام حیرہ کے درمیان ذکیق کی تو بطور احتسان اس کو بھی ذاکوتیں کا جائے گا۔ البتہ قیاس کے طور پر ذاکوتیں کا کیا جائے گا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے ذکیق پانی یا چارے ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب اس نے شہر سے باہر ذکیق کی تو اس پر حد واجب ہوگی۔ البتہ جبکہ وہ شہر کے قریب ہو کیونکہ وہاں مقلوب علیہ کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر ذاکوتیں نے دن کے وقت ہتھیار سے لڑائی کی یا رات کے وقت ہتھیار یا لانچی کے ساتھ لڑائی کی تو وہ ذاکوتیں ہوں گے۔ کیونکہ ہتھیار یا خیر نہیں کرتا۔ اور مدد کرنے والا رات کے وقت تاخیر سے پہنچنے والا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ رات میں سے مسافروں کو لوٹنے سے ذکیق ثابت ہو جاتی ہے۔ جبکہ یہ ذکیق شہر میں یا اس کے قریب میں ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان مقامات پر مدد کا پہنچ جانا ظاہر ہے۔ البتہ ذاکوتیں کو مال واپس کرنے کیلئے گرفتار کر لیا جائے گا۔ تا کہ ان اپنے حقدار تک پہنچ جائے۔ اور ان کے خلاف تا دہی کا ردائی کی جائے گی اور انہیں قید میں ڈال دیا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے جرم کیا ہے اور اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو پھر ان کا معاملہ اویلا کے سپرد ہوگا۔

شرح

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مال لوٹنے (علانیہ زبردستی مال چھیننے یا اچکنے پر) ہاتھ نہیں لگے گا اور جس شخص نے ہڈی سے کوئی چیز چھینی وہ ہم میں سے نہیں اور اسی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ خیانت کرنے والے پر قلع نہیں ہے کیونکہ اس پر چوری کی تعریف نہیں صادق آتی لیکن ہاتھ نہ لگنے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے کچھ سزا بھی نہیں ملے گی یا جرم نہیں ہے ایسا بلکہ بدترین جرم ہے ایک آدمی نے آپ پر اعتداء کیا اور اپنا مال آپ کے پاس رکھوایا اور آپ نے اس کے مال کو غنیمت کر لیا اس پر مختلف تعزیری سزائیں ہوتی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 997)

عاقبہ پر دیت ہونے کا بیان

(وَمَنْ حَقَّقَ رَجُلًا حَتَّى قَتَلَهُ فَالذِّئْبَةُ عَلَى عَاقِلِيهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْقَتْلِ بِالْمَقْتُلِ، وَسَبِّحْنِي فِي بَابِ الذِّئْبَاتِ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (وَأَنَّ حَقَّقَ فِي الْمِصْرِ غَيْرَ مَرَّةٍ قِيلَ بِهِ) لِأَنَّهُ صَارَ سَاعِيًا فِي الْأَرْضِ بِالْفَسَادِ فَيَذْفَعُ شَرُّهُ بِالْقَتْلِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص کی عاقلہ پر دیت ہے جس نے کسی کا گھدہ یا دینا یا حتیٰ کہ وہ قتل ہو گیا۔ اور یہ مسئلہ نقل بہ مٹل ہے اور اس کو ہم ان شاء اللہ غریب دیات کے باب میں بیان کریں گے۔ اور اگر اس نے شہر میں متعدد مرتبہ گھدہ یا دینا جس سے وہ قتل ہو گیا کیونکہ اس صورت میں وہ وز میں قتل کرنے کی طرف کوشش کرنے والا ہو گیا لہذا اس کے شریعتی قتل سے دور کیا جاسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

شرح

"دیات" جمع ہے دیت کی جس کے معنی ہیں "مالی معاوضہ" گویا "دیت" اس مال کو کہتے ہیں جو جان کو ختم کرنے یا کسی شخص کے جسمانی اعضاء کو ناقص (بجروح) کرنے کے بدلہ میں دیا جاتا ہے۔ اعتوان میں جمع کا لفظ "دیات" دیت کی انواع (قسموں) کے اعتبار سے لایا گیا ہے اس سے یہ اظہار مقصود ہے کہ دیت کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً ایک دیت تو وہ ہوتی ہے جو کسی کو جان سے مار ڈالنے کے بدلہ میں دی جاتی ہے اور ایک دیت وہ ہوتی ہے جو اعضاء کے نقصان کے بدلے میں دی جاتی ہے۔ پھر دیت وحشییت کے اعتبار سے بھی دیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مغلطہ کہلاتی ہے اور دوسری کو مختلف کہتے ہیں۔

دیت مغلطہ تو یہ ہے کہ چار طرح کی سوانحیاں ہوں یعنی بچپن بخت خاص (جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو) بچپن بخت لیون (جو دو سال میں لگی ہو) بچپن حقد (جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہو) اور بچپن جہد (جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہو) یہ تفصیل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابو یوسف کے مسلک کے مطابق ہے، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک دیت مغلطہ یہ ہے کہ تین طرح کی انخیاں ہوں یعنی تین حقد تیس جہد اور چالیس مٹہ (جو پانچ سال کی ہو کر چھپنے سال میں لگی ہو) اور سب حاملہ ہوں۔ دیت مغلطہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل شہدہ کا مرتکب پایا گیا ہو۔

دیت مختلفہ یہ ہے کہ اگر سونے کی قسم سے دیت دی جائے تو اس کی مقدار ایک ہزار دینار (اشرنی) ہے اور اگر چاندی کی قسم سے دی جائے تو دس ہزار درہم دیئے جائیں گے اور اگر گرانہ کی قسم سے دے تو پانچ طرح کے سوانث دیئے ہوں گے یعنی تین ان خاص (وہ اونٹ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگے ہوں) تین بخت خاص، تین بخت لیون، تین جہد دیت مختلفہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل خطا یا قتل جاری بخری خطا اور یا قتل سب کا مرتکب پایا گیا ہو۔

حضرت ابو یوسف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا کہ ایک عورت کے اس بچہ کی دیت میں جو عمر کاں مٹہ پیتے سے گر پڑا تھا (عاقلہ پر) غرہ واجب کیا تھا، اور غرہ سے مراد غلام یا لونڈی ہے، پھر بچہ وہ عورت (کہ جس کے عاقلہ پر غرہ واجب کیا تھا) مرگی تو آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹوں اور خاندان کے لئے ہے اور اس کی دیت اس کے عصبہ پر ہے۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم: حدیث نمبر 652)

واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں اور ان میں سے ایک نے دوسری عورت کے پتھر کینچ مارا اتفاق سے وہ عورت حاملہ تھی اور پتھر اس کے پیٹ پر لگا، اس کے نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ جس کے پیٹ میں تھا اس پتھر کی چوٹ سے مرگ بیٹ سے باہر آ گیا چنانچہ اس کی دیت میں پتھر مارنے والے کے عاقلہ (یعنی اعلیٰ خاندان) پر ایک غرہ یعنی ایک لونڈی یا ایک غلام واجب کیا گیا، اور اگر وہ بچہ زندہ پیدا ہو کر بعد میں مر جاتا یا اگر وہ بچہ زندہ پیدا ہوا تو اس کے بعد وہ پتھر مارنی اور اس پتھر کی چوٹ سے وہ بچہ مر جاتا تو اس صورت میں پش دیت واجب کی جاتی۔

غرہ اصل میں تو اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی پر ہوتی ہے، پھر سفید رنگ کے غلام یا لونڈی کو بھی غرہ کہا جانے لگا لیکن یہاں مراد غلام یا لونڈی ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک "غرہ" دیت کا تینہ ہواں حصہ یعنی پانچ سو درہم مراد ہے۔ "اور اس کی دیت اس کے عصبہ پر ہے" میں عصبہ سے مراد عاقلہ ہیں اس جملہ سے یہ واضح کرتا مراد ہے کہ اگرچہ اس کی دیت اس کے عاقلہ یعنی خاندان اور برادری والوں پر واجب ہوگی مگر وہ خاندان اور برادری والے اس کی میراث کے وارث نہیں قرار پا سکیں گے کیونکہ کسی کی دیت کا ذمہ دار ہونے سے اس کی میراث کا حقدار ہونا لازماً نہیں آتا، بلکہ اس کی میراث تو انہی لوگوں کو ملے گی جو اس کے شریقی وارث ہیں، اب رہی یہ بات کہ یہاں وارثوں میں صرف بیٹوں اور خاندان کی شخصیات کیوں کی گئی تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جس عورت کا ذکر ہے اس کے درنا میں صرف یہی لوگ موجود ہوں گے اس لئے انہی کا ذکر کیا گیا اور نہ مقصود یہ ہے کہ میراث ہر اس وارث کو ملے گی جو موجود ہو جیسا کہ اہل حدیث کے الفاظ (و رثھا و من لدھا و من معہم) سے واضح ہے۔

عاقلہ پر دیت ہونے کا فقہی مفہوم

عرب جاہلیت میں تو جیسا کہ ہم نے عرض کیا، مجرم کے قبیلے ہی کو اس کی "عاقلہ" سمجھا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی دستور کو قائم رکھا لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں جب بنی انتظامی تقسیم کرتے ہوئے دیوان کا نظام رائج کیا تو قبیلے کے بجائے ایک دیوان میں شریک لوگوں کو عاقلہ "قرار دیا۔ علامہ سرخسی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کی اساس کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

علامہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

فان قيل كيف يظن بهم الاجماع على خلاف ما قضى به رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلنا هذا اجماع على وفاق ما قضى به رسول الله صلى الله عليه وسلم فانهم علموا ان رسول الله قضى به على العشيرة باعتبار النصرية وكانت قوة المرأة ونصرته يومئذ بعشيرته ثم لما دون عمر رضي الله عنه الدواوين صارت القوة والنصرة بالديوان فقد كان المرأة يقاتل قبيلته عن ديوانه. (المبسوط ۲/۲۸۰-۲۸۱)

"اگر یہ کہا جائے کہ عاصبہ کے بارے میں یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے کے

خلاف اجماع کر لیا ہو تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے کے (خلاف نہیں، بلکہ اس کے مطابق ہے، کیونکہ صحابہ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ نے قبیلے پر دیت کی ادائیگی امداد یا ہبی کے اصول پر لازم کی ہے اور آپ کے زمانے میں کسی شخص کا قبیلہ ہی اس کی قوت اور نصرت کا مددگار ہوتا تھا۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان کا نظام بنادیا تو اب قوت اور نصرت کا مددگار دیوان بن گیا۔ چنانچہ (اگر لڑائی کا موقع آ جاتا تو) ایک شخص اپنے دیوان کے دفاع میں اپنے ہی قبیلے کے خلاف جنگ کیا کرتا تھا۔"

فقہائے احناف نے اسی اصول پر بعد میں دیوان کا نظام ختم ہو جانے کے بعد ایک پیشے سے منسلک افراد کے مجموعے کو عاقلہ قرار دیا تھا، جبکہ فقہاء یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ جہاں عاقلہ کی کوئی بھی شکل باقی نہ رہ گئی ہو، وہاں اگر قاتل کے لیے دیت کی ادائیگی مشکل ہو تو اس کی ذمہ داری بیت المال کو اٹھانا ہوگی۔

فساد کے سد باب کے لیے قاتل کو قتل کرنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان میں لے کر کھنچ دیا تھا۔ اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ تمہارے ساتھ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے کیا ہے؟ آخر جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر کے اشارے سے (ہاں) کہا پھر یہودی لایا گیا اور اس نے اقرار کر لیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا بھی سر پتھر سے کھنچ دیا گیا۔ ہمام نے دو پتھروں کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۸۸۳)

اختتامی کلمات شرح ہدایہ جلد ہفتم

الحمد للہ! آج بروز بدھ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق یکم اگست ۲۰۱۲ء بعد نماز فجر شرح ہدایہ کی جلد ہفتم کے اختتامی کلمات لکھنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی نظر رحمت سے فیوضات رضویہ فی تشریحات ہدایہ کا یہ کام تیزی سے منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے اس کام کی تکمیل کی ہمت و توفیق عطا فرمائے اور میرے لئے سب نجات بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے قارئین، ناشر، مؤلف اور اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے جملہ مسلمان بھائیوں کی بخشش فرمائے۔ اور اہل سنت و جماعت کے دینی مدارس کے علماء، طلباء کیلئے نفع مند بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ،

محمد لیاقت علی رضوی چک سنتیکا بہاولنگر

ایمان والہ محمد الکریم جیہا انگریز تصانیف ترجمہ شیخ مہر علی کی جلدی کتب



فوت جہا انگریزی جامع بنیادی

المعرفۃ

جمال السنہ

تہذیبی و تاریخی کتب و امور منظوم



شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، امرو بازار لاہور

فون: 042-37246006